ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

حسب فرمایش جناب حاجی محمد سعید صاحب تاجر کتب کلکتہ خلاصی ٹولہ نمبر (۵)

سرور عزیزی

جلد ترجمہ اردو دوم

فتاویٰ عزیزی

باہتمام اقل العبید راجی رحمت رب رشید محمد عبد المجید غفر اللہ الحمید

در مطبع مجتبائی واقع کانپور مطبوع گردید

بازار کے نرخ سے ہر قسم کی کتابیں نرخ بازار سے بکفایت جلد طلب ہوں اصل دام سے ملتی ہیں المشتہر محمد سعید تاجر کتب و مالک مطبع مجیدی کانپور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

انتہاء وقت ظہر کی تعیین مین اختلاف کی وجہ

سوال فقہ کی کتابون مین مرقوم ہے کہ ظہر کا وقت بعضے علما کے نزدیک اُسوقت تک رہتا ہی کہ ہر چیز کا سایہ اُسکے سایۂ اصلی کے سوا دو مثل ہوجاوے یعنی دوچند ہوجاوے اور بعضے علما کے نزدیک ظہر کا وقت صرف اُسوقت تک رہتا ہی کہ ہر چیز کا سایہ اُسکے سایۂ اصلی کے سوا ایک مثل ہوجاوے یعنی اُسکے برابر ہوجاوے تو اس اختلاف کا منشا کیا ہے معلوم نہین کہ بعض مجتہد نے دو مثل کہان سے ثابت کیا ہی اور بعض مجتہد نے ایک مثل کہان سے ثابت کیا ہی اسکا جواب ارشاد فرماوین اللہ تعالےٰ آپ حضرات کو اجر عطا فرماوے

جواب ہدایہ مین لکھا ہی وَاَوَّلُ وَقْتِ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ لِاِمَامَةِ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْيَوْمِ الْاَوَّلِ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَاٰخِرُ وَقْتِهَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ سِوٰى فَيْءِ الزَّوَالِ وَقَالَا اِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهٗ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَفَيْءُ الزَّوَالِ يَكُوْنُ لِلْاَشْيَاءِ وَقْتَ الزَّوَالِ لَهُمَا اِمَامَةُ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْيَوْمِ الْاَوَّلِ فِي الْعَصْرِ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ وَلَهٗ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ وَاَشَدُّ الْحَرِّ فِيْ دِيَارِهِمْ فِيْ هٰذَا الْوَقْت

Marfat.com

وَاِذَا تَعَارَضَ الْآثَارُ فَلَا يَنْقَضِي الْوَقْتُ بِالشَّكِّ انتہی یعنی ظہر کا وقت اُسوقت شروع ہوتا ہے جب آفتاب ڈھل جاوے اسواسطے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین آئے تا ظہر کے وقت سے آگاہ کردیوین تو پہلے دن جب آئے تو ظہر کی نماز مین اُسوقت امامت کی کہ جب زوال کا وقت ہوا یعنی آفتاب ڈھل گیا اور ظہر کا آخر وقت امام ابو حنیفہ کے نزدیک اُسوقت ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اُسکے سایۂ اصلی کے سوا دو مثل ہوجاتا ہے یعنی دو چند ہوجاتا ہے اور کہا صاحبین نے یعنی امام محمد و امام ابو یوسف علیہما الرحمۃ نے کہ ظہر کا آخر وقت یعنی منتہی وقت اُسوقت ہوجاتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اُسکے سایۂ اصلی کے سوا ایک مثل ہوجاوے یعنی اُسکے برابر ہوجاوے اور یہی حکم ہونا امام ابو حنیفہ کے نزدیک بھی ایک روایت مین آیا ہے اور زوال کے وقت ہر چیز کا جسقدر سایہ ہوتا ہے اسی کو سایۂ اصلی کہتے ہین صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ پہلے دن جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین آئے تا عصر کے اول وقت سے آگاہ کردیوین تو اسی وقت عصر کی نماز مین حضرت جبرئیل علیہ السلام نے امامت کی اور امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ٹھنڈے وقت ظہر کی نماز پڑھو اسواسطے کہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہوتی ہے اور اُنکے ملک مین گرمی کی شدت اسی وقت ہوتی ہے اور جب آثار مین تعارض ہے تو شک کی حالت مین حکم نہوگا کہ وقت تمام ہوگیا یہ ترجمہ ہدایہ کی عبارت مذکورہ کا ہے اور بحر الرائق مین لکھا ہے وَالظُّهْرُ مِنَ الزَّوَالِ اِلَى بُلُوْغِ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ سِوَى فَيْءِ الزَّوَالِ اَيْ وَقْتُ الظُّهْرِ اَمَّا اَوَّلُهُ فَمُجْمَعٌ عَلَيْهِ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اَيْ لِزَوَالِهَا وَاَمَّا اٰخِرُهُ فَفِيْهِ رِوَايَتَانِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ الْاُوْلٰى مِثْلَاهُ مِنْهُ مَا فِي الْكِتَابِ وَالثَّانِيَةُ رِوَايَةُ الْحَسَنِ اِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ سِوٰى فَيْءِ الزَّوَالِ وَهُوَ قَوْلُهُمَا لِاِمَامَةِ جِبْرَئِيْلَ فِي الْيَوْمِ الْاَوَّلِ فِيْ هٰذَا

الوقت ولہ قولہ علیہ السلام ابردوا بالظہر فان شدۃ الحر من فیح جہنم واشتد الحر فی دیارہم کان فی ہذا الوقت واذا تعارضت الآثار لا ینقضی الوقت بالشک وذکر شیخ الاسلام ان الاحتیاط ان لا یؤخر الظہر الی المثل وان لا یصلی العصر حتی یبلغ المثلین لیکون مؤدیا للصلاتین فی وقتہما بالاجماع کذا فی السراج انتہی مختصرا یعنے ظہر کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے اور اسوقت تک رہتا ہے کہ ہر چیز کا سایہ اسکے سایہ اصلی کے سوا ایک مثل ہو جاوے یعنے اسکے برابر ہو جاوے اور ظہر کے اول وقت کی تعیین مین تو سب کا اتفاق ہے کہ زوال کے وقت ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالے نے کہ جب آفتاب ڈھل جاوے تو نماز ادا کرو لیکن ظہر کے آخر وقت یعنی منتہی وقت کی تعیین مین امام ابوحنیفہ سے دو روایت ہے تو جو روایت اس کتاب مین مندرج ہے وہ امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے اور دوسری روایت وہ ہے کہ حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ ظہر کا آخر وقت یعنی منتہی وقت اسوقت ہو جاتا ہے کہ ہر چیز کا سایہ اسکے سایہ اصلی کے سوا ایک مثل ہو جاوے یعنی اسکے برابر ہو جاوے اور یہی صاحبینؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پہلے دن اسی وقت عصر کی نماز مین امامت کی اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھنڈے وقت ظہر کی نماز پڑھو اسواسطے کہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہوتی ہے اور انکے ملک مین گرمی کی شدت اسی وقت ہوتی ہے اور جب آثار مین تعارض ہوا تو شک کی حالت مین حکم نہوگا کہ وقت گذر گیا اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ احتیاط اسمین ہے کہ ظہر مین ایک مثل سے زیادہ دیر نہ کرے اور عصر دو مثل کے بعد پڑھے تا دونون نماز اپنے وقت مین بالاتفاق ادا ہو وین ایسا ہی سراج مین لکھا ہے یہ بحر الرائق کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہے اور مشکوٰۃ شریف مین ہے عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم وقت الظہر اذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطولہ
ما لم یحضر العصر الحدیث یعنی روایت ہی عبد اللہ بن عمرؓ سے کہ کہا انھون نے کہ
فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ظہر کا وقت وہ وقت ہی کہ آفتاب ڈھل جاوے
اور ہر شخص کا سایہ اُسکے قد کے برابر ہو جاوے جب تک عصر کا وقت نہ آوے اور ترجمہ
مشکوٰۃ مین شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اس حدیث کے بیان مین لکھا ہی کہ جاننا
چاہیے کہ امام ابی یوسفؒ اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ اور بعضے دیگر علما کا مذہب یہ ہے
کہ آخر وقت ظہر کا اُسوقت تک رہتا ہے کہ ہر شخص کا سایہ اُسکے قد کے برابر ہو جاوے
اور اُسکے بعد عصر کا وقت آجاتا ہی اور یہ حدیث ان ایمہ کی دلیل ہے اور یہی حکم
امام ابو حنیفہؒ سے بھی ایک روایت مین آیا ہی اور بعضے علمانے کہا ہے کہ اسی پر فتوے
ہے اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ظہر کا وقت اُس وقت تک
رہتا ہے کہ سایۂ اصلی کے سوا ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جاوے یعنے دو چند ہو جاوے
اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل ہدایہ مین ہے کہ حدیث شریف مین ہے اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ
یعنی ٹھنڈے وقت ظہر کی نماز پڑھو اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ ٹھنڈے
وقت یعنی جب گرمی کی شدت کم ہو جاوے تو اُسوقت ظہر کی نماز پڑھنا چاہیے اور
گرمی کی شدت اُنکے ملک مین اُسوقت ہوتی ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اُسکے برابر ہو جاتا
ہی اور دونون حدیثین متعارض ہی اور احتیاط اسمین ہے کہ اسمین شک ہوا کہ ایک مثل
کے بعد وقت ظہر کا گذر جاتا ہے تو شک کی بنا پر نہ کہنا چاہیے کہ سایۂ اصلی کے سوا جب
ایک مثل ہو جاوے تو ظہر کا وقت گذر جاویگا اور دوسری دلیلین بھی شرح مین مذکور
ہین اور بعضے علمانے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ ظہر ایک مثل کے قبل پڑھ لینا چاہیے اور
عصر دو مثل کے بعد پڑھنا چاہیے واللہ اعلم یہ مضمون شیخ عبد الحق محدث دہلوی
علیہ الرحمۃ کی عبارت کا ہے اور جس حدیث کا حوالہ ترجمہ مین دیا ہے وہ یہ حدیث ہی

Marfat.com

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ یعنی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ
جب گرمی کی شدت ہووے تو نماز مین سردی کرو یعنی ظہر کی نماز اول وقت سے کچھ دیر
کرکے پڑھو تا گرمی کی شدت کچھ کم ہوجاوے اور بخاری کی حدیث مین ہے کہ صحابہ ظہر
کی نماز پڑھنے مین اُسوقت تک تاخیر کرتے تھے کہ ٹیلہ کا سایہ زمین پر پڑجاتا تھا اور ٹیلہ
منبسط ہوتا ہے یعنی پھیلا رہتا ہے اور اسوجہ سے اسکا سایہ زوال کے بعد دیر مین پڑتا
ہے بخلاف دراز چیزونکے جیسے منارہ وغیرہ ہے کہ اسکا سایہ جلد ظاہر ہوجاتا ہے اور
ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب پانچ قدم سایہ آجاوے تو اسوقت ظہر پڑھنا چاہیے
اور بعضی روایات مین آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت مین اُسوقت
ظہر کی نماز پڑھی جاتی تھی کہ صحابہؓ دیوار کے سایہ مین نماز کے لیے جایا کرتے تھے اور
اُسوقت مین دیوار سات گز بلند ہوا کرتی تھی اور بعضے علما نے کہا ہے کہ اوسط وقت
ظہر کی نماز پڑھنا چاہیے اور بعضے شافعیہ نے کہا ہے کہ حدیث مین جو مذکور ہے کہ ٹھنڈے
وقت ظہر کی نماز پڑھنا چاہیے تو اس سے مطلب یہ ہے کہ زوال کے وقت پڑھنا چاہیے
اسواسطے کہ بہ نسبت وقت استوا کے زوال کے وقت ٹھنڈھا وقت آجاتا ہے تو
بعضے شافعیہ کا یہ قول قیاس سے بعید ہے اور تجربہ کے خلاف ہے کہ بہ نسبت وقت
استوا کے زوال کے وقت گرمی کم ہوجاتی ہے اسواسطے کہ سبب کی قوت کا جس قدر
اثر ہوتا ہے اُس سے سبب کے دوام کا زیادہ اثر ہوتا ہے چنانچہ آدھی رات مین
جسقدر سردی ہوتی ہے اس سے زیادہ سردی صبح کو ہوتی ہے حالانکہ صبح کو
آفتاب نزدیک ہوجاتا ہے اور ہدایہ مین لکھا ہے کہ گرمی کی شدت اُس ملک مین
اُسوقت ہوتی ہے کہ ہر چیز کا سایہ اُسکے برابر ہوتا ہے تو ٹھنڈھک اُسکے بعد ہوگی
حاصل کلام یہ کہ صحیح احادیث سے اس امر مین مبالغہ کرنے کا حکم ثابت ہے کہ ٹھنڈے

Marfat.com

وقت مین ظہر کی نماز پڑھنا چاہیے اور یہ جو احادیث مین آیا ہے کہ صحابہ نے کہا ہے کہ
ہم لوگون نے دوپہر کی گرمی کی شکایت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کی تو قبول نہ فرمایا
تو ان احادیث کا مطلب یہ ہی کہ لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے التماس
کیا تھا کہ ظہر کے آخر وقت سے بھی ظہر کی نماز مین دیر کیجاوے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے قبول نہ فرمایا واللہ اعلم اور امام شافعیؒ کہتے ہین کہ ضرورت کی حالت مین اجازت
ہی کہ ٹھنڈے وقت ظہر کی نماز پڑھی جاوے اور یہ بھی اُن لوگون کے لیے حکم ہے
کہ جماعت کی تلاش مین مسجدون مین جاتے ہین یعنی اس تلاش مین دوڑتے ہین کہ کس
مسجد مین جماعت ملے گی اور تکلیف اُٹھاتے ہین اور جو شخص تنہا نماز پڑھتا ہے
یا اپنے محلہ کی مسجد مین نماز پڑھتا ہے تو بہتر ہے کہ وہ اول وقت سے تاخیر نہ کرے
اسواسطے کہ تاخیر کرنا ظاہر حدیث کے خلاف ہے اور ترمذی کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سفر مین بھی حکم فرماتے تھے کہ ٹھنڈے وقت ظہر کی نماز
پڑھی جاوے حالانکہ وہان سب لوگ ایک جگہہ جمع رہتے تھے اور ترمذی نے کہا ہے کہ
یہ جو قول ہے کہ گرمی کی شدت مین ظہر مین تاخیر کرنا چاہیے تو یہ قول زیادہ بہتر ہے
اور بہت مناسب ہے اسواسطے کہ اسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی زیادہ
اتباع ہوتی ہی یہ ترجمہ سے لکھا گیا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی کی دلیل وہ حدیث ہی کہ
اسمین حضرت جبرئیلؑ کی امامت کرنے کا ذکر ہے کہ ہر چیز کا سایہ جب سایۂ اصلی کے سوا
ایک مثل ہوگیا تو اُسوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پہلے دن عصر کی نماز پڑھائی
اور امام ابوحنیفہؒ کی دلیل وہ حدیث ہے کہ اُسمین حکم ہے کہ ٹھنڈے وقت ظہر کی نماز
پڑھنا چاہیے اور اسکی تفصیل اوپر گذری واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب

سوال نماز مین جب لوگ التحیات مین عبدہٗ ورسولہٗ پڑھتے ہین تو داہنے
ہاتھ کی کلمہ کی انگلی اُٹھاتے ہین یہ درست ہی یا نہین **جواب** کلمے کی انگلی اٹھانا تشہد مین

Marfat.com

پڑھنے کے وقت سنت ہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور فقہ کی معتبر کتابون سے بھی
ثابت ہی چنانچہ شرح وقایہ مین لکھا ہی وَمِثْلُ هٰذَا جَاءَ عَنْ عُلَمَائِنَا اَیْضاً یعنی
اور ایسا ہی ہمارے علما سے بھی ثابت ہے چنانچہ امام محمدؒ نے اپنے مؤطا مین حدیث اس
مضمون کی نقل کی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کلمے کی انگلی اٹھاتے تھے اور امام محمدؒ
نے اس حدیث کے بعد کہا ہے کہ ہمارا عمل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل پر ہے
اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور بعض کتب فقہ مین لکھا ہے کہ بعض کا قول یہ ہی
کہ اُسوقت اشارہ کرنا منع ہے تو یہ قول محض غلط ہے اسواسطے کہ اُس قائل نے اپنے
پیغمبر اور اپنے مجتہد کے خلاف کہا ہے تو اُسکے قول کا اعتبار نہین **سوال** اس زمانے
مین کہ یہان جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے تو صحیح ہوتی ہے یا نہین اور جمعہ پڑھنے سے اُسدن
کی ظہر اپنے ذمے سے ساقط ہو جاتی ہے یا نہین حنفیہ کے نزدیک شرط ہے کہ چاہیے کہ
جمعہ مین سلطان ہووے یا سلطان کا نائب ہووے اور یہ شرط پائی نہین جاتی ہے
لیکن یہ شرط شافعیہؒ کے نزدیک ثابت نہین البتہ اُنکے مذہب مین جائز نہین کہ ایک
شہر مین دو تین جگہ جمعہ کی نماز ہووے اور اُنکے نزدیک ثابت ہے کہ دوسری جگہ
ایک ہی شہر مین جو جمعہ کی نماز ہوتی ہی وہ باطل ہے اور اُنکے مذہب مین شرط ہے
کہ جمعے کی جماعت مین چالیس آدمی سے کم نہ ہونا چاہیے اور فقہا نے لکھا ہی کہ بہتر ہے
کہ جمعے کے بعد ظہر بھی احتیاطاً پڑھ لیجاوے اور بعض نے لکھا ہے کہ جمعے کے قبل پڑھنا
چاہیے تو یہ چار رکعت ظہر کی نماز جمعے کے دن پڑھنا ضروری ہے یا صرف احتیاط کے
خیال سے ہے اور عالمگیری مین لکھا ہے اِذَا کَانَ فِی الْبَلَدِ وُلَاةٌ کُفَّارٌ فَعَلٰی
اَهْلِ الْبَلَدِ اَنْ یُّقِیْمُوا الْجُمُعَةَ یعنے جب شہر مین کفار کے حاکم ہووین تو شہر کے
لوگون پر واجب ہی کہ وہ خود جمعہ قائم کر لیوین تو اس روایت سے کچھ اطمینان ہوتا ہی
اور سلاطین چنگیزیہ کے وقت مین کفار کا غلبہ اہل اسلام کے ملک مین ہوا اور ظن غالب ہی

Marfat.com

سوقت کہ لوگ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے چھوڑ دے نہیں جواب متقدمین حنفیہ کے نزدیک شرط ہے کہ
ہر کی نماز وہان درست ہوگی کہ اس جگہ مسلمان بادشاہ ہو یا اسکا نائب ہووے اور متاخرین حنفیہ
ے سلطنت چنگیزیہ کے زمانہ مین فتوی دیا ہے کہ کفار کی طرف سے شہر مین جو مسلمان حاکم ہووے تو وہ
نزلہ سلطان کے قرار دیا جاویگا اور اسکے لیے جائز ہے کہ جمعہ اور عید قائم کرے اور ان لوگون کے
عد جو متاخرین حنفیہ ہوے ہین ان لوگون نے اس سے بھی زیادہ وسعت دی ہے چنانچہ فتاوے
عالمگیری مین لکھا ہے بِلَادٌ عَلَيْهَا وُلَاةُ كُفَّارٍ يَجُوْزُ لِلْمُسْلِمِيْنَ اِقَامَةُ الْجُمُعَةِ وَيَصِيْرُ الْقَاضِي
اضِيًا بِتَرَاضِي الْمُسْلِمِيْنَ وَيَجِبُ عَلَيْهِمْ اَنْ يَلْتَمِسُوْا وَالِيًا مُسْلِمًا كَذَا فِي مِعْرَاجِ الدِّرَايَةِ
نتہی یعنی وہ شہر کہ وہان کفار کے حکام ہین وہان مسلمانون کے لیے جائز ہے کہ جمعہ
قائم کرین اور اہل اسلام اپنی رائے سے جسکو قاضی وہان مقرر کر دینگے وہ شرعًا قاضی
ہو جاویگا اور اہل اسلام پر واجب ہے کہ مسلمان بادشاہ تلاش کرین ایسا ہی معراج الدرایہ
مین لکھا ہے یہ عالمگیری کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہے تو ان متاخرین نے اہل شہر کا اتفاق
ہونا اسکے قرار دیا ہے کہ گویا اہل اسلام کی طرف سے بادشاہ مقرر کیا گیا حاصل کلام یہ کہ
احتیاطًا چار رکعت پڑھنا ضرور ہے واللہ اعلم

سوال و جواب متعلق نماز جمعہ

بادشاہ کا اور اسکے نائب کا حق ہے کہ جمعہ قائم کرے لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ متاخرین حنفیہ نے ایسا ہی
لکھا ہے جیسا آپ نے تحریر فرمایا ہے اور جب اشد ضرورت ہووے تو بلاشک اسپر عمل کرنا جائز ہے
اور فتاوے کی روایات مین بہت اختلاف ہے اور فی الواقع جہال کے لیے یہ ایک
عذر استہزا کرنے کی ملگئی ہے اس سے رہائی کی صورت ایک مدت سے مفقود ہے اور وہ
صورت یہ ہے کہ چاہیے کہ بادشاہ اسلام علماء معتبرین کو جمع کرے اور روایات سابقہ
کی تحقیق کیجاوے اور ضعیف روایات علیحدہ کر دی جاوین اور قوی روایات علیحدہ کر دیجاوین
چنانچہ خلفاء راشدین کا یہی طریقہ تھا علی الخصوص حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ نے جب مصحف
مرتب فرمایا تو اس طریقے پر بہت لحاظ رکھا اور اس طرف عالمگیر شاہ کو بھی اللہ تعالے

Marfat.com

نے اسی طرح توفیق مرحمت فرمائی کہ علماء متاخرین کو جمع کیا اور معتبر روایات کو علیحدہ لکھدیا اور غیر معتبر روایات کو جدا کردیا اور اُسکو ساقط کردیا اور معتبر روایات کو فتاوی عالمگیری مین جمع کیا اور اپنے ملک مین ہر جگہ منادی کرادی کہ ان روایات کے خلاف جو عمل کریگا ماخوذ ہوگا اور اُسکو سزا ہوگی چنانچہ محمد شاہ کے آخر زمانے تک مفتیونکا عمل اسی پر رہا پھر اُسکے بعد دین کے امور مین خلل واقع ہوا اور سلطنت مین انقلاب آیا اور مذہبی امور مین حکام کی غفلت ہوئی تو لوگ مطمئن ہوگئے اور اپنے معاملات مین اختلاف روایات پر عمل کرنے لگے اور روایات مختلفہ زیادہ تر خزانۃ الروایات اور خزانۃ المفتیین مین ہین اُسپر لوگون کا عمل ہوا وَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰے وَھُوَ الْمُسْتَعَانُ

بیان صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ التسبیح کی حدیث مین مخاطب حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ ہین اور اصول کا مسئلہ ہے کہ جو حکم ایک شخص کے لیے ہو وہ حکم سب کے لیے ہوتا ہے بشرطیکہ کوئی دلیل تخصیص کی موجود نہو چنانچہ ابوالیسر کی حدیث مین ہے کہ اللہ تعالی کا کلام پاک ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ یعنی نیکیان برائیونکو دفع کردیتی ہین تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت سے جو اسپر عمل کرے سب کے حق مین اس آیت کی فضیلت عام طور پر ثابت ہے۔

سوال اکثر لوگ صبح کی نماز کے بعد سلام علیک کرتے ہین سُنت ہے یا نہین **جواب** ہمیشہ اسکا التزام کرلینا بدعت ہے۔

ف تہجد کے اول وقت کے بارہ مین صحابہ کے زمانہ مین اختلاف تھا حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عکرمہؓ وغیرہما کے مذہب کی تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تہجد کا اول وقت عشا کے بعد سو کر کے اُٹھنے کے بعد ہے اور اس بارہ مین اُن صحابہ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن شریف مین ہے وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ یعنی اور رات کو تہجد کی نماز قرآن کے ساتھ

کھیے اور لغت مین تہجد کے معنی یہ ہین کہ سونے کے معمولی وقت مین نیند ترک کرنا
اس قول مین شبہہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص تمام رات بیدار رہے تو لازم آتا ہی کہ اُس کو
جد کا وقت نہ ملے تو بعضے لوگون نے ان صحابہ کی مذہب کی توجیہ کی ہی کہ اُس سے
ادیہ ہی کہ اگر عشا کے بعد سو رہی تو جب نیند سے اُٹھے تو وہی وقت تہجد کا اول وقت
گا اور اگر نہ سووی تو جب اُسکے سونے کا معمولی وقت گذر جاوی تو تہجد کا اول وقت
جاویگا اور اس باری مین بہتر دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہی مِنْ کُلِّ
لَّیْلِ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَانْتَہٰی وِتْرُہٗ اِلَی السَّحَرِ یعنی
حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ رات مین ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نماز
ی ہی حتے کہ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نماز سحر کے وقت بھی پڑھی ہی
ر اسکا جواب یہ ہی کہ اوتر کو لفظ سے تہجد کا وقت مراد نہین بلکہ وتر کی نماز مراد ہی کہ اُسکا
قت بالاتفاق عشا کے بعد ہی چنانچہ اکثر صحابہ اور ائمہ کے نزدیک یہی مذہب مختار
ر اور سالکان طریق عبادت کا اسی پر عمل ہی کہ تہجد کا اول وقت آدھی رات کے بعد
جاتا ہی خواہ اُسکے قبل سووی یا نہ سووے اور اکثر احادیث سے اسوقت کی فضیلت
علوم ہوتی ہی تو اس سے بھی ظاہر ہوتا ہی کہ تہجد کا وقت یہی ہی مثلاً اَیُّ الدُّعَآءِ اَفْضَلُ
لَ جَوْفُ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون دعا
تر ہی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دعا افضل ہی جو آخر شب مین کیجاوی
ر یہ بھی بالاتفاق ثابت ہی کہ عشا کی تاخیر بلا کراہت آدھی رات تک جائز ہی اور اسپر بھی
ما کا اتفاق ہی کہ تہجد کی نماز عشا کے توابع سے نہین تو ضرور ہی کہ عشا کی نماز کے بعد تہجد کا
ت ہو وی واللہ اعلم **سوال** کیا فرماتے ہین علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ
ن کہ چار جنازے جمع ہو گئے منجملہ اُسکے ایک جنازہ نابالغ لڑکے کا ہی اور ایک جنازہ نابالغہ
ی کا ہی اور ایک جنازہ بالغ مرد کا ہی اور ایک جنازہ بالغہ عورت کا ہی تو کیا چارون جنازے

ایک ساتھ ہی جماعت سی پڑھے جاوینگے اور نیت کسطرح کیجاویگی بینوا توجروا

جواب بہتر ہی کہ ہر جنازی کی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھی جاوے لیکن یہ بھی جائز ہی کہ ایک ہی ساتھ سب کے جنازہ کی نماز پڑھی جاوی اور اس صورت مین چاہیے کہ چارون جنازی قبلے کی طرف آگے پیچھے ایک کے بعد دوسرا رکھا جاوی اور اس ترتیب سے رکھنا چاہیے کہ امام کے سامنے اُسکے نزدیک پہلے بالغ مرد کا جنازہ رکھا جاوے پھر اُسکے بعد نابالغ لڑکے کا جنازہ رکھا جاوی پھر اُسکے بعد بالغہ عورت کا جنازہ رکھا جاوے پھر اسکے بعد نابالغہ لڑکی کا جنازہ رکھا جاوی اور سب کی نیت کرنی چاہیے اور ایک ہی دعا کافی ہی ایسا ہی درمختار اور حاشیہ طحاوی مین ہے واللہ اعلم۔

حکم در بارہ پڑھنے نماز کے قبرستان مین حدیث مین وارد ہی کہ قبرستان مین نماز نہ پڑھنا چاہیے اور اُسکی شرح مین جو کچھ علما نے لکھا ہی اُسمین بہتر قول یہ ہی کہ اسوجہ سے منع ہی کہ اسمین ایک طرح کی مشابہت کفار کے ساتھ پائی جاتی ہی اور یہ مشابہت جمادات کو سجدہ کرنے مین ہوتی ہی اور اس سبب سے یہ حکم ضروری ہی کہ قبرستان مین نماز پڑھنا مکروہ ہی اور حنفیہ کی کتب فقہ مین لکھا ہی کہ اگر قبر نمازی کے سامنے ہووی تو یہ زیادہ مکروہ ہے اور اگر قبر داہنے یا بائین جانب ہووی تو اُس سے کم مکروہ ہی اور اگر قبر نمازی کی پیچھے ہووے تو یہ اُس سے بھی کم مکروہ ہی اور یہی قول اصح ہی اور علما کا اسی پر عمل ہے اور شافعیہ کے فقہا نے لکھا ہے کہ قبرستان مین نماز پڑھنا اسوجہ سے مکروہ ہی کہ وہ نجاست کی جگہ ہی تو یہ صحیح نہین

نماز پڑھنا قبرستان میں مکروہ

دعاء انبیا اس بارہ مین روایات مختلف وارد مین کہ واجب ہے یا نہین کہ انبیا کی دعا ضرور قبول کیجاوے بعضی روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ واجب ہے اور بعضی روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ واجب نہین اور والد ماجد مرحوم کے حضور مین اس بارہ مین بہت گفتگو آئی آخر مین ثابت ہوا کہ نبی کی دعا جب اللہ تعالے اُکے حکم سے ہووے یا اللہ تعالے کے الہام سے ہووے یا اُس دعا کے لیے منشا نبی کی نفس نبوت ہو توان

دعاء انبیا

Marfat.com

صورتون مین ضرور ہی کہ دعا قبول کیجاوی اور اسکے علاوہ اور دوسری حالت مین ضرور نہین کہ قبول ہووے اگرچہ اُس بارہ مین زیادہ دعا کیجاوے اور ایسا ہی کتب سیر سے ثابت ہی اور اسی توجیہ سے روایات مختلفہ مین تطبیق ہوتی ہی واللہ اعلم۔

اعمال کے ثواب مین کمی اور زیادتی کا بیان

اعمال کے ثواب مین کمی اور زیادتی کا بیان بعض صورت مین عمل کا ثواب زیادہ ہوتا ہی اور بعض صورت مین عمل کا ثواب کم ہوتا ہی اور اس بارہ مین ایک عمدہ تحقیق ہے کہ اُس سے سب شبہہ دفع ہوجاتا ہی اور وہ تحقیق اجمالی طور پر رسالۂ السر الجلیل فی تحقیق التفضیل مین لکھی گئی ہی ملاحظہ فرمانا چاہیے اور خلاصہ یہ ہی کہ صرف سات وجہ ہی کہ اُسکے اعتبار سے کسی شخص کے عمل کا ثواب بہ نسبت دوسرے شخص کے زیادہ ہوتا ہی اوّل وجہ ماہیت عمل کی ہے یعنی ذات عمل کی ہی مثلاً نماز کا ثواب بہ نسبت دوسرے اعمال کے زیادہ ہی اور دوسری وجہ مقدار عمل کی ہی مثلاً چار رکعت نماز کا زیادہ ثواب ہی بہ نسبت دو رکعت نماز کے بشرطیکہ باقی سب وجوہ مین دونون نماز برابر ہووین اور تیسری وجہ کیفیت عمل کی ہی یعنی عمل کے حقوق ظاہرہ اور باطنہ کو ادا کرنا اور اُسکے آداب اور سُنن کی رعایت کرنی اور جو امور اُس عمل کے منافی ہون اُن سے پرہیز کرنا جیسا ورع اور تقویٰ ہی اور چوتھی وجہ عمل کی غرض اور نیت ہی چنانچہ عمل مین جسقدر زیادہ خلوص ہوگا اُسی قدر اُسکا ثواب بھی زیادہ ہوگا اور پانچوین وجہ عمل کا وقت ہے مثلاً شروع اسلام مین جو لوگ اسلام سے مشرف ہوے اُنکی فضیلت زیادہ ہی بہ نسبت دوسرے مسلمانون کے اور مثلاً جو لوگ عسرت کی حالت مین صدقہ دیوین تو اُنکی فضیلت زیادہ ہو بہ نسبت دوسرے صدقہ دینے والون کے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اگر تم لوگون سے کوئی شخص بمقدار جبل اُحد کے سونا خرچ کرے تب بھی وہ کسی صحابی کے درجے کو نہین پہونچ سکتا ہی بلکہ صحابہ کے نصف درجے کو بھی

Marfat.com

نہین پہونچ سکتا ہی اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہی لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی یعنی نہین برابر تم مین سے وہ شخص کہ اسنے خرچ کیا قبل فتح ہونے مکہ معظمہ کے اور لڑائی کی وہ لوگ زیادہ ہین درجہ مین اُن لوگون سے کہ خرچ کیا اُن لوگون نے بعد فتح ہونے مکہ معظمہ کے اور لڑائی کی اور ہر ایک کے لیے اللہ نے بہتر وعدہ کیا ہے اور چھٹی وجہ عمل کی جگہ ہی چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صَلوٰۃٌ فِیْ مَسْجِدِیْ ھٰذَا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلوٰۃٍ فِیْمَا سِوَاہُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ یعنی ایک نماز کہ اس میری مسجد مین پڑھی جاوی بہتر ہے ہزار نماز سے کہ اسکے سوا دوسری جگہ پڑھی جاوی سوا مسجد حرام کے اور ساتوین وجہ عمل کرنیوالے کی فضیلت کی بنا پر ہی اور اس امر کی بنا پر ہو کہ اُسکے ہمراہ عمل کیا جاوی مثلاً جو عبادت نبی نے کی ہو یا نبی کے ہمراہ کی گئی ہو اُسکا زیادہ ثواب ہے بہ نسبت اُس عبادت کے کہ نبی کے سوا کسی دوسرے نے کی ہو یا نبی کے سوا کسی دوسرے کے ہمراہ کی گئی ہو مثلاً نماز اور ذکر اور روزہ اور صدقہ اور تلاوت وغیرہ کہ نبی نے کی ہو یا نبی کے ہمراہ کی گئی ہو اُسکا زیادہ ثواب ہے بہ نسبت دوسرے لوگون کی نماز وغیرہ کے تو معلوم ہوا کہ سات وجہ ہے کہ اُسکے اعتبار سے عمل کا ثواب زیادہ ہوتا ہی تو جو عبادت کہ کسی بزرگ نے کی ہو یا جس عبادت مین زیادہ محنت کی گئی ہو یا کوئی عبادت زیادہ کی گئی ہو تو اُسکا ثواب زیادہ ہوگا بہ نسبت دوسرے شخص کی عبادت کے بشرطیکہ یہ دونون طرح کی عبادت اور سب باقی وجوہ مین برابر ہون ورنہ زیادتی ثواب مین اور سب وجوہ کا بھی لحاظ ہوگا اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک اور ملائکہ کے علم مین اُس عمل کا جو ثواب مقرر ہی اُن وجوہ کے لحاظ سے اُسمین کمی زیادتی ہوگی یہ ایک اجمالی کلام ہی کہ اس مسئلے کی جو اصلیت ہی بیان کی گئی ہے اور یہان اُسکی تفصیل دشوار ہے اسواسطے کہ اسمین نہایت طول ہی البتہ آپکے کلام مبارک

Marfat.com

مین تین سوال کا ذکر ہے وہ ہم بیان کرتے ہین اور وہ تین سوال یہ ہین ایک
یہ کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ کسی عورت نے صبح سے دوسرے دن کی صبح تک
تسبیح کی آخر حدیث[1] تک اور دوسرا سوال یہ ہے کہ سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھنے کا
ثواب قرآن شریف کے ختم کے برابر ہے اور تیسرا سوال یہ ہے کہ کسی نے ہزار مرتبہ
کوئی درود شریف پڑھا اور دوسرے نے ایک مرتبہ یہ درود شریف پڑھا اَللّٰھُمَّ
صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَلْفَ مَرَّۃٍ یعنی نشا ان سوالات کا یہ ہو کہ کیا وجہ ہو کہ بہ نسبت
زیادہ عمل کے کم عمل کا ثواب ان صورتون مین زیادہ ہے یا اُسکے برابر ہے اور
جواب ان سوالات کا یہ ہے کہ کسی عورت نے کہ صبح سے دوسرے دن کی
صبح تک تسبیح کی تو وہ تسبیح یقیناً خلق اللہ کی تعداد سے بہت کم تھی مگر خلق اللہ کی تعداد
کا لحاظ اُسمین اجمالی طور پر تھا اور اُس عورت کی تسبیح کی تعداد تفصیلی طور پر تھی تو اس اعتبار
سے وہ تفصیل اس اجمال پر غالب ہوتی ہو مگر جب اُس اجمال کے قابل مین استعداد
زیادہ ہو اور اُسکا ذہن وسیع ہو تو یہ اُسکا اجمال ہزار درجہ تفصیل سے بہتر ہے اور
اسی اعتبار سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس عورت کے حق مین یہ حدیث
فرمائی اور سورۂ قل ہو اللہ احد مین حق تعالی کی خاص توحید اور تنزیہ کا بیان ہے

---

[1] قولہ آخر حدیث تک اس سے مراد یہ حدیث ہو عَنْ جُوَیْرِیَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِھَا بُکْرَۃً حِیْنَ صَلَّی الصُّبْحَ وَھِیَ فِیْ مَسْجِدِھَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰی وَھِیَ جَالِسَۃٌ قَالَ مَا زِلْتِ عَلَی الْحَالِ الَّتِیْ فَارَقْتُکِ عَلَیْھَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَکِ اَرْبَعَ کَلِمَاتٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْیَوْمِ لَوَزَنَتْھُنَّ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ رَوَاہُ مُسْلِمٌ یعنی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اُنکے پاس سے باہر تشریف لیگئے صبح کے وقت جب فجر کی نماز سے فارغ ہوئے اور جویریہ اپنی جگہ مین تھین کہ وہان نماز پڑھی تھی پھر آنحضرت صلعم واپس تشریف لائے بوقت چاشت کے اور ابھی وہ بیٹھی تھین تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم برابر اُسی حال پر ہو کہ جس شغل مین مین تمکو چھوڑ گیا تھا تو جویریہ نے کہا کہ ہان تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے تمھارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمے تین بار کہے اگر وہ وزن کیا جائے تو مقابلہ اُسکے کہ تم نے آج کہا ہو تو اُسکے برابر ثواب اور فضیلت مین وہ کلمات ہونگے اور وہ کلمات

اور اُسمین احکام اور قصص اور ترغیب و ترہیب کا ذکر نہین تو یہ سورہ بمنزلہ ذکر محض کے ہے اور دوسری آیات کہ اُس مین احکام اور قصص اور وعد و وعید کا ذکر ہے گویا حکم مین کتب فقہ و حدیث کے ہے تو یہ سورہ پڑھنے مین نفس عمل کو بذاتہ ترجیح دوسری آیات پر ہے اگرچہ قرآن شریف ہونے مین سب آیات برابر ہین اور جب چند چیزون کی ذات مین تغایر ہو تو اُنکی مقدار برابر ہونے کا اُنکی فضیلت مین اعتبار نہین مثلاً یاقوت کہ چند رتی سے زیادہ نہووے چند من لوہے اور دوسری مفید دھات سے قیمت مین زیادہ ہوتا ہے ایسا ہی یہ سورہ بھی ہے کہ اس سورہ کی فضیلت بذاتہا بہ نسبت دوسری آیات کے زیادہ ہے اور ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنا اور اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَلْفَ مَرَّۃٍ ایک مرتبہ پڑھنا اسمین بھی اجمال اور تفصیل کا اعتبار ہے اور پڑھنے والے کی استعداد کی بنا پر اس مقام مین بھی فضیلت کا اعتبار ہی اور بہر حال اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ایک مرتبہ پڑھنا اور اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَلْفَ مَرَّۃٍ ایک مرتبہ پڑھنا دونون برابر نہین ہوسکتا ہے

سوال جو شخص کوئی عمل منجملہ اعمال نفل و صدقہ و تلاوت قرآن شریف و درود شریف وغیرہ کے کرتا ہی تو کیا اُسکے ثواب کا وہ مالک ہوجاتا ہی۔

جواب اللہ تعالی نے فرمایا ہی مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا یعنی جسنے نیکی کی تو اُسکا دس گنا اُسکو ثواب دیا جاویگا تو بمقتضای اس آیت کے ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہر شخص کو ہوتا ہے اور باعتبار خلوص وغیرہ کسی دوسری وجہ کے اس سے زیادہ ثواب بھی کسی کو ہوتا ہے تو اُسکو اختیار ہی کہ اُسکا سب ثواب کسی دوسرے کو پہونچاوی اور جب بہت لوگون کو ثواب رسانی کریگا تو باعتبار حساب کے وہ ثواب سب مین تقسیم ہوگا لیکن حق تعالی مالک ہے اگر چاہے تو اُسکا کل ثواب منجملہ اُن لوگون کے ہر شخص کو برابر برابر بخشے مگر ایسا ہونا ضرور نہین اور جو شخص ثواب رسانی

Marfat.com

نا ہے تو اُس سے ثواب رسانی کا عمل صادر ہوتا ہے اور یہ بھی نیک عمل ہے اور اُسکے
ی مین متوقع ہے کہ اُسکو ثواب رسانی کا بہت زیادہ ثواب ہووے اگرچہ یہ امر
احقر روایات مین نظر سے نہ گذرا ہے واللہ اعلم۔

تحقیق اس مسئلہ کی فقیر کی بعض تالیف مین مذکور ہے کہ تقریباً سب اذکار ماثورہ کے
ف نو صیغہ ہین غالباً اسکے علاوہ کسی ذکر کا کوئی دوسرا صیغہ نہین ایک تسبیح ہے اور
سرا الحمد للہ اور تیسرا صیغہ تکبیر کا اور چوتھا صیغہ تہلیل کا ہے اور پانچوان صیغہ تفویض
توکل کا ہے اور چھٹا صیغہ تعوذ اور التجا اور تحصّن کا ہے اور ساتوان صلوٰۃ یعنی درود
شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بھیجنا اور آٹھوان صیغہ استغفار کا ہے اور
ن صیغہ ان ادعیۂ جامعہ کا ہے کہ وہ ہر ہر مطالب کے لیے باعتبار حاجات اور اوقات
وارد ہین اور منجملہ ان صیغون کے ہر صیغہ کے لیے اجمال اور تفصیل ہے اور ہر صیغہ کے
ہین کہ ذاکر کے نفس مین ظاہر ہوتے ہین اور ہر صیغہ کے خواص علیحدہ علیحدہ مطالب
صل ہونے کے بارے مین ہین اور تفویض اور توکل کے کلمات تاثیر مین تریاق کے
ند ہین اور ظاہر طور مین تجربہ مین آیا ہے کہ ان کلمات کی برکت سے یاس کی حالت مین
بت روائی ہوئی ہے اور میرے بعض احباب نے ایک دسوان صیغہ بھی ذکر کیا ہے
وہ تسمیہ ہے مگر اس فقیر کے نزدیک یہ صیغہ مقصود بالذات نہین بلکہ یہ صرف وسیلہ
کہ اس ذریعہ سے سب اذکار سے نفع حاصل ہوتا ہے البتہ بعض مقام مین اسکی
س تاثیر بھی ہے مثلاً بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ
فِی السَّمَاءِ یعنی شروع کرتا ہون اُسکے نام سے کہ اُسکے نام کی برکت سے
ی چیز نہ زمین مین اور نہ آسمان مین نقصان پہونچا سکتی ہے تو اس صورت مین یہ
صن اور تعوذ کے صیغہ سے ہے اور اس دعا مین حرف با استعاذہ کے ساتھ متعلق
ہے کہ وہ مقدر ہے تو گویا فی الواقع یہ دعا اس طرح ہے اَعُوْذُ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ الخ

یہ تحقیق اس قابل ہے کہ ضرور تسلیم کرلیجاوے وَاللّٰہُ الْہَادِیْ اِلٰی سَوَاءِ الطَّرِیْق

رسالہ احکام حج

رسالۂ احکام حج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاننا چاہیے کہ جسکا ارادہ حج کا ہووے اور ہندوستان سے روانہ ہوا ور سورت کی راہ سے جہاز پر مکہ معظمہ کی طرف جاوے تو چاہیے کہ جب جہاز یلملم کے سامنے پہونچے تو احرام باندھے اور احرام باندھنے کا چار طریقہ ہے ایک طریقہ یہ ہے کہ صرف حج کا احرام باندھے اور اسکو افراد کہتے ہین اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ عمرہ کا احرام باندھے اور جب مکہ معظمہ میں پہونچے تو عمرہ کی افعال حج کے مہینون مین ادا کرے اور حلال ہوجاوے یعنی احرام اُتار دیوے اور پھر حج کا احرام باندھے اور حج ادا کرے اور اسکو تمتع کہتے ہین اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ حج کے مہینون کے علاوہ کسی دوسرے مہینہ مین عمرہ کا احرام باندھے اور حج کے مہینے یہ ہین شوال ذیقعدہ ذی الحجہ اور عمرہ کے افعال ادا کرے اور احرام اُتار دیوے اور چوتھا طریقہ یہ ہے کہ جب میقات پر یا اُسکے سامنے پہونچے تو حج اور عمرہ دونو کا ایک ہی ساتھ احرام باندھے اور جب مکہ معظمہ مین پہونچے تو عمرہ کے افعال ادا کرے لیکن ابھی احرام نہ اُتار سکیگا بلکہ احرام کی حالت مین رہیگا تو جب حج کے ایام آوین تو حج کی افعال ادا کرے اور احرام اُتار دیوے اور اسکو قران کہتے ہین اور یہ قسم یعنی قران بہتر اور افضل ہے امام اعظمؒ کے نزدیک تمتع اور افراد سے اور جب ارادہ ہووے کہ احرام باندھے تو چاہیے کہ ہاتھ اور پانوکی ناخن کٹواوے اور بغل کے بال منڈواوے اور زیر ناف کے بال دور کرے اور مونچھ کے بال کٹواوے یا منڈواوے اور اگر سر منڈوانے کی عادت ہو تو سر بھی منڈواوے ورنہ صرف کنگھی کرے اور اگر زوجہ یا شرعی لونڈی ہمراہ ہووے تو اُسکے ساتھ جماع کرے اور خوشبو لگاوے اور احرام کے وقت یہ سب افعال کرنا مستحب

بہتر ہین لیکن احرام کے واجبات اور ضروریات سے نہین پھر وضو کرے اور مستحب ہے
غسل کرے اور پاکیزہ اور نئی لنگی اور چادر پہنے یا دھوئی ہوئی لنگی اور چادر پہنے اور دو رکعت
نفل کی نماز پڑھے اور اگر قران کا ارادہ ہووے تو اسطرح نیت کرے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ
الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ یعنے اے پروردگار حج اور عمرہ کا ارادہ
کرتا ہون آسان فرما ان دونون کو میرے حق مین اور دونون میری عبادت قبول فرما اور
تمتع کا ارادہ ہووے تو اسطرح نیت کرے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ
یعنی اے پروردگار ارادہ کرتا ہون عمرہ کا وہ میرے حق مین آسان فرما اور قبول فرما پھر حج
اور عمرہ کی نیت سے تلبیہ کہے اور تلبیہ کی عبارت یہ ہے اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ
لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ یعنی اے پروردگار تیری طاعت کے
لیے حاضر ہون تیری طاعت کے لیے حاضر ہون تحقیق کہ سب حمد تیرے لیے ثابت ہے
اور سب نعمت تیری طرف سے ہے اور ملک تیرے واسطے ہے تیرا کوئی شریک نہین اور
ان الفاظ سے کم نکرے اور اگر اس سے زیادہ کہے تو مضائقہ نہین پھر اسکے بعد اکثر اوقات
تلبیہ با آواز بلند کہتا رہے خصوصاً زیادہ بہتر ہے کہ فرض اور نفل کی نماز کے بعد ہمیشہ برابر
کہا کرے اور ایسا ہی سحر کے وقت بھی تلبیہ کہنا بہتر ہے اور جب قافلہ سے ملاقات
ہووے تو اسوقت بھی بہتر ہے کہ تلبیہ کہے اور جب میدان مین بلند جگہ پر چڑھے یا بلندی سے
نیچے اترے تو اسوقت بھی تلبیہ کہنا بہت بہتر ہے غرض کہ یہ سفر گویا بمنزلہ نماز کے ہے
جیسے نماز مین ایک رکن سے دوسرے رکن مین جاتے ہین تو تکبیر یعنے اللہ اکبر کہتے
ہین اسی طرح اس سفر مین بھی جب بلندی سے نیچے اترے یا نیچے سے بلندی
پر چڑھے تو اسوقت تلبیہ کہے بلکہ تلبیہ اکثر ورد زبان رہے اور احرام کی حالت مین
واجب ہے کہ چند چیز سے پرہیز کرے منجملہ اسکے یہ امور ہین کہ سلا ہوا کپڑا نہ پہنے مثلاً
کرتہ اور جامہ اور نیمہ اور جبہ اور قبا اور پائجامہ اور بارانی اور موزہ اور دستانہ اور

ٹوپی وغیرہ سلا ہوا کپڑا نہ پہنے اور جو کپڑا زعفران سے رنگا ہوا ہو یا کسم کے پھول سے
رنگا ہوا ہو یا اور کسی خوشبودار رنگ سے رنگا ہو وہ کپڑا بھی استعمال مین نہ لاوے
اور اگر ہمیانی یعنی ڈوبرا کہ اُسمین روپیہ رکھا جاتا ہے کمر مین باندھے تو اسمین کچھ مضائقہ
نہین اور جماع نہ کرے اور عورت کا بوسہ بھی نہ لیوے اور نہ اُسکو شہوت کی حالت مین
چھووے اور نہ کوئی دوسرا ایسا فعل کرے کہ اُس سے جماع ہو جانے کا خوف ہو
اور بیہودہ بات نہ کہے اور عورتون کے سامنے جماع کا ذکر زبان پر نہ لاوے
اور فسق و فجور نہ کرے اور جنگ وجدال نہ کرے اور صحرائی جانور کا شکار نہ کرے
حتی کہ نہ اُسمین مدد کرے اور نہ اُسکی طرف اشارہ کرے اور نہ کوئی دوسرا فعل کرے
کہ احتمال ہو کہ اُس سے کسی دوسرے شخص کو صحرائی جانور معلوم ہو جاوے اور
وہ شکار کرے اور دریائی جانور کا شکار مثلاً مچھلی کا شکار جائز ہے اور خوشبو کے
استعمال سے پرہیز کرے اور ناخن نہ کٹواوے اور سر اور ڈاڑھی وغیرہ بدن کے کسی
جگہ کا بال دور نہ کرے نہ منڈواوے نہ کترواوے اور سر اور ڈاڑھی کا بال خطمی
وغیرہ سے نہ دھووے اور اپنا مُنھ اور سر کسی چیز سے نہ چھپاوے اور سلا ہوا کپڑا
جسطرح اُس کپڑے کے پہننے کا معمول ہو اُسطرح نہ پہنے اور اگر خلاف معمول دوسری
طرح استعمال کرے تو اسمین مضائقہ نہین مثلاً کرتا اور پائجامہ کو لنگی کی طرح پہنے تو اسمین
مضائقہ نہین اور چند جانور ہین کہ بحالت احرام اُنکو مار ڈالنا جائز ہے نہ دم واجب
ہوتا ہے اور نہ صدقہ واجب ہوتا ہے اور وہ جانور یہ ہین زاغ اور چیل اور سانپ
اور بچھو اور موش اور چیچڑی اور کچھوا اور بھیڑیا اور شغال اور پروانہ اور مکھی
اور مورچہ اور آفتاب پرست اور زنبور اور پسو اور رساہی اور مچھر اور درندہ جانور کہ
حملہ کرتے ہین اور باقی جو دوسرے موذی جانور ہین۔

فرائض حج۔ حج مین چار چیز فرض ہے اول فرض احرام ہے اور دوسرا فرض عرفات

مین ٹھہرنا ہے عرفہ کے دن اور اسکا وقت عرفہ کے دن زوال کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور دوسرے دن یعنی عید الاضحیٰ کی فجر تک باقی رہتا ہے اور تیسرا فرض طواف زیارت ہے اور عید الاضحیٰ کے دن طواف کرنا بہتر ہے اور ایام نحر کے بعد تک طواف کرنے مین دیر کرنے سے دم لازم آتا ہے اور چوتھا فرض یہ ہے کہ یہ افعال بترتیب ادا کرے یعنے پہلے احرام باندھے پھر اُسکے بعد عرفات مین وقوف کرے یعنی ٹھہرے پھر اُسکے بعد طواف زیارت کرے اور اگر انھین سے کوئی فوت ہوجاوے تو حج ادا نہوگا۔

واجبات حج۔ حج مین واجب چند چیز ہے ایک مزدلفہ مین وقوف کرنا یعنی ٹھہرنا دوسرے سعی کرنا درمیان صفا اور مروہ کے تیسرے کنکری پھینکنا چوتھے آفاقی پر واجب ہے طواف رخصت کرنا پانچوین سر کا بال منڈانا یا کاٹنا چھٹے احرام میقات سے باندھنا ساتوین عرفات مین وقوف کرنا یعنی ٹھہرنا غروب آفتاب تک آٹھوین طواف شروع کرنا حجر اسود سے اور بعضے علما کے نزدیک یہ سنت ہے نوین طواف شروع کرنا داہنے طرف سے دسوین جب عذر نہووے تو طواف پیادہ پا کرنا گیارھوین طواف باطہارت کرنا بارھوین طواف مین ستر عورت چھپانا تیرھوین سعی کرنے مین درمیان صفا اور مروہ کے صفا سے شروع کرنا چودھوین سعی درمیان صفا اور مروہ کے پیادہ پا کرنا جب عذر نہووے پندرھوین ذبح کرنا بکری یا اُسکے مانند کوئی دوسرا جانور اور یہ قارن اور متمتع پر واجب ہے سولھوین ہر سات شوط کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا سترھوین ترتیب سے کنکری پھینکنا اور بال منڈانا اور ذبح کرنا اسطرح کہ پہلے کنکری پھینکے پھر اُسکے بعد ذبح کرے پھر بال منڈاوے پھر طواف زیارت کرے اٹھارھوین طواف زیارت ایام نحر مین کرنا یعنی طواف زیارت کرنا عید الاضحیٰ اور اُسکے بعد کے دو دن مین انیسوین طواف اسطرح کرنا کہ حطیم بھی طواف مین داخل ہووے بیسوین سعی درمیان صفا اور مروہ کے کرنا اکیسوین بال منڈانا مقام معین اور وقت معین مین یعنی حرم کے مقام مین ایام نحر

Marfat.com

مین بال منڈانا بائیسوین ممنوعات سے باز رہنا بعد وقوف عرفہ کے مثلاً جماع وغیرہ نکرنا
سنت اور مستحب اور آداب حج مین وہ امور ہین جو امور مذکورہ بالا کے علاوہ
افعال حج کے ہین اور جس چیز کے ترک کرنے سے دم لازم آتا ہے وہ چیز واجب ہے اور
دم سے مراد تین چیز ہے اونٹ اور گاے اور بکری اور بکری کا دم دینا کافی ہے مگر دو
صورت مین کافی نہین ایک یہ کہ طواف فرض جنابت کی حالت مین کیا جاوے اور
دوسرے یہ کہ جماع بعد وقوف کے کیا جاوے توان دونون صورت مین بکری کا دم دینا
کافی نہین بلکہ گاے یا اونٹ ذبح کرنا چاہیے اور قران اور تمتع کی ہدی کے گوشت مین سے
خود کھانا جائز ہے بلکہ مستحب ہے جیسے یہی حکم قربانی کے گوشت کا بھی ہے اور نفل ہدی کے
گوشت مین سے بھی خود کھانا جائز ہے اور ان صورتون کے علاوہ اور کسی دوسری
صورت مین جو حج مین دم دیا جاوے اُسکا گوشت خود کھانا جائز نہین اور اگر قران
اور تمتع کا ہدی دینے سے عاجز ہووے تو اُسپر لازم ہے کہ دس روزہ رکھے اس ترتیب سے
کہ تین روزہ یوم نحر کے قبل اس ترکیب سے رکھے کہ تیسرا روزہ عرفہ کے دن پڑے اور سات
روزہ حج سے فراغت ہونے کے بعد رکھے اور یہ سات روزہ جس جگہ چاہے وہان رکھے
اور اگر بال منڈانے کے قبل ہدی پر قادر ہووے تو اُسپر ہدی لازم ہے روزہ اُسکے
عوض نہین ہوسکتا ہے اور جبکہ مکہ معظمہ مین جانے کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ غسل کرے
اور یہ مستحب ہے اور مکہ معظمہ کی بلند زمین کی طرف سے داخل ہووے اور بلندی کی
جگہ سنیہ علیا ہے اور اُسکو سنیہ ابراہیم بھی کہتے ہین اور بہ نسبت رات کے دن کو داخل
ہونا بہتر ہے اور جب مکہ معظمہ مین داخل ہووے تو چاہیے کہ پہلے مسجد حرام مین جاوے
پھر اُسکے بعد جہان اپنا مال اور اسباب رکھنا منظور ہو وہان رکھے اور مستحب ہے کہ جب مسجد
حرام مین داخل ہووے تو تلبیہ کہے اور بنی شیبہ کے دروازہ کی طرف سے کہ اُسکو باب السلام
بھی کہتے ہین مسجد حرام مین جاوے اور نہایت ادب اور تعظیم اور خشوع اور خضوع اور عاجزی

Marfat.com

کے ساتھ جاوے اور جب بیت اللہ پر نظر پڑے یعنی اسکو دیکھے تو تہلیل کرے یعنی یہ کہے
اللہ اکبر و لا الہ الا اللہ یعنی اللہ بڑا ہے اور نہین ہے کوئی معبود قابل پرستش
کے سوا خدا کے اور جب کعبہ شریف کے اندر جانے کا ارادہ کرے تو اللہ تعالی کی رحمت
یاد کرتا ہوا جاوے اور طواف عمرہ کا اور طواف قدوم بجالاوے اور یہ امر اُس قارن
اور مفرد کے لیے سنت ہے کہ وہ مکہ معظمہ کا رہنے والا نہو اور اسطرح طواف کرے کہ پہلے منہ
حجر اسود کی طرف کرے اور تکبیر اور تہلیل کہے اور جب بوسہ دینے کے واسطے حجر اسود کے پاس
جاوی تو دونون ہاتھ اٹھاوے جیسے تکبیر تحریمہ کے وقت دونون ہاتھ اُٹھایا جاتا ہے اور
حجر اسود کو بوسہ دیوے بشرطیکہ ممکن ہو کہ کسی کو بغیر ایذا پہونچانے کے بوسہ دی سکے اور
اگر ہجوم اور مجمع زیادہ ہووے اور اس سبب سے بوسہ نہ دی سکے تو حجر اسود کو ہاتھ سے مس
کرے اور ہاتھ کو چومے اور اگر یہ بھی ناممکن ہووے تو کسی دوسری چیز سے حجر اسود کو
مس کرے اور اُس چیز کو چومے اور اگر یہ بھی ممکن نہو تو حجر اسود کے سامنے اپنا رخ کرے
اور تکبیر اور تہلیل اور حمد کہے اور درود شریف پڑھے اور طواف حجر اسود کی طرف سے
شروع کرے اور سات مرتبہ کعبہ شریف کے گرداگرد طواف کرے اور طواف ساتھ
تقلیب اضطباع کے کرے اور تقلیب اضطباع سے مراد یہ ہے کہ اپنی چادر داہنی بغل کے
نیچے کری اور دوسرا کنارہ بائین مونڈھے پر ڈالدیوے اور اسی ہیئت کے ساتھ سات مرتبہ
مع حطیم کے طواف کرے اور پہلے جو تین مرتبہ دورہ کرے تو اُسمین رمل بھی کرے یعنی
تیز چلے اور دونون مونڈھے ہلاتا ہوا چلے اور جب حجر اسود کے سامنے پہونچے تو جیسا سابق
مین مذکور ہوا اُسی طرح استلام اور تہلیل اور تکبیر کہے اور درود شریف پڑھے اور استلام
حجر اسود سے مراد یہ ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دیوے بشرطیکہ بوسہ دینے مین دوسرے کو
ایذا نہ پہونچاوے اور اگر ہجوم کے سبب سے بوسہ نہ دے سکے تو ہاتھ سے چھو کر ہاتھ
چوم لیوے اور اگر یہ بھی ممکن نہووے تو کسی چیز سے حجر اسود کو چھوئے اور وہ چیز

Marfat.com

چوم لیوے اور یہ بھی اگر ممکن نہو تو اُسکے سامنے رُخ کر کے کھڑا ہووے اور جب طواف ختم ہو جاوے تو اُسوقت بھی ایسا ہی کرے اور بہتر ہے کہ رکن یمانی کو بوسہ دیوے اور رکن یمانی حجر اسود کے مقابلہ مین ہے پھر اُسکے بعد دو رکعت نماز پڑھے اور یہ نماز حنفیہ کے نزدیک واجب ہے اور یہ نماز مقام ابراہیم کے پاس پڑھے اور اگر بسبب ہجوم کے وہان نہ پڑھ سکے تو مسجد حرام مین جہان چاہے وہان پڑھے اور پہلی رکعت مین الحمد کے بعد قل یا ایہا الکافرون پڑھے اور دوسری رکعت مین الحمد کے بعد قل ہو اللہ پڑھے اور نماز کے بعد اپنی مراد کے لیے دعا کرے اور چاہ زمزم پر جاوے اور زمزم کا پانی شکم سیر ہو کر پیوے اور پھر ملتزم کے مقام مین آوے اور حجر اسود کو بوسہ دیوے اور تکبیر و تہلیل کرے اور درود شریف پڑھے اور مفرد کے حق مین بہتر ہے کہ طواف زیارت کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے اور اگر بعد طواف قدوم کے سعی کرے تو یہ بھی جائز ہے اور مسجد حرام سے باہر نکلکر صفا کے پاس آوے اور صفا کے اوپر اسقدر بلندی پر جاوے کہ وہان سے خانۂ کعبہ نظر آوے اور وہان کعبہ کی طرف منھ کر کے کھڑا ہووے اور آسمان کی طرف دونون ہاتھ اُٹھاوے اور تکبیر اور تہلیل اور تحمید کہے اور درود شریف پڑھے اور جو چاہے دعا کرے پھر اُتر کر کے مروہ کے پاس آوے اور مشی کرے اور جب بطن وادی مین پہونچے تو میل اخضر سے دوسرے میل تک سعی کرے یعنی تیز چلا جاوے اور مروہ کے اوپر جاوے اور قبلہ رو کھڑا ہووے اور حمد اور تہلیل اور ثنا کرے اور درود شریف پڑھے اور جسطرح صفا پر تکبیر اور رفع یدین کیا جاتا ہے اُسی طرح یہان بھی کرے اور اسی طرح سات مرتبہ آمد و رفت کرے صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے اور سعی مین شرط ہے کہ طواف کے بعد ہووے اور اگر طواف کے قبل سعی کرے تو ضرور ہے کہ پھر دوبارہ سعی کرے اور اس سعی کیلیے طہارت ضرور نہین اور اگر باطہارت سعی کرے تو بہتر اور اولیٰ ہے بلکہ عرفات اور

Marfat.com

مزدلفہ مین ٹھہرنے کے لیے بھی طہارت شرط نہین اور ایساہی کنکری پھینکنے مین بھی طہارت شرط نہین اور طواف کے لیے طہارت ضرور ہے اور طواف اور سعی کرنے کے وقت بات کرنا مکروہ ہے اور جب سعی سے فارغ ہووے تو پھر مسجد حرام مین جاوے اور وہان دو رکعت نماز پڑھے اور یہ بہتر ہے واجب نہین پھر اُسکے بعد مکہ معظمہ مین اقامت کرے اور جسقدر چاہے نفل کے طور پر طواف کرے اور اگر احرام اُتار ڈالا ہو تو ترویہ کے دن یعنی چھٹی ذی الحجہ کو پھر حج کا احرام باندھے اور اگر ساتوین ذی الحجہ کو امام خطبہ پڑھے اور اُسمین حج کے احکام بیان کرے مثلاً عرفات اور مزدلفہ مین ٹھہرنے کے لیے جانا اور کنکری پھینکنا اور بال منڈانا اور جانور ذبح کرنا اور طواف کرنا اور منا مین رہنا وغیرہ حج کے احکام بیان کرے تو بہتر ہے کہ خطبہ سُنے اور ایساہی عرفہ کے دن عرفات مین امام خطبہ پڑھے اور سب لوگ سُنین اور گیارھوین ذی الحجہ کو منا مین حج کے احکام بیان کیے جاتے ہین تو چاہیے کہ وہ بھی سُنے اور آٹھوین ذی الحجہ کو احرام باندھے ہوے فجر کے بعد آفتاب طلوع ہونے پر منا مین جاوے اور اگر ظہر پڑھ کر کے جاوے تو اُسمین بھی مضائقہ نہین اور عرفہ کی رات منا مین گذرانے اور فجر کی نماز تاریکی مین عرفہ کے دن پڑھے اور اُسکے بعد عرفات کی طرف چلے اور اگر آٹھوین ذی الحجہ کو منا مین نہ آوے اور صرف عرفہ کے دن عرفات مین جاوے تو یہ بھی جائز ہے لیکن سُنت کے خلاف ہے اور عرفات مین جہان چاہے وہان اُترے مگر بطن عرفہ مین نہ اُترے اور افضل ہے کہ پہاڑ کے نزدیک ٹھہرے اور سنت ہے کہ عرفہ کے دن زوال کے بعد غسل کرے اور فرض ہے کہ عرفات مین ٹھہرے کہ بغیر اُسکے حج ادا نہین ہوتا ہے اور امام کا خطبہ سُنے اور امام کے ساتھ احرام باندھے ہوے ظہر اور عصر کی دونون نماز ایک ساتھ پڑھے اور نہایت خشوع اور خضوع اور خلوص کے ساتھ استغفار اور تلبیہ اور تہلیل اور تسبیح اور ثنا کرے اور درود شریف

Marfat.com

پڑھے اور اپنی حاجت کے واسطے دعا مانگے اور آفتاب غروب ہونے کے وقت امام کے ہمراہ مزدلفہ مین جاوے اور اثناء راہ مین استغفار اور تلبیہ اور ذکر اور حمد بہت کرے اور درود شریف اکثر پڑھتا رہے اور مزدلفہ مین جاکر امام کے ساتھ مغرب اور عشا کی دونون نماز ایک ساتھ پڑھے اور عشا کے بعد رات وہین گذرانے اور رات کو وہان رہنا واجب ہے اور مستحب ہے کہ تمام رات نماز اور قرآن شریف کی تلاوت اور ذکر اور دعا مین مشغول رہے اور بیدار رہے اور بمجرد فجر ہونے کے تاریکی مین فجر کی نماز ادا کرے اور جہان چاہے مزدلفہ مین ٹھہرے مگر وادی محسر مین نہ ٹھہرے اور جب اس وادی مین گذرے تو نہایت تیزی کے ساتھ وہان سے نکلجاوے اور فجر کے بعد روشنی ہونے تک وہان ٹھہرا رہے اور جب روشنی ہوجاوے تو منا کی طرف آوے اور منا مین جمرۂ عقبہ پر سات کنکری پھینکے اور ہر کنکری پھینکنے کے وقت تکبیر کہے اور جب پہلی کنکری پھینکے تو تلبیہ موقوف کرے پھر جانور ذبح کرے پھر بال منڈاوے یا بال کترواوے اور اُسکے بعد مکہ معظمہ مین آوے اور طواف زیارت کرے اور اگر پہلے سعی کرچکا ہو تو اُسوقت سعی کی ضرورت نہین اور اگر پہلے سعی نہ کی ہووے تو طواف زیارت کے بعد سعی کرے اور سعی کا طریقہ اوپر مذکور ہوا ہے اور بال منڈانے کے بعد مستحب ہے کہ ناخن کٹواوے اور مونچھ کا بال کٹواوے اور زیر ناف کا بال دور کرے اور جو چیز احرام کی وجہ سے حرام تھی وہ سب چیز اُسکے لیے بال منڈانے کے بعد حلال ہوجاتی ہے مگر جماع اور توابع جماع کا حلال نہین ہوتا ہے بلکہ جماع اور توابع اُسکا طواف زیارت کے بعد حلال ہوتا ہے اور طواف زیارت کے بعد منا مین آوے اور تین رات وہان شب باش رہے اور دن کے وقت مکہ معظمہ مین جاکر کعبہ کی زیارت کا طواف کرے اور رات کے وقت منا مین اقامت کرے اور یوم نحر سے دوسرے دن تینون جمرہ پر کنکری پھینکے پہلا جمرہ مسجد خیف سے کے

Marfat.com

متصل ہے اُس جمرہ پر سات کنکری پھینکے پھر اُسکے بعد جمرہ وسطی پر کنکری پھینکے پھر اُسکے بعد جمرہ عقبہ پر کنکری پھینکے اور ہر کنکری پھینکنے کے وقت تکبیر کہے اور اسیطرح تیسرے دن بھی تینون جمرہ پر سات سات کنکری پھینکے اور اگر چوتھے دن بھی وہان رہے تو اُسپر لازم ہوگا کہ اُسدن بھی تینون جمرہ پر کنکری پھینکے اور اگر وہان سے کوچ کیا تو اُسکے ذمہ سے رمی ساقط ہوجاویگی اور رمی کا وقت ان تینون دن مین زوال کے بعد ہے لیکن چوتھے دن اگر فجر کے بعد قبل زوال کے رمی کرے تو جائز ہے مگر مستحب اور مسنون ہے کہ زوال کے بعد رمی کرے اور دوسرے اور تیسرے دن زوال کے قبل رمی جائز نہین اور مستحب ہے کہ کنکری چھوٹی ہو بہت بڑی نہو اور پاک ہو اور کنکری جمرات کے نزدیک سے نہ اُٹھاوے بلکہ مزدلفہ مین یا راہ مین لے لیوے اور انگوٹھا اور کلمہ کی انگلی کے درمیان کنکری لیکر پھینکے اور رمی کے وقت جمرات سے پانچ ہاتھ سے کم فاصلہ پر نہ رہے اور اگر زیادہ فاصلہ ہووے تو مضائقہ نہین اور جس رمی کے بعد پھر رمی ہے وہ رمی پیادہ پا کرے اور جس رمی کے بعد رمی نہین اُسمین دونون برابر ہین چاہے پیادہ رمی کرے چاہے سوار ہوکر رمی کرے اور وادی مین کھڑا ہووے اور اوپر کنکری پھینکے اور چاہیے کہ کنکری پھینکتے وقت منا داہنے طرف ہووے اور کعبہ شریف بائین طرف ہو اور اگر کنکری جمرات سے دور گریگی تو کنکری پھینکنا درست نہوگا چاہیے کہ کنکری جمرات پر پڑے یا اُسکے نزدیک گرے اور داہنے ہاتھ سے پھینکے اور ہر کنکری علیحدہ علیحدہ پھینکے اگر سب کنکری ایک ہی مرتبہ ہاتھ مین لیکر پھینکدیوے تو درست نہین وہ صرف ایک مرتبہ پھینکنا شمار ہوگا اور ان افعال کے بعد وادی محصب مین آوے اور وہان ایک ساعت ٹھہرے اور پھر مکہ معظمہ مین جاوے اور طواف صدر کرے اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ وہان سے مراجعت کرنے کا ارادہ ہووے ورنہ مکہ معظمہ مین جاوے اور وہان اقامت کرے اور یہ طواف واجب ہے اور اس طواف مین

Marfat.com

رمل اور سعی نہین اور طواف کے بعد چاہ زمزم پر جاوے اور شکم سیر ہو کر زمزم کا پانی پیوے اور چند مرتبہ کر کے پانی پیوے اور ہر مرتبہ کعبہ شریف کی طرف نظر کر کے پانی پیوے اور اپنے منھ اور سر اور بدن مین بھی زمزم کا پانی ملے اور پھر بیت اللہ کی طرف آوے اور اگر ہو سکے تو کعبہ شریف کے اندر داخل ہووے اور اندر داخل ہونا ممکن نہووے تو آستانہ اور مقام ملتزم کو بوسہ دیوے اور اپنا منھ اور سینہ اسپر رکھے اور ملتزم سے سینہ کو لپٹاوے اور کعبہ کا آستانہ پکڑے اور نہایت گریہ وزاری کرے اور اسوقت بھی تکبیر و تہلیل وغیرہ اشغال واذکار اور حمد و ثنا مین مشغول رہے اور اپنی حاجت کے لیے اللہ تعالےٰ کی درگاہ مین دعا کرے اور کعبہ شریف کی طرف منھ کیے ہوے پس پا مسجد حرام سے باہر آوے اور جہان جاہے وہان روانہ ہووے اور عمرہ سُنّت ہے واجب نہین اور ہر سال چند مرتبہ ادا ہو سکتا ہے اور عمرہ کا وقت تمام سال ہے مگر ایام حج مین مکروہ ہے اور ایام حج کا روز عرفہ اور روز نحر اور ایام تشریق ہے اور ایام حج مین بھی عمرہ اسکے حق مین مکروہ ہے کہ وہ قارن نہو اور عمرہ مین احرام اور طواف ہوتا ہے اور عمرہ مین واجب دو چیز ہے ایک سعی کرنا درمیان صفا اور مروہ کے اور دوسرے بال منڈانا یا کتروانا اور حج مین جو شرائط ہین وہی عمرہ مین بھی شرائط ہین اور حج مین جو سنن اور آداب ہین وہی عمرہ مین بھی سُنن اور آداب ہین اور احکام جنایات کے یہ ہین کہ اگر محرم کسی ایک عضو مین کامل طور پر خوشبو استعمال کرے یا اپنے سر مین مہندی کا خضاب لگاوے یا روغن زیتون استعمال کرے یعنی بدن مین لگاوے یا ایک روز تمام دن سلا ہوا کپڑا اسطرح پہنے رہے کہ اسیطرح وہ کپڑا پہننے کا معمول ہو یا ایک روز تمام دن اپنا سر چھپائے رہے یا چوتھائی سر کے بال منڈاوے یا ایک بغل کے بال دور کرے یا زیر ناف کے بال دور کرے یا گردن کے بال دور کرے یا اپنے ہاتھ کے ناخن کٹواوے یا دونون پاؤنکے ناخن کٹواوے یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤن کے

Marfat.com

خن کٹواوے یا طواف قدوم یا طواف صدر جنابت کی حالت مین کرے یا طواف فرض
وضو کرے یا عرفات سے جو دن واپس آنے کا ہے اُس سے پہلے پھر آوے یا سعی ترک
ے یا مزدلفہ کا وقوف ترک کرے یا سب رمی ترک کرے یا ایک دن کی رمی ترک کرے
روز اول کی رمی ترک کرے یا احرام کی حالت مین اپنی عورت کا بوسہ لیوے یا اپنی عورت
شہوت کے ساتھ چھووے یا سر منڈانے مین ایام نحر سے تاخیر کرے یا طواف زیارت
ن ایام نحر سے تاخیر کرے یا حج کے اعمال سے کوئی عمل دوسرے عمل پر شرع کے
اف مقدم کرے مثلاً رمی کے قبل سر منڈوائے یا جانور ذبح کرنے کے قبل سر
ڈاوے تو ان سب صورتوں مین دم واجب ہے اور اگر قارن نے جانور ذبح
نے کے قبل سر منڈایا تو اُسپر دو دم لازم آویگا اور اگر احرام کی حالت مین کسی عضو مین
شبو لگاوے مگر اُس عضو مین تمام جگہ خوشبو نہ لگا دے یا اپنا سر چھپا دے یا ایک دن
ے کم وقت سلا ہوا کپڑا اپہنے رہے یا چوتھائی سر سے کم منڈاوے یا پانچ انگلی سے
انگلی کا ناخن کٹواوے یا پانچ انگلی کا ناخن کٹواوے مگر ایک ہی جگہ نہ کٹواوے بلکہ
تین جگہہ کٹواوے یا طواف قدوم یا طواف صدر بلا وضو کرے یا تین جمرہ سے
ی ایک جمرہ کی رمی بعد یوم نحر کے ترک کرے یا دوسرے کا سر مونڈے تو ان
ور تون مین صدقہ واجب ہے اور صدقہ آدھا صاع گیہون دینا چاہیے اور اگر
رم کو بیماری کا عذر ہووے اور اسوجہ سے خوشبو استعمال کرے یا بال منڈاوے یا سلاہوا
اپہنے تو اس صورت مین محرم پر لازم آویگا کہ تین چیز سے کوئی ایک چیز عمل مین لاوے
ی ایک بکری ذبح کرے یا چھ مسکین کو تین صاع گیہون تین دن تک ہر روز دیوے اسطرح
ہر مسکین کو آدھا آدھا صاع دیوے اور تین دن پے درپے دیوے یا متفرق دیوے
ین دن روزہ رکھے اور اگر محرم صحرائی جانور کا شکار کرے یا اشارہ وغیرہ
ے دوسرے کو شکار کے جانور سے آگاہ کرے تو اُسپر جزا لازم آویگی اور جس جگہ

Marfat.com

شکار کرے وہان اُس جانور کی جو قیمت ہووے وہی اُسکی جزا ہوگی پھر اُس قیمت سے
ہدی خرید کرے اور وہ ہدی مکہ معظمہ مین ذبح کرے یا گیہون خرید کرے اور چھ مسکین کو
ہر روز نصف نصف صاع تین دن تک دیوے اور تین دن پے در پے دیوے
متفرق دیوے یا ایک ایک صاع خرما یا جو چھ مسکین کو ہر روز تین دن دیوے اور پے
در پے دیوے یا متفرق دیوے یا ایک مسکین کو گیہون یا جو دینے کے بدلے مین ایک
روزہ رکھے اور یہ جنایات قصداً کرے یا سہواً ہووے دونون صورت مین ایک ہی حکم
ہے اور ایسا ہی اُسکو معلوم ہو کہ یہ جنایت ہے یا نہ معلوم ہو دونون برابر ہے اور یہ خوشی
کرے یا کسی غیر کے جبر کرنے سے کرے دونون صورت مین ایک ہی حکم ہے اور اگر محرم
خالص خوشبو زیادہ استعمال کرے تو دم لازم آویگا اور اگر محرم خوشبودار چیز سونگھے
یا خوشبودار میوہ سونگھے تو اُسپر کوئی امر لازم نہ آویگا مگر یہ فعل مکروہ ہے اور اگر
محرم جوئین مار ڈالے تو کچھ گیہون مثلاً ایک مٹھی کے انداز سے صدقہ دیوے اور یہ حکم
اُس صورت مین ہے کہ اپنے بدن یا اپنے سر یا اپنے کپڑے سے جوئین نکالکر مار ڈالے
اور اگر زمین سے اٹھا کر مار ڈالے تو کچھ لازم نہ آویگا اور کپڑا دھوپ مین اس غرض
سے نہ ڈالے کہ جوئین وغیرہ مر جاوین اور اگر ایسا کرے اور جوئین مر جاوین تو اُس
لازم آویگا کہ نصف صاع گیہون دیوے اور اگر کپڑا دھوپ مین خشک ہونے کی
غرض سے ڈالے اور یہ غرض نہو کہ جوئین مر جاوین لیکن دھوپ مین کپڑا رکھنے سے
اتفاقاً جوئین مر جاوین تو اُسپر کچھ لازم نہ آویگا فقط

مسئلہ قربانی

مسئلہ قربانی

کیا فرماتے ہین علما سلمہم اللہ تعالے اس صورت مین کہ کتاب مفتاح الصلوۃ مین لکھا
ہے کہ قربانی کا وقت عیدالاضحیٰ کی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور بارھوین ذیحجہ

ی مغرب کی نماز کا وقت شروع ہونے تک باقی رہتا ہے اور اِس کتاب مین حوالہ کسی
سری کتاب کا نہین دیا ہے اور مصر اور غیر مصر کی بھی اسمین قید نہین یہ مسئلہ ظاہر
ہور کے خلاف ہے جو کچھ صحیح ہووے تحریر فرماوین ۔

اب اول وقت قربانی کا شہر مین عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد ہوتا ہے اور بیابان او
یہات مین کہ وہان عید الاضحیٰ کی نماز نہوتی ہو اول وقت قربانی کا طلوع فجر کے بعد رو
ر مین ہوجاتا ہے یعنی دسوین ذی الحجہ کی صبح صادق کے وقت اول وقت قربانی کا
ہان ہوجاتا ہے اور آخر وقت تیسرے دن آفتاب کے غروب ہونے سے کچھ قبل تک رہتا
ہے تو ایک دن روز نحر اور دو دن اُسکے بعد قربانی کا دن ہے اور یہ حنفیہ کے نزدیک
ہے اور سا امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک بعد نماز عید الاضحیٰ کے بھی جبتک امام
ربانی نکر لیوے دوسرے لوگون کے لیے جائز نہین کہ قربانی کرین اور امام شافعیؒ
ے نزدیک قربانی کے چار دن ہین یعنی ایک دن عید الاضحیٰ کے روز یعنی دسوین ذیحجہ کو
ور تین دن اُسکے بعد تک قربانی کرنا جائز ہے چنانچہ شرح وقایہ مین لکھا ہے م
اَوَّلُ وَقْتِهَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ اِنْ ذُبِحَ فِي مِصْرٍ ش اَيْ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعِيْدِ
يَوْمَ النَّحْرِ وَبَعْدَ طُلُوْعِ فَجْرِ يَوْمِ النَّحْرِ اِنْ ذُبِحَ فِي غَيْرِهٖ وَآخِرُهٗ قُبَيْلَ
غُرُوْبِ الْيَوْمِ الثَّالِثِ وَعِنْدَ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ لَا يَجُوْزُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ قَبْلَ نَحْرِ
اِمَامِ وَيَجُوْزُ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ فِي اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ یعنی اول وقت قربانی کا بعد نماز عید الاضحیٰ کے
ہوتا ہے اگر شہر مین ذبح کرے یعنی دسوین ذیحجہ کو بعد نماز عید الاضحیٰ کے قربانی کا اول
قت ہوتا ہے اور اگر شہر کے سوا دوسری جگہ قربانی کرے تو وہان قربانی کا اول وقت
سوین ذیحجہ کو فجر کے بعد ہوجاتا ہے اور آخر وقت قربانی کا تیسرے دن آفتاب کے غروب
ہونے سے کچھ قبل تک رہتا ہے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک عید الاضحیٰ
ی نماز کے بعد بھی جبتک امام قربانی نکر لیوے دوسرے لوگون کو جائز نہین کہ قربانی

Marfat.com

کرین اور امام شافعیؒ کے نزدیک چار دن تک قربانی کرنا جائز ہے اور ہدایہ مین لکھا ہے
وَقتُ الاُضْحِيَةِ يَدْخُلُ بِطُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ اِلَّا اَنَّهُ لَا يَجُوزُ لِاَهْلِ الْاَمْصَارِ
الذَّبْحُ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْاِمَامُ الْعِيدَ فَاَمَّا اَهْلُ السَّوَادِ فَيَذْبَحُوْنَ بَعْدَ الْفَجْرِ وَهِيَ
جَائِزَةٌ فِي ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي يَوْمِ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهٗ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ بَعْدَهٗ
یعنی قربانی کا وقت دسوین ذیحجہ کو فجر کے بعد ہو جاتا ہے مگر شہر کے لوگون کے لیے جائز
نہین کہ قربانی کرین جبتک امام عید الاضحیٰ کی نماز نہ پڑھ لیوے اور قربانی کا وقت اسکے
بعد دو دن تک رہتا ہے اور امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ اُسکے بعد تین دن تک قربانی کا وقت
رہتا ہے واللہ اعلم۔

حکم حرمتِ متعہ

سوال۔ متعہ حرام ہے یا حلال ہے جواب ابتداے اسلام مین حلال و حرام کے
احکام رفتہ رفتہ نازل ہوتے تھے چنانچہ شراب اور سود کی حرمت کا حکم نبوتؐ کے اکیسوین
سال مین صادر ہوا کہ ہجرت سے آٹھوان سال ہوا تھا ایسا ہی جبتک متعہ کے بارہ
مین حکم الٰہی نازل نہوا تھا اُسوقت تک جاہلیت کی عادت کے موافق متعہ کیا کرتی تھے
اور خیبر کی لڑائی مین متعہ حرام ہوا چنانچہ یہ روایت حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ
وجہہ سے صحیح طور پر ثابت ہے اور وہ وقت ساتوان سال ہجرت کا تھا پھر اُسکے بعد
آٹھوین سال کے آخر مین جنگ اوطاس کا واقعہ ہوا اور اُسمین تین دن تک متعہ
کے لیے شرعاً اجازت رہی اُسکے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عمرہ کے واسطے
مکہ معظمہ مین تشریف لے آئے تو جب کعبہ شریف سے تشریف لیجانے کا ارادہ ہوا تو
کعبہ شریف کے دروازہ کی دونون بازو دونون ہاتھ سے پکڑ کے فرمایا کہ متعہ قیامت تک
کے لیے ہمیشہ کے واسطے حرام کیا گیا اور یہ کلام مبارک رات کے وقت فرمایا کم لوگ

Marfat.com

ناصر تھے یہ حکم جیسا چاہیے مشتہر نہوئے پایا تھا کہ بعض لوگون نے ناواقفیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت مین اس فعل کا ارتکاب کیا تو جب حضرت امیر المومنین رضی کو یہ خبر پہونچی تو آنجناب منبر پر چڑھے اور خطبہ فرمایا کہ متعہ گاہ گاہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ہوا تھا لیکن آخر مین اسکی حرمت ثابت ہوئی چونکہ مین نے اسکے قبل یہ حکم کر دیا تھا لہذا اس مرتبہ درگذر کرتا ہون لیکن اب اگر کوئی ایسی حرکت کریگا تو اسپر زنا کی حد جاری کرونگا تو اُسوقت پھر سے یہ کام موقوف ہوگیا مگر روافض کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے احکام سے نہایت عناد رکھتے ہین تو جب قابو پاتے ہین تو اس حیلہ سے زنا کے مرتکب ہوتے ہین حالانکہ قرآن شریف کی چار آیت سے ظاہر طور پر متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے منجملہ اُسکے ایک آیت یہ ہے وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ یعنی فلاح اور بہتری ہے اُن لوگون کے واسطے کہ اپنی شرمگاہ کی نگہبانی کرتے ہین سوا اسکے کہ صرف اپنی بیوی یا شرعی لونڈی سے لحاظ نہین کرتے کہ وہ قابل ملامت کے نہین تو جو شخص چاہے کہ اُس حلال جماع کے سوا حرام جماع کرے تو وہ شرع کی حد سے تجاوز کرنے والا ہے اور ظاہر ہے کہ جس عورت کے ساتھ متعہ کیا جاوے اُسکو زوجہ نہ شیعہ کہتے ہین اور نہ اُنکے مخالفین کہتے ہین اور کوئی حکم کہ زوجہ کے بارہ مین ہے اور اُس عورت کے بارہ مین اسطرح کا نہین کہ نان و نفقہ اور رہنے کا مکان پانے کا حق اور طلاق اور عدت اور میراث اُسکے لیے ثابت ہو سکے اور وہ شرعی لونڈی بھی نہووے تو اس امر کی رغبت کرنا یقیناً حد شرع سے تجاوز کرنا ہے اور دوسری آیت یہ ہے فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ یعنی اگر ڈرو کہ ہم اگر نکاح کرین تو یتیم لڑکو کو نکاح مین انصاف

نہ کر سکین گے تو انکے ساتھ اپنا نکاح نہ کرو بلکہ دوسری عورتون کے ساتھ نکاح کرو خواہ
ایک عورت ہو خواہ دو خواہ تین خواہ چار عورت ہووے تو اگر ڈرو کہ چند عورتون مین انصاف
نہ کر سکین گے تو صرف ایک عورت کے ساتھ نکاح کرو یا شرعی لونڈی جسقدر چاہو
اپنے تصرف مین رکھو تو ثابت ہوا کہ صرف چار عورت تک نکاح مین رکھنا جائز ہے
اور ظاہر ہے کہ متعہ مین عدد کی تعیین نہین تو جس عورت کے ساتھ متعہ کیا جاویگا وہ نہ منکوحہ
ہوگی اور نہ شرعی لونڈی ہوگی تو ضرور ہے کہ وہ حرام ہوگی اسواسطے کہ اباحت اس آیت
مین منحصر صرف اسی دو قسم مین ہے کہ منکوحہ ہو یا شرعی لونڈی ہو اور تیسری آیت یہ ہے
وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ یعنی
حق تعالی نے محرمات عورتون کی تعداد بیان فرما کر ارشاد فرمایا ہے کہ اور حلال کی گئین
تمھارے واسطے وہ عورتین کہ سوا ان محرمات کے ہین اور یہ مطلب نہین کہ سوا ان محرمات
کے جسکے ساتھ چاہین جماع کرین بلکہ دوسری عورت کے ساتھ جماع کرنا حلال ہونے
کے لیے چند شروط ہین اول یہ کہ بعوض مال کے جماع کرنا چاہین کہ اسکو مہر کہتے ہین
اور دوسرے یہ کہ انکو اپنی پابندی مین رکھین تو ایک عورت کے لیے ایک وقت مین
ایک شوہر سے زیادہ نہین ہو سکتا ہے تیسرے یہ کہ صرف آبریزی یعنی منی گرانا مقصود
نہووے بلکہ یہ منظور ہو کہ ولد صالح پیدا ہووے اور عورت سے خانہ داری کا انتظام
ہو اور ظاہر ہے کہ متعہ مین صرف منی گرانا منظور ہوتا ہے اور اسکے علاوہ اور بھی
شرط ہے کہ گواہون کے سامنے نکاح ہووے کہ اسکا ذکر بھی قرآن شریف مین ہے
وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ یعنی اور خفیہ دوست نہ بنانے والے ہووین تو جب یہ چار
شروط پائی جاوین تو جماع کرنا حلال ہوتا ہے اور چوتھی آیت یہ ہے وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ
لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یعنی اور چاہیے کہ
اپنی عفت اور عصمت بچاوین وہ کہ نہین پاتے ہین مال کہ اسکے ذریعہ سے نکاح کرسکین

سورۃ النساء

سورۃ النساء

سورۃ النور

یعنی مہر اور نفقہ دینے کی اُنکو طاقت نہووے تو چاہیے کہ اپنی عفت اور عصمت بچانے مین تکلیف گوارا کرین اُسوقت تک کہ حق تعالی اُنکو غنی کر دیوے تو اگر متعہ جائز ہوتا تو ممکن ہوتا کہ کسی عورت کو دو چار پیسے یا دو تین آنے ایک رات کا خرچ دیتے اور دو چار مرتبہ جماع کر کے فراغت کر لیتے عفت بچانے مین تکلیف اور رنج اُٹھانے کی ضرورت ہوتی اور نکاح کے شرائط سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نکاح کی طاقت نہووے تو سوا اسکے کہ تکلیف برداشت کرے اور کوئی دوسری صورت عفت بچانے کی نہین واللہ اعلم اور تواریخ اور سیر کی کتابین دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل سے بعید نہین کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو متعہ کی حرمت معلوم نہ رہی ہو اور یہ صرف اُنکے نزدیک بعید ہے کہ جانتے ہین کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مدارج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مدارج کے مانند ہین اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر اور آپ کے مقام سکونت سے آگاہ نہین اور اصل حال یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی پیدایش ہجرت سے دو برس یا ایک برس پہلے ہوئی اور آٹھ برس یا نو برس کی عمر تک مکہ معظمہ مین رہے اور ہجرت کے بعد مکہ معظمہ مین جو لوگ رہگئے تھے اُنکو کچھ بھی احکام شرعیہ مین واقفیت نہ تھی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ فتح کے لیے ہجرت سے آٹھوین سال مدینہ منورہ سے نکلے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پہونچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رض کو اپنے ہمراہ لیا اور حضرت ابن عباس رض کو سب ذریات اور مستورات کے ساتھ مدینہ منورہ مین روانہ فرما دیا اور غزوہ خیبر حضرت ابن عباس رض کے مدینہ منورہ مین آنے کے قبل چند سال پہلے ہو چکا تھا اور غزوہ اوطاس کہ اسکو غزوہ حنین بھی کہتے ہین فتح مکہ کے بعد اسکے قریب واقع ہوا اور اس غزوہ مین بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نہ تھے اور نہ ان دونون غزوہ

Marfat.com

کے واقعات سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کچھ بھی بذات خاص خبر ہو سکی صرف دوسرے صحابہ کی زبانی آپ کو ان دونوں غزوہ کا کچھ حال معلوم ہوا تو ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی نے بلا وجہ کیوں متعہ کی روایت کی ہوگی اور حضرت ابن عباس رضی صرف دو سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے مستفید ہوئے اور اس عرصہ مین کوئی ایسا واقعہ نہوا کہ متعہ کا تذکرہ ہووے اور متعہ کی حرمت معلوم ہووے تو حضرت ابن عباس رضی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین اس امر کی کچھ بھی اطلاع نہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت مین اس مسئلہ مین بحث پیش آئی تو حضرت ابن عباس رضی نے معلوم کیا کہ ان آیات مذکورہ سے متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور آپ کو دوسرے صحابہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ غزوۂ اوطاس مین متعہ کی اباحت کا حکم صادر ہوا تو حضرت ابن عباس رضی نے سمجھا کہ خاص بوقت ضرورت رفع ضرورت کی غرض سے متعہ مباح کیا گیا تو حضرت ابن عباس رضی نے خیال کیا کہ جب کوئی اشد ضرورت متعہ کی نہووے تو اسوقت متعہ بمقتضا اس آیت کے حرام ہے اور جب اشد ضرورت متعہ کی ہووے تو چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اوطاس مین بحالت ضرورت متعہ کے لیے اجازت فرمائی تھی اسواسطے اب بھی جب اشد ضرورت ہووے تو اسوقت متعہ جائز ہوگا اور تین دن کے بعد جو متعہ حرام کر دیا گیا اسکو حضرت ابن عباس رضی نے سمجھا کہ ضرورت باقی نرہی اسواسطے متعہ اسوقت پھر حرام کر دیا گیا اور ہر حال مین ہمیشہ کے لیے متعہ حرام نہوا تو حضرت ابن عباس رضی کے مذہب کی بنا اجتہاد پر ہے کہ ان آیات اور قصہ اوطاس کی بنا پر اجتہاد کیا لیکن یہ امر واقعی نہین بلکہ اس اجتہاد مین خطا ہوئی چنانچہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابن عباس رضی کا یہ قول سنا تو آپ نے فرمایا کہ آپ ایک ایسے شخص ہین کہ صرف راے سے کچھ کہدیتے ہین یہ مقام اسی طرح ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ اس مسئلہ مین بہتر تحقیق یہی ہے ۔

Marfat.com

جواب اس سوال کا کہ مضمون سوال کا جواب سے مفہوم ہوتا ہے
سورہ مومنین اور سورہ معارج کی آیت سے متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہی اور یہ صحیح طور
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابۂ کبار اور فقہاء تابعین سے منقول
ہے ایسا ہی مشکوۃ شریف مین مذکور ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے
بھی ایسا ہی منقول ہے اور یہ امر بیان کیا ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم نے کہا
صحیح ہے اور ان لوگون نے کہا کہ ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ انھون نے کہا کہ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعہ کا مسئلہ پوچھا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
فرمایا کہ ہمارے اور تمھارے درمیان مین اللہ تعالی کی کتاب ہے یعنی قرآن شریف
موجود ہے اور اس سے متعہ کی حرمت ثابت ہے اور حضرت عائشہ رضؓ نے یہ آیت پڑھی
وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ
غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ یعنی فلاح اور بہتری ان
لوگون کے لیے ہے کہ نگہبانی کرتے ہین اپنی شرمگاہ کی مگر اپنی بیوی یا شرعی لونڈی سے
لحاظ نہین کرتے کہ وہ قابل ملامت کے نہین پس جو شخص اسکے سوا کرنا چاہے تو وہ
شرع کی حد سے تجاوز کرنے والا ہے یعنی جو شخص اپنی بیوی یا شرعی لونڈی کے سوا
دوسری عورت سے جماع کرنا چاہے تو وہ حد سے تجاوز کرنے والا ہے اور عبد الرزاق و
ابوداود نے نقل کیا ہے قاسم بن محمد سے کہ قاسم بن محمد سے متعہ کا مسئلہ پوچھا گیا تو کہا کہ
مین جانتا ہون کہ قرآن شریف مین مذکور ہے کہ حرام ہے اور یہی آیت مذکورہ پڑھی اور
ایسا ہی محمد بن کعب قرظی اور قتادہ اور سدی اور ابوعبد الرحمن سلمی وغیرہ مشاہیر تابعین
سے بھی روایت ہے تو اسمین شبہہ نہین کہ یہ دونون سورہ مکی ہین اور ان دونون سورہ مین یہ
آیہ واقع ہے تو یہ کلام کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ متعہ حرام ہے اسمین ایک طرح کا
اشکال ہے اور جواب اسکا چند وجہ سے ہے اول وجہ یہ ہے کہ اگرچہ یہ دونون سورہ مکی

سورۃ المؤمنین

ہین لیکن یہ آیت مدنی ہے اور اتقان مین جو لکھا ہے کہ یہ آیۃ مدنی نہین تو اُسکا جواب یہ
کہ صحابہ اور مشاہیر تابعین ناسخ اور منسوخ اور مقدم اور مؤخر سے زیادہ واقف تھے
اور ان لوگون نے اس آیۃ سے متعہ کی حرمت ثابت کی ہے تو یہ نہایت قوی دلیل اس
امر کے لیے ہے کہ یہ آیۃ مدنی ہے اور اتقان کا قول اسکے لیے معارض نہین ہو سکتا
اور یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ مکی اور مدنی کا اطلاق صحابہ اور تابعین کے نزدیک باعتبار
غالب کے ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ اتقان مین جو لکھا ہے کہ یہ آیۃ مدنی ہے وہ صرف اسی بنا
پر ہے کہ صحابہ اور تابعین سے روایت ہے کہ دونون سورۃ مکی ہین تو یہ اس امر کے لیے منافی
نہین کہ ان دونون سورۃ کی بعض آیات مدنی ہون اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بالفرض تسلیم کر
ہون کہ یہ آیت مکی ہے لیکن اس صورت مین بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ حکم کہ اس آیت سے
متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے اسکے نزول سے کچھ دنونکے بعد مفہوم ہوا تو یہ آیۃ بعد تحقیق بیان
کے ناسخ قرار پائی اور یہ مجموع قبل تحریم کے متحقق نہ تھا اور متعہ کے بارہ مین اباحت اصلیہ
کا حکم باقی تھا اور اس بارہ مین تحقیق یہ ہے کہ بعض آیات سے بعضے احکام بطور اشارہ کے
مفہوم ہوتے ہین تو جب اللہ تعالی کا ارادہ ہوتا تھا کہ وہ حکم واضح کر دیا جاوے تو رسول اللہ
صلے اللہ تعالے علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم پر وحی نازل فرماتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم وہ حکم لوگون سے صاف طور پر بیان فرما دوین تو اسوقت اُس آیۃ سے وہ حکم
صراحۃً معلوم ہو جاتا تھا اور اُس حکم کے مکلف سب عوام وخواص ہوتے اور جب
اللہ تعالے کو منظور ہوتا تھا کہ وہ حکم عام طور پر ظاہر نہ کیا جاوے تو اُسکو واضح کرنے
کے لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل نفرماتا تھا اگرچہ خواص اور اذکیا ر
نے وہ حکم سمجھ لیا ہو تو اُسکے مکلف عام طور پر سب لوگ نہین چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا
ہے تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا یعنی بناتے ہو تم اُس سے چیز نشہ والی اور بہتر
روزی تو روزی کی صفت حسن کے ساتھ فرمائی اور سکر کے لیے یہ وصف نفرمایا تو

سورہ نحل

Marfat.com

سورۃ البقرۃ

ی سے اشارۃً مفہوم ہوتا ہے کہ شراب حرام ہے حالانکہ یہ آیت ملی ہے شراب حرام ہونے
بہت دن قبل نازل ہوئی اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک بھی ہے فِیْهِمَا اِثْمٌ
رٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ یعنی شراب اور جوے مین بہت گناہ ہے اور ان دونون مین لوگونکا
ہے تو اس آیۃ سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ دونون حرام ہین اسواسطے کہ نفع حاصل کرنے پر
رم ہے کہ ضرر دفع کیا جاوے علی الخصوص جب صرف چندروزہ دنیا کا نفع ہووے اور
ں سے ہمیشہ کا ضرر آخروی ہوتا ہو تو بالاتفاق عقلاً اور شرعاً اس صورت مین نفع پر
رم سمجھا جاویگا کہ ضرر کے دفع ہونے کی تدبیر کیجاوے اور اسیوجہ سے حضرت عمر
ی اللہ عنہ اس بارہ مین دعا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ بَیِّنْ لَنَا فِی الْخَمْرِ بَیَانًا شَافِیًا یعنی
ے پروردگار ارشاد فرما ہمارے لیے شراب کے بارہ مین ایسا بیان کہ اُس سے اطمینان
صل ہو جاوے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دعا نہ کرتے تھے کہ اے پروردگار
شراب حرام فرما تو ثابت ہوا کہ یہ صحیح دلیل ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
یا ہے کہ متعہ حرام ہے تو قطعی طور پر اس آیت سے ثابت ہوا کہ متعہ حرام ہے البتہ جبتک
ضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی حرمت بیان نفرمائی تھی اُسوقت تک متعہ کی حرمت
لیے یہ آیت دلیل ظنی تھی اسواسطے کہ احتمال تھا کہ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ سے عام مراد
و یعنی ملک رقبہ ہو یا ملک منافع ہو تو اُسوقت متعہ کی حرمت اس آیت سے قطعی طور پر
ہوم نہوتی تھی اب ایک دوسرا سخت اشکال باقی ہے کہ اُسکی بنا اصول پر ہے اور
اشکال یہ ہے کہ یہ بیان اصول کے مسئلہ کے خلاف ہے اسواسطے کہ تاخیر کرنا بیان
ں حاجت ہونے کے بعد علماء اصول کے نزدیک ثابت نہین اور یہ امر اس آیت مین لازم
ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسوقت ممنوع ہے کہ بغیر بیان کے وہ معنے مطلقاً مفہوم
وے کہ اُسکے بجالانے کے لیے شرعاً تکلیف دی گئی ہو مثلاً اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ہے کہ
بیان طریقہ نماز کے نماز ادا کرنا ممکن نہین لیکن جب اصل معنے مفہوم ہو جاوے اور بعض احکام

Marfat.com

مفہوم نہووے کہ اُسکی طرف اُس کلام مین اشارہ ہو تو اسمین کوئی قباحت ہرگز لازم
نہین آتی اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ہمنے تسلیم کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اُسیوقت
اس آیت سے متعہ کی حرمت مفہوم ہوتی تھی بیان کی ضرورت نہ تھی لیکن اس صورت
مین کہا جاویگا کہ یہ حکم کسی خاص وقت کے لیے ملتوی رکھا گیا تھا تو جب وہ وقت آیا
تو یہ حکم نافذ ہوا اور یہ آیت ہجرت کے قبل متعہ کی اباحت کے لیے ناسخ ہوئی اور نسخ کا نفاذ
غزوۂ خیبر مین ہوا اسواسطے کہ یہ مقصود تھا کہ یہ حکم اُسوقت تک نافذ نہ کیا جاوے چنانچہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو کلام پاک ہے
یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ یعنے اے وہ لوگ کہ ایمان لائے ہو چاہیے
کہ اس امر کا التزام کرو اپنی جان بچاؤ تو یہ آیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے
ناسخ ہے مگر اس نسخ کا حکم اخیر زمانہ کے لیے ہے واللہ اعلم۔ فتح العزیز مین سورۂ بقرہ کی آیت
اَوْ نُنْسِھَا کی تفسیر مین مذکور ہے کہ یہ لفظ انساء سے مشتق ہے اور انساء کے معنے تاخیر کے ہین
اور تحقیق یہ ہے کہ انساء خواہ مہموز ہو یا ناقص یائی ہو کہ نسیان سے مشتق ہو اور اغفال
اور اذہال کے معنے مین ہو دونون صورت مین یہ نسخ کے علاوہ ہے بلکہ مقابل نسخ کا ہے
جیسے حرکات مین صعود مقابل ہبوط کا ہے اور معاملات مین سلم مقابل بیع مؤجل کا ہے
تو مراد اس کلام پاک سے یہ ہے کہ ہم آیت نازل کرتے ہین اور منظور ہوتا ہے کہ یہ آیت
تلاوت کیجاوے مگر اسکا حکم کچھ دنون کے بعد نافذ ہوگا اور نسخ سے کبھی یہ مراد ہوتی ہے
کہ کسی آیت کا حکم منسوخ کیا گیا مگر اُسکی تلاوت کا حکم باقی ہے اور یہ امر آیات مین اکثر واقع
ہوا ہے اور اس سے اشکال دفع ہوتا ہے کہ صحابۂ کبار کی روایت بر ظاہر وارد
ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے بعضے احکام کہ مدینہ منورہ مین صادر ہوئے اُسکی دلیل مین آیات
مکیہ کو بیان فرمایا ہے چنانچہ صحیح طور پر حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت
کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی یعنے

Marfat.com

فلاح پائی اُسنے کہ اپنا تزکیہ کیا اور اللہ کا نام ذکر کیا اور نماز پڑھی تو اس آیت مین اشارہ
ہے صدقہ فطر ادا کرنے کی طرف اور ایسا ہی اسمین تکبیرات عید اور نماز عید کی طرف بھی
اشارہ ہے اور حضرت امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے طلا
کی حرمت مین سورۂ نحل کی اس آیت سے استدلال فرمایا تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا
یعنی بناتے ہو اُن ثمرات سے چیز نشہ والی اور بہتر روزی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے کہ انھون نے متعہ کی حرمت مین سورۂ مومنین اور سورۂ معارج
کی اس آیت سے استدلال فرمایا فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاۗءَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ
یعنی جو شخص اسکے سوا چاہے وہ حد سے تجاوز کرنے والا ہے بلکہ یہ امر غیر احکام مین بھی
واقع ہے چنانچہ سریۂ منذر بن عمرو انصاری کے قصہ مین بھی ایسا ہی واقع ہے کہ
اسکے بارہ مین مکہ معظمہ مین اس آیت مین اشارہ فرمایا گیا وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا اس
کلام پاک تک فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا اور تحقیق اس اسرار کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اور مجتہدین صحابہؓ اسمین مصروف نہوتے تھے کہ وقائع مفروضہ مقدرہ کا حکم استنباط
کرین بلکہ صرف اس امر سے اکتفا فرماتے تھے کہ وقائع نازلہ کے احکام بیان ہوجاوین
توجبتک کوئی واقعہ وقوع مین نہ آتا تھا اسکے ماخذ کی طرف توجہ نفرماتے تھے اور اُسکا حکم
دریافت کرنے کے لیے اُس ماخذ سے استدلال نکرتے تھے تو وہ ماخذ جس حالت مین
تھا اُسی طرح خمول اور خفا مین رہ جاتا تھا حتے کہ جب اللہ تعالی کو منظور ہوتا تھا
کہ وہ حکم ظاہر ہوجاوے اور ایسا واقعہ وقوع مین آتا تھا کہ اُس حکم کی ضرورت ہوتی تھی
تو اللہ تعالی اُن حضرات کا خیال اُس ماخذ کے طرف متوجہ فرماتا تھا اور وہ حضرات اُس ماخذ
سے استدلال کرتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اہل مدینہ
خرید و فروخت مین پورا وزن کرنے مین غفلت کرتے ہین تو سورۂ تطفیف کے شروع
کلام سے استدلال فرمایا کہ ایسا نہ کرنا چاہیے اور جو شخص اس اصل مین غور کریگا اُسکو

Marfat.com

اکثر تکلفات مین آسانی ہوجاویگی کہ وہ تکلفات مفسرین اور علماء اصول نے ذکر کیے ہین چنانچہ محققین پر یہ امر مخفی نہین اور یہ بھی فتح العزیز مین سورۂ مومنین کی اس آیت مین مذکور ہے فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَاءَ ذٰلِکَ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ یعنی جو شخص اسکے سوا چاہے وہ حد سے تجاوز کرنے والا ہے اگر شیعہ اعتراض کرین کہ تمھارے نزدیک صحیح طور پر ثابت ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی مگر اسکے بعد جنگ خیبر کے وقت تک متعہ مباح تھا تو کس طرح صحیح ہوگا کہ متعہ کی حرمت مین اس آیت سے استدلال کیا جاوے تو ہم اسکا جواب دینگے کہ اباحت سے تمھاری کیا مراد ہے اگر اباحت شرعیہ مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل یا قول پر موقوف ہے یا اسپر موقوف ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ حکم ثابت رکھا ہو تو ہم تسلیم نہین کرتے ہین کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اسکے بعد اس معنے کے موافق متعہ مباح تھا اسواسطے کہ نہ ہمارے یہان ثابت ہے اور نہ تمھارے یہان ثابت ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد کسی نے متعہ کیا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو اسکو ثابت رکھا یا اسکی اجازت فرمائی اور معاذ اللہ یہ تو ہرگز ثابت نہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہؓ نے ایسا کیا تھا تو تمھاری کیا دلیل ہے اسپر کہ متعہ مباح ہے اور اگر تمھاری مراد اباحت سے اباحت اصلیہ ہے یعنی اسکی ممانعت کا حکم کبھی صادر نہ ہوا تو یہ بحث صرف ان آیات کی بنا پر ہے اور ان آیات سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ متعہ حرام ہے اور ایسے بھی احکام ہین کہ صراحۃً قرآن شریف مین مذکور ہین مگر جب تک انکی ضرورت نہوئی اور نہ کسی نے پوچھا اسوقت تک اسکی تاکید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی اور نہ اسکے شرح و بسط کی طرف توجہ فرمائی اور ایسا ہی اتفاق متعہ کے بارہ مین بھی ہوا کہ جنگ خیبر کے وقت تک نہ کوئی واقعہ متعہ کا ہوا اور نہ کسی نے یہ مسئلہ پوچھا اسواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی حرمت کی تاکید فرمانے کی جانب توجہ نفرمائی چنانچہ نکاح اور تزویج کے اکثر احکام کے بارہ مین

Marfat.com

ایسا ہی اتفاق ہوا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ مین ہجرت فرمائی اوران امور کے متعلق واقعات وقوع مین آئے اور اُنکے شرح وبسط کی ضرورت ہوئی توآنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسطرف توجہ فرمائی البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اوطاس کے وقت اشد ضرورت کی حالت مین اجازت فرمائی تھی کہ نکاح موقت کیا جاوے اور اُسوقت بھی متعہ کے لیے اجازت نفرمائی تھی چنانچہ اسکی تصریح عمران بن حصین اور ابی موسے اشعری وغیرہ کی روایت مین ہے کہ صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح مین مذکور ہے قَدْ رَخَّصَ لَنَا رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ عَامَ اَوْطَاسٍ اَنْ نَّنْکِحَ الْمَرْاَۃَ بِالثَّوْبِ اِلٰی اَجَلٍ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہملوگون کے لیے غزوہ اوطاس کے سال بوجہ ضرورت کے اجازت فرمائی تھی کہ عورت کے ساتھ کپڑے کے عوض کسی وقت تک کے لیے نکاح کرلیا جاوے تو اس سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ نکاح موقت کے لیے اجازت فرمائی تھی اور متعہ کے لیے اجازت نفرمائی تھی اور جنے اُسکو متعہ کہا ہے تو صرف مجازاً کہا ہے یا باعتبار مشابہت کے کہا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد سے وہ اجازت فرمائی تھی اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ یہ بھی نکاح ہے اور اسمین وقت مقرر کیا جاتا ہے کہ اُسوقت تک کے لیے نکاح کیا جاتا ہے اور اسیوجہ سے متعہ کے ساتھ یہ نکاح مشابہ ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ یہ نکاح بھی متعہ کے مانند ہے اس سے بھی نسب مین خلل واقع ہوگا اور اولاد ضائع ہوگی اور وارث اور مورث کی تمیز نہوگی اور وحی سے معلوم ہوا کہ یہ ہمیشہ کے لیے حرام کیا گیا تو اُسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اسکی حرمت کا حکم فرمایا تو ان آیات تحریم کے نزول کے بعد متعہ کبھی حلال نکیا گیا تھا البتہ تین دن تک نکاح موقت حلال کیا گیا تھا اور اُسی کو بعضے لوگون نے مجازاً متعہ کہا ہے اور چونکہ متعہ کے حرام ہونے کا حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً نفرمایا تھا اسواسطے

جنگ خیبر مین صراحۃً متعہ سے منع فرمادیا تو اُسوقت اسکی حرمت کے بارہ مین صرف تاکید فرمائی ایسا نہین کہ اُسوقت ابتداءً حرمت کا حکم فرمایا ہو جیسا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت مین تاکید فرمائی کہ متعہ حرام ہے اور ایسا نہین کہ اُسوقت ابتداءً اسکی حرمت کا حکم صادر ہوا یہ مقام مشکل ہے چاہیے کہ اسی طور پر سمجھ لیا جاوے۔

مسئلہ طلاق کا

مسئلہ طلاق کا۔ اگر شوہر نے غصہ کی حالت مین اپنی عورت کو ایک طلاق دیا مگر بیہوش نہ تھا تو وہ طلاق واقع ہو گیا لیکن جائز ہے کہ پھر وہ اُس عورت کے ساتھ نکاح کر لیوے اور اگر دو طلاق دیا تو اُس صورت مین بھی یہی حکم ہے لیکن اگر تین طلاق دیے خواہ ایک ہی دفعہ تین طلاق دیے خواہ متفرق تین طلاق دیے تو اس صورت مین جائز نہین کہ وہ اُس عورت کے ساتھ پھر نکاح کرے جبتک حلالہ نہ کیا جاوے اور حلالہ سے مراد یہ ہے کہ وہ عورت دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرے اور اسکا دوسرا شوہر اُس عورت کے ساتھ جماع کرے اور اُسکے بعد طلاق دیوے تو اس طلاق کی مدت گذرجانے کے بعد جائز ہوگا کہ پہلا شوہر اُسکے ساتھ پھر نکاح کرے اور بلا حلالہ کے جائز نہین کہ پہلا شوہر اُسکے ساتھ پھر نکاح کرے۔

مسائل بیع وغیرہ کے

امر مباح حرام ہو جاتا ہے جب فعل حرام کا وسیلہ ہووے

مسئلہ۔ امر مباح حرام ہو جاتا ہے جب فعل حرام کے لیے وسیلہ ہووے خطابی کا قول ہے کہ کُلُّ اَمْرٍ یُتَذَرَّعُ بِهٖ اِلٰی اَمْرٍ مَحْظُوْرٍ فَهُوَ مَحْظُوْرٌ یعنی جو امر اس غرض سے کیا جاوے کہ اُسکے ذریعہ سے کوئی امر ممنوع صادر ہووے تو وہ امر بھی ممنوع ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جب مباح کو حرام کے لیے وسیلہ قرار دیں تو وہ بھی حرام ہو جاتا ہے جیسے ابن ابی لیلی کو ہدیہ قبول کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تو ہدیہ قبول کرنا بنفسہ مباح ہے لیکن چونکہ وہ ہدیہ اس غرض

Marfat.com

یا جاتا تھا کہ اُسکے ذریعہ سے زکوٰۃ کم لیجاوے اور زکوٰۃ لینے مین سستی کیجاوے تو اسوجہ
ے وہ ہدیہ حرام قرار دیا گیا اسواسطے کہ حرمت مین جو حکم مقاصد کے بارہ مین ہوتا ہے وہی
م وسائل کے بارہ مین بھی ہوتا ہے اور یہ جو خطابی کا قول ہے کہ كُلُّ دَخِيلٍ فِي الْعُقُودِ
ل يَكُونُ حُكْمُهُ عِنْدَ الْإِنْفِرَادِ كَحُكْمِهِ عِنْدَ الْاِقْتِرَانِ اَمْ لَا تو اس سے
راد یہ ہے کہ جب کسی شخص نے ایک معاملہ دوسرے معاملہ مین شامل کیا مثلاً اجارہ کا
عاملہ رہن کے معاملہ مین شامل کیا یا اجارہ کا معاملہ رہن کے معاملہ مین شامل کیا
قرض کا معاملہ بیع کے معاملہ مین شامل کیا تو دیکھا جاویگا کہ جو معاملہ شامل کیا گیا ہے
ب وہ معاملہ تنہا ہوتا ہے تو اُسوقت جیسی رضامندی فریقین کی اُسکے بارہ مین ہوتی
ے اسیطرح کی رضامندی اُس صورت مین بھی پائی جاتی ہے کہ جب وہ معاملہ دوسرے
عاملہ کے شامل کیا گیا ہے تو اُس صورت مین وہ معاملہ کہ شامل کیا گیا ہے صحیح ہے
ور اگر اسطرح کی رضامندی نہ پائی جاتی ہو تو وہ معاملہ صحیح نہین جیسا کسی شخص نے
ی اسباب کم قیمت پر فروخت کیا تا خریدار بائع کو ہزار روپیہ قرض دیوے تو اگر بائع
و قرض کی امید نہوتی تو کم قیمت پر فروخت نہ کرتا اور اُسپر راضی نہوتا اور ایسا ہی مثلاً یہ
ورت ہو کہ اگر گھر زیادہ روپیہ کے عوض مین رہن نہ رکھا جاتا تو راہن راضی نہوتا کہ
رتہن کو کم کرایہ کے عوض مین اسکی اجازت دیوے کہ وہ گھر اپنے مصرف مین رکھے
ا راہن اسپر راضی نہوتا کہ مرتہن کو وہ گھر بطور عاریت کے دیوے تو یہ معاملات کہ شامل
یے گئے ہین جائز نہین اسواسطے کہ اگر یہ معاملات تنہا ہوتے تو اُنکے بارہ مین رضامندی
الک کی نہوتی بلکہ صرف اسوجہ سے رضامندی ہوئی ہے کہ اُسکے ساتھ دوسرا معاملہ
یا جاتا ہے اور اگر راہن اور مرتہن مین باہم دوستی ہوئی اور صرف دوستی کے لحاظ سے
جارہ کا معاملہ ہوا ہو یا بعوض کم چیز کے اجارہ دیا گیا ہو اور رہن کے معاملہ کا کچھ لحاظ نہو
و یہ عاریہ اور یہ اجارہ صحیح ہے اسواسطے کہ بحالت انفراد کے جیسی رضامندی ہوتی

ف یعنی جو معاملہ کسی معاملہ مین شامل کیا جاوے تو اس کا حکم بحالت انفراد کے ... بحالت اقتران ... ۱۲

اسیطرح کی رضامندی اس صورت مین بھی باہمی محبت کی وجہ سے ہوئی ہے۔

حکم بیع الوفا

حکم بیع الوفا

بیع الوفا کا مسئلہ ایک معتبر مفتی سے یہان پوچھا گیا تو فی الفور جواب دیا کہ متاخرین نے اُسکے جواز کا فتوے دیا ہے جب سند طلب کی گئی کہ کس کتاب مین لکھا ہی تو حمادیہ کی عبارت کہ جواہر سے نقل کی گئی ہے لکھکر بھیدی اور وہ عبارت یہ ہے صُوْرَۃُ بَیْعِ الْوَفَاءِ وَ فِی الْبَابِ الْاَوَّلِ مِنَ الْجَوَاہِرِ اَنْ یَقُوْلَ بِعْتُ مِنْکَ عَلٰی اَنْ تَبِیْعَہٗ مِنِّیْ حَیْثُ بِالثَّمَنِ وَحُکْمُہٗ حُکْمُ الرَّہْنِ وَالْمَذْکُوْرُ ہٰہُنَا اَنَّ صُوْرَتَہٗ اَنْ یَقُوْلَ بِعْتُ مِنْکَ بِکَذَا وَیَقُوْلُ الْاٰخَرُ اشْتَرَیْتُ وَلَمْ یَذْکُرْ فِی الْعَقْدِ سِوَی الْاِیْجَابِ وَالْقَبُوْلِ اِلَّا اَنَّہُمَا ذَکَرَا قَبْلَ الْعَقْدِ اَنَّہٗ یَرُدُّ الْبَیْعَ اِذَا رَدَّ عَلَیْہِ الثَّمَنَ اِذَا کَانَ قَصْدُہُمَا ذٰلِکَ وَحُکْمُ ذٰلِکَ اَنْ یَّکُوْنَ بَیْعًا لَازِمًا فَاِذًا لَا یُخَالِفُ الْمَذْکُوْرُ ہٰہُنَا ثَمَّہٗ یعنی یہ بیع الوفا کا بیان ہے اور جواہر کے باب اول مین لکھا ہے کہ بیع الوفا کی صورت یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے یہ چیز تمھارے ہاتھ فروخت کی اسطور پر کہ فلان وقت تم یہ چیز اسی قیمت پر میرے ہاتھ فروخت کردینا تو اس بیع کا حکم وہی ہے جو رہن کے بارہ مین حکم ہے اور یہان یہ صورت مذکور ہے کہ بائع خریدار سے کہے کہ یہ چیز اسقدر قیمت پر تمھارے ہاتھ فروخت کی اور خریدار کہے کہ مین نے خرید کیا اور وہ دونوں شخص نے ایجاب اور قبول کے سوا اور کچھ ذکر نہ کیا البتہ قبل اس معاملہ کے دونون نے باہم ذکر کیا تھا کہ جب دونوں کا ارادہ ہوگا تو بائع قیمت واپس کردیگا اور خریدار بیع فسخ کردیگا اور شئی مبیعہ واپس کردیگا اور اس صورت مین شرعاً یہ حکم ہے کہ بیع لازم ہو جاویگی اور سابق کے تذکرہ سے بیع مین کچھ حرج لازم نہ آویگا یہ ترجمہ حمادیہ کی عبارت کا ہے کہ جواہر سے منقول ہے اور اس عبارت سے ہرگز مفہوم نہین ہوتا ہے کہ بیع الوفا جائز ہے بلکہ پہلی صورت مین کہ وہ متعارف ہے رہن کا معاملہ قرار

ہے اسواسطے کہ معاملات مین مقصود پر لحاظ ہوتا ہے الفاظ کی جانب لحاظ نہین ہوتا ہی
ر دوسری صورت مین بیع کا فسخ آیندہ واجب ہونا ثابت نہین اور ظاہر ہے کہ بیع وفا
ائز قرار دینا اصول کے خلاف ہے البتہ خیار بیع حدیث سے ثابت ہے اور اُسکے لیے
ن دن وقت مقرر ہے اور بعضے کے نزدیک ایک مہینہ ہے او بیع کے رد کی شرط اگر
یار کیجاوے تو یہ بیع اس شرط کے ساتھ ہو گی اور اسوجہ سے بھی بیع فاسد ہو گی خلاصہ یہ
یع وفا کے جواز کی نہ کوئی سند قابل اعتبار ہے اور نہ اُسکے لیے کوئی صحیح وجہ ہے

مسائل رہن

وال کیا فرماتے ہین علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید نے
اغ بکر کے پاس رہن رکھا اور اُس باغ کا پھل ہر سال بیس روپیہ خواہ پندرہ
پیہ پر فروخت ہوتا ہے بکر نے زید سے پہلے کہا کہ اس باغ کا پھل مجھکو بخشدو تو تا
روپیہ تمکو دون جب تم روپیہ ادا کر دوگے تو باغ چھوڑ دونگا تو بیچارہ زید نے
غرض سے کہا کہ مین نے بخشدیا تو یہ بخشش کرنا جائز ہے یا نہین یا مثلاً بکر نے کہا
ر رہن سے ایک روپیہ زیادہ تم لو اور اُس باغ کا پھل میرے ہاتھ فروخت کرو جب
ارادہ ہو گا جا ہے کسیقدر زمانہ گذر جاوے اصل زر رہن دیدینا باغ چھوڑ دیا جاویگا
پھل کی یہ بیع درست ہے یا نہین بینوا توجروا۔

جواب - ایسی صورت مین جب راہن اجازت دیدیوے کہ مرتہن اپنے تصرف مین
لے آوے تو مرتہن پھل کے مواخذہ سے بری ہو جاتا ہے مگر مرتہن کے حق مین
ہے کہ وہ پھل تصرف مین لے آوے اور اسی پر فتوے ہے چنانچہ اشباہ والنظائر
لکھا ہے اَبَاحَ الرَّاهِنُ لِلْمُرْتَهِنِ الثِّمَارَ وَسُكْنَى الدَّارِ وَلَبَنَ الشَّاةِ الْمَرْهُونَةِ
فَاَكَلَ الْمُرْتَهِنُ وَلَهُ مَنْعٌ ثُمَّ اَفَادَ فِي الْاَشْبَاهِ اَنَّهُ يَكْرَهُ لِلْمُرْتَهِنِ الْاِنْتِفَاعُ

بِذٰلِكَ فِي الْمُضْمَرَاتِ لَوْ اَذِنَ فِي ثَمَرَةِ الْبُسْتَانِ فَصَارَ اَكَلَهٗ كَاَهْلِ الرَّاهِ
ثُمَّ نَقَلَ عَنِ التَّهْذِيْبِ اَنَّهٗ يُكْرَهُ لِلْمُرْتَهِنِ اَنْ يَّنْتَفِعَ بِالرَّهْنِ وَاِنْ اَذِنَ لَهُ الرَّاهِ
یعنی راہن نے مرتہن کے لیے پھل مباح کردیا یعنی اجازت دیدی کہ وہ پھل اپ
تصرف مین لاوے یا مثلاً اجازت دیدی کہ مرتہن مکان مرہونہ مین رہے یا اجاز
دے کہ بکری مرہونہ کا دودھ راہن اپنی تصرف مین لے آوے اور اس اجازت کی و
سے مرتہن اُس بکری کا دودھ اپنے تصرف مین لے آیا تو مرتہن پر تاوان عائد نہو
اور راہن کو اختیار ہے کہ پھر منع کردیوے پھر اشباہ مین لکھا ہے کہ مرتہن کے حق مین مک
ہے کہ رہن سے منتفع بہ ہووے اگرچہ راہن اجازت بھی دیدیوے۔ درمختار۔ توجب
انتفاع مکروہ ہے توجب معاملہ کے قبل شرط قرار پاوے کہ راہن باغ مرہونہ کا پھل مرتہ
کے ہاتھ فروخت کردیگا اور بعد معاملہ کے ایسا ہی وقوع مین آوے تو یہ بھی مکروہ ہوا او
بصورت عدم بیع اور عدم اجازت کے اسکا پھل مرتہن کے حق مین حرام ہے
فِي الدُّرِّ لَا الْاِنْتِفَاعُ بِهٖ مُطْلَقًا لَا بِاِسْتِخْدَامٍ وَلَا سُكْنٰى وَلَا لُبْسٍ وَلَا اِجَارَةٍ سَوَاء
كَانَ مِنْ رَاهِنٍ اَوْ مُرْتَهِنٍ اِلَّا بِاِذْنِ كُلٍّ لِلْاٰخَرِ یعنی شے مرہونہ سے منتفع بہ ہو
مرتہن کے حق مین جائز نہین نہ شے مرہونہ سے کچھ کام لینا جائز ہے اور نہ اسمین رہ
جائز ہے اور نہ اسکو پہننا جائز ہے اور نہ بطور اجارہ کے اسکو دینا جائز ہے خواہ راہ
کی طرف سے ہووے یا مرتہن کی طرف سے ہووے البتہ راہن کی اجازت سے جائز
ہے یعنی جب راہن خوشی سے اجازت دیدیوے اور وہ اجازت معاملہ رہن کی
وجہ سے نہووے تو جائز ہے کہ مرتہن شے مرہونہ سے منتفع ہووے۔

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ عمرو نے
اپنا موضع کہ اُسکی زمینداری ہے زید کے پاس رہن رکھا اور زید اُس موضع پر
قابض ہوا اور زید وہان کاشت کرتا ہے اور کاشت کی لگان تحصیل کرتا ہے اور

اسکی آمدنی لیتا ہے اور وہ آمدنی زر رہن مین مجرا نہین دیتا ہے اور کہتا ہی کہ حق التحصیل
کے عوض منتفع بہ ہوتا ہون اور اپنا زر محنتانہ لیتا ہون جب عمرو اصل زر رہن مجھکو دیدیگا
تو منفع چھوڑ دیا جاویگا اور جب زید سے کہا جاتا ہے کہ یہ زر منافع کہ لیتے ہو سود ہے
مسلمان کو نہ لینا چاہیے تو زید کہتا ہے کہ یہ سود مین داخل نہین مین اپنا حق المحنت
لیتا ہون تو شرعاً وہ زر منافع سود مین داخل ہے یا نہین اور اگر سود مین داخل ہے
تو زید گنہگار رہا یا نہین بینوا توجروا۔

جواب مکروہ تحریمی ہے کہ رہن سے مرتہن منتفع بہ ہووے یُکْرَہُ لِلْمُرْتَہِنِ اَنْ یَّنْتَفِعَ بِالرَّہْنِ
وَاِنْ اَذِنَ لَہُ الرَّاہِنُ قَالَ الْمُصَنِّفُ وَعَلَیْہِ یُحْمَلُ مَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْلَمَ مِنْ اَنَّہٗ لَا یَحِلُّ لِلْمُرْتَہِنِ
ذٰلِکَ وَلَوْ بِالْاِذْنِ لِاَنَّہٗ رِبٰوا قُلْتُ وَتَعْلِیْلُہٗ یُفِیْدُ اَنَّہَا تَحْرِیْمِیَّۃٌ درمختار یعنی مکروہ ہے
مرتہن کے حق مین کہ رہن سے منتفع بہ ہووے اگرچہ راہن اسکو اجازت دیدیوے
کہا مصنف نے اور اسی پر محمول ہے روایت محمد بن اسلم کی کہ یہ مرتہن کے لیے
حلال نہین اگرچہ راہن کی اجازت بھی ہوجاوے اسواسطے کہ یہ سود ہے تو کہتا ہون کہ
اسکی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے یہ دُرمختار کی عبارت کا ترجمہ ہے
اور مکروہ تحریمی کا مرتکب گنہگار ہوتا ہے چنانچہ درمختار مین لکھا ہے وَیَاْثَمُ بِارْتِکَابِہٖ
کَمَا یَاْثَمُ بِتَرْکِ الْوَاجِبِ یعنی مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے گنہگار رہتا ہے جیسا واجب
کے ترک سے گنہگار ہوتا ہے واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ اجارہ

سوال کسی نے انبہ اور میوہ وغیرہ کے درخت کا پھل کسی کو اجارہ پر دیا اور اجارہ کے
وقت درختون پر پھل نہ تھا یا پھل تھا مگر پختہ نہوا تھا یا پختہ بھی ہوگیا تھا مگر اسکی مقدار
مجہول تھی یعنی نامعلوم تھی اسواسطے کہ ابھی پھل درخت پر تھا اور اجارہ کی مدت اسوقت

Marfat.com

تک قرار پائی کہ درخت پر پھل رہے اور اُسکے عوض کچھ روپیہ مقرر کیا تھا یا یہ صور
ہووے کہ اُن درختونکا پھل تین یا چار سال کے لیے کسی کو اجارہ پر دیا اور اُسکے عوض
کچھ روپیہ سالانہ مقرر کیا اور سال بسال روپیہ سالانہ مستاجر سے لیتا ہے خواہ درختونکو
پھل لگے یا نہ لگے تو ان دونون صورتون مین اجارہ شرعاً جائز ہے یا نہین اور ایسا ہی
جب مہوہ وغیرہ کا خوشہ نکلتا ہے تو اُسکا پھل اجارہ پر دیتے ہین اور اُس سے مقر
کر لیتے ہین کہ اسقدر پھل اور مہوہ کا پھول ہم لینگے اور بعد فصل کے خواہ اُسکو منافع
ہووے یا خسارہ ہو اپنا مقدار معینہ اُس سے لیتے ہین تو اس صورت مین کیا حکم ہے
جواب دونون طرح کا اجارہ شرعاً جائز نہین اسواسطے کہ دونون صورت مین نفع معلوم نہین
اور درمختار مین لکھا ہے وَشَرْطُهَا كَوْنُ الْاُجْرَةِ وَالْمَنْفَعَةِ مَعْلُوْمَتَيْنِ لِاَنَّ جَهَالَتَهُمَا
تُفْضِیْ اِلَی الْمُنَازَعَةِ یعنی اجارہ کے جواز کے لیے شرط ہے کہ اجرت اور نفع دونون معلوم
ہووے اسواسطے ان دونون کے نامعلوم ہونے سے نزاع کی صورت ہوگی۔

صورت فاسدہ بیع سلم مین

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید نے
دو مہینہ خواہ چار مہینہ قبل روپیہ دیا اور یہ اقرار ہوا کہ جب فصل خریف یا فصل ربیع
تیار ہوگی اور نیا غلہ فروخت کیا جاویگا تو اُسوقت زیادہ سے زیادہ جو نرخ ہوگا اُسی
نرخ سے جو یا گیہون جو قرار پایا ہو لیا جاویگا اور زید نے وقت اور وزن کی قید نہ لگائی
کہ اسی طور پر مذکور ہوا ہی دونون آدمی مین قرار پایا تو یہ صورت بیع سلم کی ہے یا نہین اور
بیع شرعاً درست ہے یا نہین۔
جواب یہ صورت بیع سلم کی نہین بیع سلم مین امام اعظمؒ کے نزدیک سات شرطین
لازمی اور ضروری ہین چنانچہ ہدایہ مین لکھا ہی وَلَا يَصِحُّ السَّلَمُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ اِلَّا بِسَبْعِ

Marfat.com

رائط جنس معلوم و نوع معلوم و صفة معلومة و مقدار معلوم و اجل معلوم
معرفة مقداره كالمكيل والموزون والمعدود وتسمية المكان الذي يوفيه
اذا كان له حمل ومؤنة یعنی نہین صحیح ہے بیع سلم امام ابوحنیفہ کے نزدیک مگر اسوقت کہ
سات شرطین پائی جاوین یعنی جنس معلوم ہووے کہ کون چیز لیجاویگی اور نوع اسکی
معلوم ہووے کہ کس قسم کی چیز لیجاویگی اور صفت اسکی معلوم ہووے کہ کسطرح کی وہ
چیز لیجاویگی اور مقدار معلوم ہووے کہ کسقدر وہ چیز لیجاویگی اور وقت معلوم ہووے
کہ کس تاریخ کو اور کسوقت وہ چیز لیجاویگی اور اسکے اندازہ کرنے کا طریقہ معلوم ہووے
کہ پیمانہ سے ناپ کر لیجاویگی یا وزن کرکے لیجاویگی یا شمار کرکے وہ چیز لیجاویگی اور وہ
جگہ معلوم ہووے کہ کس جگہ وہ چیز لیجاویگی جب ایسی چیز ہووے کہ اسکے لیے بار برداری
کی ضرورت ہووے یہ ہدایہ کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہے اور جب شرط فوت ہوتی ہے
تو مشروط بھی فوت ہوتا ہے اسواسطے سوال مین جو صورت بیع کی مذکور ہو درست نہین -

حکم اراضی مدد معاش کا

سوال - اراضی مدد معاش کہ ہندوستان مین اسکو ملک کہتے ہین اسکی خرید و فروخت
کے بارہ مین شرعاً کیا حکم ہے -

جواب - اراضی خراجیہ مین عشر واجب نہین چنانچہ فتاوے عالمگیری مین لکھا ہے
والنوع الثاني من شرائط وجوب العشر شرط المحلية وهو ان تكون الارض
عشرية فلا عشر في الخارج من ارض الخراج هكذا في البحر الرائق یعنی
نوع ثانی شرائط وجوب عشر کی یہ شرط ہے کہ محل قابل وجوب عشر کے ہو اور اس سے
مراد یہ ہے کہ زمین عشری ہووے تو خراجی زمین کے پیداوار مین عشر واجب نہین
ایسا ہی بحر الرائق مین لکھا ہے یہ عالمگیری کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہوا اور ملکیت

Marfat.com

اور باغ کہ لوگون کو حکام کی طرف سے ملتا ہے تو اُس زمین کے رقبہ کے بارہ مین اُنکی
ملکیت ثابت نہین ہوتی بلکہ حکام اُس زمین کی آمدنی اُن لوگون کو دیتے ہین اور
اُس زمین کا رقبہ مالک کی ملکیت مین رہتا ہے اور زمین کے رقبہ کے بارہ مین اکثر
بلاد ہند مین علما مین اختلاف ہے علمار متقدمین کے نزدیک ثابت ہے کہ زمین کے
رقبہ کے مالک ہند کی آراضی مین زمیندار ہین کہ اپنے کو بسوہ دار کہتے ہین اور حضرت
شیخ جلال تھا تیسری قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک سالہ ہند کی آراضی کے بارہ
مین تحریر فرمایا ہے اُس رسالہ مین یہ مذہب اکثر ثبوت اور دلائل سے باطل فرمایا ہے
اور یہ تحقیق لکھی ہے کہ ہند کی آراضی سواد عراق کی اراضی کی طرح عامہ مسلمانون کے
حق مین بلا تخصیص وقف ہے یعنی بیت المال کی ملک ہے اور زمیندارون کو سوا اسکے
اور کچھ دخل نہین کہ مہتمم آراضی کے رہین اور قاضی محمد تھانوی علیہ الرحمۃ نے بھی اس
بارہ مین رسالہ لکھا ہے اور اسی مسلک کو ترجیح دی ہے تو اگر بالفرض ہند کی آراضی
کے مالک زمیندار ہون اور بادشاہ کی طرف سے خراج معاف ہوی تو اس صورت
مین بھی عشر واجب نہین اسواسطے کہ جو زمین خراجی ہے وہ عشری نہین تو اور دوسری
شق کا کیا ذکر ہے ۔

مسائل ہبہ

سوال ہبہ بلا لفظ وَهَبْتُ یا اَعْطَیْتُ کے درست ہوتا ہے یا نہین اور حق یہ ہے کہ
ہبہ کیا مین نے ۱۲ عطیہ دیا مین نے ۱۲
بلا اسکے بھی بعض صورتین ہبہ کی ہین چنانچہ فتاوے برہنہ مین لکھا ہے کہ ہبہ عبارت است
از تملیک عین بے ذکر عوض ولو مزاحا یعنی ہبہ سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کا کوئی شخص
مالک بنا دیا جاوے اور عوض کا ذکر نہووے اگرچہ امر بطور مزاح کے ہووے پھر اسی
فتاوے مین یہ بھی ہے کہ واین یعنی ہبہ بتعاطی روا است انتہے یعنی اور ہبہ اصطلاح بھی درست

ہے کہ کسی شخص کو کوئی چیز اٹھا کر دیدیجاوے اور فتاوی برہنہ مین یہ بھی لکھا ہے کہ تمام میشود ہبہ بقبض اے بحمایت او پس بحلت قبض نباشد اما تملیک رواست اگرچہ تسلیم نباشد بقول اکثر وعلیہ الفتوی والعمل کما فی المعدن وتصحیح در ہبہ لازم نیست تا اگر مال در راہ نہند بلکہ ارفع باشد روا بود انتہے کلامہ یعنی ہبہ قبضہ ہو جانے سے کامل ہو جاتا ہے یعنی جب موہوب لہ کی نگہبانی مین شے موہوبہ آجاوے تو اسوقت ہبہ کامل ہو گا تو صرف موہوب لہ کے لیے حلال کر دینے سے اسکا قبضہ ثابت نہو گا البتہ کسی کو کسی چیز کا مالک بنا دینا جائز ہے اگرچہ وہ چیز اس شخص کو حوالہ نہ کیجاوے اور اکثر علما کا یہی قول ہے اور اسی پر فتوے اور عمل ہے ایسا ہی معدن مین لکھا ہے اور تصحیح ہبہ مین ضرور نہین جتنے کہ اگر مال راہ مین رکھدیوین یا کسی بلند جگہ پر رکھدیوین کہ جو چاہے لے لیوے تو جائز ہے کہ جو چاہے وہ مال لے لیوے یہ مضمون فتاوی برہنہ کی عبارت مذکورہ کا ہے تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ ہبہ اور تملیک کا معاملہ بلا لفظ ہبہ کے بھی درست ہو جاتا ہے اور یہ جو علما نے کہا ہے کہ ہبہ کا رکن ایجاب و قبول ہے تو یہ اس بنا پر ہے کہ اکثر اور اغلب ایسا ہی ہوتا ہے چنانچہ بیع مین بھی ایسا ذکر کرتے ہین حالانکہ بیع بھی اسطرح جائز ہے کہ بلا ایجاب و قبول کے بائع قیمت لے لیوے اور خریدار شے مبیعہ اٹھا لیوے اور یہ نفیس اور خسیس ہر چیز کی بیع مین جائز ہے واللہ اعلم۔

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ مسمیان زید اور عمرو نے مثلاً کسی سردار کی خیر خواہی مین نہایت مشقت اور جانفشانی کی اور اسوجہ سے عہدہ داران سرکار کی طرف سے جانفشانی اور حقوق کے صلہ مین کوئی موضع بطور انعام کے پایا اور اس انعام کی سند مین باہمی اتفاق سے صرف زید کا نام مندرج ہوا اور زید نے باہمی اتفاق سے اور عمرو کی جانفشانی اور اسکے حقوق کے لحاظ سے ایک دستاویز بنام عمرو اس مضمون کی لکھدی کہ مین نے اور مسمی عمرو نے فلان سردار کے یہان سے محنت اور

جانفشانی کرکے یہ موضع حاصل کیا ہے اور عمرو نے باہمی اتفاق اور عدم مغایرت
کی وجہ سے اپنا نام سند مین داخل نہین کرایا ہے اس غرض سے کہ دوسرے بھائی اسکی
ہوس کرینگے لیکن ہملوگون مین باہم اسکی تقسیم اس طور پر ہوئی ہو کہ فلان قطعہ زمین
عمرو کی ہے اور باقی موضع میرا ہے اور قطعہ مذکور کے بارہ مین میرا کچھ دعوے نہین
جسطرح میرے بعد باقی دیہہ علاوہ اُس قطعہ مذکور کے میری وارثو نکے تصرف مین رہیگا
اُسیطرح عمرو کے بعد قطعہ مذکور بھی اُسکے وارثو نکے تصرف مین رہیگا اُسکے بعد
مسمی زید فوت ہوا اور اپنا وارث مسمی خالد کو چھوڑا مسمی خالد نے ایک دستاویز
بنام عمرو کے اس مضمون کی لکھکر دی کہ میرے مورث زید نے اور مسمی عمرو نے فلان
سردار کی سرکار سے فلان دیہہ یعنی فلان موضع محنت ومشقت سے حاصل کیا اس سے
مصارف ذات وملازم ومخارج ومداخل شامل حال رہیگا اگرچہ مسمیان زید اور عمرو
مین طے پایا تھا کہ فلان قطعہ زمین عمرو کی ہے اور باقی دیہہ میرے مورث زید کا ہے اور
ایسا ہی وہ دونون سمجھتے رہی لیکن باہمی اتفاق کے سبب سے مغایرت کا حرف
درمیان مین نہ آیا انشاء اللہ اب بھی بدستور اُسی طرح باہمی معاملہ رہیگا اور مین مسمی عمرو
کی صلاح کی اتباع سے باہر نہین ہون فقط اس صورت مین کہ مسمی زید نے خود اقرار کیا کہ
مسمی عمرو کا استحقاق دیہہ انعامی مین ہے اور دیہہ مذکور کی تقسیم کی سند لکھکر دی اور
اُسکے وارث مسمی خالد نے بھی اسطرح لکھکر دیا کہ جسطرح مسمیان زید اور عمرو دیہہ مذکور کی
تقسیم آپسمین سمجھتے تھے اب بھی میری طرف سے اُسی طرح عمل مین آویگا تو اب اگر مسمی خالد
انکار کرے کہ قطعہ مذکور مسمی عمرو کو نہ دینگے اور ظاہر کرے کہ جو کچھ اس بارہ مین لکھا گیا
اُس سے یہ مقصود نہ تھا کہ اُسپر عمل بھی کیا جاوے بلکہ معاملہ واحد ہونے کی وجہ سے
لکھا گیا تھا تو خالد کا انکار شرعاً قابل سماعت ہے یا نہین اور مسمی عمرو کا دعوے قطعہ
مذکور کے بارے مین شرعاً اسوجہ سے ہوسکتا ہے یا نہین کہ مسمی زید اور مسمی خالد

Marfat.com

نے دستاویز مذکور لکھی تھی تو صورت مذکورہ مین جو روایت راجح ہو اور اُسپر فتوے ہو استفتا کے جواب مین مع نشان فتاوی کے تحریر فرمادین بینوا توجروا۔

جواب مسمی زید نے جو دستاویز لکھی تھی اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسمی زید نے خیال کیا کہ عمرو اُس خیرخواہی اور رفاقت اور محنت اور جانفشانی مین شریک تھا کہ اُسکی وجہ سے یہ انعام سردار سے ملا ہے اور اسوجہ سے زید نے عمرو کو اپنا شریک سمجھا یا شریک قرار دیا اور فلان قطعۂ زمین اُسکے واسطے معیّن کردیا اور باقی زمین اپنے واسطے رکھی تو یہ دستاویز اگر گواہون کی شہادت سے ثابت ہوجاوے تو بموجب اُس دستاویز کے شرعًا فلان قطعہ زمین عمرو کی قرار پائی یہ فقہ کی معتبر روایات سے ثابت ہے چنانچہ فتاوی قاعدی مین لکھا ہے قَالَ قَوْلُہٗ جَعَلْتُ ھٰذَا بِاسْمِ ابْنِیْ ھِبَۃٌ ھُوَ الصَّحِیْحُ وَذَکَرَہٗ فِیْ اَوَائِلِ الْھِبَۃِ مِنَ الْوَاقِعَاتِ انتہی یعنی اگر کوئی شخص کہے کہ یہ چیز اپنے لڑکے کے نام سے کردی تو یہ ہبہ ہوجاویگا اور یہی صحیح ہے یہ واقعات کے اوائل ہبہ مین مذکور ہے یہ فتاوی قاعدی کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہے مگر یہ ہبہ دو شرط سے ثابت ہوسکتا ہے اول یہ کہ یہ دستاویز معتبر گواہون کے بیان سے ثابت ہووے صرف خط اور مہر کا اعتبار نہین اسواسطے کہ جعل اور فریب ان دونون امر مین اکثر ہوتا ہے اور فصول عمادی مین لکھا ہے لَیْسَ لِلْقَاضِیْ اَنْ یَّقْضِیَ بِالصَّکِّ اِنَّمَا یَقْضِیْ بِالْحُجَّۃِ وَھِیَ الْبَیِّنَۃُ اَوِ الْاِقْرَارُ وَاَمَّا الصَّکُّ فَلَا یَصْلُحُ حُجَّۃً لِاَنَّ الْخَطَّ مِمَّا یُشْبِہُ وَیُفْتَعَلُ انتہی یعنی قاضی کے لیے جائز نہین کہ دستاویز قبالہ کے موافق حکم دیوے بلکہ چاہیے کہ شرعی حجت کے موافق حکم دیوے اور شرعی حجت گواہ یا اقرار ہے اور قبالہ حجت کے قابل نہین اسواسطے کہ ایک شخص کا خط کبھی دوسرے خط کے مشابہ ہوتا ہے اور خط مین جعل کیا جاتا ہے اور فتاوے کامل مین لکھا ہے لَا یَثْبُتُ بِمُجَرَّدِ الْخَطِّ شَیْءٌ لِاَنَّ الْخَطَّ یُشْبِہُ الْخَطَّ یعنی کوئی چیز صرف خط کی بنا پر ثابت نہین ہوسکتی ہے اسواسطے کہ خط مشابہ خط کے ہوتا ہے

Marfat.com

یہ فتاوے کامل کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہے اور دوسری شرط ہبہ ثابت ہونے کے
لیے یہ ہے کہ مسمی عمرو اُس قطعہ زمین پر بالاستقلال قابض اور متصرف رہا ہو بطور نائب
اور مختار کے قابض نہ رہا ہو چنانچہ شرح وقایہ مین لکھا ہے وَتَتِمُّ بِالْقَبْضِ الْكَامِلِ
أَيْ تَتِمُّ الْهِبَةُ بِالْقَبْضِ الْكَامِلِ الْمُمْكِنِ فِي الْمَوْهُوبِ لِلْمَوْهُوبِ لَهُ فَالْقَبْضُ
الْكَامِلُ فِي الْمَوْهُوبِ الْمَنْقُولِ مَا يُنَاسِبُهُ وَفِي الْعَقَارِ مَا يُنَاسِبُهُ فَقَبْضُ
مِفْتَاحِ الدَّارِ قَبْضٌ لَهَا وَالْقَبْضُ الْكَامِلُ فِيمَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ بِالْقِسْمَةِ حَتّٰى
يَقَعَ الْقَبْضُ عَلَى الْمَوْهُوبِ بِطَرِيقِ الْأَصَالَةِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَكُوْنَ الْقَبْضُ بِتَبَعِيَّةِ قَبْضِ
الْكُلِّ وَفِيمَا لَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ بِتَبَعِيَّةِ الْكُلِّ انتہی یعنی پورا ہوتا ہے ہبہ کامل طور پر قبضہ
ہونے سے یعنی ہبہ کامل ہوتا ہے اُسوقت کہ موہوب لہ کا کامل قبضہ شے موہوب پر
ثابت ہو جاوے تو جب مال منقولہ ہبہ کیا جاوے تو اُسپر کامل قبضہ ہونا اُسوقت متصور
ہوگا کہ اُسکے مناسب اُسپر کامل طور پر قبضہ ہو جاوے اور اگر مکان ہبہ کیا جاوے
تو اُسکے مناسب اُسپر قبضہ ہونا چاہیے تو جب مکان کی کنجی قبضہ مین آجاویگی تو اُسوقت
شرعاً متصور ہوگا کہ اُس مکان پر قبضہ ہو گیا اور جو چیز تقسیم کے قابل ہے جب وہ چیز
ہبہ کیجاوے تو اُسپر قبضہ اسطرح ہونا چاہیے کہ وہ تقسیم کردی جاوے تا موہوب لہ اپنی حصہ
پر مستقل طور پر اصالۃً قابض ہو جاوے اور ایسا نہو کہ صرف بہ تبعیت قبضہ کل کے
اپنے حصہ پر قابض ہو اور جو چیز تقسیم کرنے کے قابل نہین جب وہ ہبہ کیجاوے تو اُسپر بہ تبعیت
کل کے قبضہ ہونا کافی ہے یہ شرح وقایہ کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہے اور زید کے
وارث خالد نے کہ اپنے مورث کی دستاویز کے مطابق دستاویز لکھکر دی اُس سے
ثابت ہوتا ہے کہ خالد نے شراکت کا اقرار کیا اور شراکت کو تسلیم کیا لیکن قطعہ زمین
مذکورہ کی تعیین مین جو سمجھنے کا لفظ لکھا ہے اُس سے ظاہرا قبضہ کا اقرار ثابت
نہین ہوتا ہے تو خالد سے پوچھنا چاہیے اگر عمرو کے قبضہ سے انکار کرے تو عمرو کا

Marfat.com

قبضہ ثابت کرنا چاہیے اور اگر قبضہ ثابت نہووے تو تقسیم کرکے عمرو کا حصہ عمرو کو دیدینا چاہیے
اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ زید کا صرف ایک وارث خالد ہوا اور دوسرا کوئی وارث
نہوا اور اگر دوسرا وارث بھی ہو تو اُس سے بھی پوچھنا چاہیے کہ زید کی دستاویز کو وہ صحیح
تسلیم کرتا ہی یا نہین اگر تسلیم کرے تو عمرو کا مدعی ثابت ہوگا اور اگر انکار اور تکذیب کرے
تو اُس اصل کے مطابق عمل کیا جاویگا کہ ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے اور جب مدعی
کے پاس ثبوت نہو تو منکر کو قسم دیجاویگی اور اُسکی قسم کی بنا پر حکم دیا جاویگا ایسا ہی
اگر اور بھی زید کے وارث ہووین تو سب کے بارہ مین اسی طرح عمل کیا جاویگا اور
اگر زید کا وارث خالد اس معاملہ سے انکار کرے اور کہے کہ اس لکھنے سے یہ مقصود نہ تھا
کہ اسکے موافق عمل بھی کیا جاوے بلکہ صرف اس وجہ سے لکھا گیا کہ معاملہ واحد تھا تو
خالد سے پوچھنا چاہیے کہ یہ استہزا اور کھیل کے طور پر لکھا گیا تھا تو اگر خالد کہے کہ فی الواقع
اسی طور پر لکھا گیا تھا تو خالد کی تصدیق نہ کرنی چاہیے اور نہ اُسکا قول قابل سماعت
ہوگا چنانچہ درمختار مین کتاب الاقرار مین لکھا ہے اَمَّا لَوِ ادَّعَى الْاِسْتِهْزَاءَ
لَمْ يُصَدَّقْ یعنی اگر استہزا کا دعوے کرے تو اُس دعوے کی تصدیق نہ کیجاویگی اور
اگر خالد کہے کہ مین نے مصلحۃً یہ جھوٹ اقرار کیا تھا تو عمرو کو اُس پر قسم دینا چاہیے کہ خالد
نے جھوٹ اقرار نہ کیا تھا تو اگر عمرو اسپر قسم کھاوے تو اُسکے موافق حکم دینا چاہیے
اور یہ حکم امام ابو یوسفؒ کے مذہب کے موافق ہے اور اکثر معتبر کتابون مین اسی
قول پر فتوے ہوا اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس بارے مین یہ حکم ہو کہ خالد کی یہ بات
نسنی جاوے اور باعتبار دلیل کے یہی قول ارجح ہے چنانچہ شرح تنویر الابصار مین کہ
وہ شرح بھی تنویر الابصار کے مصنف کی ہے لکھا ہے اَقَرَّ ثُمَّ ادَّعَى الْمُقِرُّ اَنَّهٗ كَاذِبٌ
فِي الْاِقْرَارِ يُحَلَّفُ الْمُقَرُّ لَهٗ اَنَّ الْمُقِرَّ لَمْ يَكُنْ كَاذِبًا فِيْ اِقْرَارِهٖ هٰذَا عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ
وَبِهٖ يُفْتٰى كَمَا فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْمُعْتَبَرَاتِ وَعِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ لَا يُلْتَفَتُ اِلٰى قَوْلِهٖ انتہی

Marfat.com

یعنی کسی شخص نے کسی امر کا اقرار کیا پھر اسنے دعوی کیا کہ مین نے جھوٹا اقرار کیا تھا تو جسکے حق کے بارہ مین اقرار کیا تھا اسکو قسم دیجاویگی کہ وہ قسم کھاوے کہ مقر نے جھوٹا اقرار نہ کیا تھا یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہی اور اسی پر فتوی ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک حکم یہ ہی کہ اسکی بات نہ سنی جاویگی یہ شرح تنویر الابصار کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

تفسیر آیات وحدانیت

سوال وہ آیات تحریر فرماوین کہ انمین اللہ تعالی کی وحدانیت کا بیان ہی۔

جواب اللہ تعالی کی وحدانیت کے دو معنے ہین علماء ظاہر کے نزدیک وحدانیت کے معنی یہ ہین کہ یہ جاننا چاہیے کہ معبود صرف ایک ہے دوسرا کوئی معبود نہین اور حضرات صوفیہ کے نزدیک وحدانیت کے یہ معنی ہین کہ یہ جاننا چاہیے کہ موجود صرف ایک ہی دوسرا کوئی موجود نہین اور معلوم نہین کہ جناب کو کس وحدانیت کی تحقیق منظور ہی تعیین فرما کر تحریر فرماوین تا اسکے موافق جواب لکھا جاوے آیات قرآنی مین دونون وحدانیت کے ذکر مین بطور نمونہ دونون طرح کی چند آیات لکھی جاتی ہین آیات وحدانیت جسمین ارشاد ہوا ہے کہ ایک معبود جاننا چاہیے منجملہ ان آیات کے ایک آیت پارہ سیقول مین ہی وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ اور معبود تمہارا ایک معبود ہی نہیں کوئی دوسرا معبود سوا اسکے وہ بخشش کرنے والا مہربان ہی تحقیق کہ پیدا کیے جاتے ہین آسمان اور

Marfat.com

ین کے اور آنے جانے مین رات اور دن کے اور کشتیون مین کہ چلتی ہین دریا مین
تھو اس چیز کے کہ نفع دیتی ہی لوگونکو اور اسمین کہ نازل کیا اللہ نے آسمان سے پانی تو زندہ
یا زمین کو بعد اسکی موت کے یعنی آباد کیا زمین کو بعد اسکے غیر آباد ہونے کے اور منتشر
یا یعنی پھیلا دیا اسپر ہر طرح کا جانور اور ہوا اور بادلون کے چلانے مین کہ مسخر
ین درمیان آسمان اور زمین کے البتہ نشانیان ہین واسطے اُس قوم کے کہ عقلمند ہین
ور دوسری آیت پارہ تلک الرسل سورہ آل عمران مین ہے شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ
یعنی گواہی دی اللہ نے یہ کہ نہین ہی کوئی معبود سوا اُسکے اور گواہی دی فرشتون نے
ور صاحبان علم نے درانحالیکہ اللہ قائم ہی ساتھ انصاف کے نہین کوئی معبود سوا اُسکے
ور وہ غالب ہی حکمت والا اور تیسری آیت پارہ لن تنالوا البر مین ہے اِنَّ فِیْ خَلْقِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ
اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا
مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا یعنی تحقیق کہ پیدا کیے جانے مین آسمان اور زمین کے اور ایک کے بعد دیگرے آنے مین
رات اور دن کے البتہ نشانیان ہین واسطے عقلمندون کے وہ لوگ کہ یاد کرتے ہین اللہ کو کھڑے ہوا اور
بیٹھے اور لیٹے ہوئے اپنے پہلو پر اور فکر و غور کرتے ہین پیدا کیے جانے مین آسمانون اور
زمین کے اے پروردگار ہمارے نہین پیدا کیا تو نے یہ باطل اور چوتھی آیت پارہ
سبحان الذی مین ہی قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗ اٰلِهَةٌ كَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ
سَبِیْلًا یعنی اگر ہوتے ساتھ اللہ کے دوسرے معبود جیسا کفار کہتے ہین تو البتہ تلاش کرتے
وہ عرش کے مالک کی راہ یعنی اللہ سے وہ نزاع کرتے اور پانچوین آیت پارہ اقترب للناس
مین ہے لَوْ كَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا یعنی اگر ہوتے آسمان اور زمین مین
معبود سوا اللہ کے تو آسمان اور زمین فاسد ہو جاتے یعنی خراب ہو جاتے اور یہ حجتی

Marfat.com

آیت پارۂ قد افلح المومنون مین ہی مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا کَانَ مَعَہٗ مِنْ اِلٰہٍ
اِذًا لَّذَھَبَ کُلُّ اِلٰہٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ ط سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۞
عَالِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ فَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۞ یعنی نہین اختیار کیا اللہ نے ولد
یعنی لڑکا یا لڑکی اپنے واسطے اور نہین ہی اُسکے ساتھ کوئی معبود اور اُسوقت البتہ
لیجاتا ہر معبود جو چیز وہ پیدا کیے ہوتا اور ضرور حملہ کرتے بعض معبود بعض معبود پر
پاک ہی اللہ اُس سے کہ کفار بیان کرتے ہین جاننے والا ہی غیب اور حاضر کا پس برتر ہی
اُس سے کہ کفار اُسکا شریک گردانتے ہین اور آیات وحدانیت جس سے ثابت
ہوتا ہی کہ جاننا چاہیے کہ صرف ایک موجود ہی منجملہ اُن آیات کے ایک آیت پارۂ الم
مین ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۞ یعنی پس
جسطرف رُخ کرو وہین اللہ کا مُنھ ہی یعنی اُسکی ذات ہی تحقیق کہ اللہ صاحب وسعت
اور صاحب علم ہی اور دوسری آیت پارۂ قال الملأ مین ہے وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ
وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی یعنے اور تیر نہ چلایا آپ نے جب تیر چلایا لیکن اللہ تعالی نے تیر چلایا
اور تیسری آیت امن خلق السموات مین ہی کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ یعنے ہر چیز
ہلاک ہونے والی ہے اللہ کی ذات کے سوا اور چوتھی آیت پارۂ قد افلح المومنون مین ہے
اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ
زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ
زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ ط
یعنی اللہ نور ہے آسمانون کا اور زمین کا مثال اُسکے نور کی مانند طاق کے ہی کہ گویا
اُسمین چراغ ہی اور وہ چراغ شیشہ کی قندیل مین ہی اور شیشہ کی وہ قندیل ایسی ہی
کہ گویا وہ ستارہ ہی چمکتا ہوا روشن کیا جاتا ہے وہ چراغ زیتون کے مبارک درخت
سے کہ نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کیطرف ہے قریب ہے اُسکا تیل کہ روشن

Marfat.com

باوی اور اگرچہ اُسکے پاس آگ نہ پہونچے اور پانچوین آیت پارہ قال فما خطبکم
ن ہی كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ
ی جو زمین پر ہے سب فانی ہی اور باقی رہیگی آپ کے پروردگار کی ذات کہ صاحب
ت ہی اور صاحب اکرام ہی اور چھٹی آیت پارہ الیہ یرد مین ہی سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا
الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ
شَهِیْدٌ اَلَآ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ یعنی جلد دکھلاوینگے
کفار کو اپنی نشانیان ملکون مین اور اُنکی ذاتون مین حتی کہ ظاہر ہوجاویگا اُنپر کہ یہ حق
ہے کیا کافی نہین آپ کے پروردگار کو یہ کہ وہ ہر چیز کے پاس حاضر ہے آگاہ رہیے
وہ شک مین ہین اپنے پروردگار سے ملنے مین آگاہ ہوجائے کہ تحقیق اللہ ہر چیز پر محیط
اور ساتوین آیت پارہ قال فما خطبکم مین ہے هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ
ی وہی اللہ اول ہی اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہی اور آٹھوین آیت پارہ
ور سورہ واقعہ مین ہے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ یعنی
ہم بہت نزدیک ہین تمھاری جان کے تم سے لیکن تم نہین دیکھتے ہو اور نوین آیت بھی
ہ مذکور مین ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ یعنے اور اللہ تمھارے ساتھ ہی جہان تم ہو
ر دسوین آیت پارہ حم سورہ قاف مین ہی وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ
نے اور ہم انسان کے بہت نزدیک ہین جان کی رگ سے اور گیارھوین آیت بھی پارہ
کور مین ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ
ی تحقیق وہ لوگ کہ بیعت کرتے ہین آپ سے سوا اسکے دوسرا امر نہین کہ بیعت کرتے
ین اللہ سے اللہ کا ہاتھ اُنکے ہاتھون پر ہی اور بارھوین آیت پارہ ومالی لا اعبد الذی
ن ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ یعنی کفار نے کہا کہ کیا
مبر صلی اللہ علیہ وسلم نے سب معبودون کو ایک کر دیا تحقیق کہ یہ ایک عجیب چیز ہے اور

Marfat.com

تیرھوین آیت پارہ قد سمع اللہ مین ہو مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا
یعنی اور نہین ہوتا ہے مشورہ تین شخصون مین مگر چوتھا اللہ تعالے رہتا ہے اور نہ مشورہ ہوتا ہے پانچ شخصون مین مگر وہ چھٹا رہتا ہے اور خواہ کم لوگ ہون یا زیادہ لوگ ہون اللہ اُنکے ساتھ ضرور رہتا ہے جہان وہ رہین۔

سورۂ انعام

سوال اللہ تعالے کا کلام پاک ہو قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ یعنی کہدیجیے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ نہین پاتا ہون اُسمین کہ وحی نازل کی گئی ہے ہماری طرف کہ حرام کیا گیا ہو کسی کھانے والے پر کہ کھاوے اُسکو مگر البتہ یہ حرام ہے کہ مردار ہو یا جاری خون ہو یا سور کا گوشت ہو اسواسطے کہ یہ ناپاک ہی یا ازروے فسق کے کسی جانور پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو یعنے ایسا جانور بھی حرام ہے اور اس آیت کی تفسیر مین لکھا ہے کہ مراد حصر اضافی ہی بہ نسبت خانگی چارپایون کے کہ اُنکی آٹھ قسم مذکورہ ہین اور کتا اور شیر وغیرہ بھی اگرچہ حرام ہے مگر یہ خانگی چارپایون سے نہین اور لوگون کو اس سے بحث نہ تھی تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ خنزیر بھی بہیمۃ الانعام یعنی خانگی چارپایون مین داخل ہے ورنہ استثنا صحیح نہ ہوگا۔

جواب خنزیر کے بارہ مین اس امر مین اختلاف ہے کہ بہیمۃ الانعام یعنی خانگی چارپایون مین داخل ہے یا نہین تو بعض مفسرین کے نزدیک خانگی چارپایو نمین داخل ہے اسواسطے کہ بہیمہ لغت مین اُسکو کہتے ہین کہ وہ مبہم ہو تو یہ امر ہر حیوان مین پایا جاتا ہے لیکن عرف مین صرف چارپایہ کو کہتے ہین اور انعام یا ماخوذ ہے نعمت سے کہ ساتھ کسرۂ نون کے ہے اور انعام خانگی چارپایہ کو کہتے ہین کہ اُسکو

س غرض سے پالتے ہین کہ اسکا دودھ مصرف مین آوے اور اسکا بچہ ہووے
ور اسکا بال کام مین آوے اور اسکا گوشت کھایا جاوے اور اسکے غیر سے
ائدہ ہووے اور اسوجہ سے ان جانورون کو انعام کہتے ہین کہ انکے ذریعہ سے زیادہ
ت حاصل ہوتی ہے اور انعام یا ماخوذ ہے نعمت سے کہ ساتھ فتحہ نون کے ہی اور
نعمة کے معنی مین ہی کہ اسکے معنی نرمی بدن کے ہین تو اس معنی کے لحاظ سے اسوجہ
سے ان چارپایون کو انعام کہتے ہین کہ انکے بدن مین نرمی ہوتی ہی بخلاف وحشی
چارپایون کے کہ انکے بدن مین خانگی چارپایون کے مانند نرمی نہین ہوتی ہی اور
ہرحال یہ دونون وجہ خانگی خنزیر مین پائی جاتی ہین اور بعضے علما کے نزدیک خانگی
چارپایون مین خنزیر داخل نہین اسواسطے کہ عرف مین اسکو خانگی چارپایہ نہین کہتے
ہین لیکن یہ بہیمة الانعام یعنی خانگی چارپایون مین تغلیباً داخل ہے اس واسطے کہ
نصارے وغیرہ بعض قوم خانگی چارپایون کی طرح خنزیر بھی پالتے ہین اور اسکے گوشت
ور چمڑے سے اور اسکے بال اور دودھ سے فائدہ اٹھاتے ہین چنانچہ یہ امر ہمارے
یار کے دیہاتون مین دیکھا جاتا ہے جیسے ابلیس ملائکہ سے نہ تھا بلکہ اصح قول یہ ہی
جن سے تھا لیکن ملائکہ سے تغلیباً شمار کیا گیا اسواسطے ملائکہ کو جو خطاب ہوا کہ حضرت
دم علیہ السلام کو سجدہ کرین تو اس خطاب مین یہ بھی داخل تھا اور بطریق استثنار
متصل کے ملائکہ سے مستثنے کیا گیا اسواسطے کہ وہ بھی ملائکہ مین شامل تھا اور تسبیح
ور عبادت اور تقدیس مین انکے ساتھ شریک تھا واللہ اعلم۔

سورہ مائدہ

سوال قرآن شریف مین ہے اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ
الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ یعنی سوا اسکے دوسرا امر نہین کہ اے
مومنین دوست تمھارا اللہ ہے اور اسکا رسول ہے اور وہ لوگ ہین کہ ایمان لائے
اور وہ لوگ ایسے ہین کہ نماز کو قائم کرتے ہین اور زکوۃ دیتے ہین اور وہ رکوع کرنیوالے

Marfat.com

ہین اس آیت کی تفسیر مین لکھا ہی کہ انگوٹھی بخشش کرنے کی روایت تنہا ثعلبی نے
کی ہی حالانکہ امامیہ مذہب کی کتابون مین لکھا ہی کہ حمید طویل اور سعید بن جبیر وغیرہ
بعض علماء اہل سُنت نے بھی یہ روایت کی ہی۔

جواب صاحب من تحفہ اثنا عشریہ مین جو لکھا ہی کہ تنہا ثعلبی نے یہ روایت کی ہی
تو اُسکا مطلب یہ ہی کہ منجملہ مفسرین محدثین کے مثلاً منجملہ بخاری اور ترمذی اور ابن
جریر اور ابن ابی حاتم وغیرہ کی کسی نے نہین کہا ہی کہ یہ آیت خاص حضرت علی کرم اللہ
وجہہ کی شان مین ہی اور نہ یہ کہا ہے کہ انگوٹھی بخشش کرنے کے واقعہ سے معلوم ہوتا
ہی کہ یہ آیت عام نہین بلکہ خاص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان مین ہی مگر ثعلبی اور
دوسرون نے کہا ہی کہ یہ آیت خاص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان مین ہے
اور یہ قصہ بعضے دوسرون نے بھی روایت کیا ہے چنانچہ طبرانی نے سند مجہول سے
روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رکوع کی حالت مین کسی سائل کو
انگوٹھی بخشش فرمائی تھی اور اس آیت مین اس قصہ کی طرف اشارہ ہی اور
یہ مراد نہین کہ یہ آیت صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق مین ہی اور نہ یہ مراد ہی
کہ اس قصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت خاص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان
مین ہی اور اہل سُنت کی کتابون سے کسی کتاب مین مذکور نہین کہ یہ روایت
حمید طویل کی ہی اور ایسا ہی سعید بن جبیر نے بھی یہ قصہ نقل نہ کیا ہے البتہ علی بن
طلحہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس سے یہ قصہ روایت کیا ہی لیکن جو لوگ اس اسناد
مین علی بن طلحہ سے اسطرف ہین اُنکا حال معلوم نہین اور اس امر کی تفصیل یہ ہی
کہ سعید بن جبیر اور حمید طویل اُس طبقہ سے نہین کہ خود کوئی کتاب تصنیف کی ہو یا
کوئی تفسیر تالیف کی ہو تا اُنکی روایات منضبط ہون اور صحت و سُقم اُنکا معلوم
کیا جاوے بلکہ طبقہ مؤخرین مین مثلاً بخاری اور ترمذی اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم

Marfat.com

ابن مردویہ وغیرہ نے تفاسیر تالیف کی ہین اور آیات کے متعلق روایات جمع کی
ین اور اُن روایات کی ترتیب دی ہے اور ثعلبی بھی اسی جماعت متاخرین سے ہین بلکہ اُن
ب لوگون سے متاخر ہین اور متقدمین نے اِس آیت کی تخصیص حضرت علی کرم اللہ وجہہ
ساتھ نہ کی ہے صرف ثعلبی نے یہ روایت کی ہے تو وہ قابل اعتبار نہین اور اگرچہ ثعلبی
اِس تفسیر کی نسبت حضرات ابوذر اور ابن عباس اور ابورافع وغیرہ کی طرف کی ہے
ین اُسکی سند ان بزرگان کے ساتھ قابل اعتبار نہین تو دار و مدار اِس تفسیر کا ثعلبی اور کلبی
سدی اور اِن لوگون پر ہے جو انکے مانند ہین اور تحفۂ اثنا عشریہ مین اس مقام مین
ھا ہے کہ صرف ثعلبی نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو حالت رکوع
ین انگوٹھی سائل کو بطور صدقہ کے دی تھی اسی بارہ مین یہ آیت خاص حضرت
ی کرم اللہ وجہہ کے حق مین نازل ہوئی اور محدثین اہل سنت ثعلبی کو اور اُسکی
وایت کو ایک جو کے برابر بھی نہین سمجھتے ہین تو معلوم ہوا کہ اگرچہ ثعلبی نے یہ تفسیر
قدمین سے روایت کی ہے لیکن اُسکی روایت معتبر نہین اور تفسیر کبیر مین اِس آیت
تفسیر مین مرقوم ہے اَکْثَرُ الْمُفَسِّرِیْنَ عَلٰی اَنَّھَا نَزَلَتْ فِیْ حَقِّ عَامَّۃِ الْمُؤْمِنِیْنَ
عنی اکثر مفسرین کے نزدیک ثابت ہے کہ یہ آیت عام طور پر سب مومنین کے حق
ن نازل ہوئی ہے۔

سوال یہ جو آیت ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ الخ تو باعتبار اعراب
ے وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ مبتدا ہے اور اُسکے بعد مبتدا کی خبرین ہین اور یہ آیت صحابہ کی مدح
ین نازل ہوئی اور بعضے مفسرین نے لکھا ہے کہ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ حضرت ابوبکر رضی اللہ
نہ کے حق مین ہے اور اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق مین ہے
ور رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق مین ہے اور تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا
ضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق مین ہے اور باعتبار علم اعراب کے یہ معنی مخدوش ہین

Marfat.com

چنانچہ بعضے مخالفین نے اس تفسیر پر طعن کی ہے اور یہ جو آیات قرآن شریف مین ہین یعنی
وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۚ وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ
کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا ھُمْ یَغْفِرُوْنَ ۚ وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّھِمْ وَاَقَامُوا
الصَّلٰوۃَ وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۚ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَھُمُ الْبَغْیُ
ھُمْ یَنْتَصِرُوْنَ ۝ وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ
اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِہٖ فَاُولٰٓئِکَ مَا عَلَیْھِمْ مِّنْ
سَبِیْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ
اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

یعنی اور جو کچھ اللہ تعالےٰ کے نزدیک ہی بہت بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہی
اُن لوگون کے واسطے کہ ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے مین اور وہ بچتے
ہین بڑی گناہون سے اور بیحیائیون سے اور جب غصہ ہوتے ہین تو بخشدیتے ہین اور
اُنھون نے قبول کیا حکم اپنے رب کا اور نماز قائم کی اور اُنکا کام باہم مشورہ کرنا ہے
اور اُس چیز سے کہ دی ہی ہمنے اُنکو خرچ کرتے ہین اور اُنپر جب کفار سے کوئی حملہ کرتا ہے
تو اُسکا بدلہ لیتے ہین اور بدلہ بُرائی کا بُرائی ہے پس جس شخص نے معاف کیا اور صلح
کی تو اُسکا ثواب اللہ تعالےٰ کے نزدیک ثابت ہوا تحقیق کہ اللہ تعالےٰ نہین دوست
رکھتا ہی ظالمون کو اور البتہ جن لوگون نے بدلہ لیا اپنے مظلوم ہونے کے بعد تو اُن
لوگون پر ملامت کرنے کی راہ نہین سوا اسکے دوسرا امر نہین کہ ملامت کرنے کی سبیل
صرف اُن لوگون کے حق مین ہی کہ لوگون پر ظلم کرتے ہین اور ناحق زمین پر سرکشی
کرتے ہین اُنکے واسطے درد دینے والا عذاب ہے اور البتہ جسنے صبر کیا اور بخشدیا تو
تحقیق کہ یہ ہمت کے کامون سے ہے یہ ترجمہ آیات مذکورہ کا ہی ان آیات کی بارے مین
مہدی نے فواتح مین اور عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید مین لکھا ہے کہ یہ آیات

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں یا حضرت امام زین العابدینؒ کے حق میں نازل ہیں اور یہ آیات ان دونوں حضرات سے ہر ایک کے حق میں زیادہ موافق ہیں اور نہایت مناسب ہیں اور اعراب کے اعتبار سے بھی یہ مضمون درست ہوتا ہے۔

جواب حضرت ابن عباسؓ اور مجاہد وغیرہ سے روایت ہے کہ آیت وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ میں خلفاء اربعہ سے ہر ایک خلیفہ کی ایک ایک صفت مذکور ہے اور اس سے زیادہ عجیب تفسیر ان آیات کی ہے یعنی اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ سے اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ تک ان آیات کی تفسیر بعضے تابعین سے منقول ہے کہ ہر جملہ کو حضرت صدیقؓ سے حضرت امام زین العابدینؒ تک اس سلسلہ میں جو حضرات ہوئے ہیں ان پر منطبق کیا ہے اور اس تفسیر پر مخالفین نہایت طعن کرتے ہیں اور اپنے خیال کے لوگوں کو بھی حیرت ہوتی ہے لیکن تحقیق اس تفسیر کی یہ ہے کہ ان بزرگان کی یہ غرض نہیں کہ ہر کلمہ جداگانہ ان حضرات سے ہر ایک کی طرف اشارہ ہے کہ عربیت کے موافق اس میں فساد لازم آتا ہے بلکہ یہ بزرگان جانتے ہیں کہ مجموعہ ان صفات کا ان سب حضرات پر منطبق ہے البتہ تطبیق صفات میں ہر ایک بزرگ میں جو صفت باعتبار انکے حال و مقال کے غالب تھی وہ اُن پر منطبق کرنا چاہیے مثلاً کوئی شخص کہے کہ سات آسمان میں قمر اور عطارد اور زہرہ اور شمس اور مریخ اور مشتری اور زحل ہے تو جو شخص اس سے واقف ہے وہ سمجھے گا کہ قمر پہلے آسمان میں ہے اور عطارد دوسرے آسمان میں ہے اور زہرہ تیسرے آسمان میں ہے اور شمس چوتھے آسمان میں ہے اور مریخ پانچویں آسمان میں ہے اور مشتری چھٹے آسمان میں ہے اور زحل ساتویں آسمان میں ہے یا مثلاً کوئی شخص کہے کہ عناصر اربعہ میں کیفیات اربعہ ہیں یعنی حرارت اور یبوست اور برودت اور رطوبت تو فن طبیعی کا عالم اپنے علم کے موافق معلوم

Marfat.com

کریگا کہ فلان عنصر مین فلان کیفیت ہی اور ظاہر ہی ایسا کلام عرف مین رائج ہی اور
لغت کے قاعدی کے خلاف نہین البتہ ایسے محل مین صرف لغوی معنی کافی نہین کہ
اُس سے یہ ترتیب مفہوم ہووی بلکہ قرینہ اور اپنے علم کو اسمین دخل ہی اور عربیت
کے قاعدی کے خلاف ہونا اُسوقت لازم آتاہے کہ ہر کلمہ کو دوسرے کلمہ سے جدا
کہین تو اُس صورت مین الفاظ قرآنی کا حمل اُسکے معنے پر ہوگا بلکہ دوسرے معنے
پر ہوگا جیسا شیعہ اپنی تفاسیر مین کرتے ہین اور بلا دلالت لغویہ کے صرف اپنے وہم سے
الفاظ قرآنی کو پنجتن پاک اور ایمہ اثنا عشر پر حمل کرتے ہین اور اس مقام مین یقیناً
معلوم ہی کہ صحابہ کبار کی یہ سب صفات بلا شبہہ ہین اور باوجود اسکے ہر صفت اشارہ
اُس صحابی کی طرف ہی کہ وہ اُسمین غالب ہی اور علماء مخالفین کہ اپنی تفاسیر واہیہ
سے چشم پوشی کرتے ہین اور اس تفسیر وغیرہ مین طعن کرتے ہین منجملہ اُن علما کے ایک
عالم سے فقیر کو گفتگو کا اتفاق ہوا مین نے کہا کہ تمھاری تفاسیر مین مرقوم ہی کہ یہ جو آیت
ہی وَمِنْ رَحْمَتِہٖ جَعَلَ لَکُمُ اللَّیْلَ وَالنَّہَارَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ
تَشْکُرُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے رات اور دن بنایا تا اُسمین تم آرام کرو اور تلاش
کرو اُسکا فضل یعنی روزی اور تا شکر کرو تو اس آیت مین لف و نشر مرتب ہی تو کہو
کہ کسطرح عربیت کے قاعدی کے موافق ہوتاہے کہ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ منطبق رات پر ہے
اور لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ دن پر منطبق ہی اور لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ دونون پر منطبق ہی اور جو کچھ تم
یہان کہوگے کہ فعل کی استعانت سے یا کسی دوسری امر سے یہ معنی منطبق ہوتی ہین تو
وہی جواب ہمارا بھی ان آیات کے بارے مین ہوگا اور ایسی ہی جو یہ آیت ہی وَقَالُوْا
لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّۃَ تو اس آیت مین کون دلیل لفظی ہی کہ اُس سے مفہوم ہوتا ہی مَنْ
کَانَ ھُوْدًا یہود کا قول ہی اور مَنْ کَانَ نَصَارٰی نصاری کا قول ہی اور ایسی ہی یہ آیت بھی
ہے وَقَالُوْا کُوْنُوْا ھُوْدًا اَوْ نَصَارٰی اور فردوسی کے شعر مین بھی یہ مضمون ہے

Marfat.com

[ا]ور فردوسی شعراء زمانہ مین کمال بلاغت کیساتھ موصوف ہی اور فردوسی کا
[ش]عر کمال حسن مین مشہور و معروف ہی بیت بروز نبرد آن یل زورمند بہ شمشیر و
[خنجر و ب]گرز و کمند ببرید و درید و شکست و ببست بیلان را سر و سینہ و پا و دست یعنی
[ا]نی لڑائی کے دن اُس پہلوان زورمند نے تلوار اور خنجر اور گرز و کمند سے کاٹا اور
[چا]ک کیا اور توڑا اور باندھا پہلوانون کا سر اور سینہ اور پاؤن اور ہاتھ تو کسطرح تعیین
[کی ج]اتی ہی کہ تلوار سے سر کاٹا اور خنجر سے سینہ چاک کیا اور گرز سے پاؤن توڑا اور کمند
[س]ے ہاتھ باندھا تو جب تک عقل کو دخل نہ دیوین یہ معنی کسطرح کہہ سکتے ہین تو وہ عالم تحیر
[ا]ور سکوت کے سوا کچھ جواب نہ دیا حالانکہ اس مثال مین ہر چیز کی خصوصیت اپنے
[منا]سب کے ساتھ حقیقۃً خصوصیت ہی یعنی اس معنی کے اعتبار سے وہ خصوصیت اُس
[چیز] کی خصوصیت ہونا ثابت ہی کہ جسمین وہ خصوصیت پائی جاتی ہی اسواسطے کہ اسکے
[س]وا دوسرے مین وہ خصوصیت پائی نہین جاتی ہی اور آیات مذکورہ مین اسطرح کی
[خص]وصیت کا کوئی دعوے نہین کرتا ہے بلکہ ہم سب صفات کو سب حضرات مین بلا اشتراک
[جا]نتے ہین البتہ بعض صفت بعض بزرگ مین غالب ہی اسوجہ سے سمجھتے ہین کہ وہ
[ص]فت اُن بزرگ کی طرف اشارہ ہے اور ظاہر ہے کہ صرف اشتراک یادہ بعید
[قی]اس سے نہین۔

[ح]ضرت عمار کے قاتل کا بیان حضرت عمار کا قاتل بلاشبہ اہل بدر
[س]ے نہ تھا بلکہ محققین کے نزدیک ثابت ہی کہ اہل بیعت رضوان سے بھی نہ تھا البتہ
[صح]ابہ صغار سے تھا اور اُسکا نام استیعاب مین مذکور ہے تفسیر آیہ انا لننصر
[تف]سیر مین اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
[و]یَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ یعنی تحقیق کہ ہم مدد کرتے ہین اپنے پیغمبرون کی اور مومنین کی دنیا کی
[ز]ندگی مین اور مدد کرینگے اُن لوگون کی اُس دن کہ گواہ قائم ہونگے یعنی دنیا کی زندگی

سورۃ المؤمن

ہین اسطرح مدد کرتے ہین کہ انکے دشمنون کو یعنی کافرونکو ہلاک کرتی ہین اگرچہ بعضے پیغمبر اور مومنین شہید ہوے ہین جیسا حضرت زکریا علیہ السلام اور یحیی علیہ السلام کے حق مین وقوع مین آیا اسواسطے کہ اللہ تعالی نے ان حضرات کی شہید ہونے کے بعد بنی اسرائیل سے انتقام لیا حتی کہ بنی اسرائیل سے ستر ہزار آدمی قتل کیے اور یہ امر اسطرح ثابت ہوتا ہے کہ کسی طرح کی مدد کرنا اسطرح ہوتا ہے کہ اُسکے دشمن ہلاک کیے جاوین اور اُسکا کلمہ یعنی اُسکا دعوے ظاہر اور ثابت کیا جاوے اور اس مدد کی منافی نہین کہ خود وہ شخص قتل کیا جاوے یا بعض وقت زخمی کیا جاوے یا مغلوب ہو جاوے جیسا کہا جاتا ہے کہ فلان بادشاہ منصور ہے یعنی اُسکو غلبہ دیا گیا ہے اگرچہ اتفاقاً وہ کسی لڑائی مین قتل کیا جاوے یا مجروح ہووے اسواسطے کہ ایسی صورتون مین انجام پر نظر کیجاتی ہے کہ انجام یہ ہوا کہ فلان شخص کا غلبہ اور اُسکا وہ قول غالب ہوا کہ اُسنے اُسکا دعوے اپنے گروہ مین کیا تھا اور مو یعقوب اسفرائینیؒ نے اس آیت کی تفسیر مین ایک رسالہ تالیف کیا ہے اور یہ اشکال دفع کیا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ بعضے انبیا شہید ہوے اور بعضے انبیا زخمی ہو اور اُنکو تکلیف پہونچی تو بعض مقام مین یہ اشکال اسطرح دفع کیا ہے کہ کہا ہے نبی بہ نسبت رسول کے عام ہے اور اس آیت مین خاص رسول کو مدد دینے کا ذ ہے اور باقی انبیاء کی مدد کرنے کا ذکر نہین اور اس توجیہ پر نقض ہوتا ہے کہ اُحد واقعہ کیون وقوع مین آیا کہ وہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح نہوئی حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب رسولون مین سردار ہین اور افضل ہین اور بعض مین یہ اشکال اسطرح دفع کیا ہے کہ اہل عربیت سے نقل کی ہے اور اس توجیہ پر فخر کی اور وہ توجیہ یہ ہے کہ جب فی کا لفظ ظاہر ہوتا ہے تو اس سے استیعاب زمانی کی نفی مفہو ہوتی ہے اور جب لفظ فی کا مقدر رہتا ہے تو اُس سے استیعاب مفہوم ہوتا ہے

کی تائید مین فقہ کا یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اَنْتِ
طالِقٌ فِی غَدٍ یعنی تجکو کل کے دن مین طلاق ہی تو طلاق اُسوقت واقع ہوگی کہ جب
کل کا دن گذر جاوے بخلاف اُس صورت کے کہ اُسنے کہا کہ اَنْتِ طَالِقٌ غَدًا یعنی
تجکو کل طلاق ہے تو اس صورت مین اُس کل کے دن بمجرد صبح ہونے کے طلاق
ہو جاویگی اسواسطے کہ اَنْتِ طَالِقٌ فِی غَدٍ کے معنے یہ ہین کہ تجکو طلاق ہوگی کل کے
دن کے کسی جزء مین تو طلاق نہوگی مگر اُسوقت کہ اُسدن کے سب اجزاء گذر جاوین
اور اَنْتِ طَالِقٌ غَدًا کے معنی یہ ہین کہ تو کل کی تمام دن مین مطلقہ ہوئی اور یہ اُسی صورت
مین ہو سکتا ہی کہ اُس دن کے پہلے جزء مین طلاق واقع ہو جاوے اور یہ فرق
صحیح ہی لیکن اس آیت کی تفسیر مین اسکی ضرورت نہین اسواسطے کہ تقریر مندرجہ بالا
مین مذکور ہی کہ کسی کی مدد کرنے کے یہ معنی ہین کہ اُسکے دشمن ہلاک کیے جاوین
اور اُسکا دعوے غالب کیا جاوے اور اس توجیہ پر کوئی نقض نہین ہوتا ہی نہ کسی
رسول اور نہ کسی نبی کی حیات مین یا وفات کے بعد کے واقعہ مین کوئی نقض لازم
آتا ہی چنانچہ انشاء اللہ تعالے سورۂ زخرف مین آویگا فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ
مُنْتَقِمُوْنَ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ یعنی اللہ تعالی فرماتا ہی
کہ پس یا لیجاوینگے ہم آپ کو تو ہم اُنسے انتقام لینے والے ہین یا دکھلاوینگے ہم آپ کو
جو اُن لوگون سے ہمنے وعدہ کیا ہے پس تحقیق کہ ہم اُن لوگون پر قادر ہین یہ آیت
مذکورہ کا ترجمہ ہی اور بعض مقام مین یہ اشکال اسطرح دفع کیا ہی کہ کہا ہی کہ اس آیت
مین جو مذکور ہے کہ دنیا مین اپنے پیغمبرون کی ہم مدد کرتے ہین تو اس سے مراد یہ ہی کہ
دنیا مین اُنکے دعوے دلیل قائم کر دیتے ہین اور یہ مراد نہین کہ اُس امر مین مدد کرتے
ہین کہ تلوار اور نیزہ مین وہ غالب رہین اسواسطے کہ ظاہر ہے کہ یہ معنے قیاس سے
بعید ہین۔

Marfat.com

تفسیر قولہ تعالیٰ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الآیۃ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مقدر فرمایا ہے موت اور مصیبت سے وہ سب ضرور ہونے والا ہے تو اُس سے محفوظ رہنے کی تدبیر کرنے مین کچھ فائدہ نہین اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اصل علاج ان امراض نفسانیہ کا یہ ہے کہ تقدیر پر کامل یقین رکھے تا یہ کوشش کم ہو جاوے کہ دنیاوی اسباب کے ذریعہ سے نفع حاصل کیا جاوے اور تدبیر کے ذریعہ سے نقصان دور کیا جاوے اور تا دل مین صرف اللہ کا خوف ہووے تو یہ خیال کرنے سے بد دل کو شجاعت حاصل ہو گی اور بخیل کو جوانمردی کی توفیق ہو گی اور خسیس خصلت دفع ہو گی اور عمدہ خصلت حاصل ہو گی اور دنیاوی اسباب پر نظر نہو گی اور خیر و شر جو وقوع مین آویگا اُسکے بارے مین تیقن ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جسکے دل مین نور یقین غالب نہین تو اُسکا دل شک اور شبہہ کے وارد ہونے کی جگہ ہے اور خلق سے شکایت کرنے کا دروازہ اُسکے لیے کھلا ہے تو جب اُسکی بہتری ہو گی مثلاً فتح حاصل ہو گی اور غنیمت کا مال ملیگا تو کہیگا کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے جیسا غزوہ بدر مین وقوع مین آیا اور جب اُسکی شکست ہو گی تو کہیگا کہ یہ اسوجہ سے ہوا ہے کہ امیر کی تدبیر مناسب نہوئی کہ اس واقعہ مین جو امر بہتر تھا وہ نہ کیا جیسا غزوہ اُحد اور غزوہ احزاب مین ظہور مین آیا کہ منافقین کہتے تھے کہ ہر غزوہ مین معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تدبیر مین خطا ہوتی ہے چنانچہ غزوہ بدر مین کہتے تھے کہ نامناسب تدبیر ہوتی ہے کہ اس طرف کے لوگ کم ہین اور اس حالت مین مقابلہ کیا جاتا ہے اور جب فتح حاصل ہوئی تو کہنے لگے کہ یہ فتح نادر طور پر حسن اتفاق سے ہو گئی ہے اور ایسی ہی جنگ اُحد مین بھی منافقین کی راے نہ تھی کہ مدینہ منورہ سے نکلین بلکہ اُنکی راے تھی کہ مدینہ منورہ مین رہین تا دشمنون سے محفوظ رہین تو جب شکست ہوئی تو کہنے لگے کہ ہم لوگون کے نزدیک جو

سورۂ نساء آیۃ ترجمہ اور اگر کفار کو کچھ بھلائی ہوتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے ۱۲

ے بجز تھی اُسکے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور معاذ اللہ اسی وجہ
و شکست ہوئی اور منافقین غزوۂ احزاب مین بھی کہتے تھے کہ ہم لوگ یہود اور قریش اور
ی اسد اور غطفان کے قبیلے کے ساتھ ایک ہی مرتبہ کسطرح مقابلہ کرینگے اسواسطے کہ وہ لوگ
بعضے بعضے سے مدد لیتے ہین اور وہ لوگ مجتمع ہوکر ہم لوگونکے ساتھ لڑائی کرینگے تو ہم لوگونکو
ت ہوگی پھر اُسمین بھی آخر مین وہ لوگ ایسا ہی کہنے لگے کہ شکست نامناسب تدبیر
ی وجہ سے ہوئی ہی اور ایسا خیال صرف اسوجہ سے ہوتا ہی کہ کامل یقین نہین ہوتا ہے
قادر مطلق اللہ تعالی ہے اور دنیاوی اسباب کی طرف میلان رہتا ہی اور اللہ جل شانہ
قدرت کی جانب توجہ نہین ہوتی ہی کہ جو چاہتا ہی وہ کرتا ہے اور اصل یہ ہے کہ خیر
ور شر اور فتح اور شکست یہ سب اللہ تعالی کی طرف سے ہی وہ نہایت قادر ہے جو
چاہتا ہی کرتا ہے اور انبیاکے کلام سے جو ثابت ہی کہ خیر کی نسبت اللہ تعالی کی طرف
ہو اور شر کی نسبت بندہ کی طرف ہی تو یہ بھی صحیح ہے اس اعتبار پر کہ بندہ کے نیک
مل اور بد عمل کی وجہ سے اُسکے حق مین کوئی امر ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا
ہے قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَن مَّعَكَ قَالَ طَائِرُكُمْ عِندَ اللّٰهِ یعنی قوم ثمود
نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ منحوس پایا ہمنے تمکو اور اُن لوگون کو کہ تمھارے ساتھ
ہین تو حضرت صالح علیہ السلام نے کہا کہ تمھاری نحوست اللہ کے نزدیک ہی اور اللہ تعالی
نے فرمایا ہے اَلَا اِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِندَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ
یعنے آگاہ رہیے کہ قوم فرعون کی نحوست اللہ کے نزدیک ہی لیکن اُنمین سے اکثر نہین
جانتے ہین اور اصل یہ ہی کہ صرف اللہ تعالی کے فضل سے بندہ کو نعمت ملتی ہی اسواسطے
کہ اگرچہ کسی قدر زیادہ طاعت کیجاوی تب بھی وہ صرف وجود کی نعمت کے صلے کیلیے
کافی نہین ہو سکتی ہے تو پھر اور سب زیادہ نعمتونکے صلے کے لیے وہ کسطرح کافی سمجھی جاوے
اور جو مصیبت ظہور مین آئی وہ سب عوام بندون کی شامت اعمال کی وجہ سے ہوئی

سورۃ الاعراف سورۃ النمل

Marfat.com

معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تدبیر نامناسب نہ تھی اور علاوہ اسکے یہ امر بھی ہے
کہ رسول کوئی بادشاہ یا امیر نہیں کہ وہ ذمہ دار تدبیر کا ہووے بلکہ رسول کے ذمہ صرف
یہ ہی کہ اللہ تعالے کے احکام کی تبلیغ کرے کہ ہر واقعہ مین حکم الٰہی یہ ہو بجا لاوے تو
معاذ اللہ اگر رسول کی خطا ثابت ہووے تو اللہ کی خطا ثابت ہوگی اور اللہ تعالی قائم
ہی اور حاضر و ناظر ہے رسول کی حفاظت کرتا ہے اور مدد کرتا ہی اور جب یہ امر ثابت
ہے تو ظاہر ہے کہ اطاعت رسول کی امرا اور ملوک کی اطاعت کی طرح نہیں اسواسطے
کہ ملوک اور امرا کی اطاعت صرف باعتبار مصلحت کے ضرور ہے اور اللہ اور رسول
کی اطاعت بہر حال واجب ہی اور اسمین عقل کو دخل نہیں چنانچہ فرمایا اللہ تعالے
نے مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ یعنی آپ کو جو بہتری حاصل ہوتی ہے تو
وہ اللہ کی طرف سے ہے اور یہی قول فیصل اس مسئلے مین ہی اور تشریح اسکی یہ ہے
کہ سبب فاعلی خیر اور شر کے لیے صرف اللہ تعالی کی تدبیر ہے کہ ایک ہے سب پر
غالب ہی اور خیر بنظر عنایت کلیہ کے ہوتا ہے اور شر بنظر امور جزئیہ کے ہوتا ہی اور ملاء اعلےٰ
مین بالکل خیر ہے وہان ہرگز شر نہیں اور یہی توحید ہی کہ شرع کی زبان اس سے تجاوز
نہین کرتی ہی اور ہر چند غور کیا جاتا ہے لیکن اسباب کے قابلیت کی بحث شرع مین
مناسب نہین معلوم ہوتی ہی تو شرعاً زیادہ صحیح یہی ہے کہ کہا جاوے کہ خیر کی قابلیت
استعداد اصلی سے ہی کہ وہ اُس فیض سے ہی کہ اُسمین عباد کے فعل کو دخل نہین اور
نہ عباد کے اختیار کا اُسمین کچھ دخل ہی اور شر کی قابلیت اُس استعداد سے ہوتی ہے
کہ وہ استعداد نفس مین اُسوقت حادث ہوتی ہی کہ نفس مین صفات مذمومہ مکدرہ
ہوں تو اسوقت اسکی ضرورت ہوتی ہی کہ نفس نقصان اور مصیبت اور بلا اور
حوادث مین مبتلا کیا جاوے تا اُن صفات ذمیمہ سے نفس کی صیقل ہووے اور ایسا
نہین کہ رسول کے سبب سے یا کسی دوسرے کے باعث سے بلا مین کوئی مبتلا ہو جاوے چنانچہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ وَصَبٌ وَلَا نَصَبٌ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا وَحَتَّى الشِّسْعِ الَّذِي يَنْقَطِعُ
إِلَّا بِذَنْبٍ وَمَا يَعْفُو اللّٰهُ أَكْثَرُ یعنے جب کسی مسلمان کو رنج پہونچتا ہی یا کوئی سختی پہونچتی ہی
حتے کہ کانٹا جو اُسکے بدن مین چُبھتا ہی اور حتی کہ تسمہ جوتے کا کہ ٹوٹ جاتا ہے یہ سب صرف
اُسکے گناہ کے باعث سے ہوتا ہی اور جسقدر گناہ اللہ تعالے معاف فرما دیتا ہے
وہ بہت زیادہ ہی اور اللہ تعالی فرماتا ہی وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ
وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ یعنے جو مصیبت تم لوگون کو پہونچتی ہی وہ صرف اُس سبب سے ہوتی
ہی کہ تمھارے ہاتھ کسب کرتے ہین اور بہت گناہ اللہ تعالی معاف فرما دیتا ہے اور
اُسکے علاوہ اس مضمون کی اور بھی آیات اور احادیث ہین اور اسوجہ سے کہ معلوم
ہو جاوے کہ سبب فاعلی اور سبب قابلی مین باعتبار نسبت کے فرق ہی پہلی آیت مین
لفظ عند کا اختیار فرمایا ہی کہ وہ موضوع ہے واسطے حضور حسی اور معنوی کے اور
دوسری آیت مین لفظ من کا ارشاد فرمایا ہی کہ اُس سے منشا اور مبدا مفہوم ہوتا ہی تو
ان دونون آیات مین اشکال نہین یہ بحث نفیس ہی اور قابل یاد رکھنے کے ہے۔

سورۂ المؤمنون

تفسیر قول تعالی ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ یعنی پھر پیدا کیا ہم نے
بعد قوم نوح کے دوسرا قرن یہ تفسیر کتاب فتح العزیز سے نقل کی گئی ہی اور وہ تفسیر یہ ہی
کہ متقدمین مفسرین مین باہم اختلاف ہی کہ مراد اس قرن سے کون لوگ ہین تو بعضے
مفسرین نے کہا ہی کہ اس قرن سے مراد ہود علیہ السلام کی قوم ہی اسواسطے کہ اللہ تعالے
کا معمول قرآن شریف مین ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کے بعد حضرت ہود
علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتا ہی چنانچہ ایسا ہی تقریبًا دس مقام مین گذرا ہے اور
یہ قول رد کیا گیا ہے اس طور پر کہ جو عذاب اس قصہ مین مذکور ہے وہ عذاب ہود
علیہ السلام کی قوم پر نہوا تھا چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ

Marfat.com

یعنی پہونچی اُن لوگون کو سخت آواز کہ وہ آواز حق طور پر پہونچائی گئی تھی اور اُسکا یہ جواب دیا گیا ہی کہ مراد سخت آواز سے مطلق عذاب ہی اسواسطے کہ کسی طرح کا عذاب ہووے وہ شور و فریاد سے خالی نہین ہوتا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ایسا ہی سورۂ حجر مین بھی قوم لوط علیہ السلام کے ذکر کے بعد ارشاد فرمایا ہے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ یعنی پس پکڑا سورج نکلنے کے ساتھ قوم لوط کو سخت آواز نے پس کیا ہمنے اوپر اُسکا نیچے اُسکے اور برسایا ہمنے پتھر اُنپر کہ کنکر سے تھا اور بعضے مفسرین نے کہا ہی کہ اس قرن سے مراد حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہے اسواسطے کہ سخت آواز کے عذاب مین وہی لوگ بتلا کیے گئے تھے اور قوم عاد پر یہ عذاب نہوا تھا اور یہ کہنا کہ سخت آواز سے مطلق عذاب مراد ہے اُس وقت صحیح ہو سکتا ہی کہ اُس سخت آواز کی تفسیر اُسکے بعد کسی دوسری طرح کے عذاب کے ساتھ ہووے جیسے ایسی تفسیر حضرت لوط علیہ السلام کے قصے مین سورۂ حجر مین واقع ہی اور جب مطلقاً صرف سخت آواز مذکور ہے تو اُس سے تبادر یہی ہوتا ہی کہ حقیقۃً اُس سے خاص سخت آواز مراد ہی مطلق عذاب مراد نہین اور اسواسطے کہ عذاب نازل کرنے کی وعید حضرت صالح علیہ السلام کے قصے مین وارد ہوئی ہی چنانچہ سورۂ ہود مین یہ کلام پاک گذرا ہی تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود سے کہا کہ فائدہ اُٹھالو اپنے گھر مین تین دن یہ وعدہ جھوٹھ نہین اور یہان فرمایا ہے عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ یعنی اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہی کہ یہ لوگ تھوڑی دیر کے بعد پشیمان ہوجاوینگے اور قوم عاد پر تند ہوا دفعۃً بھیجی گئی اور اُنکا گمان تھا کہ یہ رحمت ہی حتیٰ کہ اُن لوگون نے کہا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا یعنی یہ بادل ہی ہمارے لیے پانی برساویگا یہ سب مفسرین کے اقوال ہین اور اس فقیر کے نزدیک اخیر قول ترجیح کے قابل ہی اسواسطے کہ زیادہ بہتر اور صحیح یہ ہے کہ سخت

سورۂ حجر

سورۂ ہود

سورۂ مومنون

Marfat.com

آواز سے اُسکے معنی حقیقی سمجھے جاوین البتہ مجھکو اس امر کی تحقیق مین تشویش تھی کہ اللہ تعالے
کا معمول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کے بعد حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ
ارشاد فرماتا ہے تو یہان خلاف معمول کیون ہوا ہے تو اللہ تعالے نے اس امر مین ایک
سر عظیم سے مجھکو آگاہ فرمایا اور اُس سر کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالے نے یہ سب قصہ
شروع فرمانے کے قبل اپنا احسان ارشاد فرمایا ہے اس کلام مین کہ وَاِنَّ لَکُمْ فِی
الْاَنْعَامِ سرو عَلَیْہَا وَعَلَی الْفُلْکِ تُحْمَلُوْنَ تک ہی پھر حضرت نوح علیہ السلام کا
قصہ ارشاد فرمایا اور اُسمین بیان فرمایا کہ اُنکی اُمت کو کشتی مین سوار کرایا اور اُس
طوفان مین غرق کی آفت سے اُنکو نجات دی پھر اُسکے بعد حضرت صالح علیہ السلام
کا قصہ ارشاد فرمایا اسواسطے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ گویا بمنزلہ حضرت نوح
علیہ السلام کی کشتی کے تھی کہ وہ ناقہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا بار اُٹھاتی تھی
توجب اُن لوگون نے اُس ناقہ کا پانون کاٹ ڈالا تو اپنی نجات کا وسیلہ تلف کیا تو گویا
اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا کہ ہماری نعمتون سے یہ ہے کہ ایسی کشتی کے بنانے کی
تم لوگون کو توفیق دی کہ اُسپر تم لوگ سوار ہوے اور اللہ تعالے کے عذاب سے محفوظ
رہے اور ایسا ہی ہمنے بعض چارپائے ایسے بنائے کہ وہ تمھارا بار اُٹھاوین اور ہمارے
عذاب سے بچاوین تو منجملہ انبیاء علیہم السلام کے صرف حضرت نوح علیہ السلام کو
بحری سواری عطا ہوئی اور حضرت صالح علیہ السلام کو بری سواری مرحمت ہوئی
اور اس مناسبت کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کے بعد حضرت صالح
علیہ السلام کا قصہ اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا اور اس مقام مین ثم کا لفظ استعمال
فرمایا اور اُس سے یہ اشارہ فرمایا کہ ان دونون قرن کے درمیان مین دوسرا
قرن بھی گذرا ہے یہ مقام قابل غور ہے۔

سورۃ الانعام

تفسیر قولہ تعالے وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَۃٍ اِلَّا یَعْلَمُہَا وَلَا حَبَّۃٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ

Marfat.com

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ؕ یعنی اور نہین گرتا ہے کوئی پتہ مگر اللہ تعالے اُسکو جانتا ہے اور نہین گرتا ہی کوئی دانہ زمین کی تاریکی مین اور نہ کوئی تر چیز ہی اور نہ کوئی خشک چیز ہے مگر وہ کتاب مبین مین یعنی کتاب واضح مین ہی اور قراۃ متواترہ مین حَبَّةٍ اور رَطْبٍ اور يَابِسٍ کو جر ہے اور مشاہیر مفسرین نے اسکی یہی ایک توجیہ بیان کی ہی جو آپ نے تحریر فرمائی ہے اور فی الواقع اس توجیہ کے موافق تَسْقُطُ کے معنی سب معطوفات مین بخوبی نہین بنتے ہین اور اِلَّا فِیْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ مین بھی تکلف کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً کہا جاوے کہ اِلَّا يَعْلَمُهَا سے بدل الکل ہی اور کتاب الدر المصئون فی اعراب الکتاب المکنون۔ اس بارے مین عجیب کتاب ہے اسوقت فقیر کے پاس موجود نہین اگر دستیاب ہوئی تو پھر اُسکو فقیر دیکھے گا اگر اُسمین کوئی دوسری توجیہ لکھی ہوگی تو اُس سے مطلع کریگا اور تسقط کے معنی صحیح ہونے کے لیے صاحب بحر مواج نے بطریق مثال کے یہ چند کلمے لکھے ہین کہ نہ گرتی ہے کوئی تر چیز مثلاً قطرات آب اور میوہاے تازہ اور برگ درختان اور نہ گرتی ہی کوئی خشک چیز مثلاً قطعات آتش اور سنگہاے کوہ اور خشک ہوکر بار درختان وغیرہ الخ یعنی مگر یہ سب چیزین کتاب مبین مین لکھی ہین اور اس آیت کی ایک توجیہ خاص مین نے اللہ تعالے کی مدد اور توفیق سے کی ہی اور وہ توجیہ یہ ہے کہ وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ معطوف مِنْ وَّرَقَةٍ پر نہین بلکہ وہ ابتدائی کلام ہے اور یہ عطف جملہ کا جملہ پر ہے اور حَبَّةٍ اور رَطْبٍ اور يَابِسٍ جر جوار کی وجہ سے مجرور ہے یعنی اسکا حمل وَرَقَةٍ کے صرف لفظ پر ہے اور اُسکے معنی پر حمل نہین اور یہ سب حقیقۃً مرفوع ہی اس بنا پر کہ کلمۂ لا مشبہ بلیس کا اسم ہی تو اس صورت مین اس آیت کے معنے وہی ہوے جو قراۃ غیر متواترہ کے اعتبار سے اسکے معنے ہوتے ہین کہ قراۃ غیر متواترہ مین حبۃ اور رطب اور یابس کو رفع ہی اور اس توجیہ کی بنا پر تکلف کی ضرورت نہین ہوتی ہے

Marfat.com

اس امر مین کہ سقوط کے معنی ان معطوفات مین اعتبار کیا جاوی اور کہا جاوے کہ
الا فی کتاب مبین بدل ہی استثنا اولےسے اور اس توجیہ کی بنا پر سیاق نظم
نہایت عمدہ ہوتا ہی اور اللہ تعالے کا شکر ہے کہ اُسنے یہ توجیہ دریافت کرنے کی مجکو
توفیق مرحمت فرمائی البتہ اس توجیہ مین ایک نکتہ ہی اور وہ نکتہ یہ ہی کہ اسکا باعث
کیا ہی کہ اس مقام مین عبارت مین تفنن ہے کہ بعد وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا
ارشاد فرمایا اور ان امور کے بعد کتاب مبین ارشاد فرمایا تو اسکا جواب یہ ہی کہ پتی کا
گرنا اُسکے نمو کے بعد ایسا ہی کہ گویا عدم بعد وجود کے ہے اور دانہ کہ زمین کی تاریکی مین
گرتا ہی اور رطب اور یابس کہ زمین کی تاریکی مین ہوتا ہی یہ سب امور موجودہ سی ہین
اور علم کا لفظ موجود اور معدوم دونون کو شامل ہی بخلاف کتاب مبین کہ وہ امور
موجودہ کے ساتھ مختص ہے اور اللہ تعالے اپنے بندون کو توفیق دیتا ہی اور اس بنا
پر رطب اور یابس کا ذکر نہایت مناسب ہی بعد ذکر پتی کے کہ زمین پر گرتی ہی باوجود
اُسکے کہ وہ پتی بھی رطب اور یابس مین داخل ہی اسواسطے کہ وہ بھی یا رطب ہوگی یا
یابس ہوگی تو پتی کے ذکر کے بعد رطب اور یابس کا ذکر اسواسطے ہوا کہ مراد رطب اور
یابس سے وہ ہی کہ جو رطب اور یابس موجود ہی اور جو پتی زمین پر گرتی ہی وہ معدوم
کے مانند ہی تو وہ رطب اور یابس مین داخل نہین اسواسطے ضرور ہوا کہ وہ علیحدہ
ذکر کی جاوے۔

تفسیر قول تعالے کلما نضجت جلودھم بدلناھم جلودا غیرھا لیذوقوا العذاب
یعنی جب گلجاویگا چمڑا اُن دوزخیون کا تو بدل دینگے ہم اُنکا دوسرا چمڑا تا وہ عذاب
چکھین یہ ترجمہ آیت مذکورہ کا ہی اور تفسیر فتح العزیز مین سورہ نسا کی تفسیر ضمن اس
آیت کے بیان مین لکھا ہی کہ جاننا چاہیے کہ نفس کی تاثیر آخرت مین اُسکے سب خادمون
مین کہ قوی اور آلات ہین سرایت کریگی اور طبیعت مین بھی تاثیر ہوگی کہ وہ قادر ہوگی اسپر

کہ جب کسی بدن مین کچھ نقصان واقع ہووے تو تا امکان جسقدر جلد ممکن ہو اُس کا بدل پیدا کرے اور اُس بدل کو بدن کے مشابہ بنا دے تو بال اور ناخن کی حالت جو یہان ہے یہی حالت وہان چمڑے کی ہوگی اور جس طرح یہان جلد مین جب آبلہ وغیرہ نکلتا ہے تو وہ جلد فاسد ہو جاتی ہے ایسا ہی آخرت مین جب جلد دوزخ کی آگ سے جلکر فاسد ہو جاویگی تو اُسمین قوت حس اور ذوق کی زیادہ ہو جاویگی اور اسوجہ سے وقتاً فوقتاً اُنکا عذاب بڑھتا جاویگا اور وہان درخت کی طبیعت کی تاثیر اسقدر زیادہ ہو جاویگی کہ یہان جس طرح پتی گرنے کے بعد دوسری پتی جلد ہو جاتی ہے اُسی طرح وہان جب پھل توڑا جاویگا تو اُسکے بعد دوسرا پھل جلد طیار ہو جاویگا اور جسطرح یہان درخت مین پتی زیادہ ہوتی ہے تو وہان بمنزلہ یہان کے پتی کے پھل زیادہ ہوگا اور لحظہ بلحظہ ایک پھل کے بعد دوسرا پھل لگتا جاویگا اور ایسا ہی جب کسی جنتی کو لڑکے کی خواہش ہوگی تو صرف چند لحظہ مین یہ سب امور ہو جاوینگے کہ نطفہ قرار پاویگا اور پھر فوراً لڑکا پیدا ہوگا اور فوراً دودھ پیکر دودھ چھوڑ دیگا اور ایسا ہی حال وہان زراعت کا بھی ہوگا چنانچہ یہان بھی بعضے درندون کی حالت دیکھی جاتی ہے بلکہ بعضے انسان بھی جو اُنکے مشابہ ہین اُنکی حالت یہ ہے کہ اُنکی غذا جلد ہضم ہو جاتی ہے اور جلد جلد اُس غذا سے اُنکے اعضا مین فربہی وغیرہ زیادہ ہوتی جاتی ہے اس بے ثبات دنیا مین یہ حال دیکھکر عقل کو حیرت ہوتی ہے تو پھر دار آخرت کا کیا ذکر ہے کہ وہان کی زندگی کامل ہے اور اسی طرح وہان وہم و خیال کی تاثیر اسقدر زیادہ ہو جاویگی کہ جدید صورت اور لباس کا وہم و خیال جلد جلد بدلتا جاویگا اور حاصل کلام یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ کفار پر آخرت مین ہمیشہ عذاب کیا جاوے اور یہ بھی منظور ہوا کہ اُنکو وہان تکلیف زیادہ محسوس ہووے تو یہ اُس صورت مین ممکن نہین کہ طبیعت کی یہی تاثیر کہ یہان ہے وہان بھی باقی رہے بلکہ ضرور ہوا کہ وہان طبیعت نہایت قوی

کردیجاوی تا وہان انسان بے تامل زقوم کھاوی اور جب دوزخ مین چمڑا گلجاوے تو جسقدر جلد ممکن ہو اُسی زقوم کی غذا سے دوسرا چمڑا ہوجاوی تا جلنے کا اثر گوشت اور اعصاب پر ایسا نہ پہونچے کہ جسم باقی نہ رہی بلکہ ضرور ہے کہ اصل جسم باقی رہی اور ہمیشہ عذاب مین مبتلا رہی اور تکلیف زیادہ محسوس ہووی اسواسطے کہ نئی جلد مین حس کی قوت زیادہ ہوتی ہی اب یہ جاننا چاہیے کہ عذاب بالذات روح پر ہوگا اور ایسا ہی آرام بھی روح کو ہوگا اور بدن صرف بمنزلہ آلہ کے ہوگا کہ اُسکے ذریعے سے روح پر عذاب ہوگا یا روح کو آرام ہوگا البتہ یہ ضرور ہے کہ بدن کو گنہگار کی روح کے ساتھ خصوصیت ہووے اور اس امر کے لیے ضرور ہے کہ یا جس بدن سے گناہ صادر ہوتا ہی اُسی بدن کے ذریعہ سے عذاب بھی کیا جاوے یا اُس بدن کے ذریعہ سے عذاب کیا جاوے کہ وہ بدن گنہگار کی روح کی تاثیر سے پیدا ہووے اور اگر یہ شرط کی جاوے کہ وہی بدن عذاب کے لیے باقی رہے کہ جس بدن سے گناہ صادر ہوتا ہے تو اس مین سے مقصود حقیقی بدن یعنی نسمہ ہوگا نہ خاص یہ بدن مقصود ہوگا اس واسطے کہ یہ بدن بمنزلہ لباس اور شکل کے ہے اور جسکو یہ خدشہ ہی کہ جس جلد سے گناہ صادر ہوتا ہے جب وہ جلد گلجاویگی اور اُسکے عوض دوسری جلد طیار ہوگی کہ اُس سے گناہ صادر نہوا ہوگا تو وہ جلد عذاب مین کیون مبتلا کیجاوے گی تو کیا اُس شخص کے کان مین یہ بات نہ پہونچی ہے کہ متواتر احادیث مین مذکور ہی کہ کافر کا بدن آخرت مین جبل اُحد کے مانند بڑھا کر دیا جاویگا اور اُسکے گوشت اور جلد کے درمیان مین اسقدر دن کی راہ کا فاصلہ ہوگا اور بھی اسکے علاوہ ایسے مذکور ہین کہ اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کا بدن وہان بہت بڑا کر دیا جاویگا تو وہ شخص جسکو یہ خدشہ ہی اس بارہ مین کیا کہیگا کہ اُن زائد اجزا سے گناہ صادر نہوا ہوگا تو وہ کیون عذاب مین مبتلا کیے جاوینگے اور اس امر کو اسطرح سمجھنا چاہیے کہ مثلاً کسی چور نے اُسوقت چوری کی

Marfat.com

کہ وہ لاغر تھا اور پھر جب وہ فربہ ہوا تو اُسوقت گرفتار ہوا اور اُسکا ہاتھ کاٹا گیا تو وہ
چور کہے کہ میرے ان اجزا کو کیون سزا دیگئی کہ یہ چوری کرنے کے بعد ہوئے ایسا ہی
بیچارہ یہ شخص جسکو خدشہ ہوا ہے جانتا ہے کہ انسان سے مراد صرف جسم ہی اور اُسنے
تعذیب اور تنعیم کا حال نہ سمجھا پھر یہان ایک دوسرا سر بھی ہی کہ نہایت پاکیزہ ہے
اجمالی طور پر اُسکی طرف بھی اشارہ کرنا ضرور ہی تو وہ سر بیان کرتا ہون کہ انسان کے
اعضا سے جلد وہ چیز ہی کہ ظاہر ہے اور سب بدن پر مشتمل ہے اور اُسکا حال ایسا
ہی کہ جسطرح سب مخلوقات مین انسان ہی کہ وہ مظہر ہے اور جامع ہی سب اسما اور
صفات کے لیے اور یہ اسطرح ثابت ہی کہ ہر عضو مظہر کسی جہت کا ہی جہات روح
سے کہ روح کی وہ جہت اُس عضو مین ہی جیسے آنکھ اور سر ہی تو جب منظور ہو کہ روح
پر جسمانی عذاب کیا جاوے تو اُسکی کوئی دوسری سبیل اس سے زیادہ آسان اور
مناسب نہین کہ آگ اُس عضو پر مسلط کیجاوے کہ وہ اخیر قائم مقام روح کا ہے اور
ناآل اُسکے فیوض کا ہے اور منتہی روح کی تدبیرات کا ہے اور وہ عضو جامع روح کے
جہات کا ہے تو اس صورت مین گویا آگ روح پر بلا واسطہ مسلط ہوگی اور جلد کے
سوا اور جو دوسرا عضو ہے تو وہ یا مشتمل غیر ظاہر ہے جیسے روح حیوانی اور خون ہے اور
یا وہ عضو ظاہر غیر مشتمل ہی جیسے اکثر اعضا ہین اور جلد مین بہ نسبت اور اعضا کے
یہ خصوصیت ہی کہ اُسمین یہ دونون جہت پائی جاتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ تعذیب
کی بنا اور آگ اور احساس پر ہی کہ کیفیت متضادہ محسوس ہووے اور یہ قوت جلد
مین زیادہ ہے بلکہ علم طب مین ثابت کیا گیا ہے کہ فی الواقع اصل مین حس کی قوت
صرف جلد مین ہے اور باقی اعضا کا حس جلد کے ذریعہ سے ہی اسواسطے کہ جلد اعصاب
کے لیے حامل ہے اور اعصاب کے ذریعہ سے حس ہوتی ہی واللہ اعلم۔

تفسیر قولہ تعالیٰ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ

Marfat.com

یعنی تحقیق کہ ہمارا کلمہ یعنی ہمارا حکم پہلے ہی صادر ہوا ہے ہمارے بندگان مرسلین کے حق مین کہ انکی مدد کیجائیگی یہ ترجمہ آیت مذکورہ کا ہی اور اسکی تفسیر سورۂ والصافات کی تفسیر مین تفسیر فتح العزیز مین یہ مذکور ہی کہ اگر یہ خدشہ گذری کہ متواتر طور پر سیر کی کتابون سے ثابت ہی کہ جنگ اُحد مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شکست ہوئی حتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور اکثر دوسرے صحابہ بھی شہید ہوئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک مجروح ہوا اور دندان مبارک شہید ہوا اور سر مبارک پر خود تھا وہ ٹوٹ گیا اور چہرۂ مبارک ایسا مجروح ہوا کہ اُس سے خون جاری ہوا اور اسی طرح خندق کے واقعہ مین بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر سختی پہونچی حتی کہ اہل اسلام پر اُسوقت نہایت تردد آیا اور ضیق مین مبتلا ہوے اور یہ واقعات متواتر طور پر ثابت ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ یعنی رعب کے ذریعہ سے مجکو مدد دیگئی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ تَوَجَّهْ فَإِنَّكَ مَنْصُورٌ یعنی متوجہ ہو جاؤ جدھر چاہو اسواسطے کہ تم منصور ہو یعنی تمھاری مدد کیجاویگی تو ان واقعات مین اور ان احادیث مین تطبیق کی کیا صورت ہی تو جواب مین اسکے کہتا ہون کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مین بعضے آثار ظاہر تھے اور بعضے آثار پوشیدہ تھے تو نبوت اور رسالت کے آثار ظاہر تھے اور ملک و سلطنت کے آثار پوشیدہ تھے کہ وہ آثار ظاہر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم سے اُن لوگون مین تھے کہ اُنکے دل مین دنیا کی محبت زیادہ تھی اور ریاست کی خواہش بہت تھی اور دنیا کی محبت اور ریاست کی خواہش کے لوازم سے ہی کہ رسالت کا انکار ہووے اور رسول کے ساتھ نزاع کیجاوے تو اگر وہ لوگ غزوات مین قتل کردیے جاتے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم مین ایسا شخص باقی نہ رہتا کہ ریاست اور ملک و سلطنت کا حامل ہوتا یعنی اس مادہ

کا کوئی شخص باقی نہ رہتا اور ایسے لوگون سے ابو سفیان اور بعض مشرکین تھے کہ وہ لوگ ہمیشہ ریاست اور سلطنت مین مصروف رہے اور ایسے لوگون سے بنی عبد مناف سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جد بھی تھے تو اُن لوگون کا غلبہ گویا بمنزلہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غلبے کے ہوا اور یہ اس قبیل سے ہے کہ کسی شخص کا بعض وصف اُسکے بعض وصف پر غالب ہووے اور یہ بمنزلہ مخالف کے غلبہ کے نہین چنانچہ جو لوگ جنگ اُحد اور غزوۂ خندق مین تھے اُنکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خلافت اور ملک اور سلطنت کے متعلق امور مین نہایت دخل تھا ابو سفیان کی اولاد سے معاویہؓ اور یزید نے ملک شام فتح کیا اور اُسکے بلاد مین داخل ہوئے حتی کہ معاویہؓ نے روم سے لڑائی کی اور اُسکا ملک فتح کیا اور عکرمہ بن ابی جہل نے روم اور فارس کے جہاد مین نہایت کوشش اور جانفشانی کی اور خالد بن ولیدؓ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گویا تلوار تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فوج کے امیر الامرا تھے اور یہ امر اس سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم سے جسنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عناد رکھا اور اسلام سے مشرف نہوا اور جہاد مین اور اسلام کی فتح مین اُس سے کوئی عمدہ کام نہوا تو وہ ہمیشہ ذلیل اور مغلوب رہا اور اُسی حال مین مرگیا چنانچہ ابو جہل اور امیہ بن خلف کی یہی حالت ہوئی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اُس قبیل سے ہے کہ جو واقعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بنی امیہ کی جانب سے بنی ہاشم کے حق مین وقوع مین آیا اور باوجود اسکے یہ امر دنیاوی جزا کے اعتبار پر ہوا کہ اسکو شیخ اکبر نے فتوحات مین ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ دنیاوی جزا اکثر احکام مین دینی جزا کے خلاف ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جب شراب حرام نہوئی تھی اُسوقت شراب پی اور دو ناقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

صاحبزادی کے جہیز مین ملے تھے کہ طعام ولیمہ کے مصرف مین آوین تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اُس نشہ کی حالت مین اُن دونون ناقونکا دل اور کلیجہ نکال لیا اور اُس کے بارہ مین جو کرنا چاہا تھا وہ کیا تو گویا اسکی دنیاوی جزا مین جنگ اُحد مین یہ واقعہ ہوا کہ آپ شہید ہوے لیکن چونکہ آپ کی شہادت خالصاً للہ ہوئی اس وجہ سے آپ اجر جمیل اور ثناء جزیل کے مستحق ہوے اور یہی حالت دنیاوی جزا کی ہے کہ جب وہ جزاء خالصاً للہ وقوع مین آوے تو اُس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور رحمت ہوتی ہی اور درجات کی ترقی ہوتی ہے بخلاف اخروی جزا کے کہ وہ ان سب امور مین دنیاوی جزا کے خلاف ہے تو یہ مضمون سمجھنا چاہیے اور یہ اسرار نااہل سے ظاہر نہ کیے جاوین اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہی سر تھا کہ نبوت کی خلافت کا زمانہ گذر جانے کے بعد ملک اور سلطنت پر بنی امیہ کا غلبہ ہوا اور باوجود اُنکے ظلم اور اُنکی بدعت کے اُنمین سلطنت باقی رہی اور انشاء اللہ تعالے اسکی مناسب تفصیل سورۂ زخرف کی تفسیر مین ذکر کرونگا اور حاصل کلام یہ کہ جن لوگون کا غلبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ان واقعات مین ہوا وہ سب لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جماعت اور لشکر سے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ملک اور سلطنت کو حاصل تھے لیکن وہ لوگ اُسوقت تک اسلام سے مشرف نہوے تھے اور ابھی نبوت اور رسالت کا اقرار نکیا تھا حتے کہ جب اسلام کے کمال کا زمانہ آیا اور نبوت کے ساتھ ملک اور سلطنت کا شمول ہوا اور یہ صلح حدیبیہ کے بعد ہوا تو اُسوقت وہ لوگ اسلام مین داخل ہوے اور دوسرے لوگون کے نزدیک بھی ثابت ہوا کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناصر اور محب ہین اور اُن لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کو رواج دینے مین ضمناً کوشش اور جانفشانی کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مملکت اور سلطنت بڑھانے مین قصداً کوشش اور جانفشانی کی اور جو لوگ سابق

ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ناصر اور جان نثار تھے اور جو لوگ آخرین ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ناصر ہوے دونون طرح کے لوگونکا حال اللہ تعالیٰ کو سابق سے ایک ہی طور پر معلوم تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ یعنی ہمنے اُن لوگون کو بھی جانا جو تم لوگون سے سابق مین ہوے اور اُن لوگون کو بھی جانا جو آخرین ہوے یہ ترجمہ آیت مذکورہ کا ہے تو اُن لوگون نے سابق مین جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقابلہ کیا تو اُسوقت جیسا غیرون پر عذاب ہوا وہ لوگ عذاب مین مبتلا نہ کیے گئے اسواسطے کہ وہ لوگ درحقیقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لشکر اور ناصرین سے تھے اور اللہ تعالےٰ کو معلوم تھا کہ یہ لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سلطنت اور مملکت قائم رکھینگے واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

تفسیر قولہ تعالےٰ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً یعنی اے پروردگار دے ہمکو دنیا مین بہتری تفسیر فتح العزیز مین اس آیت کی تفسیر مین لکھا ہے کہ اگر یہ خیال ہووے کہ کیا سر ہے اس امر مین کہ قرآن شریف مین جسقدر دعا ہے سب کے شروع مین رَبَّنَا ہے صرف بعض دعا ہی کہ اُسکے شروع مین ربنا نہین مثلاً قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ اور وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ اور قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اور ایسا اُس مقام مین ہے کہ جہان بعض عباد کی دعا نقل کی گئی ہے اور اُس سے بعضے عباد کی تعلیم مقصود ہے ورنہ اصل مین جو دعا مستقل طور پر قرآن شریف مین مذکور ہے اُسکے شروع مین ضرور رَبَّنَا کا لفظ ہے دوسرا لفظ نہین چنانچہ یہ امر اُس شخص پر مخفی نہین کہ اُسنے اس امر کی جستجو کی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسمین سر یہ ہے کہ کسی اسم کے ساتھ ندا کیجاوے مقصود یا لندا اور اللہ تعالےٰ کے اسماء سے وہی اسم ہوتا ہی کہ وہان تک دعا کرنے والے کی معرفت ہوتی ہے اور اُسکے نزدیک اسمائے الٰہیہ سے

یہی اسم بمنزلۂ رب کے ہوتا ہے تو دعا کرنے والا جب کسی نام سے اللہ تعالی کو پکارتا ہے تو وہ فی الواقع اللہ تعالے کو اُس اسم سے پکارتا ہے کہ وہان تک اُسکی معرفت ہوتی ہی چنانچہ مریض جب کہتا ہو کہ اے اللہ مجکو شفا دے تو وہ درحقیقت یہ کہتا ہے کہ اے شافی مجکو شفا دے اور ایسا ہی سکین جب کہتا ہے کہ اے اللہ مجکو روزی دے تو وہ درحقیقت یہ کہتا ہو کہ اے رزاق مجکو روزی دے اور اسی طرح کی اور بھی صورتین ہین اور ہر نبی اور ولی اور عارف اور محتاج کا طریقہ مختلف ہوتا ہے تو ضرور ہوا کہ اللہ تعالے نے اُن کی تعلیم کے لیے دعا مین ایک اسم یعنی رَبَّنَا اختیار فرمایا تا اُس امر مختلف کے لیے یہ عنوان ہووے بخلاف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معرفت مین کمال ہو اور اسماے الٰہی کی سیر مین تبحر ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بصارت اُس اسم تک ہو کہ وہ جامع ہے واسطے جمیع صفات کے اور شامل ہو جمیع اعتبارات کو تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا ہے کہ اللہ تعالے کو اللہ کے لفظ سے پکارتے ہین اسواسطے کہ یہ اسم دلالت کرتا ہے اُس حقیقت پر کہ وہ جامع ہو واسطے جمیع اسمار اور صفات کے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو دعا اپنے حق مین کی یا اپنی امت کے لیے فرمایا اُس مین یہی اسم ذکر کیا اسواسطے کہ سب عرفا کی معرفت اس اسم مین مندرج ہے اور اس سے وہ سر ظاہر ہوا جو اس کلام پاک مین ہے قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ اسواسطے کہ یہ دعا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عارف کامل ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت اقصلی غایات تک پہونچی ہے اور اس سے وہ سر بھی معلوم ہوتا ہے جو اس امر مین ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے مائدہ نازل ہونے کے لیے دعا کی تو اُسکے شروع مین اللھم اور ربنا دونون ہین تو اللھم باعتبار اپنی معرفت تامہ کے کہا اور ربنا باعتبار حوارین کی معرفت کے کہا کہ اُن لوگون نے کہا کہ اللہ تعالے مائدہ نازل فرما دے اور اُن لوگون کی معرفت کامل نہ تھی

Marfat.com

ورنہ مائدہ نازل ہونے کے لیے سوال نہ کرتے اور کفار نے جو کہا اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ تو انکا یہ قول جہالت کے باعث سے تھا اور اسوجہ سے بطور استہزا کے یہ حکایت اُن لوگون کی بیان کی گئی ہی اسواسطے کہ کفار نے اس دعا کے شروع مین اللھم کہا اور دو امر متضاد یعنی طلب فعل اور ترک ایک ہی وقت مین چاہا اسواسطے کہ مقتضے اس اسم کا جامع ہو درمیان حق اور اُس باطل کے کہ اُسکے لیے کوئی مانع ہو کہ اُس مانع کی وجہ سے وہ باطل ظہور مین نہ آوے اور اسوجہ سے اللہ تعالےٰ نے سیاق مین اسکے فرمایا وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ یعنی اور ایسا نہوگا کہ اللہ اُن لوگون پر عذاب کرے اُس حال مین کہ آپ اُن لوگون مین موجود ہین تو یہ مضمون بغور سمجھنا چاہیے اسواسطے کہ یہ دقیق مقام ہے۔

سوال قرآن شریف مین ہے وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ لَمُھْتَدُوْنَ یعنی بنی اسرائیل نے گاے ذبح کرنے کے معاملہ مین کہا اور تحقیق ہم اگر چاہا خدا نے تو البتہ راہ پانے والے ہین اس آیت کی تفسیر مین تفسیر مدارک التنزیل مین لکھا ہے کہ اگر وہ لوگ انشاء اللہ نہ کہتے تو ہرگز اُس طرح کی گاے کا پتہ اُن لوگون کو معلوم نہ ہوتا تو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انشاء اللہ کہنے سے ضرور مراد پوری ہوتی ہی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ یعنی قریب ہی کہ اگر خدا نے چاہا تو آپ مجکو صابرین سے پاوینگے اور باوجود اسکے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے انشاء اللہ کہا مگر اُنکی یہ مراد پوری نہ ہوئی یعنی صبر نہ کرسکے۔

جواب مدارک التنزیل مین جو یہ حدیث لکھی ہی وہ صحیح ہے اور خاطر مبارک مین جو خدشہ گذرا ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انشاء اللہ بمقابلہ اپنے معلّم کے کہا تھا یعنی بمقابلہ حضرت خضر علیہ السلام کی کہا تھا اور حضرت خضر علیہ السلام باعتبار علم لدنی کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اُسوقت معلم تھے اور حضرت خضر

Marfat.com

علیہ السلام نے بتاکید فرمایا اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا یعنی تحقیق کہ آپ ہرگز میرے ساتھ رہنے میں صبر نہ کرسکیں گے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قول کے خلاف اور فرمانبرداری کے منافی کہا کہ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ یعنے قریب ہے کہ انشاء اللہ آپ مجکو صابرین سے پاوینگے تو چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اُستاد اور معلم کے خلاف کہا اور اُس قول میں انشاء اللہ فرمایا اسواسطے اُسکا اثر مترتب نہوا اور اُسکی برکت میسر نہوئی یعنی آپ کی مراد حاصل نہ ہوئی اور حاصل کلام یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ابتداءً انشاء اللہ نہ فرمایا تا اُسکی تاثیر ہووے بلکہ حضرت خضر علیہ السلام کی تاکیدی کلام کے رد میں فرمایا اسوجہ سے اسکی برکت موعود کا اثر نہوا اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اُسوقت حق تعالے کی توجہ دو پیغمبر کے کلام کی جانب ہوئی اور حضرت خضر علیہ السلام کے کلام میں صبر کی نفی تھی اور عربیت کے قاعدہ کے موافق وہ کلام تاکیدی تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام سے آیندہ کے لیے صبر کا ثبوت ہوتا تھا اور وہ کلام مشیت الٰہی کے ساتھ مقید تھا اور صبر کی نفی کی صورت میں حضرت خضر علیہ السلام کی تکذیب نہوتی تھی تو اسوجہ سے اللہ تعالے کے نزدیک صبر کی نفی ارجح ثابت ہوئی اور حدیث مذکور سے جو مضمون مفہوم ہوتا ہے وہ اُس صورت میں ہے کہ جس کلام میں انشاء اللہ مذکور ہووے وہ معارض اُس کلام کا نہو کہ وہ قطعی الصدق ہو مثلاً کوئی کہے کہ انشاء اللہ قیامت نہوگی یا یہ کہے کہ انشاء اللہ ابولہب کی مغفرت ہوجاویگی اور انشاء اللہ دجال نہ آویگا تو ان صورتوں میں انشاء اللہ کہنا لغو ہے اور لغو کا کچھ اثر نہیں ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمایا اللہ تعالے نے اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ یعنے اگر

Marfat.com

تم لوگونکی بہتری ہوتی ہے تو کفار کو برا معلوم ہوتا ہے اور اگر تمھاری برائی ہوتی ہی تو وہ لوگ خوش ہوتے ہین اور اگر تم لوگ صبر کرو اور تقوی اختیار کرو تو اُن لوگون کے مکر سے تمھارا کچھ نقصان نہو گا تحقیق کہ اللہ جو وہ لوگ کرتے ہین اُسپر محیط ہے تو اس آیت مین بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ قراء سبعہ کی قراءۃ مین ہی کہ اُنکی قراءۃ بالاتفاق کتب روایات مین متواتر ہی اور اُن ہی کے قول کے موافق منجملہ دس قراء کے باقی تین قراء کا بھی قول ہی اور وہ تین قراء وہ ہین کہ اُنکی قراۃ کے متواتر ہونے مین علما مین اختلاف ہی اور اصح یہ ہے کہ اُنکی قراءۃ بھی محققین قراء کے نزدیک متواتر ہے اور وہ تین قراء یہ حضرات ہین ابو جعفر بن زید بن قعقاع اور یعقوب بن اسحاق حضرمی اور خلف بن ہشام براز اور اُن ہی قراء کی موافقت اُن قراء نے بھی کی ہی کہ اُنکے بارے مین اس امت کا اتفاق ہی کہ اُنکی قراءۃ شاذ ہے جیسے یہ قراء ہوے ہین ابن محیص محمد بن عبد الرحمن مکی اور ترمذی یحییٰ بن مبارک لیکن حسن بصری سے ثابت ہے کہ اُنھون نے مخاطب کا صیغہ پڑھا ہے یعنی بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ پڑھا ہے اور اُن سے شجاع بن ابی نصر بلخی اور دوری نے روایت کی ہے اور ایسا ہی اعمش سلیمان بن مہران کوفی نے بھی پڑھا ہے اور اُنسے صرف حسن بن سعید مطوعی نے یہ روایت کی ہی اور اتحاف فضلاء البشر بالقراءۃ الاربع عشر قراءۃ اور روایات کی تنقیح مین ایک معتبر کتاب ہی ۱۰۸۲ھ ایک ہزار بیاسی ہجری مین تالیف ہوئی اور اس کتاب کے مصنف نے اسکی تالیف کے وقت اس فن کی سب کتابونکو دیکھا مثلاً کتاب البشر فی قراءۃ العشر اور طیبۃ النشر اور تقریب النشر اور یہ تینون کتابین شیخ حافظ العصر ابو الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف جزری علیہ الرحمۃ کی ہین اور ایسا ہی اتحاف کے مؤلف نے اُسوقت یہ کتابین بھی دیکھین یعنی شرح الطیبۃ امام ابو القاسم عقیلی کی اور وہ مشہور نویری ہین اور کتاب لطائف علامہ محقق شہاب احمد

Marfat.com

بن محمد بن ابو بکر قسطلانی شارح صحیح بخاری کی اور کتاب مذکور مین یعنی اتحاف مین لکھا ہے
کہ حسن اور مطوعی سے روایت ہے کہ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ خطاب کے ساتھ ہے اور یہ یا التفات
ہے یا قل لہم یہان مقدر ہے یہ اتحاف کی عبارت کا ترجمہ ہے اور یہی امر فرش الحروف
مین سورۂ آل عمران کی تفسیر مین بھی لکھا ہے اور اُس کتاب کے مقدمہ مین مذکور ہے
کہ باعتبار تواتر اور عدم تواتر کے قراءۃ کی تین قسمین ہین ایک قسم وہ ہے کہ اُسکے تواتر پر
اتفاق ہے اور وہ قرار سبعہ کی قراءۃ ہے اور قرار سبعہ مشہور ہین اور دوسری قسم وہ ہے
کہ اُسکے تواتر مین اختلاف ہے اور اصح اور مذہب مختار یہ ہے کہ وہ قراءۃ بھی متواتر ہے چنانچہ
اوپر مذکور ہوا ہے اور وہ تین قرار کی قراءۃ ہے کہ قرار سبعہ کے بعد ہوئے ہین اور تیسری قسم
وہ ہے کہ اُسکے شاذ ہونے پر اتفاق ہے اور وہ باقی چار قرار کی قراءۃ ہے تو قرار سبعہ
کی قراءۃ سب پر مقدم ہے اور ایسا ہی ابو جعفر کی قراءۃ بھی ہے اور یہ قول بمتابعت کتاب اللطائف
کے کہا گیا ہے اور یہی میری مراد اصل کے لفظ سے ہے تو اگر چار قرار کی موافقت کسی قاری نے
کی ہے تو اُس قراءۃ کے بعد مین نے کہا ہے کہ مثلاً حسن نے اُن لوگون کی موافقت کی
ہے اور اگر اُنکی مخالفت کی ہے تو وہان مین نے کہا ہے کہ مثلاً یہ حسن سے اس طرح
روایت ہے یہ مضمون کتاب مذکور کے مقدمہ کی عبارت کا ہے تو یہ سب جو ہمنے صاحب
اتحاف کا کلام نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ عتبہ کی وہ قراءۃ ہے کہ اُسپر چودہ قرار
کا اتفاق ہے مگر حسن بصری کا اتفاق ایک روایت مین نہین اور مطوعی نے جو اعمش
سے روایت کی ہے تو اُس روایت مین اعمش کا بھی اتفاق نہین اور مین نے یہ کتابین
دیکھی ہین نشر اور طیبۃ النشر اور اُسکی شرح اور شاطبی اور اُسکی شرح کہ ابن قاصح کی ہے
اور اُسکی شرح کہ مولانا علی قاری کی ہے اور اُسکی دوسری بعض شروح تو اُس
لفظ مین ان کتابون مین اختلاف کا ذکر نہین اور یہ قوی دلیل اسکی ہے کہ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
کی قراءۃ شاذ ہے اور قرار عشرہ کی قراءۃ سے خارج ہے تو قرار سبعہ کا کیا ذکر ہے اور اسکی

تائید اس سے بھی ہوتی ہو کہ شرقاً و غرباً حفاظ کا اتفاق اسپر ہے کہ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ہے
اور وہ مصاحف جو قراء سبعہ کے سامنے لکھے گئے وہ بھی ہمنے دیکھے لیکن کسی مین بِمَا یَعْمَلُوْنَ
نہ پایا اور بیضاوی کی عبارت سے ظاہرا معلوم ہوتا ہو کہ بِمَا تَعْمَلُوْنَ قراءۃ متواترہ ہے
لیکن ہمنے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ کشاف سے منقول ہو اور بلاشک صاحب کشاف
کو اس مقام مین وہم ہو گیا ہو اور اُسی پر بیضاوی نے اعتماد کیا ہے اور اُس سے
نقل کیا ہو اور امام رازی صاحب تفسیر کبیر نے دونون قراءۃ ذکر کی ہین اور عتبہ کی قراءۃ
پہلے ذکر کی ہو تو اس سے بھی معلوم ہوتا ہو کہ عتبہ کی قراءۃ متواتر ہو مگر تفسیر کبیر مین
یہ مذکور نہین کہ یہ دونون قراءۃ کس کس قاری کی ہین اور ایسا ہی صاحب بشر نے عتبہ
کی قراءۃ سے جو ثابت ہو اُسی کی تفسیر لکھی ہو اور خطاب کے ساتھ جو قراءۃ ہو اُس سے
تعرض نہ کیا ہے اور حاصل کلام یہ کہ وہم کی نسبت صاحب کشاف کی طرف کرنا بہتر ہے
اس سے کہ ان ائمہ کی تحقیق مین شبہہ کیا جاوے کہ اُن حضرات نے اپنی عمر اس
فن مین بسر کی اور وہ اہل اس فن کے ہین اور صاحب کشاف اس فن کے اہل
سے نہین یہ وہ مضمون ہے کہ خود کہا اور اپنے قلم سے لکھا فقیر عبد العزیز دہلوی عفی
عفی اللہ عنہ نے والسلام

سوال اللہ تعالی نے فرمایا ہو یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ
الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۔ یعنے اے
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیون سے کہیے کہ اگر تم دنیا کی زندگانی اور اُسکی زینت
چاہتی ہو تو آؤ مین تمکو فائدہ پہونچاؤن اور رخصت کرون تمکو بہتر رخصت کرنے کے طور پر
حافظ عسقلانی نے ذکر کیا ہو کہ تخییر کی آیت سنہ ۹ نو ہجری کے اوائل مین نازل ہوئی اور
دمیاطی کا بھی یہی قول ہو اور یہی قول معتبر ہے اور یہ کہا ہو کہ یہ امر اس سے معلوم ہوتا ہو
کہ یہ قصہ حضرت ابن عباس رضی نے روایت کیا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ

سورہ احزاب

Marfat.com

فتح مکہ کے بعد ہوا اور حافظ ابو الفضل عراقی علیہ کے نزدیک ثابت ہو کہ تخییر کے بعد
۹ھ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج کے ساتھ ایلار کیا تھا
اور اسکے معارض وہ روایت ہو کہ ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن شداد کی روایت
ذکر کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے بعد ام حبیبہؓ اور جویریہؓ کے
ساتھ نکاح کیا یہ مضمون اُس روایت کا ہے اور ثابت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے جویریہؓ کے ساتھ ۵ھ ہجری مین نکاح کیا اور میمونہؓ کے ساتھ عمرۂ قضا
مین ۷ھ ہجری مین نکاح کیا اور ایسا ہی جب خیبر سے رجوع فرمایا تو ۷ھ مین
صفیہؓ کے ساتھ نکاح کیا تو اب علمار کے نزدیک راجح کیا ہے اور صحیح بخاری
مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ
وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَتْ سَاقُہٗ وَاٰلٰی مِنْ نِّسَائِہٖ شَہْرًا فَجَلَسَ فِیْ مَشْرُبَۃٍ لَّہٗ فَاَتَاہُ
اَصْحَابُہٗ یَعُوْدُوْنَہٗ فَصَلّٰی بِہِمْ جَالِسًا وَّہُمْ قِیَامٌ الخ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
گھوڑے سے گر گئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی مین خراش آگیا اور اپنے
ازواج کے ساتھ ایک مہینے کے لیے ایلار کیا اور اپنے بالاخانے پر تشریف رکھتے تھے اور
وہان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب عیادت کے لیے آتے تھے تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم اُن لوگون کے شامل بیٹھکر نماز پڑھتے تھے اور وہ لوگ کھڑے
ہوکر نماز پڑھتے تھے یہ ترجمہ حدیث مذکور کا ہے اور اسمین یہ شبہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم گھوڑے سے ۵ھ مین گرے تھے چنانچہ ایسا ہی ایک جماعت نے ابن حبان
سے نقل کیا ہو اور ایلار کا قصہ ۹ھ مین ہوا تھا چنانچہ ایسا ہی اہل سیر کے نزدیک
ثابت ہو تو ان دونون قول مین تطبیق کسطرح ہو سکتی ہو مگر ایک صورت ہو کہ کہا جاوے
کہ اسطرح تطبیق ان دونون قول مین ہو سکتی ہو کہ دو مرتبہ ایسا واقعہ ہوا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم اپنے بالاخانہ پر تشریف رکھتے تھے اور وہان اصحاب جاتے تھے

Marfat.com

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھکر اُن لوگون کے شامل نماز پڑھا کرتے تھے اور وہ لوگ کھڑے ہو کر پڑھتے تھے تو گھوڑے سے گرنے کا واقعہ اور ایلاء کا قصہ دونون دو مرتبہ ہوا اور سنہ ۲ھ مین ہوا اور ایسا نہین کہ دونون واقعے ایک ہی مرتبہ وقوع مین آئے ہون

جواب اُن علماء نے جو لکھا ہے کہ تخییر اور ایلاء کا قصہ سنہ ۹ھ مین ہوا تو اس کا سبب تو امر ہین اول امر یہ ہے کہ حافظ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ ایک راوی اس قصے کے رواۃ سے ہین اور وہ مدینہ منورہ مین بعد فتح مکہ کے آئے مگر اسمین یہ امر قابل غور ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اکثر بطور ارسال کے بھی صحابہ سے روایت کرتے ہین چنانچہ اسی طور پر معراج اور بدر وغیرہ کا قصہ روایت کیا ہے تو کیا عجب ہے کہ یہ قصہ بھی بطور ارسال کے روایت کیا ہو اور صحابی کی حدیث مرسل حجت ہے اور دوسرا امر یہ ہے کہ ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم کی تفسیر مین اس قصے کی روایت مین یہ وارد ہے اور وہ روایت قتادہؓ اور حسنؓ سے ہے کہ اُسوقت یعنی تخییر کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح مین نو بیویان تھین پانچ قریش سے تھین یعنی حضرات عائشہؓ اور حفصہؓ اور ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان اور سودہؓ بنت زمعہ اور ام سلمہؓ بنت ابی امیہ اور انکے علاوہ ازواج بھی نکاح مین تھین یعنی صفیہؓ بنت حی خیبریہ اور میمونہؓ بنت حارث ہلالیہ اور زینبؓ بنت جحش اسدیہ اور جویریہؓ بنت حارث کہ بنی مصطلق سے تھین اور تخییر کا حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اسکے بعد پھر اور یہ قصہ طویل حدیث مین مذکور ہے اور بلاشبہ ان ازواج کا اجتماع سنہ ۷ھ کے بعد ہوا اور سنہ ۹ھ مین تخییر کا قصہ ہوا اسواسطے کہ مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ زینبؓ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی وفات سنہ ۸ھ مین ہوئی اور اسپر بھی مورخین کا اتفاق ہے کہ تخییر کا واقعہ اُنکی وفات کے بعد ہوا تو اس سے ثابت ہوا کہ تخییر کا قصہ سنہ ۹ھ مین ہوا اور تیسرا امر یہ ہے کہ ابوبکر نقاش نے آیۃ تخییر کی

Marfat.com

شان نزول مین ذکر کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقش پردہ طلب کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت میمونہ رضہ نے حلہ یمانیہ طلب کیا اور حضرت زینب رضہ نے مخطط کپڑا اور یمن کی چادر طلب کی اور حضرت ام حبیبہ رضہ نے سحولی کپڑا طلب کیا اور ایسا ہی ازواج مطہرات مین سے ہر ایک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز طلب کی سوا حضرت عائشہ رضہ کے کہ آپ نے کچھ طلب نہ کیا اور حاصل کلام یہ ہی کہ ان قرائن سے معلوم ہوتا ہی کہ جب ان سب ازواج مطہرات کا اجتماع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہو گیا تب تخییر کا واقعہ وقوع مین آیا تو اسوجہ سے یہی امر مشاہیر اہل سیر کے نزدیک ثابت ہے کہ اُسکا ذکر اوپر ہوا ہے اور یہ جو سوال مین مذکور ہے کہ اسکے معارض وہ روایت ہے کہ ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن شداد کی روایت ذکر کی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تخییر کے واقعہ کے بعد حضرات ام حبیبہ رضہ اور جویریہ رضہ کے ساتھ نکاح کیا الخ تو شاید یہ کلام اُس شخص کے کلام سے نقل کیا گیا ہے کہ اُسنے ابن ابی شیبہ سے نقل کیا ورنہ ابن ابی شیبہ کی روایت اسطرح ہی اَخْبَرَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ عَنْ اِسْرَائِیْلَ عَنِ السُّدِّیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ قَالَ ذٰلِكَ لَوْ طَلَّقَهُنَّ لَمْ یَحِلَّ لَهٗ اَنْ یَّسْتَبْدِلَ وَقَدْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَنْكِحُ مَا یَشَاءُ بَعْدَ مَا نَزَلَتْ وَتَحْتَهٗ تِسْعُ نِسْوَةٍ وَتَزَوَّجَ بَعْدَهَا اُمَّ حَبِیْبَةَ وَجُوَیْرِیَةَ اِنْتَهٰی بِلَفْظِهٖ یعنے خبر دی مجکو عبید اللہ نے اور اُنھون نے روایت کی اسرائیل سے اور اُنھون نے روایت کی سدی سے اور سدی نے روایت کی عبداللہ بن شداد سے اس آیت کی تفسیر مین وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ کہ کہا عبداللہ بن شداد نے کہ اس سے مراد یہ ہی کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے کسی کو طلاق دیوین تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال نہین کہ اُسکے عوض دوسرا نکاح کرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جس عورت کے ساتھ چاہتے تھے نکاح کرتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نو ازواج مطہرات تھیں اور اسکے بعد حضرات ام حبیبہ رضہ اور جویریہ رضہ کے ساتھ نکاح کیا یہ روایت مذکورہ کا ترجمہ ہے علماء نے لکھا ہے کہ اس روایت میں غور کرنا چاہیئے تا مطلب ظاہر ہو جاوے اور معارضہ اور فساد دفع ہو جاوے تو روایت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ وتزوج جملہ حالیہ ہے اور قد کا لفظ مقدر ہے اور یہ جملہ معطوف ہے وتحته تسع نسوة پر کہ وہ بھی جملہ حالیہ ہے اسواسطے کہ نو ازواج مطہرات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ایک وقت میں ہونا متحقق نہیں ہوتا ہے بسبب ہونے اُن دونوں ازواج مطہرات کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں چنانچہ یہ امر مخفی نہیں اور زید بن ارقم کی جو روایت سوال میں مذکور ہے تو اگر یہ آپ لکھیں کہ وہ کس کتاب میں ہے تو وہ کتاب یہاں دیکھی جاوے لیکن یہ قول نہایت معارض ہے اُن علماء کے قول سے کہ اُنکا اوپر ذکر ہوا ہے کہ تخییر کا قصہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور مسند احمد وغیرہ میں اسطرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس آیت تخییر کے موافق اختیار دیا تو حضرت عائشہ رضہ سے فرمایا کہ تمپر لازم نہیں کہ عجلت کرو اُسوقت تک کہ اپنے والدین سے اجازت لے لو یعنی اپنے والدین سے اجازت لیکر تو اس بارہ میں اپنی رائے ظاہر کرنا اور صحیح مسلم میں ہے کہ اُسوقت تک کہ اپنے والدین سے مشورہ کر لو یعنے اپنے والدین سے مشورہ کر کے تو اپنی رائے ظاہر کرنا اور مسند احمد میں حضرت جابر رضہ کی روایت میں ہے کہ اُسوقت تک کہ یہ بات اپنے والدین ابو بکر رضہ اور ام رومان رضہ سے کہو یعنی اُنسے دریافت کر کے تو اپنی رائے ظاہر کرنا اور اسمیں شبہہ نہیں کہ ام رومان رضہ سنہ پانچ یا چھ ہجری میں فوت ہوئیں چنانچہ استیعاب وغیرہ کتب صحابہ میں مذکور ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ تخییر کا واقعہ ام رومان رضہ کی وفات کے قبل ہوا اور اسکا جواب قسطلانی نے یہ دیا ہے کہ

ام رومان کی وفات سنہ ۶ ہجری مین نہوئی اور قسطلانی نے حَتّٰی تُسَامِرِنی اَبُوبَکر
کے بیان مین کہا ہے کہ اس سے ظاہر طور پر اُسکا قول رد ہو جاتا ہے کہ اُس نے
کہا ہے کہ ام رومان کی وفات سنہ ۶ ہجری مین ہوئی اسواسطے کہ تخییر کا واقعہ سنہ ۹ھ
مین ہوا یہ مضمون قسطلانی کے قول کا ہے اور آپ ایسے جید علماء پر مخفی نہین کہ یہ رد
اولے نہین بلکہ اسکے خلاف ثابت ہے اسواسطے کہ ام رومان کی وفات سنہ ۶ھ
مین ہوئی اور اسکے خلاف کسی نے نقل نہین کیا ہے بلکہ واقدی سے منقول ہے کہ اگر
ثابت ہووے کہ ام رومان کی وفات سنہ ۶ھ کے قبل ہوئی تو لازم آتا ہے کہ تخییر کا واقعہ
سنہ ۵ھ مین ہوا اور یہ کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو
فتح دی اور قریظہ اور نضیر پر فتح حاصل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
ازواج مطہرات نے گمان کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہود کے نفائس اور
ذخائر ملے ہین تو ازواج مطہرات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھین اور کہا کہ
یا رسول اللہ کسریٰ اور قیصر کی لڑکیان زیور اور حلہ یعنی عمدہ کپڑا پہنتی ہین اور ہمارے
فاقے اور تنگی کی جو حالت ہے وہ ظاہر ہے کہ آپ ملاحظہ فرماتے ہین اور اسکے بعد اور
بھی یہ قصہ ہے اور اسوجہ سے نظم قرآن کے سمجھنے مین دقت لازم آتی ہے کہ قرآن شریف
مین اس تخییر کے واقعہ کا ذکر بعد ذکر فتح قریظہ کے ہے کہ فتح قریظہ کا ذکر اس آیت مین
ہے وَاَوْرَثَکُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے مالک کر دیا تم لوگونکو
اُن کفار کی زمین اور اُنکے دیار اور اموال کا اور حاصل کلام یہ ہے کہ ایسے اشکالات
وقائع کی تاریخ مین بہت ہین اور نہایت مشکل ہین چنانچہ سیر کی کتابون کے دیکھنے
سے معلوم ہوتا ہے اور علماء نے جو تطبیق کی وجوہ ذکر کی ہین منجملہ اُن وجوہ کے اکثر
وجوہ نا راست ہین اور اسیوجہ سے صاحب سیرۃ شامیہ کی نیکی ہے کہ روایات مختلفہ کی
تطبیق مین نہایت کوشش اور جانفشانی کی ہے اور وہ روایات سے غافل رہے

Marfat.com

لیکن فی الحال وہ کتاب یہان موجود نہین اگر آپ کے شہر مین ملجاوے تو یہ مقام اُسمین دیکھنا چاہیے اُس سے تشفی ہوجاتی ہی اور لیکن انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے سے گرنے کی جو حدیث ہی تو اُسمین کچھ اشکال نہین اسواسطے کہ احتمال ہی کہ دو مرتبہ گھوڑے سے گرنے کا اتفاق ہوا ہو ایک مرتبہ ۵ھ مین اور دوسری مرتبہ اُسوقت ایسا اتفاق ہوا ہو کہ جب ایلار کا واقعہ ہوا تھا واللہ اعلم اور ایک دوسرا قصہ بھی ہے کہ وہ ایلار کے قصہ کے مشابہ ہے اور وہ قصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ اُنھون نے حضرت امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا اُسوقت جبکہ حضرت عمرؓ حج سے واپس تشریف لے آئے اُن دلنون ازواج مطہرات کا حال کہ اُن حضرات نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کی تھی اور اور یہ قصہ طویل ہے صحیحین وغیرہما مین مذکور ہے اور اُس روایت مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو چند دن کے لیے ترک فرمایا تھا اور ایک روایت مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کنارہ کشی کی اور اپنے بالاخانے پر بیٹھے اور لوگون مین مشہور ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دی حتّٰی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے اجازت چاہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بالاخانے پر جاوین اور یہ قصہ طویل ہے اور اسمین شبہہ نہین کہ یہ واقعہ ۹ھ مین ہوا اسواسطے کہ اس واقعہ کی روایت کے شروع مین ہے کہ اُسوقت ملوک غسان سے ایک بادشاہ کے آنے کا خوف ہم لوگون کو تھا یہ اسواسطے خبر معلوم ہوئی کہ وہ ہم لوگون کی طرف آنا چاہتا ہے تو ہم لوگونکا دل اُسکے خوف سے ہولناک تھا کہ ناگاہ میرے یار انصاری نے دروازہ ٹھونکا کہ آج ایک امر وقوع مین آیا تو مین نے کہا کہ کیا غسانی آیا تو کہا کہ نہین بلکہ اس سے بھی زیادہ ایک امر عظیم الشان وقوع

Marfat.com

مین آیا ہی پھر آخر قصہ تک اس روایت مین مذکور ہی اور اسمین شبہ نہین کہ غسانی کی
آمد کا خوف سنہ ۹ھ مین ہوا تھا اسکے قبل یہ خوف نہوا تھا لیکن صحاح مین یہ مذکور نہین
کہ یہی واقعہ ایلاء کا تھا اور تخییر کی حالت اسکے بعد نازل ہوئی البتہ مسند عبد بن حمید و صحیح
مسلم و تفسیر ابن مردویہ مین اس قصے کے آخر مین ہے کہ راوی کا بیان ہی کہ مین نے
کہا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم آپ بالاخانے پر صرف
انتیس ۲۹ دن رونق افروز رہے تو آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے
فرمایا کہ مہینہ کبھی انتیس ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے یہ مضمون اس روایت کا ہے کہ اس مین
یہ قصہ مذکور ہی تو اگر بعض رواۃ کو وہم نہوا ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسرا ایلاء تھا
اور اس بناء پر تطبیق اسطرح دیجا سکتی ہی کہ سابق ایلاء اسوقت ہوا تھا کہ جب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر گئے تھے اور یہ واقعہ سنہ ۵ھ مین ہوا تھا اور اسوقت
ام رومان زندہ تھین اور اسکے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرات میمونہ رضہ اور
ام حبیبہ رضہ اور جویریہ رضہ کے ساتھ نکاح کیا اور اسکے بعد تخییر کی آیت نازل ہوئی اور اس ایلاء
کا سبب یہ ہوا تھا کہ ازواج مطہرات نے آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
سے مال اور دنیا طلب کی تھی اور یہ ایلاء ام رومان رضہ کی وفات کے بعد ہوا تھا کہ اسوقت
نو ازواج مطہرات کا اجتماع آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے پاس ہو گیا تھا
اور یہ ایلاء اسوقت نہوا تھا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم گھوڑے سے
گرے تھے اور شاید آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے تخییر کی آیت اس ایلاء
کے بعد بھی تاکیداً سنائی تھی تو اس سے بعضے لوگونکو گمان ہوا ہے کہ تخییر کا واقعہ سنہ ۹ھ
مین ہوا تھا بلکہ روایات کے تتبع سے ظاہر ہوتا ہی کہ جب آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم جدید نکاح فرماتے تھے یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین ازواج
مطہرات جمع ہوتی تھین تو تخییر کی آیت تلاوت فرمایا کرتے تھے تا زوجہ مطہرہ جدیدہ کو تبلیغ

Marfat.com

ہو جاوے اور سابق کی ازواج مطہرات کو تاکید ہو جاوے اور اس بیان سے وہ اشکال بھی
دفع ہو جاتا ہے جو صحاح کی دو روایتون مین ہے کہ ایک روایت ابن شہاب کے
طریق سے ہی کہ روایت ہے عروہ بن زبیر رضؓ سے اور انھون نے روایت کی حضرت عائشہ رضؓ
سے کہ آنحضرت صلے اللہ تعلے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی باقی سب ازواج مطہرات
نے حضرت عائشہ رضؓ کی متابعت کی اس امر مین کہ سب نے آنحضرت صلے اللہ تعالی علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم کو اختیار کیا اور ازواج مطہرات سے کسی نے دنیا اختیار نہ کی اور
دوسری روایت یہ ہے کہ ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ فاطمہ بنت ضحاک بن
سفیان کلابی کہ انکے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہ ہجری مین نکاح
کیا انھون نے دنیا اختیار کی تو انکی عقل جاتی رہی اور بے محل بات کرتی تھین اور
کہتی تھین کہ مین شقی ہون اور ایسا ہی یہ خبر روایت کی ابن سعد نے عمر بن سعید سے
اور انھون نے روایت کی اپنے باپ سے اور انھون نے روایت کی اپنے دادا سے
مگر انھون نے کہا ہے کہ انھون نے اپنی قوم کو اختیار کیا تو پھر وہ کہتی تھین کہ مین شقی
ہون یہ جواب اس سوال کا ہے اور اسوقت بحالت انتشار حواس و اختلال حفظ و
اور اک اسقدر مین لکھہ سکا اور اسمین اور نکات باقی ہین کہ آپ ایسے علما پر مخفی نہین
سلمکم اللہ تعالے وابقاکم والسلام اولاً و آخراً

رفع اشتباہ در آیت وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ یعنی
اللہ تعالے کی وہ ذات ہے کہ اسنے آسمان اور زمین چھہ دن مین پیدا کیے ان ایام سے
وہ ایام مراد نہین کہ ان ایام مین حضرت آدم علیہ السلام بعد عصر کے پیدا کیے گئے
تا یہ ضرورت ہووے کہ کہا جاوے کہ ایام سے مراد اللہ تعالے کے حضور کے یعنی اس جہان
کے ایام مراد ہین بلکہ ایام سے مراد دفعات ہے یعنی چھہ دفعہ کر کے پیدا کیے گئے چنانچہ
ان دفعات کی تفصیل سورہ سجدہ مین مذکور ہے اور تفسیر فتح العزیز مین اسکی شرح

Marfat.com

کامل طور پر مذکور ہوئی ہو اسوقت جو اس درست نہین اسوجہ سے ممکن نہین کہ وہ تحقیق مسودہ سے نقل کیجاوے اور یہ جو حدیث ہو خَلَقَ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ الخ یعنی تربت کو شنبہ کے دن پیدا کیا آخر حدیث تک تو اس سے مراد یہ ہو کہ یہ اشیا ران ایام مین پیدا کی گئین اور آسمان اور زمین پیدا کرنے کے بہت زمانے کے بعد یہ اشیا پیدا کی گئین اور یہ جو فرمایا ہے کہ یکشنبہ کو بنانا شروع کیا اور شنبہ کو اُس سے فراغت حاصل ہوئی تو اس سے مراد یہ ہے کہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے مین ایسا اتفاق ہوا اور یہ مراد نہین کہ امور ارضیہ کے پیدا کرنے مین ایسا اتفاق ہوا اور تربت سے مراد اس حدیث مین ارض نہین بلکہ اُس سے اُسقدر زمین مراد ہو کہ وہ زراعت اور نباتات کے قابل ہے اور زمین پیدا کرنے کے بہت دنون کے بعد یہ حصہ علٰحدہ مقرر کیا گیا اور یہ حدیث اگرچہ صحیح مسلم مین ہو مگر ذہبی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے بارے مین دل مین خدشہ ہو اور ذہبی نے اپنی بعض تصانیف مین لکھا ہو کہ صحیحین کی دو حدیث کے بارے مین میرے دل مین خلجان ہو ایک یہ حدیث ہو کہ صحیح مسلم مین ہے اور دوسری یہ حدیث ہو کہ صحیح بخاری مین ہو كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ یعنی مین اُسکا گویا کان تھا کہ اُس سے وہ سُنتا ہو اور بمنزلہ اُسکی آنکھ کے تھا کہ اُس سے وہ دیکھتا ہے۔

سورۃ التوبۃ

تفسیر آیہ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا یعنی مشرکین نجس ہین تو چاہیے کہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے نزدیک نہ آوین تفسیر فتح العزیز مین لکھا ہو کہ اس آیت سے مشرک کی نجاست معلوم ہوتی ہو تو اس نجاست کی تحقیق مین علماء مین اختلاف ہو ائمہ زیدیہ سے ہادی نے کہا ہے کہ کُتّے اور خنزیر کے مانند انکا بدن نجس ہے اور اُسکی دلیل یہ بیان کی ہو کہ ابو شیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہو کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے

Marfat.com

کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مَنْ صَافَحَ مُشْرِکًا فَلْیَتَوَضَّأْ اَوْ لِیَغْسِلْ کَفَّیْدِ یعنی جو شخص مشرک سے مصافحہ کرے تو چاہیے کہ وضو کرے یا اپنی دونوں ہتھیلی دھو ڈالے اور ابن مردویہ نے ہشام بن عروہ کی روایت بیان کی ہے کہ ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے انھوں نے اپنے دادا سے روایت کی کہ انھوں نے کہا اِسْتَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جِبْرَائِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَنَاوَلَہٗ یَدَہٗ فَاَبٰی اَنْ یَّتَنَاوَلَ فَقَالَ یَا جِبْرَئِیْلُ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَاْخُذَ بِیَدِیْ قَالَ اِنَّکَ اَخَذْتَ بِیَدِ یَھُوْدِیٍّ فَکَرِھْتُ اَنْ یَّمَسَّ یَدِیْ یَدًا قَدْ مَسَّتْہَا یَدُ کَافِرٍ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَاءً فَتَوَضَّأَ فَتَنَاوَلَہٗ یَدَہٗ فَتَنَاوَلَہَا یعنی رخ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف پس اپنا ہاتھ انکی طرف بڑھایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ہاتھ پکڑنے سے انکار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرئیل کس چیز نے باز رکھا آپ کو میرا ہاتھ پکڑنے سے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے ایک یہودی کا ہاتھ پکڑا ہے تو مجھکو کراہت پیدا ہوئی کہ میرا ہاتھ ایسے ہاتھ کو مس کرے کہ اسکو کافر کے ہاتھ نے مس کیا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی طلب فرمایا اور وضو کیا اور پھر اپنا ہاتھ بڑھایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وہ ہاتھ مبارک پکڑ لیا تو ظاہر ہے کہ اس استدلال میں تامل ہوتا ہے اسواسطے کہ شرع میں وارد نہیں کہ نجس چیز مس کرنے سے وضو واجب ہوتا ہے بلکہ واجب یہ ہے کہ صرف جس جگہ نجاست لگی ہے وہ جگہ دھوئی جاوے تو اگر مشرک نجس العین بھی ہوتا تو اسکو مس کرنے سے وضو لازم آنے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ اسکی نجاست دوسری طرح کی ہے کہ انشاء اللہ تعالے اسکی تحقیق آئندہ آویگی اور یہ استدلال نہایت واہی ہے کہ مستدال کا گمان ہے فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرک کا بدن نجس ہے اسواسطے کہ یہ حکم اگر

اسو جہ سے ہوتا کہ مشرکین کا بدن نجس ہے تو یہ حکم صرف مسجد حرام کے بارے مین نہوتا اور یہ امر ظاہر ہے اور علاوہ اسکے مسند عبد الرزاق اور تفسیر ابن جریر و ابن منذر و ابن مردویہ و ابن ابی حاتم و ابی الشیخ مین مذکور ہے کہ قتادہ کی روایت مسند احمد مین ہے کہ جابرؓ سے روایت ہے کہ انھون نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَا یَدْخُلُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ مُشْرِكٌ بَعْدَ عَامِیْ هٰذَا اَبَدًا اِلَّا اَهْلُ الْعَهْدِ وَخَدَمُکُمْ یعنی مسجد حرام مین اس سال کے بعد مشرک کبھی داخل نہووین سوا اُن کفار کے کہ اُنکے ساتھ اہل اسلام نے صلح کا عہد کیا ہو اور سوا اُن کفار کے کہ وہ تم لوگون کے خادم ہون تو اگر مشرک کی نجاست بذاتہ ہوتی تو اہل عہد اور غلام مستثنے کیون کیے جاتے اور اسی وجہ سے فقہاے اربعہ کا اُسپر اتفاق ہے کہ مشرکین کا بدن طاہر ہے اور یہ مسئلہ دلیل نقلی اور دلیل عقلی سے ثابت کیا ہے اور دلیل نقلی یہ ہے کہ زمانہ صحابہؓ سے اب تک برابر شائع اور رائج ہے کہ اہل اسلام مشرکین کے برتن سے پانی پیتے ہین اور مشرکین اپنے ہاتھ سے پانی لے آتے ہین اور وہ پانی اہل اسلام پیتے ہین چنانچہ حذیفہ بن یمانؓ لے مداین مین کہ ایک دہقانی تھا اُسکے ہاتھ کا پانی پیا اور ایسا ہی حضرت عمرؓ نے نصرانی کے گھر کے پانی سے وضو کیا اور اسطرح کے اور بھی واقعات وقوع مین آئے ہین اور یہ بھی ثابت ہے کہ ہند اور سندھ اور حبش اور بربر سے اور مجوس فارس کے یہان سے اور خراسان سے کپڑا عرب مین جاتا تھا اور وہ کپڑا وہان کے اہل اسلام پہنتے تھے اور اُس سے کچھ انکار نہ رکھتے تھے اور مثلاً شہد اور گھی وغیرہ تر چیز مشرکین کے یہان کی کھاتے تھے تو اگر مشرکین کا بدن نجس ہوتا تو اہل اسلام ایسا کیون کرتے اور خصوصاً اہل کتاب کہ یہود و نصارے سے ہین اونکی عورتون کے ساتھ بالاجماع نکاح کرنا جائز ہے اور یہ ظاہر دلیل اس امر کے لیے ہے کہ مشرکین کا بدن اور پسینا پاک ہے اور عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر مشرکین

کا بدن نجس العین ہوتا تو اسلام قبول کرنے کے بعد انکا بدن تبدیل کسطرح ہو جاتا
اسواسطے کہ اسلام کی تاثیر اُنکے بدن مین نہین ہوتی ہے بلکہ اسلام کا اثر صرف اُنکی
روح مین پہونچتا ہے اور میرے نزدیک اسمین بحث ہے اسواسطے کہ اجماع سے ثابت
ہے کہ انقلاب حقیقت سے طہارت حاصل ہوتی ہے چنانچہ علمانے کہا ہے کہ جب گدھا
نمک کی کان مین ڈالدیا جاوے اور نمک ہو جاوے تو وہ طاہر ہو جاتا ہے اور ایسی
اور بھی صورتین ہین کہ جب کافر اسلام سے مشرف ہوتا ہے تو اُسکے احکام متغیر
ہو جاتے ہین کہ اسلام کی وجہ سے معصوم الدم ہو جاتا ہے یعنی اُسکے قتل سے ممانعت
ہو جاتی ہے اور وہ شہادت اور کفاءۃ اور ولایۃ وغیرہا کے قابل ہو جاتا ہے تو
اُسکی حقیقت حکماً تبدیل ہو جاتی ہے اگرچہ حقیقۃً تبدیل نہین ہوتی ہے مثلاً لڑکا جب
بالغ ہو جاوے اور غلام جب آزاد کر دیا جاوے تو اُسکی حقیقت بھی حکماً تبدیل ہو جاتی ہے
تو یہ بعید نہین کہ یہ تبدل حقیقۃً انقلاب شمار کیا جاوے اور کہا جاوے کہ بحالت
شرک کے اُسکا بدن نجس تھا اور بعد اسلام کے اُسکی طہارت کا حکم ہوا اور اُن
علماء کا جو قول یہ ہے کہ اسلام کی تاثیر اُنکے بدن مین نہین ہوتی ہے بلکہ صرف اُنکی
روح مین ہوتی ہے تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اگر اُنکی مراد یہ ہے کہ اسلام
کی تاثیر بالذات اُنکے بدن مین نہین ہوتی ہے تو یہ مسلم ہے اور اس سے ہمارے
مدعا مین ضرر نہین اسواسطے کہ ہم تاثیر ذاتی کے قائل نہین اور نہ اسکی اس امر مین
کچھ ضرورت ہے کہ نجاست کی صفت طہارت کے ساتھ منقلب ہو جاوے اور اگر اُنکی
مراد یہ ہے کہ اسلام کی مطلقاً تاثیر اُنکے بدن مین نہین ہوتی ہے حتی کہ بالعرض بھی تاثیر
نہین ہوتی ہے تو یہ قابل تسلیم نہین اسواسطے کہ اوپر مذکور ہوا ہے کہ اسلام کے بعد
وہ معصوم الدم ہو جاتے ہین اور یہ صرف بدن کے احکام سے ہے تو ایسا ہی یہ حکم
طہارت کا بھی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ روح اور بدن مین نہایت درجہ کا امتزاج ہے

Marfat.com

شرعی نجاست کے طبقات کی تفصیل

کہ ایک کا حکم دوسرے مین سرایت کرتا ہے توجب روح بالذات طاہر ہوئی تو بدن بھی
بالعرض طاہر ہوا اور اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ شرعی نجاست کے چند طبقات
ہین اور ہر طبقہ کے لیے علٰحدہ حکم ہے تو طبقۂ اولے نجاست جسمیہ ہے اور اسکی تین
قسمین ہین اسواسطے کہ یا ایسی نجاست ہے کہ وہ صرف وہم کے ذریعہ سے معلوم
ہوتی ہے عقل کے نزدیک اسکی نجاست ثابت نہین بلکہ وہ نجاست عقل کے خلاف
ہے جیسے ناک کا پانی اور تھوک اور وہ برتن ہے کہ خاص بول و براز کے لیے بنایا گیا ہو
اور ہنوز اُسمین بول و براز نہ لگا ہووے یا بول و براز لگنے کے بعد دھو کر پاک کیا گیا ہو
اور اسطرح کی نجاست کو متقذرات کہتے ہین نجاست نہین کہتے اور جو اُس سے
پرہیز رکھے اُسکو متنظف کہتے ہین متطہر نہین کہتے اور یہی فرق تنظیف اور تطہیر مین ہے
اور شرع مین اسکا اعتبار مساجد اور نماز کے مقام کے بارے مین ہے چنانچہ مسجد
مین تھوکنے کے بارے مین وعید وارد ہے اور اونٹ کے رہنے کی جگہ مین اور حمام
وغیرہ ایسی جگھون مین نماز پڑھنا منع ہے اور یا وہ نجاست جسمیہ ایسی نجاست
ہے کہ وہم اور عقل دونون کے ذریعہ سے معلوم ہوتی ہے اور وہ نجاست حقیقیہ ہے
مثلاً بول و براز اور دم مسفوح یعنی جاری خون اور حیوانات کا فضلہ وغیرہ اور جو
اسطرح کی چیزین ہین اور اس نجاست کا شرع مین بھی اعتبار ہے چنانچہ جب نماز پڑھنے
کا ارادہ ہووے تو ایسی نجاست کا دھونا واجب ہے اور بلا اشد ضرورت کے ایسی
نجاست بدن اور کپڑے مین لگانا حرام ہے اور وہ نجاست جسمیہ یا ایسی نجاست ہے
کہ صرف عقل کے ذریعہ سے معلوم ہوتی ہے اور وہم کو اُسمین دخل نہین اور یہ نجاست
چند طرح کی مختلف طور پر ہے بعض ایسی نجاست ہے کہ اُسوقت عقل سے معلوم ہوتی ہے
کہ جب عقل شرع کے نور سے منور ہو جاوے اور وہ نجاست حکمیہ ہے مثلاً حدث اور
جنابت اور حیض اور نفاس تو سب بدن کا نجس ہو جانا حدث اور منی اور حیض اور

Marfat.com

نفاس کا خون نکلنے سے وہم کے ذریعہ سے نہین معلوم ہوتا ہے بلکہ جب عقل شرع کے نور سے منور ہوتی ہے تو اُسوقت عقل کے ذریعہ سے یہ نجاست معلوم ہوتی ہے جو وجدانیات کی حالت سے اور اُسوقت انسان کو اس نجاست سے اُسیقدر نفرت ہوتی ہے کہ جسقدر نجاست حقیقیہ سے نفرت ہوتی ہے بلکہ اُس سے بھی زیادہ تنفر ہوتا ہے اور بعض نجاست ایسی ہے کہ عقل کے ذریعہ سے بھی معلوم نہین ہوتی ہے البتہ جب ملائکہ کے ساتھ اختلاط ہوتا ہے اور اُنکی مصاحبت کا اتفاق ہوتا ہے تو اُسوقت عقل کے ذریعہ سے وہ نجاست معلوم ہوتی ہے جیسے کذب اور غیبت اور چغلی کی نجاست ہے اور اسی طرح کی نجاست بعضے اخلاق ذمیمہ کی بھی ہے کہ ایسے اخلاق بعضے نفس مین ہوتے ہین چنانچہ صحیح حدیث مین وارد ہے کہ جب بندہ جھوٹھ بولتا ہے تو اُسکی بدبو کی وجہ سے فرشتے اُس شخص کے پاس سے دور چلے جاتے ہین اور اسیطرح کی یہ سب نجاست بھی ہے یعنی شراب اور دیگر مسکرات کی نجاست اور سود کے روپیہ کی نجاست اور زانیہ اور زانی کی نجاست اور نجاست کی یہ قسم درحقیقت طبقۂ ثانیہ سے ہے یعنی نجاست روحانیہ ہے لیکن چونکہ اُسکی تاثیر اعمال اور اخلاق مین ہوتی ہے اسوجہ سے جب وہ اعمال اور اخلاق بدن کے ساتھ متعلق ہوتے ہین اور ملائکہ کے ساتھ مصاحبت ہوتی ہے تو اسکا اثر بدن مین بھی معلوم ہوتا ہے اور اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اُس چیز کے تناول فرمانے سے پرہیز فرماتے تھے کہ اُسمین بقولات یعنی لہسن اور پیاز وغیرہ اسطرح کی چیز رہتی تھی اور اپنے ساتھ کے صحابی سے کبھی ایسے محل مین کہ اسطرح کی چیز کھانے کی حاضر کی گئی فرمایا کہ تم کھاؤ اسواسطے کہ مین اُسکے ساتھ مخاطب ہوتا ہون کہ تم اُسکے ساتھ مخاطب نہین ہوتے اور تیسرا طبقہ نجاست کا نجاست روحی ہے کہ اُسکا کچھ بھی اثر بدن مین ظاہر نہین ہوتا ہے اور وہ باطل اعتقاد کی نجاست ہے اور اُسکے انواع

Marfat.com

سے زیادہ قبیح شرک ہے اور یہ نجاست کسی طرح عقل کے ذریعہ سے دریافت نہین ہوسکتی ہے اور چونکہ طبقات نجاست کے مختلف ہین اسوجہ سے ہر طبقہ کے بارے مین حکم بھی علیحدہ ہے تو طبقۂ اولے کی نجاست کے بارے مین حکم یہ ہے کہ سب خاص وعام پر واجب ہے کہ ہر جگہ ہر وقت اُس سے پرہیز کرین البتہ بوقت ضرورت معاف ہے مثلاً رعاف دائم ہووے یا ایسا ہی اور کوئی عذر ہووے اور طبقۂ ثانیہ کی نجاست کے بارہ مین حکم ہے کہ خواص اولیا و صاحبان شرف پر واجب ہے کہ اُس سے پرہیز کرین مثلاً صدقہ کا مال بنی ہاشم کے حق مین حرام ہے دوسرون کے حق مین حرام نہین اور مثلاً روزہ کی حالت مین فساق کے ساتھ اختلاط رکھنا ہے اور اسی قبیل سے روزہ کی حالت مین غیبت اور کذب بھی ہے اور نجاست کے طبقۂ ثالثہ کے بارے مین حکم ہے کہ کسی پر واجب نہین کہ اُس سے پرہیز کرے بلکہ اسکا حکم صرف مسجد حرام کے بارہ مین علیحدہ ہے کہ وہ قبلہ نماز کا ہے اور اللہ تعالے کے ساتھ اسکو خصوصیت ہے اور امام مالک نے باقی سب مساجد کو بھی مسجد حرام پر اس بارہ مین قیاس کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ اور سب مساجد مین بھی مشرکین کا جانا منع ہے لیکن جمہور کے نزدیک مسجد حرام اور دوسری مساجد مین فرق ہے اسواسطے کہ اور مساجد بمنزلۂ خلیفۂ مسجد حرام کے ہین اور بمنزلۂ اسکے ظل کے ہین اور مسجد حرام اس امر مین اصل ہے کہ قبلہ ہے اور اللہ تعالے کے ساتھ اسکو خصوصیت ہے تو مسجد حرام کا خاص مرتبہ ہے کہ وہ مرتبہ دوسری مساجد کا نہین اور اگر اسکی زیادہ توضیح منظور ہووے تو سمجھنا چاہیے کہ سب زمین اللہ تعالی کی ہے اور اسیوجہ سے شارع نے فرمایا ہے جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا فَاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ یعنی زمین ہمارے لیے سجدہ کی جگہ اور پاک بنائی گئی ہے تو میری امت کے ہر شخص کے لیے حکم ہے کہ جب نماز کا وقت آجاوے تو وہ نماز پڑھے لیکن چونکہ زمین مین بندہ کا دعوی ملکیت کا

ہوتا ہے اسواسطے سب زمین کا خالصاً للہ ہونا محل اشتباہ ہوا تو ضرور ہوا کہ زمین کا بعض حصہ علیحدہ کر دیا جاوے تا وہ خالصاً للہ ہووے اور اللہ تعالے کی عبادت کے لیے مقرر کر دیا جاوے اور اُسی کو مسجد کہتے ہین تو ایسے مواضع اُسکے مالک کی تخصیص کرنے سے خالصاً للہ ہوتے ہین ایسا نہین کہ خاص اللہ تعالے نے وہ مواضع خاص کر دیے ہون کہ خالصاً للہ ہون اور مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کو خاص اللہ تعالے نے مخصوص فرما دیا ہے کہ وہ خالصاً للہ ہے تو جسقدر مواضع کی نسبت اللہ تعالے کے ساتھ ہے اُن سب مین یہ دونون مسجد اشرف ہین اور بلا تشبیہ اُسکی مثال یہ ہے کہ کسی اقلیم کا کوئی بادشاہ ہووے تو کہا جاویگا کہ وہ سب اقلیم اُس بادشاہ کی ہے اور اُس اقلیم کے سب مواضع کی نسبت علی التسویہ اُسکی طرف ہوگی پھر بعض مواضع کی تخصیص اُس بادشاہ کے ساتھ ہو جاوے مثلاً ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر قریہ مین جو جگہ حکام کے اجلاس کے لیے ہو تو گویا اسی طرح اللہ تعالے کے نزدیک عام مساجد ہین اور مثلاً بعض مواضع کو خاص سلطان بذاتہ اپنے لیے مخصوص کر لیوے مثلاً قلعہ کہ دار الخلافت ہووے تو جو لوگ بادشاہ کی طرف متوجہ ہونگے گویا وہ جگہ اُن لوگون کے لیے بمنزلۂ قبلہ کے ہوگی اسی طرح مسجد حرام اللہ تعالی کے نزدیک ہے اور اسیوجہ سے اُسکے گرداگرد حرم قرار پایا کہ وہان منع ہے کہ شکار کیا جاوے یا کوئی دشمن قتل کیا جاوے اور حکم ہے کہ جب وہان جانا چاہے تو زینت اور خوشبو وغیرہ جو اشیاء احرام مین ممنوع ہین اُس سے پرہیز کرے اور سلاطین کا معمول ہے کہ اُنکی رعایا سے جب کوئی شخص جرم کرتا ہے تو اُسکو سزا دیتے ہین اور جب کوئی ایسا جرم عظیم کرتا ہے کہ اُسکا قیاس کسی دوسرے جرم پر نہین ہو سکتا ہے تو اُسکو منع کر دیتے ہین کہ سلطان کے حرم مین یا دربار خاص مین نہ آنے پاوے تو ایسا ہی اللہ تعالی کے نزدیک مشرک ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کی نجاست اُس مین

Marfat.com

ہے تو اللہ تعالے نے اُسکو منع فرمادیا ہے کہ وہ بیت الحرام مین نہ آوے اسواسطے
کہ بیت الحرام کو اللہ تعالے کے ساتھ خاص خصوصیت ہے کہ وہ خصوصیت اس
بارہ مین مسجد حرام کے مانند دوسری مساجد مین نہین واللہ اعلم بالصواب

فایدہ متعلق آیہ وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ یعنی اللہ تعالے فرماتا ہے
کہ جو شخص میرے ذکر سے اعراض کریگا تو قیامت کے دن اُسکو ہم اندھا اُٹھاوینگے
اس آیت کی نہایت قوی توجیہ یہی ہے کہ نابینائی سے مراد ظاہری نابینائی ہے
لیکن وہ ظاہری نابینائی شبیہ اور مثال باطنی نابینائی کی ہوگی کہ دنیا مین اُس
شخص مین تھی اور آخرت مین حقائق کے معانی اور صور کا شبیہ صور تمنا سبہ اور
اشباح متشاکلہ مین ہوگا تو باطنی نابینائی کہ دنیا مین تھی آخرت مین ظاہری نابینائی
کی صورت مین ظاہر ہوگی اور وہ لوگ اپنے کو اندھا پاوینگے تو پوچھین گے کہ
رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا یعنی اے پروردگار تو نے مجھکو اندھا
کیون اُٹھایا یعنی یہ ظاہری نابینائی کیون ہے اور دنیا مین تو مجھ مین ظاہری
بینائی تھی یعنی قاعدہ یہ ہو کہ جب کسی چیز کا اعادہ ہوتا ہے تو سابق مین وہ چیز جیسی ہوتی
ہے اُسی طرح اُسکا اعادہ بھی ہوتا ہے تو اُنکو جواب دیا جاوے گا کہ تم
مین مطلقاً باطنی بینائی نہ تھی بلکہ تم ایسا ہی ہماری آیات مین غور کرنے کے بارے
مین دل کے نابینا تھے تو وہ باطنی نابینائی یہان ظاہری نابینائی کی صورت مین
ظاہر ہوئی ہے اسواسطے کہ یہان باطنی امور کا ظہور صور ظاہرہ مین ہوا ہے اور
اگر کہا جاوے کہ عمیٰ سے مراد بصیرت مین حیرت ہونا ہے تو یہ مراد سیاق کلام کے
خلاف ہوتی ہی اسواسطے کہ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا اُسکے ساتھ چسپان نہین ہوتا ہے اور
اسکے بعد یہ ہے كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنسَىٰ یعنی اللہ تعالے
فرماویگا کہ اور اسی طرح ہماری آیات تمھارے پاس آئین تو تم اُنکو بھول گئے اور

ایسا ہی آج تم بھلا دیے جاتے ہو تو اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص دنیا
مین جاہل تھا یا قصداً جہالت کا کام کرتا تھا تو اگر آخرت مین بھی صرف اُسی طرح
جاہل اُٹھایا جاوے تو اُسکی سزا کیا ہو گی اور اُسکے فعل پر ضرر کیا مترتب ہو گا
اور اس کلام کے سیاق سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مین جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے
اعراض کرتا ہے اُسکے پاداش مین آخرت مین اُسکی یہ سزا ہو گی اب یہ بیان
کرتا ہون کہ جب کہا جاتا ہے کہ عمی سے مراد اس آیت مین ظاہری نابینائی ہے تو
اس آیت اور دوسری آیات مین مخالفت ہوتی ہے مثلاً یہ آیت ہے اَسْمِعْ بِهِمْ
وَاَبْصِرْ یَوْمَ یَاتُوْنَنَا لٰکِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ یعنی کیا خوب سنتے ہونگے اور
کیا خوب دیکھتے ہونگے جسدن آوینگے ہمارے پاس لیکن ظالم آج کے دن ظاہر
گمراہی مین ہین اور اسکے مانند اور جو آیات ہین اور اگرچہ یہ آیت اکثر آیات کے
موافق بھی ہے مثلاً وَنَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ عُمْیًا وَّبُکْمًا وَّصُمًّا
یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اور ہم اُٹھاوینگے اُن لوگون کو یعنی کفار کو قیامت کے
دن اُنکے منھ پر اندھے اور گونگے اور بہرے چنانچہ اسی ظاہری مخالفت کی وجہ سے
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کیا یہ نہین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے وَرَاَی الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ یعنی اور دیکھین گے گنہگار دوزخ کو اور اللہ تعالےٰ
نے فرمایا ہے سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّزَفِیْرًا یعنی سُنین گے منکرین قیامت
دوزخ کا افروختہ ہونا اور جلانا اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے دَعَوْا هُنَالِکَ ثُبُوْرًا
یعنی پکارین گے منکرین قیامت کے ہلاکت کو تو حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ تو یہ
لوگ اندھے اور گونگے اور بہرے کسطرح ہونگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے
جواب دیا یعنی یہ لوگ ایسی چیز نہ دیکھین گے کہ اُس سے اُنکو خوشی ہووے اور
کوئی عذر نہ بیان کر سکین گے اور ایسی چیز نہ سُنینگے کہ اُسکے سُننے سے اُنکو خوشی ہووے

اور اس تعارض کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ ابتدا ر حشر مین ان لوگونکی صورت اندھے
اور گونگے اور بہرے کی صورت کے مانند ہوگی کہ کوئی امر حق نہ دیکھیں گے اور نہ کہینگے
اور نہ سُنین گے اور پھر جب اللہ تعالی کے قہری تجلی کے حضور مین جاوین گے اور
کامل طور پر پردہ اٹھ جاویگا توانکے حواس کی تجلی مین کامل قوت آویگی اور اُسی
تجلی کا ذکر اللہ کے اس کلام پاک مین ہے یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ
یعنی جسدن کھڑے ہونگے لوگ رب العالمین کے حضور مین اور یہی ذکر اللہ تعالے
کے اس کلام پاک مین بھی ہے وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِیْٓءَ
بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ یعنی اور روشن ہوگی زمین اپنے پروردگار کے نور سے اور رکھا
جاویگا نامۂ اعمال اور لائے جاوینگے پیغمبران اور گواہان اور اس تطبیق کی طرف
ان آیات کے لفظ مین ارشاد ہے کہ نَحْشُرُهٗ اَعْمٰی اور نَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ
عَلٰی وُجُوْهِهِمْ عُمْیًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا یعنی مراد یہ ہے کہ عمی وغیرہ کی حالت مین اُنکو
ہم اٹھاوین گے اور یہ جو آیت ہے اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا اسمین
مذکور ہے کہ جسدن ہمارے پاس آوینگے یہ لوگ کیا خوب سُنتے اور دیکھتے ہون گے
یعنی ابتدار حشر مین یہ لوگ اندھے گونگے بہرے ہونگے اور جب قہری تجلی کے حضور مین
جاوینگے تو اُسوقت دیکھنے سُننے لگینگے واللہ اعلم۔

سوال اللہ تعالے نے فرمایا ہے وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِیْنَ یعنی اور
گردانا ہمنے نوح کی اولاد کو باقی رہنے والے جمہور مفسرین نے اس آیت کی تفسیر مین ذکر
کیا ہے کہ روے زمین کے سب آدمی طوفان مین غرق ہو گئے اور جن لوگون نے
حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی مین نجات پائی اُنمین سے اور کسی کی نسل
سے کوئی باقی نہ رہا صرف حضرت نوح علیہ السلام کے تین لڑکونکی نسل سے
دنیا مین لوگ ہوے اور اسیوجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کہتے ہین

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ جب تک رسول نہیں بھیجتا ہے اور اتمام حجت نہین کر لیتا کسی پر عذاب نہین کرتا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت عام طور پر سب خلق کے لیے تھی اور حالانکہ اس امر کو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت سے شمار کیا ہے اور صاحب مواہب لدنیہ نے اسکے چند جواب دیے ہین اور صاحب تفسیر مظہری نے جمہور کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ گمان یہ ہے کہ طوفان صرف نوح علیہ السلام کی قوم کے واسطے ہوا تھا اور سب جہان کے لیے طوفان نہوا تھا اور لام کہ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا مین ہے وہ عہد کے واسطے ہے یا لازم نہ آوے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت عام طور پر سب خلق کیلیے تھی اور صاحب تفسیر مظہری نے کہا ہے کہ حصر جو اس آیت مین ہے وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ یعنی اور کردیا ہمنے صرف نوح کی اولاد کو باقی رہنے والے تو یہ حصر اضافی ہے یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے جو لوگ باقی رہ گئے تھے اُنہین سے صرف حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کی نسل سے آیندہ لوگ ہوئے۔

جواب سلف اور خلف سے کسی کا یہ قول نہین کہ طوفان صرف حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے حق مین ہوا تھا اور یہود کے باطل اقوال کا اعتبار نہین اور حق یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت عام طور پر سب اہل زمین کے لیے تھی اور پچاس کم ایک ہزار برس مین سب کو اسلام کی دعوت پہونچی تو اتمام حجت سب پر ہوگیا تھا اور آخر عذاب اللہ تعالیٰ کی عادت کے موافق ہوا اور سب اہل زمین حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے تھے لیکن یہ حکم خاص اُسی زمانے مین تھا اُسکے بعد یہ حکم باقی نرہا اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت عام طور پر اہل زمین کے لیے ہر زمانہ مین ہے اور یہی حکم قیامت تک رہیگا تو واضح ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت اسلام مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام مین فرق ہے

Marfat.com

نوح علیہ السلام کی دعوت اسلام کی سب اہل زمین کے لیے اُسی زمانہ تک تھی
اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام کی سب اہل زمین کے لیے
عام طور پر ہر زمانہ مین قیامت تک رہیگی۔

سوال اللہ تعالےٰ کا کلام پاک وَيَتَّقْهِ کہ ساتھ سکون قاف کے ہی بیضاوی نے لکھا ہے کہ کتف اور فخذ کے قاعدے کے موافق یہان بھی قاف ساکن ہوا ہے اور یہ بعید معلوم ہوتا ہے کہ فعل کے وزن کا قیاس اسم کے وزن پر کیا جاوے۔

جواب وَيَتَّقْهِ کہ ساتھ سکون قاف کے ہے اسکی بنا اسپر ہے کہ تشبیہ تقہ کی کہ جزو کلمہ ہے ساتھ فخذ کے ہے اور ایسا نہین کہ مجہولہ فعل کی تشبیہ اسم کے ساتھ ہے اور یہ تشبیہ صرف قرارۃ اور تلفظ کی تسہیل مین ہے نفس کلمہ کی تعلیل مین تشبیہ نہین اور اسمین مضائقہ نہین کہ فعل کا قیاس اسم پر ایسے امر مین کیا جاوے کہ اُسکا اثر تلفظ اور قرارۃ مین ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ حروف ادا کرنے مین عسرت ہونا اسم اور فعل دونون مین مشترک ہے اور تخفیف کا لحاظ دونون مین برابر ہے اور جب علت مشترک ہے تو ضرور ہے کہ اثر بھی مشترک ہووے اور اسمیت اور فعلیت کا فرق اس امر کے لیے مانع نہین ہو سکتا اسواسطے کہ یہ فرق اسمیت اور فعلیت کا کلمہ کے معنے اور اُسکے توابع کے اعتبار سے ہے اور تخفیف کی بنا تلفظ اور قرارۃ پر ہے واللہ اعلم۔

قولہ تعالےٰ وَبِذِي الْقُرْبٰى جاننا چاہیے کہ سورہ بقرہ مین ذِي الْقُرْبٰى بدون با کے ہے اور سورہ نسار مین بِذِي الْقُرْبٰى ساتھ با کے ہے اور ضرور ہے کہ اس اسلوب کے تغیر مین کوئی نکتہ ہوگا اور بعد غور و فکر کے جو میرے نزدیک ثابت ہوا ہے وہ یہ ہے کہ سورہ نسار مین شروع سورہ سے یہان تک اقارب کا ذکر ہے اور اُنکے متعلق مواریث اور وصایا اور نماز کے احکام کا بیان ہے اور یہ سب امر مطلوب ہے اور اسمین تاکید مناسب اور مستحسن ہے بخلاف سورہ بقرہ کی آیت کے کہ اُس مین

Marfat.com

بنی اسرائیل کا قصۂ گذشتہ مذکور ہے اور اسمین کوئی امر مطلوب نہین اسواسطے وہ مقام تاکید نہین۔

قولہ تعالےٰ فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ یہ آیت سورۂ نسار مین ہے اور سورۂ مائدہ مین اسطرح ہے فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ یعنی پس مسح کرو اپنے منھ اور ہاتھ کا تو مِنْهُ کا لفظ سورۂ نسار کی اس آیت مین نہین اور سورۂ مائدہ کی اس آیت مین ہے تو اسمین نکتہ یہ ہے کہ سورۂ مائدہ مین وضو اور اسکے واجبات کی تفصیل اس کلام کے قبل قصداً اور بالذات ہے تو مناسب ہوا کہ تیمم کے واجبات بھی بالاستیعاب ذکر کیے جاوین اسواسطے مِنْهُ کا لفظ زیادہ کیا گیا تا معلوم ہو جاوے کہ اتصال وضو کا تیمم کے ساتھ حکم مین ہے اور سورۂ نسار کی آیت تبعاً اس نہی کے مذکور ہے کہ وہ نہی وارد ہے اس امر مین کہ جب ذہن دوسرے امر مین مشغول ہو تو اسوقت نماز نہ پڑھنا چاہیے یعنی خلوص کے ساتھ پڑھنا چاہیے اور جو چیز تبعاً مذکور ہوتی ہے اسکی تفصیل کی ضرورت نہین ہوتی۔

قولہ تعالےٰ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا یعنی اور جسنے شرک کیا تو تحقیق کہ اسنے بڑا گناہ افترا کا کیا یہ آیت سورۂ نسار مین ہے اور اسی سورۂ کے اخیر مین اس آیت کے آخر مین یہ ہے فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا یعنی پس تحقیق کہ نہایت گمراہ ہوا تو اس اسلوب کے تغیر مین نکتہ یہ ہے کہ پہلی آیت یہود کے قصہ کے سیاق مین وارد ہوئی کہ ان لوگون نے تحریف کی تھی اور کہا افترا علی اللہ اور کہا عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ یعنی عزیر بیٹا اللہ کا ہے تو مناسب ہوا کہ اس آیت کے آخر مین افتراء عظیم کا ذکر ہووے اور دوسری آیت عرب اور بت پرستون کے قصہ کے سیاق مین وارد ہوئی کہ ان لوگون نے کتاب سے استدلال نہ کیا اور بت کی پرستش کی تو مناسب ہوا کہ اس آیت کے آخر مین ضلال بعید ذکر کیا جاوے

Marfat.com

اسواسطے کہ اُن لوگون نے حق اور کتاب کا خیال نہ کیا اور گمراہ ہوے اور یہ بھی وجہ ہے کہ دوسری آیت کے قبل یہ کلام پاک ہے وَمَا يُضِلُّونَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ یعنی اور وہ لوگ نہین گمراہ کرتے مگر اپنی جان کو تو مناسب ہوا کہ اُنکے قصے کے آخر مین گمراہی کا بیان کیا جاوے۔

قولہ تعالیٰ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ یعنی پس ابراہیم علیہ السلام کی قوم سے بعضے ایمان لاے اور بعضے اُس سے باز رہے یہ آیت سورہ نسارمین ہے تو جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ تغابن کے شروع مین فرمایا ہے فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ یعنی بعضے تم لوگون مین سے کافر ہوے اور بعضے تملوگون مین مومن ہوے تو سورہ نسار مین مؤمن کا ذکر کافر کے ذکر سے پہلے فرمایا ہے اور سورہ تغابن مین کافر کا ذکر مؤمن کے ذکر سے پہلے ارشاد فرمایا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ سورہ نسار مین اس آیت نکے قبل یہ کلام پاک ہے فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ یعنی تحقیق کر دی ہمنے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت اور اصل یہ ہے کہ ایمان اور کفر اُن لوگون کا دوسرے کی ترغیب سے ہوا اور سورہ تغابن کی آیت مشرکین قریش کی مخاصمت کے بیان مین ہے اور اُنکا کفر اصلی تھا اور اُن مین سے بعضے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام کو قبول کیا اور وہ اسلام سے مشرف ہوے تو دونون مقام مین جو امر اصل تھا وہ مقدم کیا گیا واللہ اعلم۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بعضے احکام مین قرآن شریف سے ظاہر اکوئی ایسا امر مفہوم ہوتا ہے کہ متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ وہ ظاہر امر متروک ہو مثلاً حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ یعنی جتبے کہ نکاح کر لیوے وہ عورت مطلقہ کسی دوسرے شوہر سے تو اس سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ صرف دوسرے شخص سے نکاح کر لینے سے عورت مطلقہ کہ اُسکو تین طلاق اُسکے شوہر نے دی ہون اُس شوہر کے لیے حلال ہو جاتی ہے

Marfat.com

اور یہ شرط نہین کہ دوسرا شوہر وطی بھی کرے چنانچہ یہی حکم سعید بن مسیب کے نزدیک ثابت ہے اور متواتر حدیث سے ثابت ہے کہ وطی شرط ہے اور مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک ہے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ یعنی اور جسنے قتل کیا مومن کو خطا سے تو واجب ہے کہ ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور مقتول کے اہل کو دیت دیوے تو اس آیت سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ قتل خطار کی دیت قاتل کے مال مین واجب ہوتی ہے عاقلہ پر واجب نہین ہوتی جیسا خوارج کا مذہب ہے تو ایسے ظاہر معنے پر تمسک کرنا عذر نہین اور یہ خطاے اجتہادی ہرگز معاف نہین اسواسطے کہ یہ خطار اجتہاد کے محل مین نہین اور جب ایسے محل مین خطار واقع ہووے کہ وہ اجتہاد کا محل نہو تو ایسی خطا ہرگز قابل عذر کے نہین نہ مجتہد کے حق مین اور نہ غیر مجتہد کے حق مین ایسی خطا قابل عذر کے ہے ایسا ہی صاحب ہدایہ نے تحلیل کی بحث مین لکھا ہے۔

سوال قرآن شریف مین ہے وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ یعنی تحقیق کہ کفار نے اپنے گمان مین قرار دیا درمیان خدا کے اور درمیان جنات کے نسب اور البتہ تحقیق کہ جانتے ہین جنات کہ وہ لوگ ضرور حاضر کیے جاوینگے عذاب مین پاک ہے اللہ اُس سے کہ بیان کرتے ہین مدارک التنزیل مین لکھا ہے کہ جنہ سے مراد ملائکہ ہین۔ سورۂ والصّٰفّٰت

جواب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ یعنی نہین ہے ہم مین سے کوئی مگر اُسکے لیے ایک مقام معلوم ہے ارجح یہ ہے کہ یہ قول ملائکہ کا ہے اور ایسا ہی قرآن شریف مین چند مقام مین واقع ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ یعنی ہم نہین نازل ہوتے مگر آپ کے پروردگار کے حکم سے اور بالاتفاق ثابت ہے کہ یہ قول حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ہے اور یہ امر

Marfat.com

کہ جنہ سے مراد ملائکہ ہین نہایت بعید ہے اور ایک تفسیر کبیر ابی مسلم اصفہانی کی ہے اسمین ایسی آیات مین ربط اور مناسبت ثابت کی ہے اور ان آیات کو غیر معانی ماثورہ پر حمل کیا ہے ۔

قولہ تعالے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ امانت سے مراد یا تکلیف اور ثواب و عقاب کا اہل ہونا ہے اور یا مراد طاعت ہے کہ بالاختیار طبیعت کے مقتضا کے خلاف کیجاوے اور یا مراد شرع کے حدود اور وہ احکام ہین کہ جبتک شارع ظاہر نکرے غیر کو معلوم نہین ہوسکتے ہین جیسے وضو اور روزہ اور جنابت کا غسل ہے ایسا ہی متقدین مفسرین سے منقول ہے اور یا امانت سے مراد متصف ہونا ہے ساتھ جمیع اسماء حسنیٰ کے اور یہ شیخ اکبر نے فتوحات مین اختیار کیا ہے اور یا مراد خلافت اور ریاست ہے اور یہ جیلی وغیرہ عرفا نے اختیار کیا ہے اور اول شق پر اعتراض ہوتا ہے کہ احکام شرعیہ کے مکلف ہونے مین جن اور آدمی دونون برابر ہین تو اس آیت مین انسان کی تخصیص کی کیا وجہ ہے اور اسکا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ صرف انسان نے امانت قبول کی بلکہ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ آسمان اور زمین اور پہاڑ نے امانت قبول نہ کی اور اُنسے علیحدہ ہوکر انسان نے امانت قبول کر لی اور ممکن ہے کہ انسان کے قبل غیر نے بھی مثلاً جن نے امانت قبول کی ہو اور اس جواب مین یہ شبہہ ہوتا ہے اس مقام کا مقتضے یہ ہے کہ تخصیص مطلق مراد ہووے اسواسطے کہ یہ یا مقام مدح کا ہے یا مقام ذم کا ہے اور کوئی انہین سے بدون تخصیص کے حاصل نہین ہوسکتا ہے اور اس شبہہ کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ انسان عام ہے جنات سے اسواسطے کہ جن بھی انسان ناری ہے اور اس جواب مین یہ شبہہ ہوتا ہے کہ یہ قرآن کے الفاظ کے خلاف ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اصالۃً احکام شرعیہ کی تکلیف انسان نے قبول کی اور جنات گویا انسان کے لیے بمنزلۂ قالب کے ہوے اسوجہ

سے تبعاً وہ بھی مکلف ہو گئے تو عالم ارواح مین یہ منصب اصالۃً انسان کو حاصل ہوا اور
چند مقام مین اس تفسیر مین مین نے ذکر کیا ہے کہ جنات کی نسبت انسان کے
ساتھ ایسی ہے کہ جیسی نسبت قالب کی زیور کے ساتھ ہوتی ہے یا جیسی نسبت خربۂ
کی بلدۂ معمورہ کے ساتھ ہے اور جنات کا وجود بطور توطیہ اور تمہید کے ہوا انسان
کے وجود کے لیے اور بمقتضائے اسکے کہ اول فکر آخر عمل ہے انسان کا وجود
باعتبار زمانہ کے مؤخر ہوا لیکن اللہ تعالےٰ کی عنایت انسان کے ساتھ پہلے
متعلق ہوئی اور اسوجہ سے انسان نے اس بارہ مین یعنی احکام شرعیہ کی تعمیل مین
زیادہ کوشش کی یہ مضمون تفسیر فتح العزیز مین سورۂ آل عمران کی تفسیر مین
قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا کے بیان مین مذکور ہے فتح العزیز کے مسودے سے
یہان نقل کیا گیا۔

تعدیہ لفظ وحی بہ الی و علی جاننا چاہیے کہ وحی آسمان سے نازل ہوتی ہے
اور رسول کے پاس پہونچتی ہے تو وحی مین دو امر پائے گئے ایک آسمان سے نازل
ہونا اور دوسرے پہونچنا پیغمبر کے پاس اور امر اول مقتضی استعلاء کے لیے ہے
اسواسطے کبھی باعتبار امر اول کے وحی کے لفظ کی تعدیہ لفظ علےٰ کے ساتھ ہوتی ہے
اور امر ثانی مقتضی انتہا کے لیے ہے تو باعتبار امر ثانی کے کبھی وحی کے لفظ کی تعدیہ لفظ
الیٰ کے ساتھ ہوتی ہے اور قرآن شریف مین دونون طور پر لفظ وحی کا مستعمل ہوا ہے
تو باعتبار امر اول کے اس سورۃ مین یعنی سورۂ آل عمران مین مستعمل ہوا ہے اور باعتبار
امر ثانی کے سورۂ بقرہ مین مستعمل ہوا ہے اب اسمین کلام ہے کہ کیا وجہ ہے کہ
کسی سورۃ مین امر اول کا اعتبار ہوا ہے اور کسی سورۃ مین امر ثانی کا لحاظ ہوا ہے
تو مفسرین نے اسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ یہ کلام سورۂ بقرہ مین قالوا کے تحت مین ہے
اور یہان یعنی سورۂ آل عمران مین قل کے تحت مین ہے اور ظاہر ہے کہ پیغمبر کے پاس

Marfat.com

وحی بطریق استعلاء کے آتی ہے اور امت کے پاس بطریق انتہا کے آتی ہے اسواسطے
کہ امت کے پاس وحی بواسطہ رسول کے پہونچتی ہے اور خاص اُنپر بطور استعلاء کے
نازل نہین ہوتی ہے توہر مقام مین وہان کے موقع کے مناسب اعتبار کیا گیا اور
یہ قول اللہ تعالی کے اس کلام پاک سے رد کیا گیا ہے وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الْكِتٰب
یعنی اور نازل کیا ہمنے آپ کے پاس کتاب اور یہ قول اللہ تعالے کے اس کلام پاک سے
بھی رد کیا گیا ہے اٰمِنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ یعنی ایمان لاؤ
شروع دن مین ساتھ اُس چیز کے کہ نازل کیا گیا ہے اُن لوگون پر کہ وہ لوگ ایمان
لائے اور اسکی تحقیق یہ ہے کہ مین نے اپنے شیخ اور استاد قدس سرہ سے تفسیر پڑھنے
کے وقت حاصل کی تھی اور اسکا خلاصہ یہ ہے کہ وحی کا نزول اور وقوع جہان ہووے
صرف بطریق استعلاء کے ہوتا ہے خواہ پیغمبر پر نازل ہووے یا پیغمبر کے ذریعہ سے
امت کے پاس پہونچے لیکن وحی جب اشیاء منزلہ سے اعتبار کیجاتی ہے جیسا پانی
کہ نازل کیا گیا ہو اور سکینہ کہ نازل کی گئی تو وحی کی تعدیت علے کے ساتھ ہوتی ہے
اور اسیوجہ سے لفظ نزول کا استعمال بصورت متعدی ہونے کے قرآن شریف
مین اور عرب عرباء کے کلام مین صرف علے کے ساتھ ہوا ہے البتہ وحی مین ایک دوسرے
اعتبار کا بھی لحاظ ہے کہ وہ نزول کے علاوہ ہے اور وہ اعتبار یہ ہے کہ وحی کلام ہے
کہ سمجھا گیا ہے اور اسکا القاء سامعہ کے مدرکہ مین ہوا ہے اور اس اعتبار سے وحی مین
یہ امر پایا جاتا ہے کہ اسکا وصول اور انتہا مخاطب تک ہوتا ہے چاہے جو مخاطب ہووے
جیسا خطوط کا وصول اُسکے پاس ہوتا ہے جسکے پاس وہ خطوط پہونچائے جاتے ہین تو
اس اعتبار سے وحی کی تعدیہ اِلیٰ کے لفظ کے ساتھ ہوتی ہی خواہ نبی کے حق مین مستعمل
ہووے خواہ امت کے حق مین مستعمل ہووے اور کلام مجید مین تحقیق اور تتبع کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ جس مقام مین یہ ملحوظ ہے کہ وحی نعمتون سے ایک نعمت ہے آسمان

Marfat.com

سے زمین پر پہونچتی ہے جسطرح اور سب نعمتین پہونچتی ہین اور اُس مقام مین نعمتون کا بیان ہے یا اُن نعمتون پر حمد کرنے کا بیان ہے تو وہان اول اعتبار زیادہ مناسب سمجھا گیا ہے اسواسطے کہ وہ ظاہر لغت کے موافق ہے اور جس مقام مین یہ ملحوظ ہے کہ وحی علم ہے اور وحی سامعین کے مدرکہ مین پہونچتی ہے جسطرح خطوط اور کتابین اور رسالہ اور ہدیہ اور تحفہ وغیرہ چیزین پہونچتی ہین اور اُس مقام مین تعلیم اور تفہیم اور تکمیل قوت علمیہ کی مقصود ہے تو وہان اعتبار ثانی زیادہ مناسب سمجھا گیا ہے واللہ اعلم

احادیث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعداد حدیث جامع صحیح بخاری ابو محمد حموی نے کہا ہے کہ حدیث جامع صحیح بخاری مین حسب تفصیل ذیل ہے بدء وحی پانچ حدیث ایمان پچاس حدیث علم چھپتر حدیث وضو ایک سو نو حدیث غسل جنابت تینتالیس حدیث حیض سات حدیث تیمم پندرہ حدیث فرض نماز دو حدیث نماز کے متعلق کپڑے کا حکم اُنتالیس حدیث قبلہ تیرہ حدیث مسجد چھتر حدیث سترہ نماز مین تیس حدیث اوقات نماز بچھتر حدیث اذان اٹھائیس حدیث فضیلت نماز اور جماعت کی چالیس حدیث امامت چالیس حدیث اقامت صفوف اٹھارہ حدیث افتتاح نماز بیس حدیث قراءۃ تیس حدیث رکوع اور سجود اور تشہد باون حدیث قضاء نماز سترہ حدیث پرہیز کرنا کھانے سے لہسن کے پانچ حدیث نماز مین عورت اور لڑکون کے بارے مین احکام پندرہ حدیث نماز جمعہ پینسٹھ حدیث صلوۃ الخوف چھ حدیث عیدین چالیس حدیث وتر پندرہ حدیث استسقاء پینتیس حدیث کسوف پچیس حدیث سجود قرآن چودہ حدیث قصر نماز چھتیس حدیث استخارہ اٹھ حدیث ترغیب قیام لیل کے بارے مین اکتالیس حدیث نوافل سولہ حدیث نماز مسجد مکہ معظمہ

Marfat.com

مین نو حدیث عمل نماز مین چھبیس حدیث سہو چودہ حدیث جنازہ ایک سو چون حدیث
وجوب زکوٰۃ ایک سو تیرہ حدیث صدقۂ فطر دس حدیث حج دو سو چالیس حدیث عمرہ
بتیس حدیث احصار چالیس حدیث جزاء صید چالیس حدیث روزہ چھپاسٹھ حدیث
لیلۃ القدر دس حدیث قیام رمضان چھ حدیث اعتکاف بیس حدیث بیع ایک سو
اکانوے حدیث سلم انیس حدیث شفعہ تین حدیث اجارہ چوبیس حدیث کفالہ
آٹھ حدیث وکالہ سترہ حدیث مزارعۃ اور شرب انیس حدیث استقراض اور ادا
دیون پچیس حدیث اشخاص تیرہ حدیث ملازمت دو حدیث لقطہ بندرہ حدیث مظالم
اور غصب اکتالیس حدیث شرکت بہتر حدیث رہن نو حدیث عتق اکتالیس حدیث
مکاتب چھ حدیث ہبہ اکہتر حدیث شہادات اٹھاون حدیث صلح بائیس حدیث
شروط چوبیس حدیث وصایا اکتالیس حدیث جہاد اور سیر دو سو پچپن حدیث بقیہ
ایضاً بیالیس حدیث فرض خمس اٹھاون حدیث جزیہ اور موادعت ترسٹھ حدیث
بدو الخلق دو سو دو حدیث انبیا اور مغازی چار سو اٹھائیس حدیث جزء آخر مغازی
ایک سو اڑتیس حدیث تفسیر پانچسو چالیس حدیث فضائل قرآن اکاسی حدیث
نکاح اور طلاق دو سو چالیس حدیث نفقات بائیس حدیث اطعمہ ستر حدیث عقیقہ
گیارہ حدیث صید اور ذبائح وغیرہ ستر حدیث ذبائح اور اضاحی تیس حدیث اشربہ
پینسٹھ حدیث طب ننانوے حدیث مرضی اکتالیس حدیث لباس ایک سو بیس حدیث
آداب دو سو چھپن حدیث استیذان ستہتر حدیث دعوت چھہتر حدیث دعوات تیس
حدیث رقاق ایک سو حدیث حوض سولہ حدیث صفت جنت اور نار کی ستاون حدیث
قدر اٹھائیس حدیث ایمان اور نذور اکتیس حدیث کفارہ ایمان پندرہ حدیث فرائض
پینتالیس حدیث حدود تیس حدیث محاربون باون حدیث دیت چھپن حدیث استتابۃ
مرتدین بیس حدیث اکراہ تیرہ حدیث ترک حیل تئیس حدیث تعبیر ساٹھ حدیث فتن

Marfat.com

اسنتی حدیث احکام بیاسی حدیث آمانی بائیس حدیث اجازت خبر واحد انیس حدیث
اعتصام چھیانوے حدیث توحید اور عظمت اللہ تعالیٰ کی اور اسی طرح کی اور امور ایکسو تر
حدیث الخ جملہ سات ہزار دو سو چھتر حدیث والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً
و باطناً والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف الف جملہ مرویات مرفوعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ۱۴۲ و ابی بن کعبؓ ۱۶۴ و اغر بن
یسار مزنی جہنی ۳ و اسامہؓ بن زید ۱۲۸ و انس بن مالک ۲۲۸۶ و ابو سعیدؓ ساعدی
۲۰ و ابو امامہؓ باہلی ۲۵۰۳ و ابو ایوب انصاری ۱۵۵ و ابو بردہ بن نیار ۱۴ و ابو برزہؓ
اسلمی ۴۶ و ابو بشیرؓ انصاری ۴ و ابو نصرؓ غفاری ۱۲ و ابو بکرؓ ثقفی ۱۳۲ و ابو ثعلبہؓ
خشنی ۴۰ و ابو حمیدؓ ساعدی ۲۶ و ابو درداءؓ ۱۷۹ و ابو ذرؓ ۲۸۱ و ابو رافع ۸ و ابو سعیدؓ
خدری ۱۱۷۰ و ابو شریح خزاعی ۲۰ و ابو طلحہؓ ۲۵ و ابو عبسؓ عبد الرحمٰن بن جبیر ۵ و
ابو عبیدہؓ بن جراح ۱۴ و ابو قتادہ ۱۷۰ و ابو مالک اشعریؓ ۲۷ و ابو مرثد غنوی ۲ و
ابو مسعود ۱۲ و ابو موسیٰ اشعری ۳۶۰ و ابو واقد اللیثی ۲۴ و ابو ہریرہؓ ۵۳۷۴ و ام سلمہؓ
۳۷۸ و ام حبیبہؓ ۶۵ و ام الدرداءؓ ۵ و ام حرامؓ ۷ و ام خالد ۷ و ام الحصینیؓ ۸ و ام سلیمؓ ۱۴
و ام قیسؓ بنت محصن ۲۴ و ام عطیہؓ ۴۰ و ام الفضلؓ ۳۰ و اسماء بنت ابی بکر ۵۸ و اسماء
بنت عمیسؓ ۶۰ حرف الباء براء بن عازبؓ ۳۵۵ بریدہ بن حصیب ۱۶۷ حرف التاء
تمیمؓ داری ۱۸ حرف الثاء ثابت بن ضحاک ۱۴ ثوبانؓ ۱۲۸ حرف جیم جابرؓ بن عبد اللہ
۱۵۴۰ جابر بن سمرہ ۱۴۶ جبیر بن مطعم ۶۰ جریرؓ بن عبد اللہ ۱۰۰ جندب بن عبد اللہ ۴۳
جویریہؓ بنت حارث ۷ جدامہؓ بنت وہب الاسدیہ ۲ حرف الحاء حارثہؓ بن وہب ۴
اور بعض کے نزدیک ۶ حکیم بن حزام ۴۰ حمزہؓ عمر اسلمی ۹ حنظلہ بن ربیع ۲ حفصہ بنت
عمرؓ ۶۰ حرف الخاء خباب بن ارت ۳۲ خولہ بنت حکیم ۱۵ خولہؓ بنت ثامر انصاریہ ۲

Marfat.com

حرف الدال والذال اسمیں کوئی راوی نہیں حرف الرا رافع بن خدیج ۷۸ ربیع
بنت مسعود ۲۱ حرف الزا زبیر بن عوام ۳۸ زید بن ارقم ۷۰ زید بن ثابت ۹۲ زید بن خالد ۸۱
زینب بنت جحش ۱۱ زینب بنت ابی سلمہ ۷ زینب بنت ابی معاویہ ۸ حرف السین سعد
بن معبد ۱۹ سعد بن ابی وقاص ۲۷۱ سعید بن زید ۴۸ سفیان بن ابی زہیر ۵ سلمان
فارسی ۶۰ سلیمان بن صرد بن جون ۱۵ سلمہ بن اکوع ۷۷ سمرۃ بن جندب ۱۲۳ سہل
بن حنیف ۴۰ سہل بن ساعد ساعدی ۱۸۸ حرف الشین شداد بن اوس ۵۰ شرید
بن سوید ۴۲ حرف الصاد صعب بن جثامہ ۱۶ صفیہ بنت حیی ۱۰ حرف الضاد اسمیں کوئی
نہیں حرف العین عمر ۵۳۷ عثمان ۱۴۶ علی ۵۸۶ عائذ بن عمرو مزنی ۸ عامر بن ربیعہ بن
مالک ۲۲ عبداللہ بن عباس ۱۶۶۰ عبداللہ بن مسعود ۸۴۸ عبداللہ بن عمر ۲۶۳۰ عبداللہ
بن عمرو ۷۰۰ عبداللہ بن زبیر ۳۳ عبداللہ بن جعفر ۲۵ عبداللہ بن ابی اوفی ۹۵ عبداللہ
بن سلام ۲۵ عبداللہ بن زید بن عاصم ۴۸ عبداللہ بن مغفل ۴۳ عبداللہ بن سرجس
۱۷ عبداللہ بن سخبرہ ۱ عبدالرحمن بن عوف ۶۵ عبدالرحمن بن ابی بکر ۸ عبدالرحمن بن
سمرۃ ۱۴ عباس بن عبدالمطلب ۳۵ عبادہ بن صامت ۱۸۱ عبدالمطلب بن ربیعہ بن
حارث بن عبدالمطلب ۸ عثمان بن ابی العاص ۲۹ عدی بن حاتم ۶۶ عدی بن عمیرہ
۱۰ عرفجہ بن شریح ۷ عقبہ بن عامر ۵۵ عقبہ بن حارث ۷ عمار بن یاسر ۸۰ عمرو بن عاص
۱۰۹ عمرو بن عنبسہ ۸ عمرو بن عوف ۲۳ عمر بن ابی سلمہ ۲ عمارہ بن رویبہ ۹ عوف بن
مالک ۶۷ عیاض بن حمار ۳۰ عائشہ ۲۲۱۰ حرف الغین اسمیں کوئی نہیں حرف الفا
فضالہ بن عبید ۵۰ فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ۱۸ فاطمہ
بنت قیس ۳۴ حرف القاف قبیصہ بن مخارق ۶ قتادہ بن نعمان ۷ حرف الکاف کعب
بن عجرۃ ۴۷ کعب بن مالک ۸۰ حرف اللام اسمیں کوئی نہیں حرف المیم مالک بن صعصعہ
مالک بن نضلہ ۷ مجاشع بن مسعود ۵ مروان بن حکم ۶۳ مسور بن مخرمہ ۲۲ مستورد فہری ۷

Marfat.com

مسیبؓ بن حزن، ۷ معاذ بن جبل، ۷ ۵ معاویہ بن ابی سفیان ۱۳۰ معمر بن عبداللہ ۲ عقیب
معقل بن یسار ۴ ۳۰ معنؓ بن یزید ۵ مغیرہؓ بن شعبہ ۱۳۶ مقدادؓ بن اسود ۴ ۲ مقدادؓ
بن معدیکرب ۷، ۴ میمونہؓ ۲۷، حرف النون نعمانؓ بن بشیر ۱۱۴ نواس بن سمعان ۱
حرف واو واثلہؓ بن اسقع ۷ ۵ وائلؓ بن حجر ۱، حرف الہا ہشامؓ بن حکیم ۶ ہشام بن عمرو
انصاری بخاری ۹ حرف الیا یعلیٰؓ بن امیہ ۲۸۔ اور صحیح بخاری مین ۷۲۷۵، سات
ہزار دوسو پچھتر حدیث ہے اور بعضے علماء نے کہا ہے کہ مکرر حدیث صحیح بخاری مین نوسو
حدیث ہے اور بعضے علماء نے کہا ہے کہ مکرر حدیث صحیح بخاری مین علیحدہ کر دینے سے
چار ہزار حدیث باقی رہتی ہے اور صحیح مسلم مین بارہ ہزار حدیث ہے اور کتاب مشارق
مین دو ہزار دوسو چھیالیس حدیث ہے یہ شرح مشارق سے نقل کیا گیا ہے اور اسکا
نام کازرونی ہے اور وہ تصنیف سعید بن محمد بن مسعود کازرونی کی ہے۔

حال معراج شریف کا موافق اکثر روایات کے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب حضرت خدیجہؓ نے انتقال فرمایا تو انکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
سودہ بنت زمعہ کے ساتھ نکاح فرمایا اور اسکے بعد جب تین مہینے گذری تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم شوال مین کہ بعثت سے دسوان سال شروع ہوا تھا طائف
مین تشریف لیگئے اور وہان ایک مہینا رونق افروز رہی پھر وہان سے مراجعت فرمائی
اور نخلہ مین نزول فرمایا اور وہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے
جنات نے قرآن شریف سنا اور اسی سال جب ربیع الاول کا ماہ مبارک آیا تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحالت بیداری
اپنی روح اور بدن مبارک کے ساتھ مسجد حرام سے معراج کے لیے تشریف لے گئے،

Marfat.com

اور بعضے علماء نے کہا ہی کہ ہجرت سے ایک برس پانچ مہینے قبل معراج شریف ہوئی
اور اس قول کی بنا پر ثابت ہوتا ہی کہ شوال مین معراج ہوئی تھی اور بعضے علما نے کہا
ہے کہ رجب مین معراج ہوئی تھی یہ قول ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے اور یہی قول ابن
قتیبہ کا بھی ہی اور نووی نے بھی اپنی کتاب روضہ مین یہی لکھا ہے اور تاریخ کے بارے
مین بعضے علما نے ارشاد فرمایا ہی کہ شب ستائیسوین رجب کو معراج ہوئی اور حافظ عبدالمغنی
کے اور مقدسی کے نزدیک یہی قول مختار ہے اور شنبہ کی شب کو معراج ہوئی تھی
اور بعضے علمار کے نزدیک ثابت ہی کہ شب جمعہ کو معراج ہوئی اور شب کو معراج
اسوجہ سے ہوئی کہ شب کو دن پر شرف ہی اور یہ وجہ بھی ہوئی کہ شب محبوب کی خلوت
کا وقت ہی اور بعضے علماء کی تحقیق ہے کہ اسوجہ سے شب کو معراج ہوئی کہ تا مؤمنین
بلا دیکھے ہوے نور ایمان کی وجہ سے تصدیق کرین اور کمال ایمان کے مرتبہ سے مشرف
ہووین اور کفار دشمنان دین تکذیب کرین اور کفر پر انکا یقین زیادہ ہووے اور
اس باری مین روایات مین اختلاف ہی کہ کس مقام سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
معراج کے لیے تشریف لیگئے تو بعضی روایات مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ مین اسوقت حطیم مین تھا اور بعضی روایات مین حجر کا لفظ ہے اور
صحیح بخاری مین کتاب بدءالخلق کے شروع مین ہے کہ مین بیت الحرام کے پاس تھا
اور زہری نے انس بن ابی ذر سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
معراج کے بیان مین ارشاد فرمایا کہ مکہ معظمہ مین میرے مکان کی چھت مین کچھ جگہ خالی
کی گئی اور واقدی نے اپنے اسناد سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ مین معراج کے لیے شعب ابی طالب سے گیا اور طبرانی وغیرہ کے نزدیک ثابت
ہے کہ ام ہانی کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شب معراج مین ام ہانی کے
گھر تشریف رکھتے تھے اور ام ہانی فرماتی ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو

Marfat.com

کچھ دیر کے بعد نہ پایا تو ان روایات مین تطبیق اسطرح ہوتی ہی کہ شب معراج مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امہانی کے گھر خواب استراحت فرمایا شعب ابی طالب کے نزدیک اور اُسی گھر کی چھت مین کچھ جگہ خالی کی گئی اور اس مقام سے فرشتہ نازل ہوا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس فرشتے کے ساتھ مسجد مین تشریف لیگئے اور نیند کا کچھ اثر ہنوز باقی تھا تو فرشتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد کے باہر لیگیا اور وہ فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے اور روایت مین شریک کے انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ ابھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی نہ آئی تھی کہ تین نفر آئے اور خطابی نے انکار کیا ہے کہ یہ روایت ثابت نہین اور ایسا ہی قاضی عیاض اور نووی نے بھی اس روایت کی صحت سے انکار کیا ہی البتہ ابن حجر نے اکثر رواۃ کی متابعت سے اسکی تائید کی ہی پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سینۂ مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا چاک کیا اور حضرت میکائیل علیہ السلام سونے کا طشت لے آئے تھے پس اُسکو آب زمزم سے دھویا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک مین بٹھایا اور سینۂ مبارک ایمان اور حکمت سے پُر کیا گیا اور اُسمین سے خون بستہ سیاہ نکالا گیا کہ اُسمین شیطان کا دخل ہوتا ہے اور یہ معاملہ اُس قبیل سے ہوا جیسا حضرت اسمعیل علیہ السلام کے حق مین ذبح کا معاملہ ہوا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اس حالت مین زندہ رہے یہ خرق عادت سے ہوا کہ نفس کا تعلق بدن کے ساتھ باقی رہا اور دل نکلنے سے وہ تعلق زائل نہوا اور سونے کے طشت کا استعمال اُس جہان مین ہوا کہ وہ بمنزلہ آخرت کے ہے اسوجہ سے اُسمین کوئی قباحت شرعاً لازم نہ آئی اور اُسوقت تک سونے کا استعمال مرد کے لیے ابھی حرام بھی نہوا تھا اور جسطرح شیر خوار بچہ کی تربیت دودھ سے کیجاتی ہی اُسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کی تربیت حکمت اور ایمان سے اللہ تعالے نے فرمائی اور جس طرح آخرت مین موت مینڈھے کی صورت مین

ظاہر کیجاویگی تو گویا اُسی طرح اُسوقت ایمان اور حکمت کی ہیئت دودھ کی صورت
مین ظاہر کی گئی پھر ایک جانور یعنی بُراق حاضر کیا گیا کہ خچر سے چھوٹا تھا اور گدھے
سے بڑا تھا اور رنگ اُسکا سفید تھا اور ایسا تیز رفتار تھا کہ جہان تک اُس کی نظر
پہونچتی تھی وہان قدم رکھتا تھا جب پہاڑ پر چڑھتا تھا تو اُسکے دونون پاؤن مرتفع
ہوجاتے تھے اور جب اُترتا تھا تو اُسکے دونون ہاتھ مرتفع ہوجاتے تھے اور ابن سعد
کی روایت مین واہبی سے مروی ہو کہ اُسکے دونون بازو مین پر تھے اور ابن حجر نے کہا
ہے کہ یہ کسی دوسری روایت مین نہین اور ثعلبی نے ذکر کیا ہے اور یہ سند نہایت
ضعیف ہو کہ اُسکا رخسارہ انسان کے رخسارہ کے مانند تھا اور گھوڑے کے مانند
اُسکی گردن مین بال تھا اور اونٹ کے پاؤن کے مانند اُسکے پاؤن تھے اور گاے
کے کُھر اور دُم کے مانند اُسکے کُھر اور دم تھی اور سینہ اُسکا یاقوت سرخ کا تھا اور
حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اُسکی رکاب تھامنی اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے
لگام پکڑی اور معمر کی روایت مین قتادہ سے مروی ہے کہ زین کسا ہوا تھا اور لگام
دی ہوئی تھی پس بُراق نے شوخی شروع کی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا
کہ تو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین شوخی کرتا ہے اسکا کیا باعث ہے
قسم ہے اللہ تعالی کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ افضل ابتک کوئی تجھپر سوار
نہوا ہے پس یہ سُننے سے بُراق کو عرق آگیا یہ روایت ترمذی نے بیان کی ہے اور
ابن اسحاق کی روایت مین ہے کہ حتی کہ بُراق زمین کے ساتھ چسپان ہوگیا
یعنی شوخی چھوڑدی اور اسطرح کھڑا ہوگیا کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا زمین کے ساتھ
چسپان ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جست فرماکر اُسپر سوار ہوگئے اور ایک
روایت مین ہے کہ وہ بُراق انبیاء علیہم السلام کی سواری کا تھا اور مغازی ابن
عابد مین لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمعیل علیہ السلام کو دیکھنے کے

لیے براق پر سوار ہو کر تشریف لایا کرتے تھے اور حذیفہ کی روایت مین ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم برابر براق پر سوار رہے حتے کہ بیت المقدس مین پہونچے مگر یہ مضمون کسی دوسری روایت سے ثابت نہین اور حذیفہؓ کا بھی یہ بیان نہین کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ حذیفہ نے شاید اپنے قیاس سے یہ بات کہی اور اصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام براق کے آگے یا پیچھے جاتے تھے لیکن ابن حجر نے کہا ہے کہ صحیح ابن حبان مین ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو براق پر اپنے پیچھے سوار کرایا اور بزار اور طبرانی اور بیہقی کے نزدیک ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اول ذات نخل کی زمین پر گذرے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ اُترین اور نماز پڑھین تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ طیبہ ہے یہان ہجرت کیجا ویگی تو پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ اُترین اور نماز پڑھین یہ مدین ہے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم طور سیناء کے سامنے پہونچے پھر ایسا ہی مقام مولد عیسےٰ مین پہونچے اور حضرت انسؓ کی حدیث مین ہے کہ ناگاہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک ایک بوڑھی عورت پر پڑی کہ راستہ کے کنارے پر تھی اور بلاتی تھی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ دنیا ہے آپ کو اپنی طرف بلاتی ہے پھر راستہ کے داہنے جانب یہود کا داعی ملاحظہ فرمایا اور راستہ کے بائین جانب نصاریٰ کا داعی ملاحظہ فرمایا پھر ناگاہ ملاحظہ فرمایا کہ ایک شیخ ہے کہ راستہ سے پھیرتا ہے اور بلاتا ہے کہ ادھر آئیے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ شیطان ہے پھر تین بزرگ کو ملاحظہ فرمایا کہ اُن لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

Marfat.com

ہین اور اُن حضرات نے کہا یَا اٰخِرُ یَا حَاشِرُ یَا اَوَّلُ اور یہ روایت بھی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہونچے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر مین کثیب احمر کے پاس راستے سے داہنی طرف نماز پڑھنے مین مشغول تھے اور بزار اور طبرانی کے نزدیک حضرت ابوہریرہؓ کی روایت مین ہے کہ ناگاہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک مقام مین پہونچے تو وہان ملاحظہ فرمایا کہ کچھ لوگ ہین کہ ہر روز غلہ بوتے ہین اور کاٹتے ہین اور ہرچند وہ کاٹتے ہین مگر اُنکی زراعت کم نہین ہوتی ہمیشہ ایک طور پر برابر رہتی ہے اور وہ لوگ مجاہدین تھے کہ اللہ تعالےٰ کی راہ مین جہاد کرتے ہین وہ نیکی کرتے ہین تو اُسکا ثواب سات سو درجہ زیادہ کردیا جاتا ہے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کچھ لوگون کے پاس گذرے کہ اُنکا سر پتھر سے توڑا جاتا تھا اور وہ لوگ وہ اشخاص تھے کہ فرض نماز ادا کرنا اُن پر بار گذرتا ہے پھر ایسے لوگون کی طرف گذرے کہ وہ لوگ جانورون کی طرح چرتے تھے اور سیج اور سینٹھ کھاتے تھے اور دوزخ مین پتھر گرم کرکے اُس سے اُن کو داغا جاتا تھا اور وہ لوگ وہ اشخاص تھے کہ اُنپر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور وہ زکوٰۃ نہین دیتے ہین پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایسے لوگون کے پاس گذرے کہ اُنکے سامنے دیگون مین پاکیزہ گوشت پکایا ہوا موجود تھا مگر وہ نہین کھاتے تھے اور دوسری دیگون مین خبیث سڑا ہوا بدبودار گوشت تھا اور وہ کھاتے تھے اور وہ لوگ وہ اشخاص تھے کہ اپنی حلال بیویون کی جانب التفات نہین کرتے اور حرام کی خواہش کرتے ہین پھر ایک شخص کے پاس گذرے کہ بڑا گٹھا یعنی بوجھ لکڑی کا اپنے اوپر لیے ہوے تھا اور اُٹھا نہ سکتا تھا اور دوسرا اور زیادہ انبار کیا جاتا تھا اور وہ خائن تھا کہ لوگون کی امانت اپنے پاس رکھتا اور اُسکو ضائع کیا کرتا تھا اور پھر چاہتا تھا کہ اُسکے پاس اور بھی امانت رکھی جاوے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

ایسے لوگون کے پاس گذری کہ وہ لوگ اپنی زبان اور اپنا ہونٹھ لوہے کی مقراض سے
کاٹتے تھے اور فوراً پھر بجنسہٖ درست ہو جایا کرتا تھا اور وہ لوگ مفسدین خطیب تھے پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک ایسے مقام مین ہوا کہ وہان چھوٹا بل تھا یعنے
زمین مین سوراخ تھا اُس سے ایک بڑا اژدہا نکلا اور وہ چاہتا تھا کہ پھر اُس مین
چلا جاوے مگر نہ جا سکتا تھا اور وہ صورت اُس شخص کی تھی کہ وہ کوئی کلمۂ عظیم
کہہ دیتا تھا اور پھر اُسکو اُسپر ندامت ہوتی ہے اور اُسکے بارے مین جواب نہین
دیسکتا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک پاکیزہ وادی کے پاس گذرے کہ وہان عمدہ
خوشبو معلوم ہوتی تھی اور بہتر آواز سُنائی دیتی تھی وہ بہشت کی آواز تھی اللہ تعالی اس سے
التجا کرتی تھی اس امر کے لیے کہ اللہ تعالے نے اُسکے حق مین جو وعدہ فرمایا ہے وہ پورا
فرماوے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے وادی کی طرف گذرے کہ یہ وادی
سابق وادی کے خلاف تھا اور وہ جگہ جہنم تھی اور بیہقی کے نزدیک ابوسعید کی روایت
مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سب مقامات اُسوقت دیکھے جب آسمان
دُنیا کی طرف تشریف لیجاتے تھے اور اس روایت مین اس سے کچھ زیادہ ہے یعنی پھر
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کچھ ایسے لوگونکی طرف گذرے کہ انکا شکم گھڑے کے مانند بڑا تھا
اُس مین سانپ تھے کہ وہ باہر سے نظر آتے تھے اور اُنمین سے ایک سانپ دوسرے
کو کاٹتا تھا اور وہ لوگ سود خوار تھے پھر ایسے لوگون کی طرف گذرے کہ اُنکا ہونٹھ
اونٹ کے ہونٹھ کے مانند تھا وہ لوگ آگ کا انگارہ نگلتے تھے اور وہ اُنکے نیچے سے
نکلا کرتا تھا وہ لوگ وہ اشخاص تھے کہ یتیمونکا مال ظلم سے کھاتے ہین پھر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کچھ عورتون کی طرف گذرے کہ اُنکا ہاتھ بندھا تھا اور سرنگون
لٹکائے ہوئے تھیں اور وہ زانیہ عورتین تھین پھر ایسے لوگون کی طرف گذرے کہ اُنکے
پہلو کا گوشت کاٹا جاتا تھا اور وہ لوگ اپنے دانتون سے چپلتے تھے اور وہ لوگ چغلخور تھے

پھر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کے پاس پہونچے تو اُسکا دروازہ کھلا ہوا پایا اور اس روایت مین ہرقل کا قصہ بھی ہے اور بیہقی کی روایت مین یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بُراق حلقہ مین باندھ دیا کہ اُسی حلقہ مین انبیار علیہم السلام اپنی سواری کا جانور باندھا کرتے ہین اور وہ حلقہ بند ہو گیا تھا اُسوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی اُنگلی سے اُسکا سوراخ صاف کر دیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس مین سامنے مسجد مین نماز پڑھی جس جگہ محراب حضرت عمرؓ کا ہے اور وہان انبیار علیہم السلام کی ارواح موجود کی گئی اور اسی روایت مین یہ بھی ہے کہ انبیار علیہم السلام کو حق تعالےٰ نے جو کمالات مرحمت فرمائے ہین اُسکے شکریہ مین انبیار علیہم السلام نے خالق کون و مکان کی صفت و ثنا بیان کی تو اُسوقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے تم لوگون کو فضیلت دی ہے یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے سب انبیار علیہم السلام کو فضیلت مرحمت ہوئی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہان حضرت آدم علیہ السلام اور باقی سب انبیار علیہم السلام موجود کیے گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سب انبیار علیہم السلام کو لیکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امام ہوے اور ایک روایت مین ہے کہ ہر نبی نے دوسرے نبی کو امام ہونے کے لیے کہا حتی کہ پھر سب انبیار علیہم السلام نے بالاتفاق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آگے بڑھایا اور امام کیا اور ایک روایت مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آگے بڑھایا اور امام کیا اور صرف دو رکعت نماز پڑھی پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حضرت جبرئیل علیہ السلام دو برتن لے آئے ایک برتن مین شراب تھی اور دوسرے برتن مین دودھ تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے دودھ اختیار فرمایا اور بزار کی روایت مین ہی کہ تین برتن لے آئے اور تیسرے
برتن مین شہد تھا یعنے ایک برتن مین شراب تھی اور دوسرے برتن مین دودھ تھا
اور تیسرے برتن مین شہد تھا اور شداد بن اوس کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے نماز پڑھی پھر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق مجھکو تشنگی
معلوم ہوئی اور میرے پاس دو برتن حاضر کیے گئے ایک برتن مین شہد تھا اور دوسرے
برتن مین دودھ تھا تو معلوم ہوا کہ دو مرتبہ برتن حاضر کیے گئے سدرہ کے نزدیک اور
بوقت ملاحظہ فرمانے چار نہرون کے اور نماز کے بعد مسجد کے صحن مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے حور عین کو دیکھا اور بعض روایات مین آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے باقی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ آسمان پر نماز پڑھی واللہ اعلم اور ابن اسحاق
کی روایت مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بیت المقدس کے امور
سے فارغ ہوا تو معراج یعنی زینہ حاضر کیا گیا اور مین نے اُس سے بہتر کوئی چیز کبھی نہ دیکھی
ہے اور وہ وہی چیز ہے کہ اُسکی طرف انسان مرض الموت مین ٹکٹکی لگا کر دیکھتا ہی
اور اُسی پر مومنین کی روح چڑھکر اوپر جاتی ہے اور کعب رضی اللہ عنہ کی روایت مین ہے
کہ اُسکا سبب زینہ اس طور پر ہی کہ ایک زینہ سونے کا ہے اور ایک زینہ چاندی کا
ہے اور اُسکے داہنے بائین دونون طرف فرشتے رہتے ہین اور اُسکی جگہ جنت الفردوس
ہے اور وہ جواہرات سے جڑاؤ ہی اور بیہقی کی روایت مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم اُس زینہ پر چڑھکر آسمان کے دروازون مین سے ایک دروازے پر پہونچے کہ اُس
دروازے کا نام باب الحفظہ ہی اور اُس دروازے پر ایک فرشتہ متعین ہی اُسکا
نام اسمٰعیل ہی اور اُسکے ماتحت بارہ ہزار فرشتے ہین پس حضرت جبرئیل علیہ السلام
نے وہ دروازہ ٹھونکا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اہل آسمان نے پوچھا کہ کون ہی
تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اصل حال سے آگاہ کیا تو اہل آسمان خوش ہوئے

Marfat.com

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور کہا مرحبا و اهلاً فلنعم المجیء جاء
یعنی خوشی ہو اور آپ اہل کے پاس تشریف لے آئے اور کیا خوب یہ آمد ہوئی کہ آپ
تشریف لائے اور بعض روایات مین آیا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آسمان
دنیا پر نیل اور فرات دیکھا یعنی اُن دونون دریا کی اصل وہان ملاحظہ فرمائی اور ظاہرا
اسکے خلاف مالک بن صعصعہ کی حدیث مین ہے اسواسطے کہ اُس حدیث مین صدرۃ المنتہی
کے ذکر کے بعد مذکور ہے کہ اُسکی جڑ مین چار نہرین تھین اور اُن دونون روایتون مین
تطبیق اس طرح ہوتی ہو کہ کہا جاتا ہے کہ منبع نیل و فرات کا سدرۃ المنتہی کی جڑ مین
ہو یعنی وہان سے یہ دونون نہرین نکلی ہین اور آسمان دنیا پر یہ دونون نہرین جاری ہین
اور وہان سے زمین پر نازل ہوئی ہین اور بعض روایات مین ہے کہ ناگاہ وہان
ایک دوسری نہر دیکھی اور وہان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام
کو دیکھا اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد اہل یمین اور اہل شمال کو یعنی نیک اور
بد کو بھی ملاحظہ فرمایا اور دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کبھی ہنستے ہین اور کبھی روتے
ہین یعنی جب اپنی نیک اولاد کی طرف نظر کرتے تھے تو ہنستے تھے اور جب اپنی بد اولاد
کو دیکھتے تھے تو روتے تھے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دوسرے آسمان پر تشریف
لیگئے اور وہان دونون خلیرے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام
کو ملاحظہ فرمایا اور تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام کو ملاحظہ فرمایا اور چوتھے
آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام کو ملاحظہ فرمایا اور پانچوین آسمان پر حضرت ہارون
علیہ السلام کو ملاحظہ فرمایا اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملاحظہ فرمایا اور
ساتوین آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملاحظہ فرمایا اور ابن شہاب کی روایت
مین اسکے خلاف ہو یعنے ابن شہاب نے روایت کی ہو کہ چھٹے آسمان پر حضرت
ابراہیم علیہ السلام تھے اور ساتوین آسمان پر حضرت موسے علیہ السلام تھے اور ثابت

Marfat.com

اور قتادہ کے نزدیک پہلی روایت ثابت ہی اور ثابت اور قتادہ کے موافق یزید ابن ابی مالک بن انس نے بھی روایت کی ہی اور ان ہی رواۃ کے موافق ابوسعید نے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہی اور مالک بن صعصعہ کی روایت کی تائید اس سے ہوتی ہی کہ ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے ساتھ پیٹھ سے ٹیک لگائے ہوے تھے اور دوسری روایت کی تائید اس سی ہوتی ہے کہ روایات مین مذکور ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج مین جب اس جہان کی طرف رجوع کیا تو پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تاکید کی کہ پچاس وقت کی فرض نماز سے کم ہونے کے لیے سعی فرماوین اور وہان موسے علیہ السلام روئے اور اُسی وقت کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ کلام بھی ہی کہ مجکو گمان نہ تھا کہ مجھسے زیادہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی دوسرا ہے اور اموی نے ایک روایت مین اسقدر زیادہ کہا ہے کہ اگر یہ تنہا ہوتے تو یہ امر یعنی پچاس وقت کی نماز کا حکم آسان تھا لیکن آپ کے ساتھ آپ کی امت بھی ہی اور حضرت یوسف علیہ السلام کا حال ذکر کیا ہی کہ آپ کو نصف حسن دیا گیا ہے اور طبرانی کی روایت مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ناگاہ مین نے ایک شخص کو دیکھا کہ اللہ تعالے کی مخلوق مین سب سے زیادہ حسین ہین اور انکی فضیلت حُسن مین اور سب لوگون پر ایسی ہی کہ جس طرح چودھوین شب کے چاند کو سب ستارون پر فضیلت ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو صرف ان انبیاء علیہم السلام کو دیکھا اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے دیکھنے کا اتفاق نہوا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حال ان انبیاء علیہم السلام کے حال کے مانند ہوا چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی جیسا حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکلے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہود نے

عداوت کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فریب دیا جیسے حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت یحیی علیہ السلام کے ساتھ یہود نے عداوت کی اور ان حضرات کو فریب دیا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہونچائی جیسی حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیون نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تکلیف دی اور علوم اور معارف اور جوامع کلم اور رفعت درجات شیئاً فشیئاً جسطرح حضرت ادریس علیہ السلام کو عطا ہوا اُسی طرح یہ سب چیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی مرحمت ہوئین اور جسطرح حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی قوم کے ساتھ محبت ہی اُسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ محبت ہے اور جسطرح حضرت موسی علیہ السلام کا معاملہ منافقین اور جہال کے ساتھ تھا اور اُنکی ایذارسانی پر حضرت موسے علیہ السلام نے فرمایا اُسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معاملہ بھی منافقین اور جہال کے ساتھ ہوا اور جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام آسمان پر بیت المعمور کے ساتھ پیٹھ سے ٹیک لگائے ہوے تھے اُسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی حجۃ الوداع مین بیت اللہ کے ساتھ پیٹھ سے ٹیک لگائے تھے اور جسطرح حضرت ابراہیم علیہ السلام لوگون کے امام ہوے اُسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی سب لوگون کے امام ہوے یعنی ان انبیار علیہم السلام مین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین نفس ان امور مذکورہ مین مشابہت ہی اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بہ نسبت اور انبیار علیہم السلام کے کہین زیادہ ہے اور سدرۃ المنتہی کو منتہی اسواسطے کہتے ہین کہ ارواح اور اعمال اور حفظہ کے پہونچنے کی منتہی جگہ وہی ہے اور وہان سے جو چیز اوپر جانے کی ہی وہ اُٹھا لیجاتی ہی ایسا ہی ابن مسعود کی روایت مین وارد ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسپر مختلف رنگ دیکھے اور سونے کے پروانے دیکھے اور فرشتونکو ملاحظہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی مخلوق سے کسی کی قدرت نہین کہ

Marfat.com

وہ بیان کر سکے اور سدرہ کی جڑ مین چار نہرین ملاحظہ فرمائین دو نہرین ظاہر تھین اور دو نہرین باطن تھین پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے بیت المعمور ظاہر کیا گیا اور بیت المعمور مین ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہین مگر پھر اُنکے دوبارہ جانے کی نوبت نہین آویگی اور بعض روایات مین آیا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ کے مقام مین پہونچے تو وہان ملاحظہ فرمایا کہ وہان کچھ لوگ دو طرح کے ہین ایک طرح کے وہ لوگ ہین کہ سفید کپڑا پہنے ہوے ہین اور دوسری طرح کے وہ لوگ ہین کہ خاکی رنگ کا کپڑا پہنے ہوے ہین تو آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ مین بیت المعمور مین داخل ہوا اور میری ساتھ وہ لوگ بھی گئے جو سفید کپڑا پہنے ہوے تھے اور دوسری طرح کے لوگ داخل نہونے پائے تو مین نے اور جو میری ساتھ تھے سب نے بیت المعمور مین نماز پڑھی اور یہ بیہقی کے نزدیک ابو سعید کی روایت سے ثابت ہے اور بخاری کی روایت مین کتاب الصلوٰۃ مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر مین مقام استوا مین پہونچا اور قلم سے لکھنے کے وقت جو آواز نکلتی ہی وہ آواز مین وہان سُنتا تھا اور ابو ذر کی روایت مین مسلم کے نزدیک ثابت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ مین پھر جنت مین داخل کیا گیا تو مین نے وہان دیکھا کہ حوض کوثر کے پاس موتی کا قبہ تھا اور اُسکے سامنے ایک جاریہ تھی تو مین نے اُس سے پوچھا کہ تو کسکے لیے ہی تو اُسنے کہا کہ زید بن حارث کے لیے ہون اور ضعیف روایات مین ہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اُسی مقام تک رہ گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آگے ساتھ چلنے کے لیے اُنسے کہا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عذر کیا اور کہا کہ اگر مین اُنگلی کا سر بھی اوپر بڑھاؤن تو وہ اُنگلی جلجاویگی اور اسکے بعد کے حال مین روایات مین اختلاف ہے بعضی روایات مین اجمالی طور پر ہی کہ آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ

Marfat.com

پھر میرے لیے نور منکشف ہوا اور بعضی روایات مین تفصیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ پھر سبز رفرف میرے لیے حاضر کیا گیا کہ اُسکے نور سے میری آنکھون کو خیرگی ہوتی تھی پس مین اُسپر سوار کرایا گیا پھر آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یہ امور ذکر فرمایا یعنی نور کے ستر پردے کے اندر سے ہو کر تشریف لیجانا اور تنہائی کی وجہ سے جو وحشت ہوئی تو اُنس کے لیے منادی کا پکارنا اور یہ کہ منادی کی آواز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز کے مشابہ تھی اور منادی نے کہا کہ قِفْ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ یعنی ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ توقف فرماوین اسواسطے کہ آپکا پروردگار درود بھیجتا ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرش تک اپنا پہونچنا ارشاد فرمایا چنانچہ صحیح بخاری مین مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر رب العزت قریب ہوا اور بخاری کی بعض روایت مین ہے کہ پھر جبار قریب ہوا پھر نہایت قریب ہوا حتی کہ بمقدار دو کمانون کے یا اُس سے بھی زیادہ قریب ہوا پھر جو وحی بھیجنا منظور تھا وہ وحی اپنے بندے کے پاس بھیجی اور وہان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر پچاس وقت کی نماز رات دن مین فرض کی گئی اور سورہ بقرہ کی آخر کی آیات مرحمت ہوئین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے جو شرک نہ کرے اُسکے گناہ بخشے گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی یعنی کیا ایسا نہین کہ اللہ تعالی نے آپ کو یتیم پایا پس پناہ دی اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ کیا ہمنے نہین کشادہ کیا آپ کے لیے سینہ آپ کا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ اِنَّ الْجَنَّۃَ حَرَامٌ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ حَتّٰی تَدْخُلَ اَنْتَ وَعَلَی الْاُمَمِ حَتّٰی تَدْخُلَ اُمَّتُکَ یعنی تحقیق کہ بہشت حرام ہے پیغمبرون پر جب تک آپ نہ داخل ہووین اور بہشت حرام ہے باقی سب امتون پر جب تک آپ کی اُمت نہ داخل ہووے اور ابوسعید کی روایت مین بیہقی کے نزدیک ثابت ہے کہ

Marfat.com

اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا سَلْ یعنی سوال کیجیے تو
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا اِنَّكَ اتَّخَذْتَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا وَّاَعْطَیْتَهٗ مُلْكًا
عَظِیْمًا وَّكَلَّمْتَ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا وَّاَعْطَیْتَ دَاوٗدَ مُلْكًا عَظِیْمًا وَّاَلَنْتَ لَهُ الْحَدِیْدَ وَسَخَّرْتَ
لَهُ الْجِبَالَ وَاَعْطَیْتَ سُلَیْمَانَ مُلْكًا عَظِیْمًا وَّسَخَّرْتَ لَهُ الْاِنْسَ وَالْجِنَّ وَالشَّیَاطِیْنَ
وَسَخَّرْتَ لَهُ الرِّیَاحَ وَاَعْطَیْتَهٗ مُلْكًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ وَعَلَّمْتَ عِیْسٰى التَّوْرَاةَ
وَالْاِنْجِیْلَ وَجَعَلْتَهٗ یُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَیُحْیِی الْمَوْتٰى بِاِذْنِكَ وَاَعَذْتَهٗ مِنَ الشَّیْطَانِ
الرَّجِیْمِ فَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ عَلَیْهِ سَبِیْلٌ یعنی ای پروردگار تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام
کو اپنا خلیل بنایا اور انکو ملک عظیم عطا فرمایا اور حضرت موسی علیہ السلام سے کلام کیا
اور حضرت داؤد علیہ السلام کو ملک عظیم عطا فرمایا اور انکے لیے لوہا ملائم فرما دیا اور
انکے لیے پہاڑون کو تابع کر دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عظیم عطا فرمایا
اور انکے لیے آدمی اور جن اور شیاطین کو تابع فرما دیا اور انکے لیے ہوا کو تابع فرما دیا
اور انکو ایسا ملک عطا فرمایا کہ انکے بعد اسطرح کا ملک دوسرے کے لیے سزاوار
نہین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو توریت اور انجیل کا علم بخشا اور انکو یہ معجزہ عطا
فرمایا کہ وہ اندھے مادر زاد کو اور ابرص کو اچھا کر دیوین اور مُردون کو زندہ کرین اور
انکو شیطان ملعون سے پناہ دی تو انکے حق مین شیطان کو کچھ چارہ نہ رہا تو اللہ تعالی
نے ارشاد فرمایا قَدِ اتَّخَذْتُكَ حَبِیْبًا فَهُوَ مَكْتُوْبٌ فِی التَّوْرَاةِ حَبِیْبُ الرَّحْمٰنِ وَ
اَرْسَلْنَاكَ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّشَرَحْتُ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْتُ عَنْكَ
وِزْرَكَ وَرَفَعْتُ لَكَ ذِكْرَكَ فَلَا اُذْكَرُ اِلَّا ذُكِرْتَ مَعِیْ وَجَعَلْتُ اُمَّتَكَ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ
لِلنَّاسِ وَجَعَلْتُ اُمَّتَكَ اُمَّةً وَّسَطًا وَّجَعَلْتُ اُمَّتَكَ هُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَهُمُ الْاٰخِرُوْنَ
وَجَعَلْتُ مِنْ اُمَّتِكَ اَقْوَامًا قُلُوْبُهُمْ اَنَاجِیْلُهُمْ وَجَعَلْتُكَ اَوَّلَ النَّبِیِّیْنَ
خَلْقًا وَّاٰخِرَهُمْ بَعْثًا وَّاَعْطَیْتُكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ لَمْ اُعْطِهَا نَبِیًّا قَبْلَكَ

وَاَعْطَیْتُكَ الْكَوْثَرَ وَاَعْطَیْتُكَ ثَمَانِیَةَ اَسْهُمٍ اَلْاِسْلَامُ وَالْجِهَادُ وَالْهِجْرَةُ وَالصَّلٰوۃُ وَالصَّدَقَةُ وَالصَّوْمُ رَمَضَانَ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَجَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَخَاتِمًا یعنی مین نے آپ کو اپنا حبیب بنایا کہ توریت مین آپکا لقب حبیب الرحمن مذکور ہی اور آپ کو ہنسے عام طور پر سب لوگون کی طرف رسول بناکر بھیجا تاکہ آپ لوگون کو بہشت کی بشارت دیوین اور دوزخ سے ڈراوین اور آپ کے فائدہ کے لیے آپ کا سینہ کشادہ کر دیا اور آپ کا بار آپ سے علٰحدہ کر دیا اور آپ کا ذکر بلند کیا تو جہان میرا ذکر ہوگا وہان میری ساتھ آپ کا ذکر بھی ضرور ہوویگا اور مین نے آپ کی اُمت کو بہترین اُمت بنایا کہ لوگون مین ظاہر کی گئی اور آپ کی اُمت کو امت وسط بنایا اور آپ کی اُمت کو مین نے ایسا بنایا کہ وہی اول اور وہی آخر ہے اور مین نے آپ کی اُمت سے ایسے لوگونکو بنایا کہ اُنکے دلون کے ساتھ مین خطاب کرتا ہون اور مین نے آپ کو باعتبار پیدائش کے سب انبیاء مین اول بنایا اور باعتبار بعثت کے سب انبیاء مین آپ کو آخر نبی بنایا اور مین نے آپ کو مثانی کی سات آیتین دین یعنی سورۂ فاتحہ دی کہ یہ آیات دوسرے کسی نبی کو نہ دیے گئے اور آپ کو حوض کوثر دیا اور آپ کو آٹھ امور دیے یعنی اسلام اور جہاد اور ہجرت اور نماز اور صدقہ اور روزہ رمضان شریف کا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور مین نے آپ کو فاتح اور خاتم بنایا یعنی نبوت وغیرہ امور خیر کی ابتدا آپ کی ذات مبارک سے ہوئی اور نبوت کا خاتمہ آپ پر ہوا اور روایت ہی کہ جب حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج سے مراجعت فرمائی اور مقام ذی طوے مین وارد ہوے تو فرمایا کہ اے جبرئیل میری قوم کے لوگ میری تصدیق نہ کرینگے یعنی واقعہ معراج کو صحیح نہ جانین گے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی تصدیق کرینگے اور وہ صدیق ہین اور روایت ہی کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ مین

حطیم مین ہون اور قریش مجھ سے میری معراج کا حال پوچھنے لگے تو مجھسے بیت المقدس
کی چند چیزین پوچھین کہ مجکو وہ چیزین یاد نہ تھین تو مین ایسا غمگین ہوا کہ اسقدر
اندوہگین کبھی نہوا تھا تو اللہ تعالے اے بیت المقدس کو میرے سامنے مرتفع کردیا
کہ مین اسکو دیکھتا تھا تو پھر جو کچھ لوگ پوچھتے تھے مین اُن لوگون کو اُسکی خبر دیتا
تھا اور روایت ہیکہ مشرکین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ
کیا آپ کا حسن ظن اپنے سردار کے بارہ مین ہی وہ گمان کرتے ہین کہ اس رات
مین وہ بیت المقدس تک پہونچائے گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
فرمایا کہ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہی تو مشرکین نے کہا کہ ہان یعنے
کہاہے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
یہ فرمایا ہوگا تو ضرور ہے کہ سچ فرمایا ہوگا تو مشرکین نے کہا کہ کیا آپ اُن حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی اس بارہ مین تصدیق کرتے ہین کہ ایک رات مین وہ
بیت المقدس تک گئے ہونگے اور پھر صبح کے قبل چلے آئے ہونگے تو حضرت ابو بکر
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہان مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اس امر
مین کرتا ہون کہ وہ اس سے بھی زیادہ قیاس سے بعید ہے مین اس بارہ مین آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہون کہ صبح وشام آسمان کی خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے پاس پہونچتی ہے تو اسوجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام نامی صدیق
ہوا اور اُن لوگون مین ایسے لوگ بھی تھے کہ وہ مسجد اقصی مین گئے تھے تو اُن لوگون
نے کہا کہ کیا آپ سے ممکن ہے کہ مسجد کی حالت ہمسے بیان کرین تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین اُسکی حالت
بیان کرنے لگا اور برابر بیان کرتا چلا جاتا تھا کہ بعض امور مین مجکو اشتباہ واقع ہوا
تو مسجد حاضر کی گئی کہ مین اُسکو دیکھتا تھا حتے کہ عقیل کے مکان سے قریب رکھدی گئی

Marfat.com

تو مین مسجد کی طرف نظر کرتا تھا اور اُسکی حالت بیان کرتا تھا تو قوم نے کہا کہ قسم ہی خدا کی انھون نے صحیح کہا پھر اُن لوگون نے کہا کہ ای محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہمکو خبر دیجیے ہماری قافلے کے حال سے کہ کون امر مانع ہوا ہی کہ وہ ہمارے پاس نہین آتے مین کیا کوئی چیز انکی گم ہوگئی ہی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان بنی فلان کے قافلے کے پاس مین گذرا اور وہ لوگ روحا مین ہین انکا ایک اونٹ گم ہوگیا ہے اُسکی تلاش مین ہین اور اُنکے اسباب مین پانی کا قدح بھی ہی مجھکو پیاس معلوم ہوئی تو مین نے وہ قدح لیا اور پانی پیا پھر وہ قدح جسطرح رکھا تھا اُسی طرح رکھدیا تو تم لوگ اُن لوگون سے پوچھنا کہ جب وہ لوگ واپس آئے تو کیا اُن لوگون نے اُس قدح مین پانی پایا تو قوم کے لوگون نے کہا کہ یہ ایک نشانی ہے یعنے اس سے معلوم ہوگا کہ یہ واقعہ معراج کا صحیح ہے یا نہین پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین بنی فلان کے قافلے کے پاس گذرا اور فلان فلان دو شخص اپنے اپنے اونٹ پر ذی مر مین سوار تھے تو مجھکو دیکھکر وہ دونون اونٹ بگڑے اور فلان شخص کو گرا دیا اور اُس شخص کا ہاتھ ٹوٹ گیا تو تم لوگ اُن دونون شخصون سے یہ حال دریافت کرنا تو قوم کے لوگون نے کہا کہ یہ بھی ایک نشانی ہی پھر اُن لوگون نے کہا کہ ہماری قبیلے کے قافلے کے حال سے خبر دیجیے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اُنکے پاس تنعیم مین گذرا تو قوم کے لوگون نے پوچھا کہ وہ لوگ کسقدر ہین اور اُنکے پاس مال کسقدر ہے اور اُس قافلے کی ہیئت کیا ہے اور اُسمین کون کون شخص ہین تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین اُسوقت کسی دوسرے امر مین مشغول تھا تو پھر وہ قافلہ بجنسہ مع سب لوگون کے اور مع اُسکے مال و اسباب کے اُسی ہیئت کے ساتھ حزوہ مین ظاہر کیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان اُس قافلے کی ہیئت ایسی ہی اور ایسی ہی کہ اُسمین فلان فلان شخص ہین اور اُس قافلے کے آگے ایک اونٹ ہی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تیز رو ہے

اُسپر دو مزاق یعنی جوال ہین اور وہ جوال مخیط ہی یعنی سلی ہوئی ہے اور وہ قافلہ طلوع شمس کے وقت تمھاری سامنے ظاہر ہوگا تو اُن لوگون نے کہا کہ یہ بھی ایک نشانی ہی پھر وہ لوگ وہان سے حیرت زدہ نکلے اور بیابان کی طرف چلے اور کہتے تھے کہ قسم ہے خدا کی کہ محمد نے ایک عجیب قصہ بیان کیا حتے کہ وہ لوگ کدا یعنے ایک ٹیلے کے پاس پہونچے اور اُسپر بیٹھ گئے اور دیکھنے لگے تا آفتاب جب طلوع ہووے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرین کہ ناگاہ انہین سے ایک شخص نے کہا کہ قسم ہی خدا کی آفتاب طلوع ہوا ہے اور کسی دوسرے شخص نے کہا کہ قسم ہی خدا کی مراد ظاہر ہوئی یعنی قافلہ ظاہر ہوا اور اُسکے آگے ایک اونٹ ہی یا یہ کہا کہ شتر زرد ہی اور اُس قافلے مین فلان فلان شخص ہین جیسا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے موافق قافلہ ظاہر ہوا لیکن وہ لوگ ایمان نہ لائے اور کہا کہ یہ کچھ نہین یہ صرف ظاہر اجادو ہی۔

حال شجرہ بیعۃ الرضوان

شجرہ بیعۃ الرضوان کا حال بخاری مین متعدد روایات مین ہی کہ وہ روایات سعید بن مسیب کی ہین اور سعید بن مسیب نے ربیعہ سے روایت کی ہے اور بعضی روایات مین ہے کہ ربیعہ نے کہا کہ مین نے وہ درخت دیکھا پھر مین بھول گیا تو مین اسکو نہین پہچانتا ہون اور بعضی روایات مین ہے کہ جب دوسرا سال آیا تو مین بھول گیا تو مین اُسکو نہین پہچان سکتا ہون اور بعض روایات مین طارق بن عبدالرحمن سے ثابت ہی کہ اُنھون نے کہا کہ مین حج کے قصد سے چلا تو مین ایک قوم کے پاس گذرا کہ وہ لوگ اُس درخت کی مسجد مین نماز پڑھتے تھے تو مین نے اُن لوگون سے کہا کہ یہ کون مسجد ہے تو اُن لوگون نے کہا کہ یہی درخت ہی کہ اسکے نیچے آنحضرت صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے بیعت رضوان کی بیعت کی تھی تو مین سعید بن مسیب کے پاس آیا اور یہ خبر
انکو دی تو سعید بن مسیب نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے
تو وہ درخت نہ پہچانا اور تم لوگون نے اُسے پہچان لیا تو کیا تم لوگ اُن حضرات سے
زیادہ واقف ہو اور شیخ ابن حجر نے فتح الباری مین لکھا ہے کہ کسی شخص نے کہا کہ
مین وہ درخت پہچانتا ہون اور سعید بن مسیب نے اس قول کی صحت سے انکار کیا تو
اس انکار کی وجہ یہ ہوئی کہ سعید ابن مسیب نے اپنے باپ کے قول پر اعتماد کیا
کہ انکا قول یہ ہی کہ لوگون نے سال آیندہ مین وہ درخت نہ پہچانا تو سعید بن مسیب
کے قول سے لازم نہین آتا ہے کہ وہ درخت کوئی نہ پہچانتا ہو اسواسطے کہ بخاری
کے نزدیک اسکے قتل کے قریب کی حدیث سے کہ حضرت جابر رضی سے مروی ہے ثابت
ہی کہ حضرت جابر رض نے کہا کہ اگر مین آج دیکھتا ہوتا تو اُس درخت کی جگہ تم لوگون کو
دکھلا دیتا اوس سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت جابر رضی اُس درخت کی جگہ خیال رکھتے تھے
اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر وہ درخت بعینہ پہچانتے تھے پھر شیخ
اُنھون نے کہا کہ مین نے ابن سعید کے پاس اسناد صحیح سے یہ روایت پائی ہے کہ
نافع سے روایت ہی کہ اُنھون نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہونچی کہ کسی قوم کے لوگ اُس درخت کے پاس آتے ہین اور
وہان نماز پڑھتے ہین تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا کہ وہ درخت کاٹ دیا جائے
یہ حال اُس درخت کا ہے جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب فرماتے ہین کہ
مین کہتا ہون کہ اُس درخت کے بارے مین جو روایات ہین اُن سب روایات پر
نظر کرنے سے میرے نزدیک ثابت ہوتا ہی کہ وہ درخت بیعت کرنے کے بعد لوگونکی
نظر سے غائب کر دیا گیا اور اسمین پوشیدہ حکمت تھی اور مین نے اسکو مفصل فتح العزیز
مین ذکر کیا ہی اور اسکا خلاصہ یہ ہی کہ اللہ تعالے نے فرمایا لقد رضی اللہ عن المؤمنین

اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ یعنے اللہ تعالی مومنین سے راضی ہوا اس سے کہ اُن لوگون نے درخت کے نیچے آپ کی بیعت قبول کی تو اس کلام پاک کی وجہ سے احتمال تھا کہ لوگون کا ذہن اسطرف جاتا کہ اللہ تعالی کی رضامندی ہونے مین اس درخت کو کچھ دخل ہے تو اسوجہ سے اللہ تعالی نے وہ درخت لوگون کی نظر سے غائب کردیا اور زیادہ تر وجہ یہ ہوئی کہ ابھی کم زمانہ گذرا تھا کہ لوگ زمانۂ جاہلیت مین تھے اور بتون کی عبادت کے خوگر تھے حتےٰ کہ لوگون نے ایک دن آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمت بابرکت مین عرض کیا کہ ہمارے لیے ذات انواط مقرر فرما دیجیے جیسا کفار کے لیے ذات انواط ہی اور ذات انواط ایک درخت کا نام ہی پھر بعض لوگون نے انداز سے اُسکی جگہ معین کرلی اور اب اُس جگہ جو درخت تھا فی الواقع وہ دوسرا درخت تھا لیکن امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ وہ درخت بھی کاٹ دیا جاوے اور یہ حکم اسوجہ سے صادر ہوا کہ صالحین کے آثار سے مستفید ہونا اور اُسکو تبرک جاننا مذموم ہے یا اُسکے خلاف کرنا بہتر ہے بلکہ اسوجہ سے یہ حکم صادر ہوا کہ آمیزش اور جعل کرنا تبرکات مین مذموم ہے اور اسی وجہ سے امام پر واجب ہے کہ اُس شخص کو سزا دیوے جو کہے کہ فلان شعر یا فلان چیز تبرکات سے ہی اور اُسکی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی طرف کرے اور اُسکی نہ کوئی سند ہو اور نہ کوئی دلیل ہو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حکم فرمایا کہ وہ درخت کاٹ دیا جاوے تو یہ حکم صرف اسوجہ سے صادر فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ وہ درخت لوگون کی نظر سے غائب کردیا گیا اور یہ درخت فی الواقع وہ درخت نہین کہ اُسکے ذریعہ سے برکت حاصل ہوسکتی ہی اسواسطے کہ وہ درخت البتہ اس قابل تھا کہ اُس سے برکت حاصل کیجاتی اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا کہ اگر آج مین دیکھتا ہوتا تو اس درخت کی جگہ تم لوگون کو دکھلا دیتا تو اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ

Marfat.com

حضرت جابرؓ اُس درخت کی جگہ خیال رکھتے تھے اور اس سے یہ نہین معلوم ہوتا ہی کہ وہ درخت اُسوقت موجود تھا بلکہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ درخت نا معلوم ہوگیا تھا تو یہ مقام قابل غور کے ہے اور تعجب ہی کہ کیا وجہ ہوئی کہ یہ امر شیخ ابن حجر علیہ الرحمۃ کے ایسے محقق پر مخفی رہا اور شفاء الغرام مین لکھا ہے کہ حدیبیہ کی جگہ وہ ہے کہ وہان ایک کنوان ہی اُسکو بیر شمس کہتے ہین اور جدہ کی راہ سے جاتے ہین وہ کنوان ملتا ہے اور حالانکہ شجرہ بیعت رضوان اور حدیبیہ اب کسی کو معلوم نہین اور حدیبیہ وہ جگہ نہین کہ اُسکو جدہ کہتے ہین اور وہ جدہ کی راہ مین ہے اسواسطے کہ یہ جگہ جدہ سے قریب ہی اور بُعد اُسکا مکہ معظمہ اور حدیبیہ سے اُس سے بہت کم ہے اور وہ حرم کی حد مین ہے ایسا ہی مالک نے کہا ہے یا حل کے کنارے پر ہے اور یہ ماوردی نے کہا ہے یا وہ جگہ کچھ حل مین ہی اور کچھ حرم مین ہے اور یہ شافعی نے کہا ہے اور جسنے یہ کہا ہے کہ وہ درخت بہشت کے درختون سے تھا تو اُسکا مطلب یہ ہی کہ وہ درخت بہشت مین اُٹھا لیا گیا چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ یعنی میرے گھر اور میری منبر کے درمیان جو جگہ ہی وہ باغ ہے باغہاے جنت سے اور یہ بھی حدیث شریف مین وارد ہوا اِنَّ الْبَقِیْعَ وَالْمَعْلَاۃَ تُرْعَتَانِ مِنْ تُرَاعِ الْجَنَّۃِ یعنی بقیع اور معلاۃ یہ دونون دو سبزہ زار مین سبزہ زار ہاے بہشت سے تو اس سے مراد یہ ہی کہ یہ مقامات قیامت کے دن اسطرح کے کردیے جاوینگے۔

سوال در بارۂ فرقۂ ناجیہ حدیث شریف مین وارد ہی سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَۃً قِیْلَ مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ متفرق ہوگی میری اُمت یعنی میری اُمت اجابت مین تہتر فرقے ہونگے سب دوزخی ہین مگر ایک فرقہ تو کہا گیا کہ وہ ایک فرقہ کون لوگ ہین تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ ہین کہ وہ

Marfat.com

لوگ ثابت اور قائم ہین اُسپر کہ مین اُسپر ہون اور میرے اصحاب اُسپر ہین تو اُس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرقۂ ناجیہ وہی لوگ ہین کہ پیغمبر صلعم کی حدیث کی اتباع اور صحابہ کی پیروی اُنکا آئین اور شیوہ ہو اور ظاہر ا معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر اہل سنت و جماعت کے سواد وسرے مین نہین اسواسطے کہ سُنت سے مراد حدیث کی متابعت ہو اور جماعت سے مراد جماعت صحابہ کی پیروی ہے لیکن کبھی ایک خدشہ دل مین گذرتا ہے کہ اہل سُنت کا عقیدہ ہی کہ ممکن ہے کہ صغائر اور کبائر پر عذاب ہووے تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ممکن ہے کہ اہل سُنت کے بھی بعضے لوگون پر صغائر اور کبائر کی وجہ سے عذاب ہووے تو یہ لوگ فرقۂ ناجیہ کسطرح قرار پائے اور فی النار کی وعید سے کسطرح خارج ہوے

جواب اہل سُنت کا جو عقیدہ ہی کہ ممکن ہے کہ اہل سنت کے بعضے لوگون پر بسبب صغائر اور کبائر کے عذاب ہووے تو اسکا مطلب یہ ہی کہ ممکن ہی کہ اہل سنت کے بعضے لوگ اس فرقہ کا جو عمل اور عقیدہ ہو اُسکے مقتضا کو ترک کرین اور اس وجہ سے وہ لوگ مستوجب عذاب کے ہووین اور اس فرقہ کے علاوہ اور جو فرقے ہین کہ وہ سب گمراہ ہین وہ سب لوگ اپنے عقیدہ کے سبب سے مستوجب دوزخ کے ہونگے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب گمراہ فرقے کا عقیدہ باطل ہے اور اس فرقۂ ناجیہ کے بعضے لوگون کے حق مین جو عذاب کا خوف ہے تو یہ خوف اسوجہ سے ہے کہ ممکن ہے کہ اُنکا عمل اُنکے عقیدہ کے خلاف ہووے اور یہ دلیل اس امر کے لیے ہے کہ یہ مذہب حق ہی اور امید ہی کہ اس فرقہ کے گناہگار بھی اللہ تعالی کی رحمت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دوزخ سے نجات پاوین۔

بیان رمضان و ذی الحجہ حدیث شریف مین وارد ہی شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ رَمَضَانُ وَ ذُو الْحِجَّةِ یعنے دو مہینے ہین کہ وہ ناقص نہین ہوتے ہین یعنی رمضان اور ذی الحجہ شارح حدیث تاویل کرتے ہین کہ اس سے مراد یہ ہی کہ ان دونون مہینے کا ثواب

کسی حال مین کم نہین ہوتا ہے تو یہ توجیہ رمضان مین درست ہوتی ہی کہ خواہ ماہ کامل ہووے یعنی پورا تیس دن کا مہینہ ہووی یا ماہ ناقص ہووے یعنی صرف انتیس دن کا مہینہ ہووی دونون صورت مین تمام ماہ رمضان کے روزہ کا ثواب برابر ہوتا ہے ماہ ناقص ہونے سے ثواب مین رمضان کے کمی نہین ہوتی ہے لیکن یہ توجیہ ذی الحجہ مین درست نہین ہوتی ہے اسواسطے کہ شعائر اور مناسک حج کے صرف آخر ایام تشریق تک ہوتے ہین اور آخر ماہ سے کچھ تعلق نہین خواہ ماہ کامل ہووے یا ناقص ہووے اور یہ حدیث کلبی مین متعدد طریقہ سے وارد ہی اور اُسکے الفاظ مصرح ہین اور یہ تو مراد نہین کہ اُن دونون مہینے کے دن کبھی کم نہین ہوتے ہین۔

جواب یہ جو حدیث ہی شَہْرَانِ لَا یَنْقُصَانِ تو اکثر علمار کے نزدیک اسکا مطلب یہ ہی کہ ایسا اتفاق نہین ہوسکتا ہے کہ کسی ایک سال مین ان دونون مہینے کے دن تیس دن سے کم ہوجاوین یعنی دونون مہینے انتیس دن کے ہووین اور بعضے علما کے نزدیک اُسکا مطلب یہ ہی کہ ان دونون مہینے کا اجر اور ثواب کبھی کم نہین ہوتا ہے تو رمضان مین یہ امر ظاہر ہے اور ذی الحجہ مین یہ امر اس اعتبار سے ہے کہ یہ مہینہ حج کے مہینون سے ہی اور ماہ حرام سے ہے اور ان مہینون مین عمل کا ثواب زیادہ ہوتا ہے تو اگر ذی الحجہ کسی سال کامل نہووے یعنی تیس دن کا نہووے بلکہ صرف انتیس دن کا ہووے تو اس صورت مین بھی اسکا اجر کامل ہوتا ہے اور بعضے علمار نے کہا ہی کہ اسکی صورت یہ ہی کہ شروع ذی الحجہ مین چاند نظر نہ آوے اور دو ایک دن گذر جاوین اور حاجیون کو معلوم نہووی کہ ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہوا اور اسوجہ سے احرام مین مشغول نہ ہووین یا جس شخص کا اس مہینون مین معمول ہو وہ اس غلط فہمی سے ترک ہوجاوے مثلاً کوئی شخص عشرۂ ذی الحجہ مین روزہ رکھتا ہو اور اس غلط فہمی کی وجہ سے روزہ نہ رکھے اور رویت ہلال کا ثبوت مثلاً عرفہ کے دن ہووے تو ان سب ایام گذشتہ کا اجر لوگونکو

Marfat.com

ملیگا یہ شرح اس حدیث کی ہو اور کلبی کی روایات چندان قابل اعتبار نہین اسواسطے کہ یہ سواۃ کثیر الاوہام سے ہین کہ اپنے خیال سے جو سمجھ لیتے ہین اُسکو ایسا گمان کرتے ہین کہ گویا کسی معتبر شخص سے سُنا ہے۔

ف یہ حدیث شریف ہی ثَلٰثَةٌ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ رَجُلٌ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ الخ یعنی تین شخص ہین کہ اُنکو دو چند اجر دیا جاتا ہی منجملہ اُنکے ایک شخص وہ ہی کہ ایمان لایا اپنے نبی پر اور ایمان لایا محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر الخ اور بعض روایات مین ہے رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ یعنی منجملہ اُن تین شخصونکے ایک وہ شخص ہی کہ اہل کتاب سے ہی اپنے نبی پر ایمان لایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا شراح حدیث نے اسکا مطلب بیان کرنے مین نہایت اضطراب کیا ہے اور اُن مین سے متاخرین نے مثلاً عبدالرؤف مناوی اور دیگر محققین نے یہ اختیار کیا ہی کہ اس قول سے مراد صرف نصاریٰ ہین اسواسطے کہ یہود کا دین اور باقی سب دین حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے دین سے منسوخ ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرنا کفر ہے تو جو شخص ایسا ہو کہ اُسنے بحالت کفر کے منسوخ پر عمل کیا ہو وہ اُس عمل کی وجہ سے مستحق اجر اور ثواب کا کس طرح ہو سکتا ہے اور اس فقیر نے آیۂ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ کی تفسیر مین اس امر کی عمدہ تحقیق لکھی ہے مگر یہان مسودہ موجود نہین اسوجہ سے وہ نقل کرنا ممکن نہین اور اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ بہتر یہ ہی کہ کہا جاوے کہ یہ کلام عام ہے اسواسطے کہ اس امر مین جو روایات وارد ہین اُن سب روایات مین یہ امر عام طور پر مذکور ہے بلکہ نص قرآنی سے بھی عموم ثابت ہوتا ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ

سورۂ القصص

Marfat.com

الشَّیِّئَۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ یعنی وہ لوگ کہ دی ہمنے اُنکو کتاب قبل اسکے وہ لوگ
اُسپر ایمان لے آتے ہین اور جب اُنپر ہماری کتاب پڑھی جاتی ہے تو کہتے ہین کہ ہم
اُسپر ایمان لے آئے تحقیق کہ یہ حق ہی ہمارے پروردگار کی طرف سے تحقیق کہ
ہم پہلے اس سے مسلمان تھے یہ لوگ اپنا ثواب دو مرتبہ پاوینگے بسبب اسکے کہ صبر کیا
اُن لوگون نے اور دفع کرتے ہین نیکی کے ذریعہ سے بُرائی کو اور جو دیا ہم نے اُن کو
اُس سے خرچ کرتے ہین یہ ترجمہ آیت مذکورہ کا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر
ایمان لانا مستلزم ہی اس امر کے لیے کہ اُس سے حضرت عیسٰی علیہ السلام پر بھی ایمان
لانا ثابت ہوجاتا ہی تو مثلاً جب یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہین
تو اس ایمان لانے سے ثابت ہوجاتا ہے کہ وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام پر بھی ایمان
لے آئے تو اس ایمان کے مستحق ہونے سے اُنکا سابق کفر کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام
کے حق مین تھا محو ہوجاتا ہی جیسا کہ جب یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان
لاتے ہین تو اُنکا سابق کفر کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین تھا محو ہوجاتا ہی
تو اب اُنکی سابق طاعت کا بھی اعتبار کیا جاتا ہی اور اُسکے عوض مین وہ اجر اور
ثواب کا مستحق ہوجاتا ہی اور اس امر کے لیے ظاہر دلیل یہ ہے کہ مثلاً نصارے
سے کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور اسکے قبل وہ اپنی تمام عمر
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین کفر اور انکار کرتا رہا بلکہ ہمیشہ اہل اسلام سے سابقہ
جنگ و جدال کرنے مین مصروف رہا تو بلاشبہہ اُسکے حق مین ثابت ہی کہ اُسکو دو مرتبہ
اجر دیا جاویگا اور اسکے قبل اپنے نبی پر جو ایمان لایا تھا اب اُس کا اعتبار ہوگا حالانکہ
اُسوقت ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین کفر اور انکار کرتا رہا اور اس
امر مین سر یہ ہے کہ منجملہ انبیاء علیہم السلام کے ہر نبی پر ایمان لانے کی یہ تاثیر ہے کہ
اُس سے باطن کی تطہیر ہوتی ہے اور نفس کی تکمیل ہوتی ہی لیکن اسکا اثر ظاہر

Marfat.com

نہین ہوتا ہی اسواسطے کہ اُسکا معارض موجود رہتا ہی اور وہ معارض یہ ہی کہ دوسرے
نبی م کے حق مین اسکو کفر اور انکار رہتا ہے تو جب وہ معارض رفع ہو جاتا ہی
تو اُسکا اثر ظاہر ہوتا ہے اور اس سر کے ثبوت کے لیے شواہد بے شمار ہین کہ
امور طبعیہ اور امور صناعیہ وغیرہا محسوسات مین موجود ہین اور حاصل کلام یہ ہی کہ
جب کوئی یہودی اسلام سے مشرف ہوا اور یہ امر متحقق ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم پر اُسکا ایمان لانا صحیح ہے تو اس ضمن مین یہ بھی متحقق ہو گیا کہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور باقی سب انبیاء علیہم السلام پر دفعۃً ایمان لایا اور
یہ ایمان صحیح ہوا اور یہ جائز قرار پایا کہ یہ ایمان اور اسکے قبل کا ایمان کہ سابق مین مثلاً
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق مین تھا ان دونون ایمان کا اب اثر ظاہر ہووے
تو دونون ایمان کے عوض اُسکو دو چند اجر دیا جاوے تو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی
کہ اس بارہ مین جو حال نصرانی کا ہے وہی حال یہودی کا بھی ہی اور اس بارہ مین
یہود اور نصارے کے کفر مین باہم کچھ تفاوت نہین اور یہ جو سوال مین لکھا تھا کہ
کفر سب یہود کا خصوصاً احبار اور رہبانیین کا کفر بعد بعثت حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے ثابت ہے تو یہ کلام مقام تعجب ہے مہربان من بحیرا راہب نصرانی تھا یہودی
نہ تھا اور احبار یہود کہ مدینہ منورہ مین طبعاً سکونت پذیر ہوے وہ اُسوقت حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے قبل تھے اب کعب احبار اور عبد اللہ بن سلام کے
بارے مین کہتا ہون کہ ضلالت کے وجوہ اور اسباب مفصل تفسیر فتح العزیز وغیرہ
مین مذکور ہین وہ دریافت ہو جانے کے بعد اس بارے مین کچھ تعجب باقی نہین رہتا ہی
اور اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ ضلالت کے لیے سبب کبھی فاسد تلقی کا ہونا ہوتا ہی اور
اور یہ سبب عام ہے علماء اور خواص کے حق مین بھی یہ سبب کبھی واقع ہوتا ہی اور فاسد
تلقی کے معنے یہ ہین کہ کوئی امر مشہور ہو جاوے جیسا معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

Marfat.com

کا زندیق ہونا یہود مین مشہور تھا تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ وہ امر مشہور کسی عالم کے ذہن مین اسطرح مستحکم ہوجاتا ہی کہ اسکے خلاف جو امر واقعی ہوتاہے وہ بھی اُسکو معلوم ہوتاہے کہ باطل ہے اور اُس امر مشہور کے خلاف جو امر ہوتا ہی اُسکے وجوہ کیطرف کچھ التفات نہین کرتاہے ورنہ اُس شخص مین یہ مادہ ہوتاہے کہ اگر اُس امر مشہور کے خلاف کے وجوہ پر التفات کرے تو اُسکو امر حق معلوم ہوجاویگا اور مثال اُسکی یہ ہے کہ بلاد ایران کے منتہی مقام مین جو لوگ ہین اور وہ اہل سنت کے ساتھہ اختلاط نہین رکھتے ہین انکے لڑکے اور اُنکی عورتین اگرچہ کامل طور پر اپنی کتابین پڑھتے نہین مگر اُنکے ذہن مین حضرات شیخین اور حضرت عثمان رضہ کے نام مبارک کی اہانت معاذ اللہ مانند فرعون اور ہامان اور نمرود کے نام کی اہانت کے اسطرح قرار پائی ہے کہ ان حضرات کے مناقب اور مدائح کا خیال ہرگز اُنکے ذہن مین قرار نہین پاتاہے اور اُنکے ذہن مین یہ خیال مستحکم ہے کہ اہل بیت کو اذیت دیگئی اور اُن حضرات کے حق مین غصب اور ظلم اور حیلہ کیا گیا اور اس خیال کی وجہ سے حضرات شیخین رضہ اور حضرت عثمان رضہ کے مناقب اور مدائح کا خیال اُنکو مطلقاً نہین ہوتا ہے تو باوجود اسکے کہ اُنہین مادہ ہے کہ امر حق دریافت کرین لیکن وہ لوگ ان حضرات کا حال دریافت کرنے مین مطلقاً توجہ اور التفات نہین کرتے ہین اور یہی حالت احبار یہود کی بھی تھی کہ وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال دریافت کرنے مین کچھ توجہ اور التفات نہ کرتے تھے اسواسطے کہ اُنکی قوت مدرکہ اُن خیالات باطلہ سے پُر تھی کہ معاذ اللہ اُن ہی خیالات کی وجہ سے وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متنفر تھے اور جب توجہ اور التفات نہووے تو بدیہیات دریافت نہین ہوسکتی ہین تو نظریات کا کیا ذکر ہے اور اس بے التفاتی کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان مین صرف زندقہ اور الحاد کے کلمات اور سب کی

Marfat.com

شان مین صفت وثنا کرنے مین مبالغہ کرتے تھے اور تثلیث کا قول کہا کرتے تھے اور
اسکے سوا اور کوئی دوسرا امر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان مین ذکر نہ کرتے تھے تو
خرافات سُننے سے یہود کا تنفر زیادہ ہوا حتےٰ کہ جب پیغمبر آخر زمان صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث
ہوئے اور جو امور محتاج دلیل کے تھے وہ علانیہ طور پر ظاہر ہوگئے اور جو بات سُنی جاتی تھی
وہ دیکھنے مین آئی اور کوئی حجاب باقی نہ رہا تو بعضے یہود دونون حضرات پر معاً ایمان
لائے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور اس ضمن مین خود انکا ایمان
لانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی متحقق ہوگیا اور ائن یہود کے علم کے کمال کا اثر
اب ظہور مین آیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انا اولی الناس بعیسی ابن
مریم یعنی لوگون مین مین زیادہ قریب ہون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق مین تو
اس حدیث کے مقاصد سے یہ بھی مقصد ہے کہ مذکور ہوا ہے اور اسکا عکس بھی انشاء اللہ
العزیز ہونے والا ہے یعنی جب پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زیادہ
زمانہ گذر جاویگا اور مخالفین مذہب کا غلبہ ہوگا خصوصاً دجال ملعون نکلے گا تو اُسوقت
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی شان مین لوگون کے دل مین شکوک اور
شبہات کا دخل ہوگا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاوینگے اور مخالفین کو
دفع کرینگے اور شکوک اور شبہات زائل فرماوینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ و
اصحابہ وسلم کا دین متین روشن کرینگے اور ابن مندہ نے ضعیف سند سے حضرت ابن
عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک اختیار کی اور اُسوقت آپ کی
عمر اٹھارہ برس کی تھی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر بیس برس کی تھی اور دونون
حضرات نے تجارت کے ذریعہ سے ملک شام کا ارادہ فرمایا تو ایک مقام مین آپ
دونون حضرات اُترے اور وہان بیر کا درخت تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے

Marfat.com

سایہ مین بیٹھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک راہب کے پاس گئے کہ اُس راہب کو بحیرا کہتے تھے اور بحیرا سے کچھ پوچھا تو بحیرا نے کہا کہ درخت کی سایہ مین کون شخص ہین تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہین تو بحیرا نے کہا کہ قسم ہے خدا کی یہ نبی ہین اسکے سایہ مین بعد حضرت عیسی علیہ السلام کے کوئی نہ بیٹھا مگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ ابن مندہ کی روایت کا ترجمہ ہے اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ دوسرا سفر تھا اور اسکے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کے ساتھ سفر کیا تھا ایسا ہی اصابہ مین ہے اور احبار یہود کی اولاد کہ وہ لوگ مدینہ منورہ مین سکونت پذیر تھے تو وہ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کے مقام سے دور تھے اور اسوجہ سے حضرت عیسی علیہ السلام کے حال سے اُن لوگون کو کما ینبغی خبر نہوئی اور حضرت عیسی علیہ السلام کی دعوت اسلام کی خاص ملک شام کے بنی اسرائیل کے حق مین ہوئی اور مدینہ منورہ کے یہود کا اختلاط مشرکین کے ساتھ تھا اور اسوجہ سے اُنکے خیال کی تاثیر اُن لوگون مین ہوئی اور اسکے علاوہ اور بھی سبب ہوے کہ اُسکی وجہ سے ان لوگون کی توجہ حضرت عیسی علیہ السلام کے فضائل کی طرف نہوئی اور حدیث لولاک لما خلقت الافلاک کسی معتبر کتاب مین نظر سے نہ گذری فقط

استبراء کا بیان فقہا نے استبراء کے بارے مین نہایت تاکید فرمائی ہے اور فقہاء کا یہ قول ماخوذ اس حدیث سے ہے کہ عذاب قبر کے بیان مین وارد ہے اما احدھما فکان لا یستبرء من بولہ یعنی لیکن ایک ان دونون شخصون سے بس وہ اپنے پیشاب سے بخوبی پرہیز نہ کرتا تھا اور استبراء کے معنی یہ ہین کہ کسی چیز سے برارۃ چاہنا اور پیشاب سے برارۃ چاہنا فرض ہے یعنی یہ چاہنا فرض ہے کہ پیشاب بدن وغیرہ مین نہ لگا رہے اسواسطے کہ فرض وواجب کے سوا کسی دوسرے امر کے

چھوڑنے پر عذاب نہین اور ہر شخص کے لیے استبرا کے بارے مین اُس شخص کے حال کے مناسب حکم ہی اور ایسا ہی ہر وقت کے لیے استبرا کے بارے مین اُس وقت کا مناسب حکم ہے اور اسی وجہ سے حسن بصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے لَا یُسْئَلُ عَنْ حَالِ الصَّحَابَۃِ وَاِنَّھُمْ کَانُوْا یَکْتَفُوْنَ فِی الْاِسْتِنْجَاءِ عَنِ الْبِرَازِ بِالْاَحْجَارِ اِنَّھُمْ کَانُوْا یَبْعَرُوْنَ بَعْرًا وَاَنْتُمْ تَثْلِطُوْنَ ثَلْطًا یعنی چاہیے کہ استنجا کے بارے مین صحابہؓ کا حال نہ پوچھا جاوے وہ لوگ پائخانہ کے بعد صرف پتھرون سے نجاست دور کر دیتے تھے اور اسی پر اکتفا کرتے تھے اسواسطے کہ اُنکا پائخانہ مینگنی کیطرح خشک ہوتا تھا اور تم لوگونکا پائخانہ سریش کیطرح ہوتا ہی کہ بدن کے ساتھ چسپان ہو جاتا ہے اور طریقہ مرجہ استبرا کے تارک کو جو لوگ بدعتی کہتے ہین تو یہ صرف اس فرقہ ظاہرین کی مبالغات سے ہی یہ قابل اعتبار نہین اور بخاری اور اُسکی شروح مین مذکور ہے کہ ابو موسی اشعری نے عذاب قبر کی حدیث سُنی تو اسوجہ سے وہ پیشاب سے نہایت احتیاط کرتے تھے حتی کہ جب پیشاب کی حاجت ہوتی تھی تو پیشاب کا مقام شیشی کے اندر داخل کرتے تھے اور اُسکے اندر پیشاب کرتے تھے اس خوف سے کہ ایسا نہو کہ کہین بدن یا کپڑے پر چھینٹ پڑ جاوے تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بطور انکار کے اُنسے کہا کہ مین نے دیکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی سُباطہ پر یعنی کوڑا پھینکنے کی جگہ مین گئے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور اسمین شبہ نہین کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے مین گمان چھینٹ پڑنے کا ہے اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب استبرا کرنے مین مبالغہ کیا جاتا ہی تو مثانہ سے پیشاب ٹپکتا ہی اور اُسکی مثال یہ ہے کہ دودھ جب دوہا جاتا ہے تو دودھ جانور کے تھن مین آتا ہے اور جب دوہنا موقوف کر دیا جاتا ہے تو دودھ بھی موقوف ہو جاتا ہے۔

سوال مشکوٰۃ شریف مین وارد ہی کہ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ

Marfat.com

وسلم عن عشر منها ان یجعل الرجل اسفل ثیابه حریرا یعنی منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دس امر سے منجملہ انکے ایک امر یہ ہے کہ مرد کپڑون کے نیچے ریشمی کپڑا پہنے تو اس کلام سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ ریشمی کپڑا اگر بدن سے متصل نہ ہووے تو مکروہ نہین مثلا ابرہ ریشمی کپڑے کا ہووے اور استر سوتی کپڑے کا ہو تو یہ مکروہ نہین اور در مختار مین لکھا ہے یحرم لبس الحریر ولو بحائل علی الصحیح عن الامام وثانیہما یحرم اذا مس الجلد قال فی الغنیۃ وہی رخصۃ عظیمۃ فی موضع عمت بہ البلوی یعنی حرام ہے ریشمی کپڑا پہننا اگرچہ بدن اور اس کپڑے کے درمیان مین کوئی دوسری چیز حائل ہووے اور یہی صحیح قول ہے اور امام سے روایت ہے کہ ریشمی کپڑا صرف اس صورت مین حرام ہے کہ جب بدن سے متصل ہووے غنیہ مین لکھا ہے کہ یہ عظیم رخصت ہے اس مقام کے لیے کہ وہان عام طور پر لوگ اسمین مبتلا ہین۔

جواب یہ جو حدیث ہے نهی ان یجعل الرجل اسفل ثیابہ حریرا مثل الاعاجم یعنی منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ مرد کپڑون کے نیچے ریشمی کپڑا پہنے جسطرح عجم کے لوگ پہنتے ہین اس کلام سے یہ متبادر نہین ہوتا ہے کہ اگر ابرہ ریشمی کپڑا ہووے اور استر سوتی کپڑے کا ہو یعنے روئی سے بنا ہوا ہو تو وہ پہننا حلال ہے اسواسطے کہ اصول کا مسئلہ ہے کہ جب کسی امر کے بارے مین کوئی حکم ہووے اور وہ امر مقید کسی وصف کے ساتھ ہووے تو جب وہ وصف منتفی ہو جاویگا تو وہ حکم بھی منتفی ہو جاویگا بشرطیکہ وہ وصف صرف عادت کے طور پر مذکور نہووے اور یہ امر بھی نہووے کہ جب اس وصف کے خلاف دوسرا وصف پایا جاوے تو اس صورت مین بطریق اولے وہ حکم ثابت ہووے اور اس مقام مین دونون شرطین منتفی ہین پہلی شرط اسطرح سے منتفی ہے کہ عجم کے لوگون کی عادت تھی کہ کپڑون کے نیچے ریشمی کپڑا پہنا کرتے تھے تا بدن مین نرمی معلوم ہووے تو اس سے ممانعت کی گئی اور دوسری شرط اسوجہ سے

Marfat.com

منتفی ہو کہ کپڑون کے اوپر ریشمی کپڑا پہننا منع ہونا زیادہ مناسب ہی اسواسطے کہ
اس سے مقصود ہوتا ہی کہ شہرت ہووے اور اُسکی چمک ظاہر ہووے تو دلالۃ النص
سے ثابت ہوا کہ جب کپڑن کے نیچے ریشمی کپڑا پہننا منع ہے تو کپڑون کے اوپر بھی
ریشمی کپڑا پہننا منع ہوا جیساکہ والدین کو اُف کہنا یعنی جھڑکی دینا منع ہی تو اس سے
ثابت ہوتا ہی کہ والدین کو مارنا بطریق اولےٰ منع ہے اور درمختار مین بھی اسی مذہب
کو صحیح لکھا ہے چنانچہ درمختار مین مذکور ہے وَلَوْ بِحَائِلٍ عَلَى الصَّحِيحِ یعنے ریشمی کپڑا
پہننا منع ہے اگرچہ اُس کپڑے اور بدن کے درمیان مین کوئی دوسری چیز حائل
ہووے تو دوسری نادر روایت قابل اعتبار نہین ۔

قول مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ یعنی
مؤمن نجس نہین ہوتا ہے یہ کلام مبارک جواب مین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے
قول کے وارد ہوا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جنب تھے اور اس حالت مین آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے پرہیز کیا تو پھر غسل کیا اور مسجد مبارک مین آئے اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکے چلے جانے کا سبب پوچھا تو اُنھون نے کہا کہ
مین جنب تھا تو مجکو بُرا معلوم ہوا کہ مین اُس حالت مین آپ کے حضور مین بیٹھون تو
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ یعنی تحقیق کہ مؤمن
نجس نہین ہوتا ہے تو مراد اس سے یہ ہے کہ مؤمن ایسا نجس نہین ہو جاتا ہے کہ
اُس نجاست کی وجہ سے اُسکے ساتھ اختلاط اور کلام کرنا اور صحبت رکھنا منع ہو جاوے
اور مقصود اس سے یہ ہے کہ مومن کا اعتقاد درست ہوتا ہی اور اُسکے اعمال اچھے
ہوتے ہین اور اُسکے اخلاق عمدہ ہوتے ہین تو مؤمن اگرچہ جنب بھی ہو مگر ان خوبیونکی
وجہ سے وہ ایسا نہین کہ اُسکی صحبت سے نفرت کیجاوے بخلاف کافر کے اسواسطے
کہ کافر اس قابل نہین کہ اُسکے ساتھ صحبت رکھی جاوے اور اُسکی ہمنشینی اختیار کیجاوے

Marfat.com

بلکہ سزاوار یہی کہ اُسکے ساتھ ہم چشمی کبھی نہ کیجاوے اور عاصم بن ثابت کا واقعہ جو غزوہ رجیع مین ہوا کہ اُنھون نے عہد کیا تھا اللہ تعالےٰ سے کہ اُنکو مشرک کبھی مس نکرے گا تو شہادت کے بعد اُنکا بدن اشرفی سے داغا گیا تو یہ اُنکے کمال تورع کی وجہ سے ہوا یا اسوجہ سے ایسا کیا گیا کہ انھون نے عہد کیا تھا کہ وہ عہد اُنکے حق مین لازمی نذر کے مانند تھا اور اگر کہا جاوی کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ مؤمن مطلقًا کسی حال مین نجس نہین ہوتا ہے تو یہ صحیح نہین اسواسطے کہ مؤمن کبھی محدث ہوتا ہے کہ اُسپر وضو واجب ہوتا ہے اور کبھی جنب ہوجاتا ہی کہ اُس پر غسل واجب ہے اور اُس حالت مین اُسپر نماز پڑھنا اور قرآن شریف پڑھنا اور مسجد مین داخل ہونا حرام ہوجاتا ہے اور جب نجاست کے انواع سے ایک طرح کی نجاست کے بارہ مین خاص حکم قرار پایا کہ اُس نجاست کی نفی مومن سے کی گئی تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ خاص طرح کی نجاست خاص مشرکین مین ہے اور عام طور پر اُن مین نجاست نہین اور حاصل کلام یہ ہے کہ متواتر طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور صحابہ نے مشرکین کے ساتھ کسی خاص ضرورت سے اختلاط رکھا اور اُنکے ساتھ مصافحہ کیا اور اُنکے ساتھ نشست رکھی اور اُنکو مس کیا اور اُنکے ہاتھ کا کھانا اور پھل کھایا اور اُنکا بنا ہوا کپڑا پہنا اور کس طرح نہ کہا جاوے کہ یہ ثابت ہو اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے شامی جبہ پہنا اور اُسوقت اہل شام کفار تھے البتہ اگر مشرکین کا کوئی ایسا فرقہ ہو کہ اُن لوگون کے بارہ مین یقین ہووے یا ظن ہووے کہ وہ لوگ نجاست کو بُرا نہین جانتے ہین مثلًا ہنود کہ گوبر سے پرہیز نہین رکھتے ہین اور مثلًا نصاریٰ کہ وہ لوگ شراب اور خنزیر سے پرہیز نہین کرتے تو اُنکے ساتھ کھانا حرام ہے اور ایسا ہی یہ بھی حرام ہے کہ اُنکے برتن مین بلادھوئے ہوے پانی پیا جاوے۔

سوال شرح الصدور میں یہ حدیث ہے لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ اِلَّا اَنْ یَّثِقَ بِعَمَلِہٖ یعنی چاہیے کہ آرزو نہ کرے موت کی کوئی تم میں سے مگر جب اسکو اپنے عمل پر وثوق ہووے تو ظاہر اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کی تمنا کرنا جو اس وقت جائز قرار دیا گیا ہے کہ جب اپنے عمل پر وثوق ہووے تو یہ تعلیق محال ہے جیسا اللہ تعالی کے کلام پاک میں وارد ہوا ہے فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ یعنی پس نکلجاؤ اطراف سے زمین اور آسمان کے اور نہ نکلوگے مگر قوت سے یعنی لیکن تمکو قوت نہیں کہ نکل سکوگے یعنی عمل قبول ہونے کا دار مدار اخلاص پر ہے اور اخلاص کا دار مدار اسپر ہے کہ عجب اور ریا نہووے اور اس سے بچنا دشوار ہے تو ثابت ہوا کہ محال ہے کہ عمل پر وثوق ہووے تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ موت کی آرزو کرنا منع ہے اور بعضے علماء زمانہ سمجھتے ہیں کہ یہ تعلیق محال کے ساتھ نہیں اور عمل پر وثوق ہونا ممکن ہے اور اسوقت جائز ہے کہ موت کی تمنا کیجاوے

جواب یہ جو حدیث شریف ہے لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ اِلَّا اَنْ یَّثِقَ بِعَمَلِہٖ یعنی چاہیے کہ آرزو نکرے موت کی کوئی تم میں سے مگر اسوقت کہ اپنے عمل پر وثوق ہووے تو اس حدیث کی ظاہری یہی معنی ہیں کہ تحریر فرمایا ہے یعنی تعلیق بالمحال کے قبیل سے ہے اور اسکی تین دلیلیں ہیں اول یہ کہ یہ روایت صحاح میں نہیں دوسری کتاب میں ہے اور عموم نہی کی روایت صحاح میں ہے تو عموم بہتر ہوا تو چاہیے کہ یہ روایت تعلیق بالمحال پر حمل کیجاوے تا دونوں طرح کی روایات میں تا امکان تطبیق ہووے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ صحاح میں عموم نہی کی جو روایات ہیں انکی علت عام ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جسکو اپنے عمل پر وثوق ہووے اسکے حق میں بھی منع ہے کہ موت کی تمنا کرے اور جو حکم ایسا ہووے کہ شارع کے کلام میں اسکی عام علت مذکور ہووی تو اس حکم کی تخصیص جائز نہیں اور وہ روایت کہ اسمیں عام علت مذکور ہے

یہ ہے لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ بِضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ اِمَّا مُسِیْئًا فَلَعَلَّهٗ اَنْ یَتُوْبَ وَاِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهٗ
اَنْ یَّزْدَادَ اِحْسَانًا یعنی چاہیے کہ آرزو نہ کرے موت کی تم مین سے کوئی بسبب کسی تکلیف کے
کہ اُسپر واقع ہووے اسواسطے کہ وہ شخص یا گنہگار ہے تو شاید آئندہ توبہ کرے
اور یا نیک ہے تو شاید اُسکی نیکی اور زیادہ ہووے یہ ترجمہ حدیث مذکور کا ہے
اسمین شبہہ نہین کہ جسکو اپنے عمل پر وثوق ہوگا ضرور ہے کہ وہ اپنے کو نیک جانتا ہوگا اور
نیک کے حق مین بھی موت کی آرزو کرنا منع ہے اسواسطے کہ پھر موت کے بعد ممکن نہوگا
کہ نیکی مین زیادتی ہووے اور یہ علت اُس شخص کے حق مین موجود ہے کہ اُسکو
اپنے عمل پر وثوق ہووے تو اُسکے حق مین بھی نہی ثابت ہوئی البتہ اگر نہی کی علت ہوتی
کہ اسمین تردد ہووے کہ موت کے بعد کیا حال ہوگا یعنی عذاب ہوگا یا راحت ہوگی تو
اُس صورت مین اگر عمل پر وثوق ہووے تو نہی کی علت منتفی ہوجاتی ہے لیکن
فی الواقع نہی کی علت یہ ہے کہ موت کے بعد عمل موقوف ہوجاویگا تو اس علت مین
عمل پر وثوق ہونے کو کچھ دخل نہین تو یہی امر متعین ہوا کہ سوال مین جو حدیث مذکور
ہے اسمین تعلیق بالمحال ہے اور تیسری دلیل یہ ہے کہ اگرچہ از روے عقل کے محال
نہین کہ عمل پر وثوق ہووے لیکن اسمین بھی شبہہ نہین کہ یہ باعتبار عادت کے ضرور
محال ہے چنانچہ یہ مخفی نہین اور اگر فرض کیا جاوے کہ عادۃً بھی محال نہین تو اس
صورت مین بھی ضرور ہے کہ شرعاً محال ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ
وسلم نے فرمایا ہے لَا یُنْجِیْ اَحَدًا مِّنْکُمْ عَمَلُهٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ
یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهٖ یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نجات نہ دیگا تم مین سے کسی کو عمل اُسکا
تو صحابہ رضؓ نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ کا عمل بھی آپ کی نجات کے لیے کافی نہوگا تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین مگر یہ کہ چشم پوشی کریوے اللہ میرے حق مین اپنی رحمت کے
سبب سے اور حسن بصری رحؒ نے کہا ہے لَا یَخَافُ النِّفَاقَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا یَاْمَنُهٗ اِلَّا مُنَافِقٌ

یعنے نفاق سے کوئی نہین ڈرتا ہی مگر مؤمن ڈرتا ہے اور نفاق سے کوئی بیخوف نہین ہوتا ہگر منافق بیخوف ہوجاتا ہی ایسا ہی بخاری کی تعلیقات مین ہی قاصد نہایت مستعجل تھا لہذا اپنے حسب خواہ تفصیل فقیر لکھ نہ سکا۔

یہ بیان اس حدیث کا ہی کہ جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی وفات کے بیان مین ارشاد فرمایا کرتے تھے بخاری نے اپنی تاریخ مین عمار کی روایت لکھی ہی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ذکر تحقیق اللہ تعالی کا ایک فرشتہ ہی کہ اللہ تعالی نے اسکو یہ قوت بخشی ہی کہ سب خلائق کی بات سنتا ہی وہ میری قبر کے پاس کھڑا ہے جو شخص مجہپر درود بھیجتا ہی وہ فرشتہ درود میرے پاس پہونچاتا ہے اور احمد اور نسائی کی روایت مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے فرشتے ہین کہ زمین مین پھرا کرتے ہین اور میری امت کا سلام مجکو پہونچایا کرتے ہین اور یہ مضمون متواتر طور پر ثابت ہے اور ایک مرتبہ سعید بن مسیب نے اذان قبر شریف سے سنی اور حارث اور ابن سعد نے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگونکے حق مین میری زندگی بہتر ہے اور تم لوگون کے حق مین میری وفات بھی بہتر ہی تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کیے جاتے ہین تو جب نیک عمل دیکھتا ہون تو اسکے شکریے مین اللہ تعالی کی درگاہ مین حمد و شکر کرتا ہون اور جب بد عمل دیکھتا ہون تو اللہ تعالے سے تمہارے لیے مغفرت چاہتا ہون اور جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیمار ہوے تو وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے قبر مبارک کی طرف لیجانا اور اجازت طلب کرنا اور چاہیے کہ اسوقت کہا جاوے کہ یارسول اللہ ابو بکر ہے اجازت چاہتا ہے کہ آپکے نزدیک دفن ہووے تو اگر اجازت ملجاوے تو بہتر ورنہ مجکو بقیع کی طرف پھیر لانا تو صحابہ نے ایسا ہی کیا تو آواز آئی کہ آپ داخل

Marfat.com

ہووین آپ کی تعظیم و توقیر کی گئی یہ خطیب نے روایت کی ہی اور ابن عساکر نے کہا ہی کہ یہ روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو مجکو اپنے سر کے نزدیک بٹھلایا اور مجکو فرمایا کہ اے علی جب مین مرجاؤن تو آپ مجکو غسل دیجیے گا اُسی کپڑی مین کہ اُسمین پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا اور مجکو اُس گھر کی طرف لیجائیگا کہ اُسمین پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہین اور اوپر کے مضمون کے موافق اجازت طلب کرنے کا قصہ ذکر کیا اور اُسکے آخر مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جو لوگ اُس دروازہ کے پاس گئے اُنمین سے مین پہلے گیا تو مین نے سُنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ داخل کرو محبوب کو طرف محبوب کے تحقیق کہ محبوب محبوب کا مشتاق ہی اور جب قحط سالی ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ چاہیے کہ لوگ ایک سوراخ آسمان کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی قبر مبارک کے محاذی بناوین تو لوگون نے ایسا ہی کیا تو آسمان سے پانی برسا اور قحط دفع ہوا۔

سوال سیوطیؒ نے شرح الصدور مین ایک حدیث ذکر کیا ہی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو دیکھا کہ کسی مرد کے ساتھ کلام فرماتے ہین تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ مرد کون شخص تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمنے اسکو دیکھا کہا کہ ہان تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے تم نابینا ہو جاؤ گے تو اس جگہ دل مین خدشہ گذرتا ہے کہ اکثر صحابہؓ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا چنانچہ یہ امر اسلام اور ایمان اور احسان کے بارے مین سوال کرنے کی حدیث مین مذکور ہے اور وہ صحابہ باوجود اسکے نابینا نہوے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تخصیص کی وجہ کیا ہے۔

Marfat.com

جواب ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قصہ کہ شرح الصدور سے نقل فرمایا ہے صحیح ہے اور یہ پورا قصہ جو کتابون مین مفصل طور پر مذکور ہے یہ ہے کہ اَنَّہٗ رَاٰی رَجُلًا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَعْرِفْہُ فَسَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ عَنْہُ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتَہٗ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ ذَاکَ جِبْرَئِیْلُ وَاِنَّکَ سَتَفْقِدُ بَصَرَکَ فَعَمِیَ بَعْدَ ذٰلِکَ فِیْ اٰخِرِ عُمْرِہٖ وَکَانَ یَقُوْلُ فِیْ ذٰلِکَ اِنْ یَّاْخُذِ اللّٰہُ مِنْ عَیْنَیَّ نُوْرَھُمَا فَفِیْ لِسَانِیْ وَقَلْبِیْ مِنْھُمَا نُوْرٌ وَقَلْبِیْ ذَکِیٌّ وَعَقْلِیْ غَیْرُ ذِیْ دَخَلٍ وَفِیْ فَمِیْ صَادِمٌ کَالسَّیْفِ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دیکھا ایک مرد حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ اور اُسکو نہ پہچانا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اُس شخص کا حال آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے پوچھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا تمنے اُس شخص کو دیکھا ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہان تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے اور قریب ہی کہ تم گم کروگے اپنی آنکھ یعنی نابینا ہوجاؤگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اُسکے بعد اپنی آخر عمر مین نابینا ہو گئے اور اُسوقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالےٰ نے میری دونون آنکھ کی روشنی لے لی تو میری زبان اور میرے دل مین دونون آنکھ سے زیادہ روشنی ہی اور میرا قلب ہوشیار ہے اور میری عقل ذی دخل نہین یعنی ناقص نہین کہ اُسمین باطل وسوسہ کا دخل ہو سکے اور میرے منھ مین تیز تلوار یعنی زبان گویا ہے کہ تلوار کی طرح ہے ایسا ہی استیعاب مین ہے اور علماء مین اس تعلیل کی توجیہ مین باہم اختلاف ہے بعضے علماء نے کہا ہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو وحی کے آنے کے وقت مین دیکھنا اس امر کے لیے موجب

Marfat.com

ہو کہ بصارت زائل ہوجاوے اسواسطے کہ وحی کی روشنی کی چمک اس امر کے لیے باعث ہوتی ہے کہ بصارت زائل ہوجاوے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی رحمت کی برکت سے فی الفور اُسکا اثر نہوا بلکہ اسی وجہ سے آخر عمر مین اتفاق ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بصارت زائل ہوئی اور دوسرے صحابہ رض نے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ہی تو وحی لانے کے وقت نہ دیکھا ہے بلکہ کبھی سائل اعرابی کی صورت مین دیکھا ہی اور کبھی دحیہ کلبی کی صورت مین دیکھا ہی کہ اُسوقت غزوۂ بنی قریظہ کے بارے مین مشورہ کرنے کے لیے آئے تھے اور دوسرے بعضے علمار نے کہا ہے کہ یہ تاثیر عام نہ تھی کہ عام طور پر جو شخص حضرت جبرئیل علیہ السلام کو وحی لانے کے وقت دیکھے تو وہ نابینا ہوجاوے بلکہ یہ تاثیر خاص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حق مین ہوئی اسواسطے کہ وہ اُسوقت صغیر سن تھے امور غیبیہ کے دیکھنے کے متحمل نہو سکے ناچار سخت صدمہ اُنکو پہونچا اور جب تک سن کی قوت اُس صدمے کے لیے معارض تھی بینائی باقی رہی اور جب کبر سنی آئی یعنی عمر اخیر ہوئی اور قوت مین انحطاط آیا تو اُس صدمے کا اثر ظاہر ہوا اور دوسرے بعضے علمار نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا اور اس سبب سے نابینا ہوے تو اُسکی وجہ یہ ہوئی کہ اللہ تعالے کو منظور ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اخیر عمر مین ظاہری محسوسات سے اپنی آنکھ بند کرین اور صور خیالیہ اور اعیان مثالیہ علیہ کے دیکھنے مین مشغول ہووین تا برزخ مین اُنکی رویت زیادہ غالب ہووے اور اسی طرح کے اور بھی اقوال سلف سے منقول ہین۔

فائدہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ الصحابۃ کلھم عدول یعنے صحابہ رض سب عادل ہین اس عقیدے کے بارے مین بارہا حضرت ولی نعمت مرحوم قدس اللہ سرہ کے حضور مین بحث اور تفتیش واقع ہوئی تھی آخر مین یہی منقح ہوا کہ اس جگہ عدالت کا متعارف

Marfat.com

یعنے مراد نہین بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ امر ثابت ہی کہ حدیث کی روایت مین صحابہ سب
عادل ہین اور کسی دوسرے امر مین قطعی طور پر عادل ہونا مراد نہین اور حدیث کی
روایت مین جس عدالت کا اعتبار ہے اُس سے مراد ہے پرہیز کرنا روایت مین قصداً
دروغ کہنے سے اور پرہیز کرنا اس امر سے کہ اس سے روایت مین انحراف ہونے کا
خوف ہووے اور ہمنے سب صحابہ کی سیرت کی تحقیق کی حتےٰ کہ وہ صحابہ رضہ کہ فتنہ اور باہمی
مخالفت مین مبتلا ہوی تھے اُنکی سیرت کی بھی تحقیق کی تو مین نے سب صحابہ رضہ کو ایسا
پایا کہ اُنکا یہ عقیدہ تھا کہ نہایت سخت گناہ ہے کہ جو بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ
واصحابہ وسلم نے نہ فرمائی ہو اُس بات کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف
کیجاوے اور خلاف کہا جاوی کہ یہ بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہی
اور اس امر سے صحابہ رضہ نہایت پرہیز کرتے تھے چنانچہ یہ امر اہل سیر پر ظاہر ہے اور اسپر دلیل
یہ ہی کہ اس عقیدے کا کچھ نشان سابق کی کتب عقائد مین نہین اور نہ سابق کی کتب
کلام مین ہی یعنے یہ امر متقدمین علمار کے نزدیک مسلم تھا اسوجہ سے اسمین کچھ بحث کی
نوبت نہ آئی اور اسی وجہ سے سابق کی کتابون مین اسکا تذکرہ نہین صرف متاخرین
محققین نے اسکا ذکر اصول حدیث مین کیا ہے اُس مقام مین کہ جہان رواۃ کے
طبقات کی تعدیل بیان کی ہے پھر علمار نے یہ عقیدہ اُن کتابون سے عقائد کی
کتابون مین نقل کیا اور یہ اُن لوگون نے نقل کیا ہی کہ جن لوگون نے بلا غور و تعمق
کے حدیث اور کلام مین خلط کیا ہے اور اسمین شبہہ نہین کہ وہ عدالت کہ اُس سے علماء
اصول کی غرض متعلق ہے اس سے وہ عدالت مراد ہے کہ اُسکا اعتبار روایت مین ہے
اور اُسکے معنی یہ ہین کہ پرہیز کیا جاوے روایت مین قصداً دروغ کہنے سے اور پرہیز
کیا جاوے اُس امر سے کہ اُس سے نقل مین انحراف ہونے کا خوف ہووے اور کوئی
دوسرے معنے نہین تو اس صورت مین اس کلیہ مین مطلقاً اشکال نہین واللہ اعلم

Marfat.com

کہا مسلم مؤلف صحیح مسلم نے کہ حدیث بیان کی ہمسے قتیبہ بن سعید اور محمد بن بشار نے
اور دونون راوی کی روایت مین جو الفاظ ہین وہ قریب قریب ایکسے ہی ہین ان دونون
راوی نے کہا کہ حدیث بیان کی ہمسے حاتم نے اور وہ ابن اسمٰعیل ہین اور انھون نے
روایت کی بکیر بن یسار سے اور انھون نے روایت کی عامر بن سعد بن ابی وقاص سے
اور انھون نے روایت کی اپنے پدر بزرگوار سے کہ انھون نے کہا کہ معاویہ بن ابی سفیان
نے سعد سے کہا کہ کس چیز نے باز رکھا تمکو ابو تراب کو برا کہنے سے تو سعد نے کہا کہ آگاہ
رہو جب تک مجکو تین امور یاد رہینگے کہ وہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے
فرمایا ہے مین ہرگز ابو تراب رضی اللہ عنہ کو برا نہ کہونگا اگر ان تین امور سے کوئی ایک
امر بھی مجھ مین پایا جاتا تو وہ مجکو سرخ چارپایون سے زیادہ مرغوب ہوتا مین نے پیغمبر خدا
صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو حضرت ابو تراب رض سے فرماتے ہوے سنا اسوقت کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے حضرت ابو تراب علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے
بعض غزوہ مین پیچھے چھوڑ دیا تو حضرت ابو تراب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے مجکو عورتون اور لڑکون کے ساتھ
پیچھے چھوڑ دیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے
فرمایا کہ کیا آپ اس سے خوش نہین کہ آپ میرے نزدیک ایسے ہین کہ جیسے ہارون
علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھے مگر یہ امر ہے کہ میرے بعد نبوت نہین اور
مین نے جنگ خیبر مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو فرماتے ہوے سنا کہ
مین ایسے شخص کو نشان یعنی جھنڈا دونگا کہ اللہ اور اسکے رسول کو اسکے ساتھ محبت
ہے تو سعد نے کہا تو ہم لوگ سر اٹھا کر دیکھنے لگے یعنی منتظر تھے کہ کسکو یہ سعادت نصیب
ہوتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس علی رض کو بلاؤ
تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ بلائے گئے اور اسوقت آپ کی آنکھون مین آشوب تھا تو

Marfat.com

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے آپ کی آنکھوں مین اپنے دہن مبارک کا تھوک ڈالدیا اور آپ کو نشان مرحمت فرمایا پس اللہ تعالے نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے فتح کرائی اور جب یہ آیت نازل ہوئی نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَکُمۡ تو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو بلایا اور کہا اَللّٰھُمَّ ھٰٓؤُلَآءِ اَھۡلُ بَیۡتِیۡ یعنی اے پروردگار یہ میرے اہل بیت ہین نووی نے اپنی شرح مین لکھا ہے قولہ اِنَّ مُعَاوِیَۃَ قَالَ لِسَعۡدِ بۡنِ اَبِیۡ وَقَّاصٍ مَا مَنَعَکَ اَنۡ تَسُبَّ اَبَا تُرَابٍ قَالَ الۡعُلَمَآءُ الۡاَحَادِیۡثُ الۡوَارِدَۃُ الَّتِیۡ فِیۡ ظَاھِرِھَا دَخَلٌ عَلٰی صَحَابِیٍّ یَجِبُ تَاوِیۡلُھَا قَالُوۡا وَلَا یَقَعُ فِیۡ رِوَایَاتِ الثِّقَاتِ اِلَّا مَا یُمۡکِنُ تَاوِیۡلُہٗ فَقَوۡلُ مُعَاوِیَۃَ ھٰذَا لَیۡسَ لَہٗ تَصۡرِیۡحٌ بِاَنَّہٗ اَمَرَ سَعۡدًا بِسَبِّہٖ وَاِنَّمَا سَاَلَہٗ عَنِ السَّبَبِ الۡمَانِعِ لِلسَّبِّ کَاَنَّہٗ یَقُوۡلُ ھَلِ امۡتَنَعۡتَ مِنۡہُ تَوَرُّعًا اَوۡ خَوۡفًا اَوۡ غَیۡرَ ذٰلِکَ فَاِنۡ کَانَ تَوَرُّعًا وَاِجۡلَالًا لَہٗ فَاَنۡتَ مُصِیۡبٌ وَّحَسَنٌ وَاِنۡ کَانَ غَیۡرَ ذٰلِکَ فَلَہٗ جَوَابٌ اٰخَرُ وَلَعَلَّ قَدۡ کَانَ فِیۡ طَآئِفَۃٍ فَلَمۡ یَسُبَّ مَعَھُمۡ وَعَجَزَ عَنِ الۡاِنۡکَارِ فَسَاَلَہٗ ھٰذَا السُّؤَالَ قَالُوۡا وَیَحۡتَمِلُ تَاوِیۡلًا اٰخَرَ وَمَعۡنَاہُ مَا مَنَعَکَ اَنۡ تُخَطِّئَہٗ فِیۡ رَاۡیِہٖ وَاجۡتِھَادِہٖ وَتُظۡھِرَ لِلنَّاسِ حُسۡنَ رَاۡیِنَا وَاجۡتِھَادِنَا وَاَنَّہٗ اَخۡطَاَ یعنے صحیح مسلم کا قول ہے کہ معاویۃ نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ کس چیز نے باز رکھا تمکو ابو تراب کو برا کہنے سے علمار نے کہا ہے کہ جو ایسی احادیث ہین کہ اُسکے ظاہر معنے کے اعتبار سے صحابہ کی شان مین سوء ظن کا احتمال ہوتا ہی تو واجب ہی کہ اُن احادیث کی تاویل کیجاوے اور علمار نے کہاہے کہ ثقات سے ایسی کوئی روایت نہین مگر اُسکی تاویل ممکن ہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس قول مین تصریح نہین کہ آپ نے حضرت سعدؓ کو حکم دیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برا کہین بلکہ اس سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضؓ نے سعدؓ سے پوچھا کہ کس سبب سے

Marfat.com

برا نہین کہتے تو گویا حضرت معاویہؓ نے کہا کہ کیا تورع کے خیال سے اس امر سے باز رہے یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خوف کی وجہ سے باز رہے یا اسکے سوا کوئی اور وجہ ہے تو اگر یہ وجہ ہے کہ تورع کا خیال ہوا یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عظمت کا لحاظ ہوا تو آپ حق پر ہین اور آپ کا عمل نیک ہے اور اگر کوئی دوسری وجہ ہے تو اُسکے بارے مین اُسکے مناسب دوسرا جواب ہوگا اور شاید سعدؓ کسی گروہ مین تھے اور اُس گروہ کے شامل ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برا نہ کہا اور اُن لوگون کو منع کرنے سے بھی عاجز تھے تو اسوجہ سے حضرت معاویہؓ نے اُنسے یہ پوچھا اور علمار نے کہا ہے کہ اسکے علاوہ اور بھی دوسری تاویل کا احتمال ہے یعنی کہا جا سکتا ہو کہ مطلب اس قول کا یہ ہے کہ کس چیز نے آپ کو باز رکھا اس امر سے کہ آپ نہین کہتے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے اور آپ کا اجتہاد خطا پر ہے اور لوگون پر ظاہر نہین کرتے کہ میری رائے اور میرا اجتہاد صحیح ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ خطا پر ہین اور جامع ترمذی مین بھی یہ حدیث ہے مگر مختصر ہے۔

منقول تفسیر مدارک سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سوالات کہ مدارک وغیرہ بعض تفاسیر مین مذکور ہین اور درمنثور مین بھی موجود ہے صحیح طور پر ثابت نہین اور اگر صحیح فرض بھی کیا جائے تو اس کلام کے معنے یہ ہین کہ ولایت جب آپ کو پہونچی تو وہ بھی حق ہے اور تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت منعقد ہوئی تو ابتدا مین اس بارے مین اکثر لوگون کو شبہات اور شکوک ہوے اور اُن لوگون کو انکار ہوا اور جب کسی حکم کی تخصیص ظرف یا شرط کے ساتھ ہووے اور وہ ظرف یا شرط نہ پائی جاوے تو ظرف یا شرط کے نہ پائے جانے سے حکم کی نفی صرف اُس صورت مین ثابت ہوگی کہ تخصیص مین حکم کے حصر کے سوا اور کوئی دوسرا فائدہ نہووے اور لیکن جس صورت مین کوئی دوسرا فائدہ ہووے تو اس ظرف یا شرط

Marfat.com

کے نہ پائے جانے سے حکم کی نفی ثابت نہو گی چنانچہ ایسا ہی علماء اصول کے نزدیک ثابت ہے اور خلفاء ثلثہ کی خلافت مین کسی نے اسوقت شک و شبہہ نہ کیا اور اُسمین اختلاف واقع نہوا تو اسوجہ سے اُسوقت یہ امر بیان کرنے کی ضرورت بھی نہوئی اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مفہوم مخالف کی بنا پر استدلال کرنا اُسوقت صحیح ہوتا ہے کہ کوئی صریح کلام اُسکے معارض نہووے اور خلفاء ثلثہ کی خلافت کی جو دلائل ہین وہ صریح ہین بلکہ اُسمین صریح نصوص وارد ہین تو یہ مفہوم مخالف اُسکے مقابلہ مین قابل لحاظ نہین۔ جو روایت کہ تفسیر مدارک مین اس آیت کی تفسیر مین مذکور ہے وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا یعنی جائز نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بعد کبھی نکاح کرو تو وہ روایت تفاسیر مین مشہور ہے اور وہ روایت متعدد طریق سے آئی ہے کہ بعض طریق کو بعض طریقے سے قوت ہوتی ہے تو اسوجہ سے وہ روایت حسن کے درجہ تک پہونچتی ہے اور اُسی روایت سے علامہ حلبی نے کتاب منہج الحق مین اس امر پر استدلال کیا ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ کے حق مین طعن ثابت ہے اور صاحب ابطال الباطل نے اسکے چند جواب دیے ہین پھر اُن جوابات کو صاحب احقاق الحق نے اپنی تحقیق سے رد کیا ہے اور وہ سب تطویلات اسوقت مجکو یاد نہین اور عجیب وہ جواب ہے کہ بعض اہل سنت نے دیا ہے کہ اس قول کے قائل وہ طلحہ بن عبید اللہ نہین کہ وہ عشرہ مبشرہ سے ہین بلکہ وہ قائل دوسرا طلحہ ہے کہ بنی عبدالدار سے ہے اور وہ منافقین سے تھا اور اُن بعض اہل سنت نے طلحہ کا جو قول ہے بنات عمنا اسکو اسپر حمل کیا ہے کہ یہ قول صرف اس بنا پر کہا گیا کہ قریش ہونے مین مشارکت تھی جیسا اللہ تعالی کے اس کلام پاک مین ہے وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ اسواسطے کہ عرب کا معمول ہے کہ اکثر کہا کرتے ہین ھی ابنۃ عمہ یعنی یہ عورت اُسکے چچا کی لڑکی ہے اور

Marfat.com

ایساہی عرب یہ بھی کہا کرتے ہین کہ ھُوَ ابنُ عَمِّہٖ یعنے وہ مرد اُسکے چچا کا لڑکا ہے اور صرف
جد اعلے مین مشارکت رہتی ہے لیکن صحیح جواب یہ ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ نے جب یہ کلام
کہا تھا اُسوقت آگاہ نہ تھے کہ اللہ تعالی کی طرف سے حجاب کا حکم نازل ہوا ہے بلکہ اُنکا
گمان تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے صرف مشورہ سے حضرت عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ کے یہ حکم فرمایا ہے تو گویا وہ اس امر مین مجتہد قرار پائے پھر جب اُنکو خبر
ہوئی کہ یہ حکم اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہوا ہے تو نادم ہوئے اور استغفار کیا تو اب
اُنکے حق مین طعن باقی نہ رہا کہ قرآن شریف کی مخالفت کی اور لیکن اُنکے حق مین یہ طعن
جو کیا جاتا ہے کہ اُنھون نے کہا تھا کہ لئن مات فلان لاتزوجن فلانۃ
یعنی اگر فلان شخص فوت ہوگا تو مین فلان عورت کے ساتھ نکاح کرونگا تو اگر صحیح ہے
کہ اُنھون نے یہ کلام کہا تو اسمین بھی استبعاد نہین اسواسطے کہ ان لوگونکی عادت تھی کہ اقارب
کی موت کے بعد اُنکی ازواج کے ساتھ نکاح کیا کرتے تھے اور طلحہ بن عبید کو خبر نہ تھی
کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ازواج مطہرات غیر کے لیے حرام ہین اور وہ
امہات المومنین ہین جیسا اسمین استبعاد نہین کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ
رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کے ساتھ نکاح کرنیکے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اُنکے ساتھ اپنا نکاح کرین باوجودیکہ وہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے رضاعی بھائی کی لڑکی تھین اسواسطے کہ ابولہب کی
کنیزک ثویبہ کا دودھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے پیا تھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ
عنہ نے بھی اُنکا دودھ پیا تھا اور یہ بھی متحقق ہو کہ عادات اور بلاد اور اوقات اور زمانہ
کے اختلاف کی بنا پر مروت اور آداب مختلف ہوا کرتے ہین تو ضرور نہین کہ جو امر کسی خاص
وقت اور کسی خاص شخص کے نزدیک خلاف مروت ہووے وہ دوسرے وقت اور دوسرے
شخص کے نزدیک بھی خلاف مروت ہووے اور جب کسی شخص کو کسی امر کے بارے مین

Marfat.com

حکم شرعی کا علم نہووے اور معلوم نہووے کہ اُس بارہ مین حکم نازل ہوا ہی تو اُس شخص کے حق مین اُس امر کے بارے مین کسی کے لیے طعن کی جگہ نہین اور کسطرح ایسی صورت مین طعن ہو سکتا ہے اسواسطے کہ روایت ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے جنگ احد مین اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ملاحظہ فرمایا کہ شہید ہو گئے تھے اور مشرکین نے مثلہ کیا تھا یعنی اُنکے ہاتھ پانون وغیرہ کاٹے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالی نے مجھکو مشرکین پر قدرت دی تو مین ضرور اُنمین سے ستر مشرکین کو قتل کرونگا تو یہ آیت نازل ہوئی وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ یعنی اور اگر تم لوگ سزا دو تو چاہیے کہ سزا دو مانند اُسکے کہ تم لوگونکو وہ سزا دیگئی ہو اور اگر تم لوگ صبر کرو تو یہ بہتر ہے صابرین کے حق مین یہ ترجمہ آیت مذکورہ کا ہی اور شیخ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری مین کتاب المغازی کی شرح مین اہل نجران کے قصہ مین لکھا ہے کہ اصول شرع سے ہے کہ مخالف کے ساتھ مباہلہ کیا جاوے جب حجت ظاہر ہونیکے بعد اصرار کرے اور یہی تحقیق اوزاعی کے نزدیک بھی ثابت ہی اور علماء کی ایک جماعت نے ایسا کیا بھی ہے اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ جسنے مباہلہ کیا اور وہ بطلان کرتا تھا اور اُسنے مباہلہ مین ذکر کیا کہ اگر میرا کلام ناحق ہووے تو چاہیے کہ ایک برس گذرنے نہ پاوے اور اُسکے قبل اللہ تعالی مجھکو موت دیدیوے تو ایسا ہوا کہ اُس مباہلہ کے بعد وہ شخص دو مہینے سے زیادہ زندہ نرہا یہ مضمون ابن حجر عسقلانی کے کلام کا ہی لیکن اصول فقہ کی بنا پر اسمین بحث ہے اسواسطے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا مباہلہ جو واقع ہوا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے معجزات سے تھا اور لیکن اب معجزات کا زمانہ منقطع ہو گیا تو حق اور باطل کی تمیز اب صرف حجت اور برہان کے ذریعہ سے ہو سکتی ہی اور یہ بھی اسمین بحث ہے کہ اگر اب بھی مباہلہ کا حکم باقی ہی تو چاہیے کہ سرقہ ثابت کرنے مین اور

Marfat.com

دنیاوی خصومات کا فیصلہ کرنے مین بھی مباہلہ کرنا جائز ہووے اور اُسکا کوئی قائل نہین اور شاید شیخ ابن حجر عسقلانی نے اسیوجہ سے کہا ہے بَعْدَ ظُھُوْرِ الحُجَّۃِ یعنی اصل یہ ہو کہ حجت کے ذریعہ سے دعوے ثابت کیا جاوے اور اُسکے بعد بھی اگر مخالف کو اصرار ہووے تو مباہلہ کیا جاوے **قصہ سالم** مولے ابی حذیفہ کا صحیح ہے لیکن اُسکے ظاہر معنے متروک العمل ہین اور بخاری اور مسلم مین موجود ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی قصے سے استدلال کیا اور فرمایا کہ کبیر کی رضاعت سے بھی نکاح کی حرمت ثابت ہوتی ہو اور باقی امہات مومنین کو اس حکم سے انکار تھا اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتی تھین لَا رَضَاعَ بَعْدَ فِطَامٍ یعنی ایام رضاعت کے بعد اگر رضاعت وقوع مین آوے تو اُس سے نکاح کی حرمت ثابت نہین ہوتی ہے اور دیگر صحابہ بھی یہی قول پسند فرماتے تھے اور سالم کا قصہ اُنکے مخصوصات سے شمار کرتے تھے۔

سوال حدیث شریف ہے مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ یعنی انسان کے اسلام کی خوبی سے ہے ترک کرنا وہ چیز کہ اُسکے حق مین عبث ہووے مشکوۃ کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمیر مرفوع متمکن کی کہ یعنی مین ہے مرء کیطرف راجع ہو اور ضمیر منصوب متصل ما کیطرف راجع ہے اور ملا علی قاری کے کلام سے اسکا عکس مفہوم ہوتا ہو

جواب اس حدیث مین دونون وجہ ممکن ہین لیکن ظاہراً متبادر وجہ ثانی ہے کہ ملا علی قاری نے لکھی ہے البتہ اسمین یہ کلام ہے کہ عَنیٰ یَعْنِیْ نفع دینے اور کام مین آنے کے معنے مین قدیم لغت مین مستعمل نہین بلکہ قصد اور ارادہ اور اہتمام کے معنے مین مستعمل ہے تو شیخ عبد الحق علیہ الرحمتہ کا ترجمہ لغت کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے اگرچہ فہم سے بعید ہو اور ملا علی قاری علیہ الرحمتہ کے ترجمہ مین مجاز کے ارتکاب کی ضرورت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ عنایات اور اُسکی اسناد افعال اور اقوال کی طرف قدیم زمانہ مین رائج نہ تھی۔

جواب۲ اس حدیث کی شرح مین جو اختلاف ہے کہ شیخ عبد الحق علیہ الرحمتہ نے کہا ہے کہ

Marfat.com

ضمیر مرفوع مر کی طرف راجع ہے اور ضمیر منصوب ما موصولہ کی طرف راجع ہو اور ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اسکے برعکس کہا ہے تو اس اختلاف کی تحقیق کے لیے ضرور ہے کہ لفظ یعنی کے معنی پر لحاظ کیا جاوے کہ اگر مشتق عنایت سے ہے کہ معنی مین قصد کے ہے تو شیخ عبد الحق رح کی توجیہ بہتر ہے اسواسطے کہ قصد کرنے والا شخص ہوتا ہے فعل نہین ہوتا اور اگر یعنی معنے مین ینفع کے ہے کہ مصدر مین مجاز کا اعتبار کیا گیا ہے یا مشتق ہے عنا یعنی عناءً سے کہ متعدی ہے اور عناء کے معنی یہان یہ ہین رنج اور غم مین ڈالنا اور اس ضمیر سے مراد مہم ہے تو شیخ ملا علی قاری کی توجیہ زیادہ بہتر ہے اسواسطے کہ نافع فعل ہوتا ہے کہ شخص کو نفع پہونچاتا ہے اور اسکے برعکس نہین ہوتا ہے اور یہ امر کہ باعتبار معنے کی وجہ اخیر بہتر ہے تو اسکی تین وجہین ہین اول وجہ یہ ہے کہ ملاہی مہم اور نافع نہین اور باوجود اسکے وہ مقصود ضرور ہوتا ہے تو ضرور ہوا کہ لا یقصدہ مین تخصیص کیجاوے یعنی نہ قصد کرے اسکا انسان اپنی منفعت کی غرض سے اور نہ قصد کرے اسکا انسان بطور اہتمام کے اور نہی سے مقصود یہ ہے چاہیے کہ اسطرح کے افعال ترک کیے جاوین اور جو افعال کہ مثلاً ایسے ہین کہ انسان فکر کرتے وقت زمین پر نقطہ کا نشان بناتا ہے یا اسطرح کے اور جو افعال ہین تو ایسے افعال کے بارہ مین یہ نہی وارد نہین تو اگر کہا جاوے کہ ضرور ہوا کہ نفع مین بھی تخصیص کیجاوے اسواسطے کہ دل بہلانا اور سرور حاصل کرنا بھی نفع مین داخل ہے تو اسطرح تخصیص کیجاوے کہ ملاہی کا نفع غیر معتد بہ ہوتا ہے اور اسکا قصد غیر معتد بہ نہین ہوتا ہے بلکہ اسمین مال خرچ کیا جاتا ہے اور احباب کی تداعی ہوتی ہے اور اشغال دینی ترک کیے جاتے ہین اور دوسری وجہ وہ ہے کہ شیخ عبد الحق رح نے شرح عربی مین وجہ ثانی بیان کی ہے اور سید جمال الدین نے بھی اسی طرف میلان کیا ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ مذموم اور عبث فعل کو لا یعنی کہتے ہین اور مشکوۃ شریف مین لقمان حکیم سے مروی ہے ترکت ما لا یعنی یعنی ترک کیا مین نے فعل عبث کو اور حصن حصین مین حفظ قرآن کی دعا مین وارد ہے

ارحمنی ان تکلف ما لا یعنینی یعنی اے پروردگار تو مجھ پر رحم فرما کہ ہمکو فعل عبث کی تکلیف
دیجاوے تو ان دونون مقام مین ملا علی قاری کی توجیہ متعین ہی اور پہلی توجیہ ناممکن ہے
فائدہ جاننا چاہیے کہ حدیث مین ہے اثنا عشر امیرا اور بعض حدیث مین ہے اثنا عشر
خلیفة تو اس سے بارہ کی عدد کے سوا اور کوئی تخصیص اور تعیین ثابت نہین ہوتی ہے
اور علاوہ اسکے اس حدیث کے اخیر مین ہے کلھم من قریش یعنی یہ سب ائمہ قریش سے
ہونگے تو اسکی طرف لحاظ کرنے سے فاطمیہ اور علویہ اور ہاشمیہ کے دائرہ سے خارج دور
اور ذہن جاتا ہے اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ صاحب تحفہ نے باب اول کے حاشیہ
تنبیہ مین اس آیت کے بیان مین ذکر کیا ہے اور وہ آیت یہ ہے ان الذین فرقوا دینهم
وکانوا شیعا الآیة تو صاحب تحفہ نے لکھا ہے کہ حدیث متفق علیہ ہے لا یزال ھذا الدین قائما
حتی یلی علیهم اثنا عشر خلیفة یعنی یہ دین ہمیشہ قائم رہیگا اسوقت تک کہ اس امت کے
والی امر بارہ خلیفہ ہو جاوینگے اور بعضی روایات مین ہی امیرا کلھم من قریش یعنی
یہ سب خلیفہ یا امیر قریش سے ہونگے تو امامیہ نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہی اس امر پر
کہ بارہ آئمہ کی امامت ثابت ہی لیکن اس استدلال مین اکثر وجوہ سے خلل ہے اول وجہ یہ ہے
کہ اس حدیث کا مآل ائمہ پر منطبق نہین ہوتا ہے اسواسطے کہ اگر ولایت سے ائمہ کا صرف وجود
ہونا جہان مین مراد لیا جاوے اور اسکا لحاظ نہووے کہ امت اور دین کی امور مین امر و
نہی اور حل و عقد مین انکو کچھ دخل بھی ہووے تو باوجود اسکے کہ یہ مراد عرف اور لغت اور
عقل کے خلاف ہے اس مراد کی بنا پر حدیث کے معنی درست نہین ہوتے ہین اسواسطے کہ
صرف انکے وجود سے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا دین قائم نہ رہا بلکہ امامیہ
کا وہم ہے کہ نعوذ باللہ من ذلک بمجرد وفات پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے
سب صحابہ مرتد ہو گئے اور قرآن مجید مین تحریف کی اور دین کے امور کو نہایت متغیر کر دیا
اور وضو مین مسح کرنے کی جگہ پانو کا دھونا مروج کیا اور نماز کی ہیئت اور شکل بالکل

مسح کر دی اور صرف اپنی رائے سے قرار دیا کہ موزہ پر مسح کرنا جائز ہے اور خمس موقوف کیا
اور اذان مین جو حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ ہے وہ موقوف کیا اور اُسکی جگہ اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ
قائم کیا اور سنت مین تراویح بڑھادی تو حسب امامیہ کا وہم ہے کہ قرآن شریف اور نماز اور
شعائر اسلام سب مبتدل اور متغیر ہو گئے تو اُنکے نزدیک دین کا قیام کسطرح باقی رہا اور اگر
یہ مراد لیجاوے کہ اوامر اور نواہی مین اُن ائمہ کو ولایت حاصل ہوگی اور اُنکا تصرف ہوگا اور
شرعی امور اُنکے حکم سے جاری ہونگے جیسا کہ یہ باعتبار لغت اور عقل کے مفہوم ہوتا ہے
تو یہ امر امامیہ کے گمان کے موافق کبھی وقوع مین نہ آیا یعنی امامیہ کے نزدیک ثابت نہین
کہ یہ بارہ ائمہ یا انمین سے کوئی امت اور دین کے امور مین متصرف ہوئی ہون اور اُنکا امر
و نہی جاری ہوا ہو حالانکہ حدیث کا لفظ خصوصاً لَا يَزَالُ صراحۃً اسپر دلالت کرتا ہے کہ یہ
امر ہونیوالا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ توقیت اسپر دلالت کرتی ہو کہ جب ان ائمہ کی ولایت
منقضی ہو جاویگی تو دین کا قیام بھی منقطع ہو جاویگا تو چاہیے کہ خلفاے مذکورین قیامت کے
قائم ہونے تک باقی رہین ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہوتا لَا يَزَالُ
هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا اِلٰى قِيَامِ الْقِيَامَةِ وَيَلِيْهِمْ اِلٰى ذٰلِكَ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً یعنی ہمیشہ رہیگا دین قائم
قیامت کے قائم ہونے تک اور اس امت کے ولی امر اس عرصہ مین بارہ خلیفہ ہونگے اور
امامیہ کے وہم کے موافق اخیر امام کہ صاحب زمانہ ہے اگر اسکی عمر قیامت تک دراز ہوگی تو
یہ انقطاع متصور نہین ہوتا ہے تو ضرور ہوا کہ کہا جاوے کہ دوسرے لوگ مراد مین کہ منجملہ اُنکے
کسی کی عمر اسقدر نہین کہ زمانہ تکلیف کا استیفا کرے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ کُلُّهُمْ کے کلمہ
سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ امر جامع اور قدر مشترک بارہ ائمہ مین صرف قریش ہونا ہے
اور اس گمان کی بنا پر یہ خلاف واقع ہے اور جو ائمہ قرار دیے گئے ہین اگر یہ مراد ہوتی تو
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہوتا کُلُّهُمْ مِنْ عِتْرَتِيْ یعنی یہ سب ائمہ
میری عترت سے ہونگے یا فرمایا ہوتا مِنْ وُّلْدِ فَاطِمَةَ یعنی یہ سب ائمہ حضرت فاطمہ کی اولاد

Marfat.com

ے ہونگے یا فرمایا ہوتا مِنْ وُلْدِ الْحُسَیْنِ یعنی یہ سب ائمہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد
سے ہونگے یا اسطرح کا اور کوئی دوسرا کلمہ فرمایا ہوتا اور ظاہر ہے کہ امر عام کا ذکر تعیین اور
بیان اور تخصیص کے مقام مین نامناسب ہے تو یہ ایسا ہوا کہ مثلاً کہین کہ اس بادشاہ کے
قائم مقام اُسکے بعد چند شخص ہونگے وہ سب بنی آدم سے ہونگے پس اول تو اسطرح کے
کلام کی نسبت پیغمبر صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی طرف کرنا کہ افصح فصحا اور ابلغ بلغا
ہین نہایت بے ادبی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ باوجود اسکے کہ یہ مراد عبث ہے اسکو
بیان کرنا کہ نص صحیح ہے نہایت شقاوت ہے اور سخت بیوقوفی ہے اور تیسری وجہ یہ ہے
کہ حدیث مین خلیفہ یا امیر کا لفظ واقع ہے اور یہ حضرات کبھی امیر اور خلیفہ نہوئے ہین اگر حدیث
مین امام کا لفظ ہوتا تو گنجائش تھی کہ کہا جاتا کہ یہ حضرات اُس لفظ سے مراد ہین لیکن خلیفہ
اور امیر کا لفظ واقع ہے اور خصوصاً ولایت کے ذکر کے ساتھ متصل ہے اور ولایت کا لفظ تصرف
اور مداخلت کا مرادف ہے تو اس احتمال کی گنجایش نہ رہی۔

فائدہ صاحب تحفہ نے حاشیہ منہیہ مین فرمایا ہے بدان اَسْعَدَکَ اللّٰہُ فِی الدَّارَیْنِ کہ
ہمگی مدت خلافت حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سی سال است بموجب منطوق
حدیث صحیح اَلْخِلَافَۃُ بَعْدِیْ ثَلٰثُوْنَ سَنَۃً الخ یعنی جان تو نیکبخت کرے تجھکو اللہ تعالیٰ دونو
جہان مین کہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خلافت کا کل زمانہ تیس برس تھا
چنانچہ اس حدیث صحیح سے صراحۃً ثابت ہے کہ اَلْخِلَافَۃُ بَعْدِیْ ثَلٰثُوْنَ سَنَۃً یعنی آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس برس تک ہوگی ترجمہ
صاحب تحفہ کے کلام مذکور کا ہے اور خلافت کے گذرنے کے دو طریقے متصور ہوتے ہین
اول یہ کہ عین کمال کے زمانہ مین خود بخود دفعۃً خلافت کا زمانہ منقضی ہوجاوے اور دوسرا
طریقہ یہ ہے کہ خلافت کے قوے کا تساقط اور اُسکی بنیاد کا اضمحلال بتدریج ظاہر ہووے اور
بعینہ اجل طبعی کے طور پر منقضی ہووے اور خلافت کا انقضا اسی اخیر طریقہ سے وقوع مین آیا

Marfat.com

اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کی جو عادت جاری ہے اُسکی بنا پر محال ہے کہ خالص خیر سے دفعۃً
خالص شر کی طرف انتقال ہووے چنانچہ قاعدہ اشرف وانتقال بامکان احسن مین کہ
عقول فعالہ کی جانب سے ہوتا ہے مایۂ ہیولاے عناصر کو قرار دیا ہے اور جب متعین ہوا کہ
پیغمبر صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خلافت راشدہ کا انقضا اسی طریقہ سے
وقوع مین آیا تو ضرور ہوا کہ خلافت مین اسنان اربعہ کا تحقق ہووے اور یہی باعث ہے کہ
خلفاء کے لیے چار کی عدد متعین ہوئی تو اول سن صبا کا زمانہ ہے کہ حرارت اور رطوبت
اس سن مین کامل طور پر وافر موجود رہتی ہے اور جسقدر عضو تحلیل ہوتا ہے اُس سے زائد اسکا
بدل پیدا ہوتا ہے تو اسوجہ سے اس سن مین نشو و نما علانیہ طور پر معلوم ہوتا ہے اور یہی
حالت خلیفۂ اول کی ہوئی کہ صرف دو سال اور چند مہینہ مین تمام جزیرۂ عرب آپ کی وجہ سے
مرتدین کے لوث سے پاک صاف ہوگیا اور اسلام کا نشو و نما عراق اور شام مین ظاہر ہوا
اور اُسکے بعد اُسوقت تک کہ خلیفۂ ثانی کی خلافت کا زمانہ تمام ہووے اسلام کی قوت
کامل طور پر تھی اور احکام کا نفاذ اور امن نہایت عمدہ طور پر تھا اور خلائق کی رفاہیت
بخوبی ہوتی تھی اور وہ زمانہ خلافت کے شباب کا زمانہ تھا پھر اُسکے بعد خلیفۂ ثالث کے زمانہ مین
انحطاط خفی شروع ہوا اور خفیہ تساقط اسلام کے قوانے مین ہونے لگا اور اسلام کی اعضاے
رئیسہ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ازواج اور اقارب تھی انکے مزاج مین باہم
اختلاف وقوع مین آیا اور متعارض احکام جاری ہوے اور ہر واقعہ مین امت کے بعضے
عضاے رئیسہ معطل ہوے حتے کہ خلیفۂ وقت کہ بمنزلۂ انسان کے قلب کے تھے اور آپکی ذات
مقدس گویا اسلام کی حرارت غریزی تھی امت کے بدن سے تدبیر کا ہاتھ کھینچا اور مفارقت
اختیار کی انا للہ وانا الیہ راجعون اور اسی امر کی طرف اُس قول مین بھی اشارہ ہے
کہ امام یافعی اور دیگر اہل تواریخ نے لکھا ہے کہ خلیفۂ اول کی خلافت مین ابتدا مین کدورت
تھی اور آخر مین نہایت صفائی حاصل ہوئی اور خلیفۂ ثانی کی خلافت مین خالص صفائی

Marfat.com

تھی اور خلیفۂ ثالث کی خلافت مین ابتدا مین صفائی تھی اور آخر مین کدورت ظاہر ہوئی اور خلیفۂ رابع کی خلافت کا کل زمانہ کدورت مین گذرا یہ مضمون امام یافعی اور دیگر اہل تواریخ کے قول کا ہے اور مفتاح مین اس چار کے عدد کی تخصیص کی وجہ یہ مذکور ہے کہ عالم لاہوت سے لیکر عالم ناسوت تک یہی عدد ساری اور جاری ہے اسواسطے کہ کمالات الٰہیہ کے اصول چار ہین ابداع اور خلق اور تدبیر اور تجلی اور اسم مبارک اللہ کا کہ اسم ذات ہے مرکب چار حرف سے ہے اور طریق مستقیم کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ مین اسکی طرف اشارہ ہے چار قسم پر منقسم ہے شریعت اور طریقت اور حقیقت اور معرفت اور اکثر اسماء حسنیٰ چار حرف سے مرکب ہین مثلاً قادر اور کریم اور رحمٰن اور رحیم اور مثلاً باعتبار خط کے قہار اور جبار اور رزاق چار حرف سے مرکب ہے اور صفات الٰہیہ سے جسپر سب جماعت کا اجماع ہے اور اسپر دلائل سمعیہ قائم ہین چار صفتین ہین حیٰوۃ اور علم اور قدرت اور ارادت اور عالم ملکوت مین اصول ملائکہ چار ہین جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام اور جو کتابین کہ نازل ہوئین وہ بھی چار ہین توریت اور انجیل اور زبور اور فرقان اور کعبہ شریف کے چار رکن ہین اور ہر جسم چار عنصر سے مرکب ہے اور فلک کے اوتاد اربعہ پر احکام نجوم کا دارمدار ہے اور وجود انسان کی بنا چار خلط پر ہے اور جہات کہ مقصود بالحرکۃ ہین وہ بھی چار ہین مشرق اور مغرب اور جنوب اور شمال اور وجود انسانی کی ترقیات کے مراتب بھی چار ہین طفلی اور جوانی اور کہولت اور شیخوخت اور ہر سال مین چار فصلین ہوتی ہین ربیع اور خریف اور صیف اور شتا اور ہر مہینہ مین ہر دن چار رتبہ دورہ کرتا ہے مثلاً ہر مہینہ مین چار جمعہ ہوتے ہین اور علی ہذا القیاس ہر دن ہر مہینے مین چار ہوتا ہے اور اصول شریعت بھی چار ہین کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس اور نکاح مین چار عورتین جمع کرنا جائز ہین اور وفات کی عدت چار مہینہ دس دن ہین فقط بندۂ ضعیف عبدالعزیز عفی عنہ کہتا ہے کہ فقیر کا مذہب اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے اور جو لوگ

Marfat.com

اہل سنت وجماعت کے مخالف ہین خواہ کفار ہووین خواہ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہون مثلاً
روافض اور خوارج اور نواصب وغیرہ جو مخالفین اہل سنت وجماعت سے ہین فقیر ان
سب فرقہ کو باطل جانتا ہے اور ہزار دل سے ان سب فرقہ سے بیزار ہے لیکن اہل سنت
وجماعت کے جو مذاہب مختلفہ ہین جیسے اشعریہ اور ماتریدیہ ہین کہ ان عقائد مین باہم
اختلاف ہے اور جیسے حنفی اور شافعی اور مالکی اور حنبلی ہین کہ انمین مسائل فقہیہ مین
باہم اختلاف ہے اور جیسے قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ اور سہروردیہ ہین کہ انمین سلوک
مین باہم اختلاف ہے تو فقیر جانتا ہے کہ یہ سب فرقے برحق ہین اور فقیر کا ہرگز یہ مذہب
نہین کہ ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ پر اسطرح ترجیح دیوے کہ اُس سے گمان ہووے
کہ دوسرا فرقہ خطا پر ہے یا دوسرے فرقہ کے حق مین تضلیل اور تفسیق ہووے اور سب کو
کتاب وسنت کا تابع جانتا ہے اور انمین جو باہم اختلاف ہے تو فقیر جانتا ہے کہ فی الواقع
یہ اختلاف کتاب وسنت کے سمجھنے مین اختلاف ہے اور ہر مجتہد مصیب ہے اور اللہ تعالیٰ
حق ثابت کرتا ہے اور ہدایت کرتا ہے اور اسیوجہ سے عند الطلب ہر ایک کے مذہب اور
مشرب کے دلائل اور شواہد ذکر کرتا ہے اور جاہلون کا گمان ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ مین
مداہنت کی وجہ سے عمل مین آتا ہے اور فی الواقع ایسے امور اختلافیہ مین فقیر کے نزدیک
یہی ارجح اور اسلم ثابت ہوا اور کفار اور بدعتی سے ہر ایک کے مذہب کے مقابلہ مین تعصب
رکھنا عین صواب ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم اور محدثین اور فقہا اور مفسرین اور
صوفیہ اور علمائے ظاہر کے باہمی اختلاف کے بارہ مین بھی فقیر کا یہی عقیدہ ہے کہ یہ سب
فرقہ عمل نیک پر ہین کتاب وسنت کے صرف سمجھنے مین انمین باہم اختلاف ہے اور اسوجہ
سے یہ سب فرقہ معذور اور ماجور ہین اور فقیر زبان قال وحال سے کہتا ہے ﴿ اذا
رضیت عنی کرام عشیرتی فلا زال غضبان علی لیامہا ﴾ یعنی جب راضی ہین مجھ سے
میری صحبت کے بزرگان تو چاہیے کہ ہمیشہ غصہ رہین مجھ پر اشخاص لئیم وبدکار۔

Marfat.com

کہا شیخ بہاء الدین آملی نے اربعین کی چھتیسوین حدیث مین کہ یہ حدیث اوسطرح
حدیث کہ خاص و عام سب مین متفق علیہ ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ
وسلم کا جو یہ قول ہے مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً یعنی
جو شخص مرا اور اُسنے اپنے زمانہ کا امام نہ پہچانا تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا تو اس حدیث
کے خلاف امامیہ کا یہ گمان ہے کہ ہمارے زمانہ کا امام غائب ہے اور منتظر ہے کہ جب موقع
مناسب ہووے تو ظاہر ہووے اور شیعہ کے مخالفین شیعہ پر طعن کرتے ہین کہ جب ممکن
نہین کہ اُس امام تک کوئی پہونچے اور مسائل دینیہ اُس سے اخذ کرے تو صرف اسکی
معرفت سے کیا فائدہ ہوگا کہ جسکو اُس امام کی معرفت نہووے اور وہ مرجاوے تو وہ
جاہلیت کی موت مریگا اور امامیہ کہتے ہین کہ فائدہ منحصر اسمین نہین کہ امام کا مشاہدہ ہووے
اور اُس سے مسائل اخذ کیے جاوین بلکہ جب تصدیق ہوجاوے کہ امام زمانہ موجود ہے
اور وہ اللہ کا خلیفہ دنیا مین ہے تو نفس تصدیق مقصود بالذات ہے اور ایک رکن
ارکان ایمان سے ہے جسطرح تصدیق اُن لوگونکی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ مین تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے وجود اور نبوت کی تصدیق
کی تھی اور یہ بھی امامیہ کہتے ہین کہ جو طعن تم لوگ ہمپر کرتے ہو وہ طعن تم لوگون پر مقلوب
ہوجاتا ہے اسواسطے کہ تم لوگ کہتے ہو کہ امام زمانہ سے مراد اس حدیث مین وہ ہے کہ صاحب شوکت ہو
اور ملوک دنیا سے ہووے خواہ عالم ہو خواہ جاہل ہو خواہ فاسق ہو تو جاہل فاسق کی معرفت
سے کیا فائدہ حاصل ہوگا کہ جو شخص مرجاوے اور اُسکو معرفت اُس جاہل کے نہووے
تو وہ جاہلیت کی موت مریگا اور جب شیعہ کے یہ بعض مخالفین اس طعن سے واقف ہوے
تو اُن لوگون نے کہا کہ مراد امام سے اس حدیث مین کتاب ہے تو امامیہ نے کہا کہ امام
کی اضافت اُس شخص کے زمانہ کی طرف ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باعتبار
تبدیل زمانہ کے امام مین بھی تبدیل ہوتا ہے اور کسیقدر زیادہ زمانہ گذریگا مگر قرآن تحریف

Marfat.com

مین تبدل نہوگا اور یہ بھی شیعہ کہتے ہین کہ اگر امام سے مراد کتاب ہے تو کتاب کی معرفت
کیا مراد ہے کہ جب وہ معرفت کسی شخص کو حاصل نہووے اور وہ شخص مر جاوی تو جاہلیت
کی موت مریگا تو اگر یہ مراد ہے کہ کتاب کے الفاظ کی معرفت ہووے اور اسکے معانی سے خبر
نہووے تو یہ امر اکثر لوگونکے حق مین نہایت مشکل ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ صرف تصدیق
اُسکے وجود کی ہووے تو جب ہم ایسا کہتے ہین تو اُس صورت مین ہمپر بھی طعن ہونے
کی کوئی وجہ نہین تو اسکا جواب بعضے علمانے یہ دیا ہے کہ اہل سنت کی طعن کرنے کا
حاصل یہ ہے کہ کسی چیز کا علم واجب صرف اسوجہ سے ہوتا ہے کہ اُسکے ساتھ کسی معاملہ
اور عمل کا تعلق ہوتا ہے اور جس علم کو عمل اور معاملہ سے تعلق نہین ہوتا ہے تو اُسکے
واجب ہونے مین کوئی فائدہ نہین اور اُس سے جہالت ہونے پر وعید نہین اور ایسے
علم کے واجب ہونے کی شرع مین کوئی نظیر نہین چنانچہ یہ شرائع کے استقراء سے ثابت
ہے اور اسیوجہ سے فقہ مین امر و نہی کا استنباط مصالح اور مفاسد کی بنا پر ہوتا ہے بلکہ علم
کلام مین بھی ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی کے احکام عباد کے فوائد سے خالی نہین اور یہ
مسئلہ اُن لوگون کے نزدیک نہایت ظاہر ہے کہ وہ قائل ہین کہ افعال کا حسن و قبح عقلی ہے
تو علم بطریق جزئی شخصی کے صرف اُس صورت مین واجب ہوتا ہے کہ ضرورت ہووے
کہ اُس شخص سے واقفیت حاصل ہووے مثلاً نبی اور کسی خاص کتاب کا علم ہے امت
کے حق مین اور سید سے واقفیت ہونا عبد کے حق مین اور زوج سے واقف ہونا زوجہ کے
حق مین واجب ہے اسواسطے کہ اس علم جزئی سے اکثر علوم حاصل ہوتے ہین اسواسطے
کہ یہ علم جزئی صغری اور کبرے کے متعلقات سے ہوتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ یہ خبر پیغمبر محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ہے اور ہر خبر حضرت پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حق ہے
تو یہ خبر حق ہے اور مثلاً کہا جاتا ہے کہ یہ حکم قرآن کا ہے اور ہر حکم قرآن کا حق ہے تو یہ حکم حق ہے
اور اسیوجہ سے شارع کی جانب سے وارد ہوا ہے کہ دریافت کرو اپنے نسب کے لوگون

Marfat.com

ہے وہ طریقہ کہ اُس طریقہ سے اپنے قرابت مند ذوی الارحام کے ساتھ صلۂ رحم کرو اوجب
کسی خاص شخص کے علم کی احتیاج نہووے جیسے انبیائے سابقین اور ملائکہ مقربین ہین
لیکن ضرور ہووے کہ اُس شخص کی نوع دریافت کیجاوے مثلاً انبیائے سابقین کی
شان مین دریافت کرنا کہ وہ اللہ تعالی کے سفیر تھے اللہ تعالی اور اُسکے عباد کے
درمیان ہین تو اس صورت مین اُنپر اجمالی طور پر ایمان لانا کافی ہے اور جسکی نوع
کے علم کی بھی ضرورت نہین جیسے کواکب سیارہ کی حرکت ہی تو اُسکا علم کسی وجہ پر واجب
نہین نہ بوجہ کلی واجب ہے اور نہ بوجہ جزئی واجب ہے اور جو چیز ایسی ہے کہ اُسکے ساتھ
حاجت بوجہ جزئی متعلق ہے بوجہ کلی متعلق نہین تو اُسکا علم بوجہ جزئی کافی ہے ضرور نہین
کہ اُسکا علم بوجہ کلی حاصل کیا جاوے جسطرح ہلال رمضان کا ہے اور اوقات نماز کے
ہین اور جب یہ معلوم ہوا تو اب جاننا چاہیے کہ شیعہ کے گمان کے موافق جو امام غائب
ہے اگر فرض بھی کیا جاوے کہ وہ امام ہے تو ظاہر ہے کہ یہ نہین گمان ہو سکتا ہے
کہ اُسکی شریعت جدید ہے اور اُسکے احکام ناسخ ہین اور یہ بھی ظاہر ہو کہ بوقت ضرورت
اُسکا حکم ہمارے پاس نہین پہونچ سکتا ہے مثلاً ضرورت ہووے کہ امیر اور قاضی مقرر
کیے جاوین اور بیت المال کا مال تقسیم کیا جاوے اور اُن احکام کا نفاذ ہووے جو سلاطین کے
متعلق ہین اور مذاہب سے جو حق اور باطل ہے اُسمین تمیز کیجاوے کہ اُسمین مجتہد کی ضرورت
ہے تو ثابت ہوا کہ ایسے امام کی معرفت واجب ہونا لاطائل ہے اور اُس سے ناواقفیت
ہونے پر وعید ہونا بیفائدہ ہے چنانچہ ملائکہ مقربین اور انبیائے سابقین پر ایمان لانا واجب
ہے مگر اُنکو پہچاننا شخصہ واجب نہین اور اس سے ظاہر ہوا کہ شیعہ کا جو یہ اعتراض ہے
کہ یہ طعن اہل سنت کی طرف راجع ہوتا ہے تو یہ اعتراض صحیح نہین اسواسطے کہ بادشاہ
عادل ہووے یا جابر ہووے اُسکی اطاعت بعضے مباحات مین واجب ہے تو اگر اُس سے
واقفیت نہووے تو اُسکے حکم سے انکار وقوع مین آویگا اور اُسکے حکم کی تعمیل نہوگی اور

اسوجہ سے واجب ترک ہوگا اور یہ امر اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے اِمَامُ زَمَانِہٖ کہ امام کی اضافت مکلف کے زمانہ کی طرف ہے اور امام کا
لفظ مفرد ذکر فرمایا ہے اسواسطے کہ سابق کے ملوک کی طاعت واجب نہین تو انکو پہچاننا بھی
واجب نہوا اور لیکن ائمہ اور اوصیا تو جو لوگ اُنکے قائل ہین اُنکے خیال کی بنا پر ضرور ہے
کہ اُن سب ائمہ اور اوصیا کی معرفت واجب ہووے نہ یہ کہ صرف زمانہ کی معرفت واجب
ہووے بلکہ چاہیے کہ اُنکے نزدیک سابق کے ائمہ کی معرفت زیادہ واجب ہووے اسواسطے
کہ اُنسے اخبار اور احکام مروی ہین اور وہ قبول کرنا اور اُسپر عمل کرنا واجب ہے جسطرح
ضرور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی معرفت حاصل ہووے اسواسطے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اخبار اور احکام مروی ہین اور وہ قبول کرنا اور اُسپر
عمل کرنا واجب ہے اور یہ امر امام زمانہ مین پایا نہین جاتا ہے اور یہ جو شیعہ کا کلام ہے کہ
کہ یہ صحیح نہین کہ اس حدیث مین امام سے قرآن مراد ہے اسواسطے کہ اضافت امام کی
اُس شخص کے زمانہ کی طرف ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ مین تبدل ہوتا ہے اور
الحمد للہ کہ کسی قدر زیادہ زمانہ گذرے مگر قرآن شریف مین تبدل نہوگا تو یہ کلام اسوجہ سے
صحیح نہین کہ تحقیق یہ ہے کہ حال کا زمانہ قسم ثالث کا زمانہ نہین کہ زمانہ ماضی اور زمانہ
استقبال کے علاوہ ہووے بلکہ حال کا زمانہ جزو ہے زمانہ ماضی و زمانہ استقبال کا
متصل ہے آن حاضر کے ساتھ اور اس جزو کا امتداد مختلف ہوتا ہے باعتبار اغراض کے مثلاً یہ ساعت
اور یہ دن اور یہ مہینہ اور یہ برس اور یہ قرن اور ہجرت کی یہ صدی یہ سب زمانہ حال کا ہے پس مراد
اس حدیث سے یہ ہے کہ وہ شخص جاہلیت کی موت مرا کہ اُسنے اپنی زندگی مین اپنا امام
نہ پہچانا یعنی وہ کتاب نہ پہچانی کہ اُسکے زمانہ مین اُسپر ایمان لانا اور عمل کرنا فرض ہے
اور اُسنے معلوم نہ کیا کہ کتب سابقہ منسوخ ہو گئی ہین یعنی توریت اور انجیل اور دساتیر
اور زند اور استا اور بید ہنود اور دیگر کتب سابقہ کہ موجود ہین اور لوگون کا اُسپر عمل ہے یہ

سب کتابین منسوخ ہو گئی ہین اور اُس شخص نے معلوم نہ کیا کہ اسکے بعد جو کتابین اختراع کی گئی ہین وہ باطل ہین مثلاً گرنتہ سکھ اور تنبین کذا بین کا کلام باطل ہے اور اُسنے معلوم نہ کیا کہ ائمہ مذاہب کی کتابین مثل قرآن شریف کے واجب الاتباع نہین جیسا ہر مذہب کے جہال مقلدین کا خیال ہے اور اس حدیث کے یہی معنے صحیح ہین اور درست ہین اور باوجود زیادہ زمانہ گذرنے کے قرآن شریف کا باقی رہنا اسکے منافی نہین اور یہ جو شیعہ کا کلام ہے کہ کتاب کی معرفت سے کیا مراد ہے اگر اُسکے الفاظ اور معانی کی معرفت مراد ہے تو یہ امر اکثر لوگون کے حق مین مشکل ہے اور اگر صرف تصدیق کتاب کے وجود کی مراد ہے تو اس صورت مین ہمپر طعن کی کوئی وجہ نہین اسواسطے کہ ہم بھی ایسا ہی کہتے ہین کہ امام کے صرف وجود کی تصدیق ضرور ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ مراد نہین کہ صرف تصدیق کتاب کے وجود کی ہووے بلکہ چاہیے کہ اس امر کی تصدیق ہووے کہ یہ کتاب حق ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کا کلام ہے اور یہ امام ہے اسکی اتباع واجب ہے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ جسکو علم نہووے کہ قرآن شریف ہے اور حق ہے تو وہ شخص سزاوار وعید کا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ شیعہ کا گمان ہے کہ جس شخص کو علم نہووے کہ امام زمانہ کہین موجود ہے مگر غائب ہے تو وہ شخص سزاوار وعید کا ہے اور ظاہر ہے کہ ان دونون صورتون مین فرق ہے اسواسطے کہ قرآن شریف لوگون کے پاس موجود ہے لوگ اُسکی تلاوت کرتے ہین ممکن ہے کہ ہر خاص و عام بلا واسطہ یا بواسطہ اُسکے احکام کو دریافت کرلیوین اور اُسپر اجمالی طور پر ایمان لانا ایک اصل ہے کہ اُس سے بیشمار علوم مستنبط ہوتے ہین اور حق باطل مین تمیز ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ ایسے علم کا ترک کرنا اس قابل ضرور ہے کہ مورد وعید ہووے اور یہ حالت امام غائب کی نہین اور ہمادی بالباس مین واقع ہے

طَالِبُوْهُ وَلَا یُمْکِنُ الْوُصُوْلُ اِلَیْہِ اِلَّا لِمَنْ رَکِبَ جَنَاحَ الْعَنْقَاءِ وَتَخَذَتْ زَادَ الْهَوَاءِ

یعنی طلب کرو اس امام کو اور ممکن نہین پہونچنا اُسکے پاس مگر وہ شخص پہونچ سکتا ہے

کہ عنقا کے پر کے اوپر سوار ہووے اور ہوا کا توشہ لیوے تو طعن کی وجہ یہ ہے کہ اس خیال کے مطابق لوگون کے حق مین وعید لاطائل عائد ہوتی ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تاویل مفید نہین کہ اس واقفیت سے روحانی اتصال حاصل ہوگا کہ اُسکے ذریعہ سے معاد مین امام کا تقرب حاصل ہوگا یا اُنسے دنیا مین تقرب حاصل کرنے کی استعداد حاصل ہوگی اور اُنکے خروج کا توقع ہوگا اور اس سے نصرت اور تائید کا ثواب حاصل ہوگا تو یہ تاویل اسوجہ سے مفید نہین کہ یہ امر اسپر موقوف نہین کہ امام کے موجود ہونے کی تصدیق ہووے اسواسطے کہ یہ امر اموات کی محبت سے بھی حاصل ہوتا ہے اور اُسکی محبت سے بھی حاصل ہوتا ہے کہ اُسکے آئندہ پیدا ہونے اور خارج ہونے کا انتظار ہووے واللہ اعلم۔

جواب دیگر یہ جواب کسی دوسرے عالم نے دیا ہے کہ شیعہ کا جو یہ قول ہے کہ فائدہ صرف اسمین منحصر نہین کہ امام کا مشاہدہ ہووے اور اُس سے مسائل اخذ کیے جاوین بلکہ صرف یہ بھی مفید ہے اور مقصود بالذات ہے کہ تصدیق کیجاوے کہ امام موجود ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ زمین پر ہے اور وہ ایک رکن ہے ارکان ایمان سے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ یہ امر قابل تسلیم نہین اسواسطے کہ امامیہ نے جو دلائل اپنی کتابون مین ذکر کیے ہین اُس سے ثابت کیا ہے کہ امام کی حاجت اسلیے ہے کہ اُس سے مسائل اخذ کیے جاوین اور اختلافات دفع ہووین اور اسمین شک نہین کہ اگر بالفرض امام موجود ہو مگر اُس سے یہ فائدہ حاصل نہووے تو یہ حاجت اُسکے ذریعہ سے دفع نہوگی تو اُسکا وجود کالعدم ہوگا اور جب ثابت نہوا کہ اُسکا وجود مفید ہے تو اُسکے وجود کی صرف تصدیق سے کیا فائدہ ہوگا بلکہ اُسکے وجود کی تصدیق ممکن نہین البتہ اُس صورت مین ممکن ہے کہ یہ لحاظ ہووے کہ اُس سے فائدہ حاصل ہوگا اور جو یہ قول اُنکا ہے کہ تم جو طعن ہمپر کرتے ہو وہ طعن تمپر عائد ہوجاتا ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ یہ طعن اہل سنت

رعایا نہین ہوتا ہے اسواسطے کہ رئیس کی اطاعت اہل سنت کے نزدیک اُن امور مین واجب ہے کہ شہر اور ملک کی سیاست کے متعلق ہین اور یہ اطاعت اُس صورت مین ممکن ہے کہ پہلے اُس سے واقفیت حاصل ہووے اور پھر اُسکے بعد فرمانبرداری کیجاوے جسطرح ضرور ہے کہ اولاد اپنے والدین سے واقف ہووین اور غلام اپنے مولی سے واقف ہووے اور زوجہ اپنے شوہر سے واقف ہو اور اس واقفیت کے وجوب مین اسوجہ سے نقص لازم نہ آویگا کہ والدین فاسق ہووین یا جاہل ہووین اور سید یعنی مولی جاہل ہووے یا فاسق ہو اسواسطے کہ مثلاً اگر مولی جاہل بھی ہو تب بھی اُسکی اطاعت واجب ہے اور جب تک اس سے واقفیت نہووے ممکن نہین کہ اُسکا حق ادا کیا جاوے اور جس چیز پر واجب موقوف ہو وہ بھی واجب ہے اور یہ جو امامیہ کا قول ہے کہ اس حدیث مین امام کی اضافت زمانہ کی طرف ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ ازمنہ مین تبدیل ہوتے ہین اور قرآن شریف کبھی تبدیل نہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی کی کتاب بھی باعتبار اختلاف زمانہ کے تبدیل ہوئی ہے اسواسطے کہ بنی اسرائیل کے زمانہ مین امام توریت تھی اور نصاریٰ کے زمانہ مین امام انجیل تھی اور اس امت کے زمانہ مین امام قرآن شریف ہے اور عدم تبدل قرآن کا منافی نہین اس امر کے کہ امام کی اضافت زمانہ کی طرف ہے البتہ یہ اسکے منافی ہے کہ ثابت ہووے کہ کبھی امام زمانہ کا تبدیل نہوا یعنی یہ ثابت ہووے کہ کوئی کتاب اللہ تعالی کی تبدیل نہوئی اور حالانکہ یہ ثابت نہین بلکہ بطور قطعی طور پر ثابت ہے کہ کتاب تبدیل ہوئی ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ یہ ترکیب مثل اس قول کے ہے کہ مثلاً کہا جاوے کہ ہمارے زمانہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم ہین اور یہ زمانہ حضرت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی نبوت کا ہے اور فلان شخص اپنے زمانہ کے نبی پر ایمان لایا ہے اور ایسی ترکیب شائع ذائع ہے تو معلوم ہوا کہ جو اعتراض کیا گیا ہے وہ صرف مغالطہ ہے اور امامیہ کا جو یہ قول ہے کہ اگر یہ مراد

ہووے کہ قرآن شریف کے الفاظ اور معانی دریافت کیے جاوین تو اکثر لوگونکو دقت ہوگی تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسمین کچھ دقت نہین اسواسطے کہ قرآن شریف کے معانی جسقدر جاننا دین اسلام پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے وہ معانی علماء اور مفسرین سے عام لوگون کو معلوم ہوجاتے ہین بلکہ متواتر طور پر معلوم ہین حتی کہ وہ معانی بمنزلہ محسوسات کے ہوگئے ہین جیسے یہ احکام ہین کہ نماز فرض ہے اور زکوٰۃ واجب ہے اور زنا حرام ہے اور سرقہ گناہ کبیرہ ہے اور علی ہذا القیاس اسطرح کے اور جو دوسرے احکام ہین اسواسطے کہ ایسے احکام کے دریافت کرنے کے لیے ضرور نہین کہ قرآن شریف کے الفاظ کے صیغہ کی تحقیق ہووے اور ترکیب نحوی معلوم ہو اور وجوہ عربیہ معلوم ہووین اور یہ ظاہر ہے فقط جمعہ ۹ صفر ۱۲۱۵ھ

سوال و جواب یہ جو حدیث ہے مَنْ مَّاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً یعنے جو شخص مرگیا اور اُسنے اپنے زمانہ کا امام نہ پہچانا تو وہ جاہلیت کی موت مرا تو یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام پاک ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جب امام موجود ہووے تو واجب ہے کہ اُسکی اطاعت کیجاوے اور اُس سے نزاع نہ کیجاوے اور اُسکی مخالفت سے پرہیز کیا جاوے چنانچہ یہ مضمون لفظ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً سے ظاہر ہے اسواسطے کہ اہل جاہلیت ایک رئیس کی اتباع نکرتے تھے اور ہر فرقہ کے لوگ اپنے لیے جدا جدا رئیس مقرر کرتے تھے فقط اور شرفاے اہل بیت کا امامت کے بارہ مین نزاع کرنا جو منقول ہے تو یہ اکثر شیعہ نقل کرتے ہین اور اہل سنت کی تواریخ مین صرف ملک گیری اور میراث وغیرہ کا دعوے مذکور ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مَنْ مَّاتَ وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِہٖ بَیْعَۃُ الْاِمَامِ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً یعنی جو شخص مرا اور اُسکی گردن مین امام کی بیعت نہین یعنی اُسنے امام سے بیعت نہ کی تو وہ جاہلیت کی موت مرا تو یہ صحیح ہے لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ جب امام کی امامت

Marfat.com

اہل حل و عقد کے اجماع سے منعقد ہو جاوے اور وہ عادل ہووے اور اسکا تسلط ہو جاوے
اور اُسکی امامت مین کوئی نزاع کرنے والا نہووے تو اُسوقت اُسکی بیعت قبول کرنے
مین توقف کرنا جائز نہین اور بعضے صحابہ نے کہ اپنے وقت کے خلفاء کی بیعت نہ کی اور
توقف کیا تو اُسوقت تک اُن خلفاء کی خلافت منعقد نہوئی تھی اور اُنکا تسلط نہوا تھا فقط
ابن تیمیہ کا کلام کہ منہج السنۃ وغیرہ کتابون مین ہے اُسکے بعض کلام سے نہایت وحشت
ہوتی ہے خصوصاً ان امور سے بہت زیادہ وحشت ہوتی ہے کہ اُسنے اہل بیت کے
حق مین تفریط کی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی زیارت سے منع کیا ہے
اور غوث اور قطب اور ابدال سے انکار کیا ہے اور صوفیہ کی تحقیر کی ہے اور اسطرح کے
اور بھی امور اُسکے بعض کلام سے ثابت ہوتے ہین اور اُن مقامات کی نقل میرے
پاس موجود ہے اور اُسکے زمانہ مین شام اور مغرب اور مصر کے علماء نے اُسکے کلام
کی تردید کی پھر اُسکے شاگرد رشید ابن قیم نے اُسکے کلام کی توجیہ کرنے مین نہایت کوشش
کی اور توجیہ کی مگر وہ توجیہ علماء نے قبول نہ کی حتیٰ کہ مخدوم معین الدین سندھی سیدی
والد ماجد کے زمانہ مین ایک طویل رسالہ اُسکے رد مین لکھا اور جب اُسکا کلام علمائے
اہل سنت نے رد کیا ہے اور علمائے اہل سنت کے نزدیک اسکا کلام باطل ہے تو
اُسکے کلام کی وجہ سے اہل سنت پر کیون طعن ہو سکتا ہے۔

سوال طیر کی حدیث نسائی نے اپنے رسالہ مین ذکر کی ہے اور اسطرح روایت کی
ہے کہ جاءَ ابوبکر فرده الخ اور اس لفظ مین لوگ گفتگو کرتے ہین۔

جواب طیر کی حدیث جس طریقہ اور جس وجہ سے آئی ہے ہر طریقہ اور ہر وجہ مین اُسکا
دارمدار صرف انس بن مالک کی روایت پر ہے اور صحاح مین ترمذی کے سوا اور کسی
کتاب مین اسکا ذکر نہین اور وہ بھی نہایت مجمل اور مختصر ہے چنانچہ جناب کو معلوم ہوگا
اور امام احمد رح مناقب سفینہ کی روایت سے بھی یہ حدیث لائے ہین لیکن اُس سے

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ سفینہ نے بھی یہ قصہ انس بن مالک سے سنا ہے بہرکیف اسقدر بخاری کی روایت مین انس رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو رد کیا یعنے واپس کیا اور بہانہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاجت مین مصروف ہین آنیکا موقع نہین اور انس رضی اللہ عنہ کی غرض یہ تھی کہ انصار سے کوئی شخص آوے اور اس مرتبہ سے مشرف ہووے چنانچہ تفتیش کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے یہی ظاہر بھی کیا جب تیسری مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے اور بلند آواز سے گفتگو کرنے لگے اور دروازہ ٹھونکا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے سمع مبارک مین آواز پہونچی تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو طلب فرمایا اور نسائی نے اپنے رسالہ مین بھی قصہ سدی کی روایت سے ذکر کیا ہے کہ سدی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ فجاء ابوبکر فردہ ثم جاء عمر فردہ ثم جاء علی فاذن لہ یعنی پس آئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پس واپس کیا انکو پھر آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پس واپس کیا انکو پھر آئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پس اجازت دی انکو اور سدی صاحب اوہام ہین غالباً دو مرتبہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ واپس کیے گئے اسمین سدی کو وہم ہو گیا اور یہ سمجھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما واپس کیے گئے اور احتمال ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قبل آتے رہے ہون اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو بھی واپس کر دیا ہو اس خیال سے کہ انصار آجاوین اور اس فضیلت سے مشرف ہووین تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور تین مرتبہ آپ کے تشریف لانے کا اتفاق ہوا اور تیسری مرتبہ آپ بلند آواز سے گفتگو کرنے لگے تو آواز سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو بلا لیا اور حاصل کلام یہ کہ یہ جو عبارت ہے کہ جاء ابوبکر فردہ تو اسمین ردہ کی ضمیر مرفوع انس رضی اللہ عنہ کیطرف

Marfat.com

راجع ہے یعنی فَرَدَّہٗ اَنَسٌ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آنکو واپس کیا اور یہ مراد نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس فرمایا تو اس صورت مین کسی حال مین کوئی اشکال لازم نہین آتا ہے چنانچہ یہ امر آپکے ایسے لوگون پر مخفی نہین۔

جواب سوال عَنْ اَبِیْ رَزِیْنِ الْعُقَیْلِیِّ اَنَّہٗ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیْنَ کَانَ رَبُّنَا قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ الْخَلْقَ قَالَ کَانَ فِیْ عَمَاءٍ مَا تَحْتَہٗ ہَوَاءٌ وَمَا فَوْقَہٗ ہَوَاءٌ یعنی روایت ہے ابی رزین عقیلی رضی سے کہ انھون نے کہا کہ مین نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کہان تھا پروردگار ہمارا قبل پیدا کرنے خلق کے تو فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کہ ابر مین تھا نہ اُس ابر کے نیچے ہوا تھی اور نہ اُسکے اوپر ہوا تھی یہ ترجمہ حدیث مذکور کا ہے جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یہ کلام ارشاد فرمایا ہے اور یہ صحیح طور پر ثابت ہے اور چند مقامات مین مذکور ہے لیکن اسکے ظاہر معنے اشکال سے خالی نہین اسواسطے کہ لفظ اَیْنَ کا کہ سائل کے کلام مین واقع ہے عرب کی زبان مین اسواسطے موضوع ہے کہ اسکے ذریعہ سے مکان یعنی جگہ کے بارے مین سوال کیا جاوے اور عماء کا لفظ کہ جواب مین فرمایا گیا ہے عرب کی زبان مین ابر رقیق کو کہتے ہین اور وہ مقولہ جسم سے ہے اور جو چیز جسم مین حال ہو ضرور ہے کہ وہ بھی جسم ہووے اور اسکے ظاہر معنی مین یہ بھی اشکال ہے کہ سوال مین یہ قید مذکور ہے قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ الْخَلْقَ اور اس سے گمان ہوسکتا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ خلق پیدا کرنے کے بعد سے خلق مین ہے اور اس سے وہم ہوسکتا ہے کہ معاذ اللہ حق سبحانہ تعالیٰ نے خلق مین حلول فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ ان سب چیزون سے پاک صاف ہے اور برتر ہے اور اس حدیث کی شرح ایسے طریق پر کہ شبہہ مرتفع ہو جاوے اور اشکال دفع ہو جاوے جو خود اس فقیر نے اپنے وجدان سے سمجھا ہے اور صوفیہ کرام کے کلام سے اسکو تطبیق دی ہے اسکے بیان کے لیے ضرور ہے کہ پہلے ایک مقدمہ

کی تمہید کیجاوے اور وہ مقدمہ یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے لیے خلق کی جانب توجہ
کرنے کے اعتبار سے چند مراتب کا ظہور ہے اور اُسکی تفصیل یہ ہے کہ مرتبہ اولےٰ
یقینی ہے اور کلی جملی ہے اور شامل جمیع تعینات ازلیہ وحدیہ کو ہے اور جامع ہے
جمیع حقائق کونیہ والٰہیہ کے لیے لیکن بلا تفصیل اور بلا امتیاز بعضے کے بعضے سے ہے
اور اس مرتبہ کو تعین اول کہتے ہین اور اسکے اوپر لاتعین اور اطلاق کا مرتبہ ہے
اور مرتبہ ثانیہ تفصیل اور تمیز مرتبہ اولیٰ کی ہے اور اُس مرتبہ کو تعین ثانی کہتے ہین
اور اس مرتبہ مین حقائق کونیہ والٰہیہ ایک دوسرے سے ممتاز ہین اور حقائق الٰہی
کے لیے وحدت حقیقی ہے اور کثرت نسبی ہے اور حقائق کونی کے لیے اسکے
برعکس ہے یعنی کثرت حقیقی ہے اور وحدت نسبی ہے اور ان دونون مرتبہ مین حقائق
کونیہ کے لیے کچھ بھی وجود خارجی کا شمہ نہین اور خارجی تعدد اور تمیز کی بو نہین اور
مرتبہ ثالثہ عالم ارواح مجردہ بسیطہ ہے کہ اُسکا ادراک عام طور پر متصور نہین صرف
قوت عقلیہ اُسکے آثار اور احکام کے مشاہدہ کے ذریعہ سے اُسکو ادراک کرتی ہے
اور مرتبہ رابعہ عالم مثال ہے کہ اُسکے ادراک کا آلہ خیال ہے اور مرتبہ خامسہ
عالم حس وشہادت ہے کہ حواس ظاہری سے مدرک ہوتا ہے اور مرتبہ سادس
احدیت ہے اور وہ جمع جمیع مراتب کا ہے اور وہ مرتبہ انسان کامل کا ہے اور چونکہ
ہر مرتبہ ان مراتب سے حقیقت مطلوبہ کے لیے بمنزلہ محل اور مکان کے ہے اسواسطے بطریق
تشبیہ ومجاز کے لفظ آین سے اُسکا سوال ہوسکتا ہے اور جب اُس سوال مین قید
قَبْلَ اَنْ یَخْلُقَ الْخَلْقَ کی ہووے تو اُس سے مقصود مراتب الٰہی سے وہ مرتبہ
ہوسکتا ہے کہ مقدم ہووے بسبب تقدم ذاتی کے مراتب خلقیہ پر لیکن تعدی بلا واسطہ
ہے اور اسمین شک نہین کہ وہ مرتبہ تعین ثانی کا ہے جیسا کہ مذکور ہوا ہے اور مراد
عماء سے کہ سوال کے جواب مین ہے وہی مرتبہ ہے معنے متعارف لغوی مراد نہین

Marfat.com

اور اسیوجہ سے ہوا کو کہ اُسکے لوازم سے ہے فوق اور تحت سے نفی فرمائی اور دونون معنی
مین مناسبت یہ ہے کہ جسطرح ابر رقیق حاجب اور ساتر آفتاب کے لیے نہین ہوتا ہے
اُسیطرح کثرت حقائق الٰہی نسبی ہے حقیقی نہین اور کثرت حقائق کو اگرچہ حقیقی ہے
لیکن علمی غیبی ہے خارجی شہادی نہین اور اس فرقہ کے بعضے کلام سے معلوم ہوتا ہے
کہ انکے نزدیک مرتبۂ ثانیہ عبارت مرتبۂ اولی سے ہے اور بہ ظاہر احادیث نبوی کے ساتھ
موافق نہین ہوتا ہے البتہ اُس صورت مین موافق ہو سکتا ہے کہ خلق کو کہ حدیث
مین واقع ہے بمعنے تقدیر کے قرار دیوین اور اُسکے معنے ایجاد نہ کیے جاوین اور
اُس سے مراد تعیین ہر حقیقت اور ماہیت کی ہووے کہ منجملہ حقائق اور ماہیات کے ہے
اور قدر مخصوص اور انداز کو معین استعداد اور قابلیت سے مراد ہووے واللہ اعلم بالصواب

جواب سوال ترمذی اور ابن جریر اور حاتم کی حدیث مین حضرت امام حسن رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے اَلْفُ شَہْرٍ يَمْلِكُهَا بَنُو اُمَيَّةَ یعنی ہزار مہینہ بنی امیہ کی سلطنت ہیگی
اور قاسم بن فضل حرانی نے شمار کیا ہے تو فی الواقع بنی امیہ کی سلطنت کا زمانہ ہزار
مہینے کا ہوتا ہے نہ اس سے کچھ کم ہوتا ہے اور نہ زیادہ ہوتا ہے اور جو اشکال کہ لکھا تھا
واضح ہوا ہے ہر گاہ کہ بنی اُمیہ کی سلطنت کا شروع اُسوقت سے قرار دینا چاہیے کہ حضرت
معاویہ بن ابی سفیان کی ابتداء خلافت ہوئی لیکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کا
زمانہ درمیان سے منہا کر دینا چاہیے تو حساب درست ہو جاویگا اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ
کی خلافت کا زمانہ یزید کے بعد سے اُسوقت تک رہا کہ عبدالملک کا تسلط ہوا اور جامع
الاصول مین اس حدیث کے بیان مین لکھا ہے قَدْ جَاءَ فِي مَتْنِ الْحَدِيْثِ اَنَّ
اِبْتِدَاءَ وِلَايَةِ بَنِي اُمَيَّةَ كَانَتْ عَلٰى رَأْسِ ثَلٰثِيْنَ سَنَةً مِنْ وَفَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي اٰخِرِ سَنَةِ اَرْبَعِيْنَ مِنَ الْهِجْرَةِ وَكَانَ انْقِضَاءُ دَوْلَتِهِمْ عَلٰى يَدِ
اَبِي مُسْلِمٍ الْخُرَاسَانِيِّ فِي سَنَةِ اثْنَيْنِ وَثَلٰثِيْنَ وَمِائَةٍ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ اثْنَيْنِ وَتِسْعِيْنَ سَنَةً

Marfat.com

يَسْقُطُ مِنْهَا مُدَّةُ خِلَافَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ وَهِيَ ثَمَانُ سِنِينَ وَثَمَانِيَةُ اَشْهُرٍ يَبْقَى
ثَلٰثٌ وَّثَمَانُوْنَ سَنَةً وَّاَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَّهِيَ اَلْفُ شَهْرٍ انتہی بلفظہ یعنی حدیث کی متن مین آیا
ہے کہ بنی امیہ کی سلطنت کا آغاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی وفات سے
تیسوین برس کے شروع مین ہوا اور وہ وقت ۴۰ھ کا آخر تھا اور انکی سلطنت
ابی مسلم خراسانی کے ہاتھ سے ۱۳۲ھ مین زائل ہوئی تو بنی امیہ کی سلطنت بانوے ۹۲
برس رہی اسمین سے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی خلافت کا زمانہ منہا کیا جاویگا اور یہ
زمانہ آٹھ برس آٹھ مہینے ہے تو تراسی برس چار مہینے باقی رہیگا اور اسکے ہزار مہینے ہوتے
ہین یہ جامع الاصول کے قول کا ترجمہ ہے کہ وہ قول بلفظہ اوپر مذکور ہے۔

سوال مصطفٰے کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے القاب مین اور مرتضٰے کا لفظ
امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے القاب مین اسقدر ان دونون حضرات کے
ساتھ مخصوص ہو گیا ہے کہ علم کی حد تک پہونچا ہے اور قدیم کی کتابون مین اسقدر
تخصیص پائی نہین جاتی ہے معلوم نہین کہ کس وقت سے اس بات نے شہرت پائی ہے

جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا لقب جو مصطفٰے ہے اسکی وجہ
مواہب لدنیہ اور سیرت شامیہ اور شرح دلائل الخیرات مین یہ مذکور ہے کہ حدیث مین ہے
اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمٰعِيْلَ وَاصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِيْلَ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِّنْ
كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى هَاشِمًا مِّنْ قُرَيْشٍ وَّاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تحقیق کہ اللہ تعالی نے برگزیدہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام
کی اولاد سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اور برگزیدہ کیا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد
سے کنانہ کو اور برگزیدہ کیا کنانہ سے قریش کو اور برگزیدہ کیا قریش سے ہاشم کو اور برگزیدہ
کیا بنی ہاشم سے مجھکو یہ ترجمہ حدیث مذکور کا ہے اور اصطفٰے کا لفظ حضرت موسٰے اور حضرت
مریم علیہما السلام کی شان مین وارد ہوا ہے بلکہ یہ لفظ سب انبیاء اور رسول کے حق مین

Marfat.com

وارد ہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالی نے وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی یعنی اور سلام ہے اللہ تعالی کے بندون پر کہ اللہ تعالی نے انکو برگزیدہ کیا لیکن خاص اصطفے کہ مرتبہ ساتھ چند مرتبہ کے واقع ہوا ہے مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ ہے اور سیرت شامیہ اور مواہب مین مذکور ہے کہ اَلْمُصْطَفٰی مِنْ اَشْهَرِ اَسْمَائِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یعنی مصطفے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے اسمار سے ہے سب اسمار مین زیادہ مشہور ہے لیکن اس اسم کا استعمال صدر اول مین کم تھا اور یہ ابن مسعودؓ کی ایک روایت مین دیکھا گیا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا لقب مرتضے احادیث مین دیکھا نہین گیا ہے اور نہ صدر اول مین اس لفظ کا استعمال تھا اور صحیح احادیث مین آپکی کنیت ابو تراب ابوالریحانتین مروی اور ثابت ہے اور صحیح احادیث مین آپ کا ملقب ہونا ان القاب کے ساتھ بھی مروی اور ثابت ہے ذی القرنین اور یعسوب الدین اور صدیق اور فاروق اور سابق اور یعسوب الامۃ اور یعسوب المومنین اور یعسوب قریش اور بیضۃ البلد اور امین اور شریف اور ہادی اور مہدی وغیرہ اور مرزا محمد بن معتمد خان حارثی نے کہ مشہور مورخ اس شہر کے ہوے ہین رسالۂ فضائل خلفا اور رسالۂ فضائل اہل بیت مین لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ملقب ہونا ساتھ لقب مرتضے کے ثابت ہے اور یہ دونون رسالے انکے عمدہ تصانیف سے ہین لیکن اسوقت فقیر کو یاد نہین کہ کس حدیث سے اس بارہ مین استدلال کیا ہے البتہ انس بن مالکؓ کی حدیث سے کہ حضرت سیدۃ النسار کی تزویج کے واقعہ مین ہے مفہوم ہوتا ہے کہ باوجود خطبہ حضرت ابوبکر صدیق و حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کے اس امر مین یعنی حضرت سیدۃ النسار کی تزویج کے بارے مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ مرتضی اور مختار قرار پائے فقط

بیان اس امر کا کہ سیوطیؒ نے اپنی تصانیف مین اکثر رطب و یابس ذکر کیا ہے اسقدر

التماس ہے کہ سیوطی نے اپنی تصانیف مین اکثر رطب و یابس ذکر کیا ہے لیکن شروع نقل مین کہا ہے کہ اَخْرَجَ فُلَانٌ مِنْ طَرِیقِ فُلَانٍ کَذَا یعنی بیان کیا ہے فلان شخص نے فلان شخص کے طریق سے اسطرح۔ تو اسمین اول یہ امر ہا ہے کہ سیوطی نے اُسکا نام ذکر کردیا ہے کہ جسنے وہ روایت بیان کی ہے اور محدثین کو ایسی کتابون کی حقیقت معلوم ہا ہے مثلاً تفسیر ابن مردویہ اور کامل بن عدی کی اور تاریخ خطیب فردوس دیلمی اور تاریخ ابن عساکر اور کتاب العظمۃ ابی ہشیم کی آور دوسرا امر یہ ہے کہ سیوطی نے طریق بھی بیان کردیا ہے کہ دار مدار حدیث کی سند کا کسپر ہے اور اُسکا حال ماہر محدث کو معلوم رہتا ہے تو درحقیقت سیوطی نے سند ترک نہ کی ہے اور تفسیر درمنثور مین اکثر یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور ایسا ہی دوسری کتابون مین بھی ہے اور درحقیقت سیوطی کی اصل تصنیف سے یہی ایک کتاب یعنی درمنثور ہے اور باقی دوسرے رسالے جو سیوطی کے ہین مثلاً اتقان اور بدور سافرہ اور شرح الصدور وغیرہ یہ سب اُسی کتاب سے مستخرج ہین اور جمع الجوامع مین بھی اسی امر کا لحاظ ہے۔ فقط

السر الجلیل در فضیلت شیخین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعریف کرتے ہین ہم اللہ کی اور درود بھیجتے ہین اُسکے نبی کریم پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آل اطہار اور صحابہ کرام پر اور بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ جب اللہ تعالےٰ کی توفیق سے تحفۂ اثنا عشریہ کے لکھنے سے فراغت حاصل ہوئی تو بعضے دوستان صادق و یاران موافق نے نہایت آرزو اور اشتیاق کے ساتھ استدعا کی کہ مسئلہ تفضیل کی بھی تفصیل مناسب کردیجاوے تا اس بحث مین تحقیق کی احتیاج باقی نرہے تو اسوجہ سے یہ مختصر رسالہ اُسوقت عجلت مین لکھا گیا اسواسطے کہ جو چیز کامل طور پر

Marfat.com

حاصل نہو سکے تو یہ بھی ضرور نہین کہ وہ مطلقاً ترک کردیجاوے اور اس رسالہ کا
نام السر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل رکھا وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت معوضب قسم اول
اور اس رسالہ مین گیارہ مقدمہ ہین

مقدمہ اولے جاننا چاہیے کہ فضل کی دو قسمین ہین۔ قسم اول فضل اختصاصی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ بلا عمل اور بلا عبادت کے کسی چیز کو کسی چیز پر فضیلت بخشے اور ترجیح دیوے اسواسطے کہ وہ مالک ہے اپنے مملوکات سے جسکو چاہے اُسکا مرتبہ اور منصب زیادہ فرماوے اور اُسکو ممتاز کرے اور یہ فضل نہایت وسیع ہے کہ ناطق اور غیر ناطق اور حیوان اور جمادات اور نباتات بلکہ جواہر اور اعراض سب کو شامل ہے مثلاً پیدائش مین ملائکہ کو فضیلت دیگئی کہ سب کے قبل وجود کی خلعت سے سرفراز ہوے اور مثلاً انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی کہ بلا استعداد سابق کے کہ وہ استعداد عبادت اور ریاضت سے حاصل ہوئی ہو اس مرتبہ سے مشرف ہوے کہ انپر وحی نازل ہوئی اور فضل کے اسی جنس سے ہے فضیلت سیدنا ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی جمیع اطفال پر اور فضیلت حضرت صالح علیہ السلام کے ناقہ کی جہان کے سب اونٹ پر اور فضیلت اُس بکری کی کہ حضرت اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ السلام کے فدیہ مین دیگئی سب اضحیہ اور ہدی پر اور فضیلت مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی سب شہرون پر اور فضیلت مسجد کی باقی سب جگہ پر اور فضیلت حجر اسود کی سب پتھرون پر اور فضیلت ماہ رمضان کی باقی سب مہینون پر اور فضیلت روز جمعہ اور روز عرفہ اور روز عاشورا کی باقی سب دنون پر اور فضیلت عشرہ ذی الحجہ کی باقی ایام پر اور فضیلت شب قدر کی دوسری راتون پر اور فضیلت نماز فرض کی نفل پر اور فضیلت نماز عصر اور صبح کی دوسری نمازون پر اور فضیلت سجدہ کی قعود پر ارکان نماز مین اور فضیلت بعضے اذکار کی بعضے پر اور انکی تمثیلات سے واضح ہوا کہ کوئی

فضل ایسا ہوتا ہے کہ اسکی وجہ بشر کی عقل کے موافق ہوتی ہے جیسی فضیلت مساجد کی دوسری جگہون پر ہے کہ اُن جگہون مین بھی اللہ کا نام ذکر کیا جاتا ہے لیکن تخصیص اس خاص جگہ کی کہ مسجد قرار دیگئی ہے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے اور کوئی فضل ایسا ہوتا ہے کہ اسکی وجہ بشر کے عقل مین نہین آتی ہے جیسی فضیلت حجر اسود کی باقی پتھرون پر ہے اور فضیلت کعبہ شریف کی باقی مقامات پر ہے اور کوئی فضل اصلی ہوتا ہے جیسے فضیلت حجر اسود کی باقی پتھرون پر ہے اور کوئی فضل تبعی اور طفیلی ہوتا ہے جیسے فضیلت ذبیح اسمٰعیلؑ کی اور جیسے فضیلت سیدنا ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے حاصل کلام یہ کہ دار مدار اس قسم کے فضل کا صرف اسپر ہے کہ بلا عمل اور بلا سعی کے تخصیص حاصل ہو جاوے اور دوسری قسم فضل کی فضل جزائی ہے کہ بعوض عمل کے عطا ہوتا ہے اور یہ قسم بہ نسبت قسم اول کے خاص ہے کہ اہل عمل کے سوا دوسرے مین یہ فضل نہین پایا جاتا ہے اور اہل عمل کے تین گروہ ہین ملائکہ اور جن اور انس اور مرجع اس فضل کا بھی آخر مین وہی فضل اختصاصی ہوتا ہے چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ یہ امر واضح ہوگا اور اس قسم کے فضل مین اکثر نزاع اور اختلاف کی جگہ ہوتی ہے بخلاف فضل اختصاصی کے کہ اسمین شارع کا صرف نص کافی ہوتا ہے اور اس مقام مین یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ سب صحابہ کے حق مین فضل اختصاصی ثابت ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے اختار لی اصحابا وانصارا واصھارا یعنی برگزیدہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اصحاب اور انصار اور اصہار اور ازواج مطہرات اور بنات مکرمات کے حق مین بھی ایسا ہی ثابت ہے چنانچہ یہ امر ظاہر ہے لیکن بحث ان بزرگان کی باہمی فضیلت مین ہے اور بعضی احادیث سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ فضل بھی فضل اختصاصی ہے لیکن نظر دقیق اور اکثر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فضل جزائی ہے البتہ یہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب خلافت اور منقبت ذاتیت

Marfat.com

مین جو بعضے کو بعضے پر فضیلت ہوئی تو وہ فضل اختصاصی ہے چنانچہ یہ امر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فَاَبَی اللّٰہُ اِلَّا تَقدِیمَ اَبِی بَکرٍ یعنی پس انکار فرمایا اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگون کو مقدم کرنے سے اور اس بارہ مین صرف یہ حکم فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مقدم کیے جاوین اور اسطرح کے اور بھی اقوال ہین **دوسرا مقدمہ** یہ ہے کہ فضل جزائی کہ بعوض عمل کے ہوتا ہے اُسکے بھی چند اقسام ہین تو پہلے اُن اقسام مین غور کرنا چاہیے اور محل نزاع مین جو قسم ثابت ہووے جاری کرنا چاہیے تا فضل جزائی کا مورد متعین ہو جاوے اور نزاع مرتفع ہووے تو پہلے جاننا چاہیے کہ صرف سات وجہین ہین کہ باعتبار اُسکے عامل کو بسبب اُسکے عمل کے غیر پر فضیلت ہو سکتی ہے اور ان سات وجہون کے علاوہ اور کوئی دوسری وجہ نہین کہ باعتبار اُسکے فضل جزائی کیوجہ سے کسی شخص کو دوسرے شخص پر فضیلت ہوسکے اور اُس سات وجہ کی تفصیل یہ ہے اول وجہ ماہیت عمل کی ہے یعنی صورت نوعیہ اور صورت صنفیہ عمل کی جیسے نمازی کی فضیلت روزہ دار پر ہے اور صاحب فرائض کی فضیلت صاحب نوافل پر ہے اور اسکی چند صورتین ہین اول یہ کہ مثلاً کوئی شخص ہے کہ سب فرائض ادا کرتا ہے اور کوئی دوسرا شخص ہے کہ بعضے فرائض ادا کرتا ہے اور بعضے کو ترک کرتا ہے اور نوافل ادا کرتا ہے یا دونون شخص سب فرائض ادا کرتے ہین اور نوافل زیادہ بجالاتے ہین لیکن ایک کے نوافل بہ نسبت دوسرے کے زیادہ ہین یا ایک شخص ہے کہ نماز مین زیادہ ذکر کرتا ہے اور دوسرا شخص ہے کہ خارج نماز زیادہ ذکر کرتا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ مثلاً دو آدمی ہین اور وہ دونون مجاہدین سے ہین اور ایک اُن مین سے کفار کے معرکہ مین جہاد بہت کرتا ہے اور خطرناک مقامات مین جاتا ہے اور دوسرا شخص مجاہدین کی کمک یعنے مدد کرتا ہے اور دشمنون

Marfat.com

کو دا ہنے یا ئین سے دور کرنے مین کوشش زیادہ کرتا ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ مثلاً دو
شخص ہین ایک شخص جہاد بہت کرتا ہے اور دوسرا شخص نماز روزہ مین بہت مشغول
رہتا ہے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ مثلاً دو شخص ہین اور وہ دونون مجتہدین سے ہین کہ
اجتہاد کرتے ہین اور انہین سے کوئی ایک بہ نسبت دوسرے کے امر حق زیادہ دریافت
کرتا ہے اور علی ہذا القیاس اس طرح کی اکثر صورتین ہو سکتی ہین اور تمثیل اور تفہیم کے لیے
اسقدر کہ مذکور ہوا کافی ہے اور اسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص کا نفس عمل بہ نسبت
دوسرے شخص کے نفس عمل کے افضل ہووے اور دوسری وجہ منجملہ سات وجہ کے
لمیت عمل کی ہے یعنی علت غائی عمل کی ہے اور وہی غرض عمل سے ہوتی ہے کہ اسکو
شرع کے عرف مین نیت کہتے ہین مثلاً کوئی شخص عمل کرتا ہے وہ عمل خالص اللہ تعالے
کی رضامندی کے لیے کرتا ہے اور کوئی دوسری غرض اسکے ساتھ خلط نہین کرتا ہے
اور دوسرا شخص ہے کہ ہر عمل مین اسکے ساتھ برابر ہے لیکن خلوص مین کم ہے اسواسطے
خواہش کرتا ہے کہ اس عمل کی وجہ سے لوگ اسکی مدح و ثنا کرین یا کوئی دوسری دنیاوی
غرض اللہ تعالی کی رضامندی کے ساتھ خلط کرتا ہے اور تیسری وجہ کیفیت عمل کی ہے
مثلاً کوئی شخص ہے کہ ہر عمل جمیع حقوق اور سنن اور آداب کے ساتھ ادا کرتا ہے اور
دوسرا شخص بعضے سنن اور آداب کو ترک کرتا ہے اگرچہ عمل کو باطل نہین کرتا ہے یا مثلاً
کوئی ایسا شخص ہے کہ نیک عمل کرتا ہے اور کبائر سے پرہیز کرتا ہے اور صغائر پر اصرار
نہین کرتا ہے یعنی نہ گناہ کبیرہ کرتا ہے اور نہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرتا ہے اور دوسرا
کوئی ایسا شخص ہے کہ باوجود طاعت اور عبادت کے گناہ کبیرہ بھی کرتا ہے اور گناہ
صغیرہ پر اصرار بھی کرتا ہے اور علی ہذا القیاس تفاوت بسبب حضور قلب اور عدم
حضور قلب کے ہوتا ہے اور ایسا ہی تفاوت قرآن شریف کی تلاوت اور ذکر کی فضیلت
مین اس اعتبار سے ہوتا ہے کہ مثلاً کوئی شخص تلاوت اور ذکر طہارت کی حالت مین یعنے

باوضو کرے اور دوسرا شخص بلا وضو کرے اور چوتھی وجہ کمیت عمل کی ہے مثلاً دو شخص
ہون اور دونون فرائض ادا کرنے مین برابر ہون لیکن انمین سے کوئی ایک شخص بہ نسبت
دوسرے شخص کے نوافل زیادہ ادا کرتا ہو یا مثلاً دو شخص ہون اور دونون شخص نے
ایک ہی وقت مین نیک عمل کرنا شروع کیا ہو اور کوئی ایک شخص دوسرے سے پہلے
فوت ہو جاوے اور وہ دوسرا شخص کہ زندہ رہے فرائض اور نوافل بہت بجالاوے
چنانچہ صحیح حدیث مین اسیطرح کے دو شخص کے بارے مین وارد ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَاَیْنَ صَلٰوتُہٗ بَعْدَ صَلٰوتِہٖ وَصِیَامُہٗ بَعْدَ صِیَامِہٖ یعنی پس کہان ہے
نماز اُسکی بعد نماز اُسکے اور روزہ اُسکا بعد روزہ اُسکے یعنی جو شخص پیچھے زندہ رہا اسکی
نماز اور اُسکا روزہ جسقدر پہلے شخص کی موت کے بعد ہوا اُسقدر زیادہ ہو گیا بہ نسبت
اُس پہلے شخص کے روزہ اور نماز کے اور پانچوین وجہ زمان عمل ہے تو جس شخص نے
شروع اسلام مین یا ایام قحط مین یا ایسے وقت مین کہ مسلمانون پر حادثہ پڑا ہو کوئی
عمل اور طاعت کیا ہو یا جہاد کیا ہو اور صدقہ دیا ہو یا اور کسی امر مین اللہ تعالی کی راہ مین
خرچ کیا ہو تو وہ شخص بہتر ہے اُس شخص سے کہ اُسنے اُسوقت عمل کیا ہو کہ اسلام کو
قوت حاصل رہی ہو اور اسلام مین اُس عمل سے استغنا رہا ہو چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے
لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا
یعنی نہین برابر ہین تم لوگون مین سے وہ لوگ کہ اُن لوگون نے خرچ کیا قبل فتح ہونے
مکہ معظمہ کے اور جہاد کیا بلکہ وہ لوگ زیادہ ہین درجہ مین اُن لوگون سے کہ اُن لوگون نے خرچ کیا
بعد فتح ہونے مکہ معظمہ کے اور جہاد کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی شان مین فرمایا ہے
لَوْ اَنْفَقَ اَحَدُکُمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ یعنی اگر خرچ کرے کوئی تم لوگون سے
جبل احد کے برابر سونا تب بھی کسی صحابی کے درجہ کو نہ پہونچیگا بلکہ صحابی کے نصف درجہ کو بھی
نہ پہونچیگا اور ایسا ہی ایک درم خرچ کرنا خالص فقر اور احتیاج کی حالت مین بہتر ہے اُس سے کہ غنا اور ثروت کی حالت مین اُس

دوچند چہار چند خرچ کرے یا اسقدر زیادہ خرچ کرنے کے لیے موت کے وقت وصیت کرے اور
ایسا ہی فرائض ادا کرنا خوف اور مرض اور سفر اور مشقت کی حالت مین اور قلت صحت
اور وفور موانع کے وقت افضل ہے اُس سے کہ اسکے علاوہ دوسری حالت مین یعنے
مثلاً اطمینان کی حالت مین فرائض ادا کیے جاوین اور ایسا ہی موت کے وقت اور
آخر عمر مین عبادت کا شغل بہتر ہے اُس سے کہ شروع عمر مین عبادت کا شغل ہووے
اور عمرہ کہ رمضان مین کیا جاوے ثواب مین حج کے برابر ہوتا ہے اور رمضان شریف
مین جو شخص نفل ادا کرتا ہے تو اُسکو اسقدر ثواب ہوتا ہے کہ جسقدر اُس شخص کو ثواب
ہوتا ہے کہ رمضان شریف کے سوا کسی دوسرے مہینہ مین فرض ادا کرتا ہے اور
جو شخص رمضان شریف مین فرض ادا کرتا ہے تو اُسکو اسقدر ثواب ہوتا ہے کہ جسقدر
ثواب اُس شخص کو ہوتا ہے کہ رمضان شریف کے سوا دوسرے مہینہ مین ستر فرض
ادا کرتا ہے اور رمضان شریف کے بعد اور سب مہینوں مین محرم کے مہینے کا روزہ
افضل ہے اور صحیح احادیث اور اجماع سے ثابت ہے کہ ماہ حرام مین ہر طاعت کا ثواب
دوچند ہوتا ہے اور چھٹی وجہ مکان عمل ہے یعنی عمل کی جگہ ہے مثلاً جو نماز کہ مسجد حرام
مین یا مدینہ منورہ کی مسجد مین ادا کیجاوے افضل ہے ہزار نماز سے کہ دوسری
جگہ ادا کیجاوے اور ایسا ہی جو نماز کہ دار الحرب مین اور جہاد کے مقام مین ادا کیجاوے
افضل ہے اُس نماز سے کہ دوسری جگہ ادا کیجاوے اور جو شخص ایک دن جہاد
مین روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکو دوزخ پر حرام کر دیتا ہے اور ساتوین وجہ
امور خارجیہ کی اضافت ہے مثلاً کبھی عمل کا ثواب باعتبار فاعل یا مشارک یا مقارن
کے زیادہ ہوجاتا ہے مثلاً ایک رکعت نماز نبی کی یا ہمراہ نبی کے بہتر ہے اسکے علاوہ
دوسرے نماز سے اور ایسا ہی روزہ اور صدقہ اور جہاد کہ پیغمبر سے واقع ہووے یا
پیغمبر کے ہمراہ واقع ہووے ہزارون درجہ بہتر ہے اسکے علاوہ دوسرے کے روزہ

Marfat.com

اور صدقہ اور جہاد سے اور اسیوجہ سے صحابہ نے جو اعمال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی بعد کیے اُسکو مانند اُن اعمال کے نہ سمجھتے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کیو تھے اور صحیح حدیث مین وارد ہے عُمْرَۃٌ فِی رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّۃً مَعِی یعنی فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ عمرہ رمضان مین اداکرنا برابر ہے میرے ساتھ حج کرنے کے اور قرآن شریف مین جابجا اس مضمون کی طرف اشارہ فرمایا ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ جَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ وَاُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْخَیْرٰتُ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یعنی لیکن پیغمبر اور وہ لوگ کہ ایمان لائے پیغمبر کے ساتھ اُن لوگون نے جہاد کیا اپنے جان و مال سے وہ لوگ ایسے ہین کہ اُنکے لیے نیکی ہے اور وہ لوگ فلاح پانیوالے ہین اور اس سے ابوقاسم جبائی کا قول باطل ہوگیا کہ اُسنے کہا ہے جَائِزٌ اَنْ یَّطَالَ عُمُرُ امْرِءٍ اَنْ یَّعْمَلَ مَا یُوَازِیْ عَمَلَ النَّبِیِّ یعنی جائز ہے کہ اگر بہت زیادہ ہووے عمر انسان کی تو عمل کرے نبی کے عمل کے برابر یعنی ممکن ہے کہ اُسکا عمل نبی کے عمل کے برابر ہوجاوے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ انس بن مالک اور ابوامامہ باہلی اور عبداللہ بن بشیر اور عبداللہ بن حارث بن اجزا اور سہل بن سعد ساعدی اور جابر بن عبداللہ انصاری کہ اُن حضرات نے عمر طویل پائی اور عمل کیا لیکن یہ حضرات افضل نہین خلفاء اربعہ اور ابوعبیدہ بن جراح اور زید بن حارث اور جعفر بن ابی طالب اور مصعب بن عمیر اور سعد بن معاذ اور عثمان بن مظعون سے حالانکہ بعضے اُن حضرات سے کہ اُنکا ذکر پہلے ہوا ہے اسی برس بلکہ نوّے برس زیادہ بعد اُن حضرات کے کہ اُنکا ذکر بعد ہوا ہے زندہ رہے اور طاعت بھی بہت بجالائے اور اسیوجہ سے یقین کرتا ہون کہ جو صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت افضل تھے دوسرے صحابی سے تو یہ دوسرے صحابی اُس افضل صحابی کے برابر فضیلت مین ثابت نہین ہوسکتے ہین بسبب اُن اعمال کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی وفات کے بعد بجالائے تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ نتیجہ فضل کے دو امر ہین خواہ فضل اختصاصی ہو کہ بلا عمل

Marfat.com

کے ہووے خواہ فضل جزائی ہو کہ بعوض عمل کے ہو اور تفصیل اُن دو امر کی یہ ہے کہ اول امر یہ ہے کہ حق تعالیٰ فاضل کی تعظیم واجب کرتا ہے دنیا مین مفضول پر اور اس امر مین سب فاضل شریک ہین جیسے مثلاً کعبہ شریف اور مسجد اور روز جمعہ اور ماہ رمضان اور حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ ہے کہ یہ سب جمادات اور حیوانات سے ہین اور جیسے مثلاً انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ اور صحابہ اور ازواج مطہرات اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کی اولاد ہین اور دوسرا امر یہ ہے کہ فاضل کے واسطے باعتبار قرب اور منزلت اور مقامات جنت کے ایسا درجہ قرار پاوے کہ وہ درجہ اعلےٰ اور ارفع ہو مفضول کے درجہ سے اور یہ اسوجہ سے ضرور ہے کہ تا فضل ظاہر ہووے ورنہ فضل ظاہر نہوگا بلکہ فضل صرف ایک مہمل لفظ قرار پاویگا کہ اُسکے کچھ معنی نہون اور اس امر مین ایک خاص خصوصیت ہے کہ عامل کے سوا غیر کو میسر نہین اور اسیوجہ سے فضل جزائی کے سوا دوسرے فضل مین یہ امر اصالۃً متحقق نہین ہوتا ہے البتہ تبعاً ہوتا ہے مثلاً اطفال مومنین کے علی الخصوص اطفال انبیاء علیہم السلام کے بلا عمل کے جنت مین داخل کیے جاوینگے اور اُنکا درجہ زیادہ ہوگا اور یہ صرف فضل اختصاصی کی بنا پر ثابت ہوتا ہے چوتھا مقدمہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز کہ اُسکی تعظیم کرنے کے لیے ہم لوگون کو حکم دیا گیا ہے صاحب فضیلت ہے اور اس مقدمہ مین جو خدشہ دل مین گذرتا ہے وہ یہ ہے کہ والدین اگر کافر ہوون تو اُنکی بھی تعظیم کرنا اور اُنکے ساتھ احسان کرنا اور عاجزی سے پیش آنا واجب ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ یعنی اور پست کرو والدین کے سامنے عاجزی کا بازو رحمت سے حالانکہ بصورت اُنکے کافر ہونے کے اُنمین کچھ فضیلت نہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تعظیم شرع کے عرف مین تعظیم نہین بلکہ یہ اُنکے ساتھ ایک طرح کا احسان کرنا ہے اور احسان کو تعظیم نہین کہہ سکتے ہین اور صرف عاجزی کے ساتھ پیش آنا یہ بھی تعظیم نہین اسواسطے کہ انسان کبھی اُس شخص کے ساتھ بھی عاجزی سے پیش آتا ہے

اُس سے نقصان پہونچنے کا خوف ہوتا ہے اور علاوہ اسکے یہ بھی ثابت ہے کہ کافر والدین کی تعظیم کا شرع مین حکم نہین بلکہ اُنسے بیزار رہنا واجب ہے چنانچہ فرمایا ہی اللہ تعالیٰ نے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ یعنی نہ پاوینگے آپ اُس قوم کو کہ وہ لوگ ایمان لائے ہین اللہ پر اور آخرت کے دن پر اس حال مین کہ محبت رکھتے ہون اُن لوگون کے مخالفت کی اُن لوگون نے اللہ سے اور اللہ کے رسول سے اگرچہ وہ مخالفین اُن مؤمنین کے آبا رہون اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ یعنی ای محمد صلے اللہ علیہ وسلم یاد کیجیے وہ وقت کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور اُن لوگون نے کہ آپکے ساتھ تھے اپنی قوم سے کہا کہ تحقیق کہ ہم بیزار ہین تمسے اور اُس چیز سے کہ عبادت کرتے ہو تم اُسکی کہ وہ سوا خدا کے ہے ہم انکار کیا ہمنے تمسے اور ظاہر ہوئی درمیان ہمارے اور درمیان تمھارے عداوت اور بغض ہمیشہ کو اُسوقت تک کہ ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے کہ ایک ہے وہ بلکہ شرعی تعظیم وہ ہے کہ اُسکی بنا محبت للہ و فی اللہ اور دلی دوستی پر ہووے اور بامر اہل فضل کے سوا دوسرے کے حق مین شرع مین کہین وارد نہین چنانچہ یہ امر تفحص اور تحقیق کرنے سے ثابت ہوتا ہے

پانچوان مقدمہ یہ ہے کہ یقیناً معلوم ہے کہ حق تعالیٰ کی تعظیم کے بعد انبیار علیہم السلام کی اسقدر تعظیم واجب ہے کہ اسقدر تعظیم کسی دوسرے کی واجب نہین اور اسقدر تعظیم کا مستحق انبیار علیہم السلام کے سوا کوئی دوسرا نہین اور بعد انبیار علیہم السلام کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ازواج مطہرات کی اسقدر تعظیم نص قرآنی سے ثابت ہے کہ اسقدر تعظیم کسی دوسرے کے لیے ہرگز ثابت نہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ یعنی نبی زیادہ بہتر ہے مؤمنین کے حق مین انکی جان سے اور نبی کی ازواج مؤمنین کی مائین ہین اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی زیادہ فضیلت حاصل ہوئی بہ نسبت دوسرے صحابہ کے اسواسطے کہ ازواج مطہرات کی صحبت اعلی ہے بہ نسبت دوسرے صحابہ کی صحبت کے اور صحبت کی فضیلت کے علاوہ باعتبار دین کے ام المؤمنین ہونے کا حق ازواج مطہرات کو حاصل ہے چھٹا مقدمہ یہ ہے کہ جب فضیلت کے بارے مین گفتگو ہووے تو یہ ایسا سوال نامناسب نہین کہ عام طور پر کسی طرح کی دو چیزین ہون اُسکے بارہ مین استفسار کیا جاوے کہ اُن دو چیزون مین کون چیز افضل ہے اسواسطے کہ ایک چیز کی فضیلت دوسری چیز پر صرف اُس صورت مین متحقق ہو سکتی ہے کہ اُن دونون چیزونکی فضیلت ایک وجہ سے ہووے اور وہ وجہ کسی ایک چیز مین زیادہ ہو اور دوسری چیز مین کم ہو اور اگر اُن دونون چیزونکی فضیلت دو وجہون سے ہو تو ایسی دونون چیزون مین ایک کو دوسرے سے افضل نہین کہہ سکتے ہین اسواسطے کہ جب ہم کہتے ہین کہ ان دونون چیزون مین کون افضل ہے تو اُس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ان دونون چیزون مین سے کس چیز مین وہ وصف زیادہ ہے کہ اُس وصف مین یہ دونون مشترک ہین تو یہ نہین کہہ سکتے ہین کہ رمضان افضل ہے یا حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ افضل ہے اور ایسا ہی یہ بھی نہین کہہ سکتے ہین کہ کعبہ شریف افضل ہے یا نماز افضل ہے اور استفسار کر سکتے ہین کہ مکہ معظمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ افضل ہے اور رمضان شریف افضل ہے یا ذی الحجہ افضل ہے اور نماز افضل ہے یا زکوۃ افضل ہے اور حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ افضل ہے یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عضباءؓ افضل ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ کلام بے محل ہے کہ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم افضل ہین یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہین اسواسطے کہ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت عمل کی بنا پر نہین بلکہ صرف ایک خاص خصوصیت کی وجہ سے ہے ساتوان مقدمہ یہ ہے کہ بہشت مین اعلی درجہ یا نا کسی کے حق مین بطریق تبعیت کے ثابت ہوتا ہے مثلاً اولاد صغار

لہ عضباء نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقہ کا ۱۲

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بہ تبعیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بہشت کے اعلے درجے مین رہینگے اور آن اولاد صغار کا جو یہ درجہ ہوگا تو اس سے آنکا فضل جزائی نہین ثابت ہوتا ہے ورنہ یہ اشکال لازم آویگا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بہ تبعیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ مین رہینگی تو اس بنا پر چاہیے کہ ازواج مطہرات باقی سب انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کبار سے افضل ہووین اور حالانکہ یہ اجماع کے خلاف ہے اور بہشت مین اعلے درجہ پانا کسی کے حق مین اصالۃً ثابت ہوتا ہے یعنی اپنے عمل کے عوض وہ درجہ پاویگا اور اس سے اس شخص کا فضل جزائی ثابت ہوتا ہے اور علی ہذا القیاس جنت مین پہلے داخل ہونا اور حوض پر پہلے وارد ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کسی کے حق مین پہلے ہونا اور موقف اور حساب کے اعتبار سے افضل ہونا یہ سب امور دونون قسم کے فضل سے حاصل ہونگے تو یہ امور بعضے کو فضل جزائی سے حاصل ہونگے اور بعضے کو فضل اختصاصی سے حاصل ہونگے مثلاً فضل اختصاصی کی وجہ سے امت مصطفویہ ان امور مین انبیاء پر مقدم ہوگی چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْاَرَائِكِ مُتَّكِئُوْنَ یعنی جو لوگ جنت مین رہینگے وہ اور آنکی بیبیان سایہ مین تخت پر تکیہ لگائے ہوئے ہونگے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور آنکی تابعداری ایمان مین آنکی اولادنے کی تو ملادیا ہمنے آنکے ساتھ آنکی اولاد کو اور اسطرح کے اور بھی اقوال ہین **آٹھوان مقدمہ** یہ ہے کہ سیادت فضل کے علاوہ ہے اسواسطے کہ سیادت کسی شخص کی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اس شخص مین کسی وجہ سے شرف ہے اصالۃً ہو یا تبعاً ہو تو بہ نسبت امت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد بہ سبب اس شرف کے کہ آن مین ہے سادات ہین اور ہر فضل موقوف جزای عمل پر نہین اور ایسا ہی امارت موقوف فضل پر نہین اور اسکی دلیل یہ ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نامور

ہووے تھے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی اطاعت کریں اُسوقت جبکہ عمرو بن عاص امیر مقرر کیے گئے تھے اور اجماع سے ثابت ہے کہ حضرت عمرو بن عاص حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل نہ تھے اور اس سے معلوم ہوا کہ جب ایک شخص کی اطاعت دوسرے شخص پر شرعاً واجب ہووے تو اس سے یہ نہین ثابت ہوتا ہے کہ پہلا شخص دوسرے شخص سے افضل بھی ہے مثلاً عورت اور غلام اور رعایا اور اولاد کو حکم ہے کہ شوہر اور مولا اور سلطان اور والدین کی اطاعت کرین اور اس سے یہ نہین ثابت ہوتا ہے کہ منجملہ اُنکے جسکی اطاعت کرنے کا حکم ہوا ہے وہ افضل ہے اُس سے کہ اُسکو حکم ہوا ہے کہ وہ اطاعت کرے۔

نوان مقدمہ یہ ہے کہ تفضیل کی سات وجوہ کہ اُنکا ذکر اوپر ہوا ہے جب اُن وجوہ مین باہم تعارض ہووے تو آیات اور احادیث کے ذریعہ سے متعین کرنا چاہیے کہ کسوجہ کا اعتبار کرنا اولی ہے تو یقیناً شریعت سے ثابت ہے کہ کمیت عمل کا اعتبار بمقابلہ کیفیت عمل کے نہین اور ایسا ہی کیفیت کی کمیت کا اعتبار نہین بمقابلہ عمل کے وقت کے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا ہی لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا یعنی نہین برابر ہین تم لوگونمین سے وہ لوگ کہ خرچ کیا اُن لوگون نے قبل فتح ہونے مکہ معظمہ کے اور جہاد کیا بلکہ وہ لوگ زیادہ ہین باعتبار درجہ کے اُن لوگون سے کہ خرچ کیا اُن لوگون نے بعد فتح ہونے مکہ معظمہ کے اور جہاد کیا اور صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کا عمل جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے حضور مین ہوا اُسکے برابر کوئی دوسرا عمل نہین ہوسکتا ہے تو جو عمل کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ شریک ہوکر کیا گیا اُسکے برابر کوئی دوسرا عمل نہین ہوسکتا ہے اسواسطے کہ جب جماعت کی مشارکت کسی عمل مین ہوتی ہے تو اُس عمل کے لیے ہیئت وحدانیت حاصل ہوتی ہے جسطرح کیفیت وحدانیت مزاج کی ہے کہ ہر جزو مین اجزای مرکب سے ممتزج و متشابہ ہوتی ہے اور اسیوجہ سے شرع مین جماعت کا حکم ہوا ہے اور اس اعتبار سے صحابہ کے لیے

Marfat.com

فضل جزائی سب امت پر ثابت ہے اور صحابہ کے درمیان سبقت اور تقدم کا اعتبار کرنا
چاہیے اور یہ اس آیت سے ثابت ہے لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ یعنی
نہین برابر ہین تم لوگون مین سے وہ لوگ کہ خرچ کیا اُن لوگون نے قبل فتح ہونے مکہ معظمہ
کے اور جہاد کیا اسواسطے کہ جسقدر عمل مین تقدم ثابت ہوگا اور یہ کہ جسوقت زیادہ ضرورت
تھی کہ اسلام کو قوت دی جاوے اُسوقت وہ عمل کیا گیا ہو تو اُسیقدر اُس عمل کی زیادہ
فضیلت ہوگی چنانچہ یہ امر اس حدیث سے ثابت ہے فَقَالَ صَدَقْتَ وَقُلْتُمْ کَذَبْتَ
یعنی پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا اور تم لوگون نے کہا کہ آپ نے
خلاف فرمایا تو اس اعتبار سے جو لوگ کہ ہجرت کے قبل اسلام کے عمل پر قائم تھے
وہ لوگ افضل قرار پائے اپنے بعد کے لوگون سے مثلاً اُن سابقین لوگون سے یہ حضرات
ہین حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و علی و حمزہ و جعفر و عثمان بن مظعون و طلحہ و زبیر و مصعب
بن عمیر و عبدالرحمن و عبداللہ بن مسعود و سعید بن زید و زید بن حارث و ابوعبیدہ بن
جراح و بلال و سعد بن ابی وقاص و عمار بن یاسر و ابوسلمہ بن اشہد و عبداللہ بن حجش
وغیرہم رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین پھر اُن سابقین لوگون مین اہل بدر کو ترجیح ہے
پھر انکے بعد اُن لوگون کو ترجیح ہے کہ وہ لوگ غزوہ مین حاضر رہے اور اُنکو بھی ترتیب
ترجیح ہے یعنی جو لوگ کہ سابق کے غزوہ مین حاضر رہے اُنکو ترجیح ہے اُن لوگون پر کہ
وہ لوگ اُسکے بعد کے غزوہ مین حاضر رہے اور یہی ترتیب صلح حدیبیہ تک قرار دیجاویگی
اسواسطے کہ جو لوگ اُس واقعہ مین حاضر تھے اُنپر سکینہ کا نازل ہونا اور اُنکے قلوب کی
صفائی اور اُنکی نیت کا خلوص نص قرآنی سے صراحۃً ثابت ہو چنانچہ فرمایا ہے اللہ تعالے
نے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ
وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا یعنی تحقیق کہ راضی ہوا اللہ مومنین سے کہ بیعت کرتی ہین آپ سے درخت کے
نیچے پس جانا اللہ نے وہ کہ دلون مین اُنکے ہے پس نازل کیا اللہ نے سکینہ اُنپر اور دی

انکو جلد فتح یہ ترجمہ آیت مذکورہ کا ہے اور اُسکے بعد دوسرا کوئی غزوہ ایسا یقیناً ثابت نہین کہ اُسکی بنا پر فضیلت دینا ممکن ہووے اسواسطے کہ اُسکے بعد کے ہر غزوہ مین منافقین اور صاحبان اغراض فاسدہ دنیاوی بھی شریک رہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ یعنی اور بعضے اُن لوگون سے کہ تمھارے گرد ہین اعراب سے منافقین ہین اور مدینہ کے بھی بعضے لوگون نے سرکشی کی ہے نفاق کی وجہ سے آپ اُنکو نہین جانتے ہین ہم اُنکو جانتے ہین اب یہ بیان کرتا ہون کہ فیمابین ان اشخاص کے کون افضل ہے اور یہی محل نزاع ہے اسواسطے کہ اصل کلام خلفاء اربعہ مین ہے اور یہ سب حضرات متفق ہین سابقیت اور قدیم اور غزوات مین حاضر رہے ہین **دسوان مقدمہ** یہ ہے کہ افضل کی تعین کے دو طریقہ ہین اول شارع کا نص ہے اور دوسرا تتبع احوال اور اعمال کا ہے اور تفضیلیہ کہتے ہین کہ طریقۂ اول مسدود ہے اسواسطے کہ نصوص مین تعارض ہے تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ تعارض اُسوقت ہوتا ہے کہ ایک لفظ دو آدمی کے حق مین صحیح طور پر ثابت ہووے اور مشہور ہووے اور دونون کے افضل ہونے پر دلالت کرے اور تحقیق سے یہ ثابت نہین بلکہ لفظ افضل اور خیر کا کہ اُس سے مدعا صراحۃً ثابت ہوتا ہے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے حق مین صحیح طور پر ہے اور مشہور ہے اور لفظ سیادت اور محبوب ہونے کا حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ وعنہما کے حق مین ثابت ہے اور مشہور ہے اور اوپر بیان کیا گیا ہے کہ سیادت اور شرف اور احبیت کہ معنی افضل جزائی پر دلالت نہین کرتے ہین تو حقیقت مین کچھ تعارض اس مقام مین نہین لیکن دوسرا طریقہ کہ احوال اور اعمال کا تتبع ہے تو منجملہ اُسکے ایک امر جہاد ہے کہ دین کے اعمال مین بہتر عمل ہے اور اسلام کی شوکت کے لیے باعث ہوتا ہے اور نص قرآنی سے ثابت ہے کہ اُسکی بنا پر فضل کا اعتبار ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ

Marfat.com

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ
الْمُجَاهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِیْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ
اللّٰهُ الْمُجَاهِدِیْنَ عَلَى الْقَاعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّ
رَحْمَةً وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا یعنی نہین برابر ہین وہ لوگ کہ جہاد سے بیٹھ گئے اور معذور
لوگون سے نہین اور وہ لوگ کہ اُن لوگون نے جہاد کیا اللہ کی راہ مین اپنے جان و مال سے
فضیلت دی اللہ نے اُن لوگون کو کہ جہاد کیا اُن لوگون نے اپنے جان و مال سے اُن لوگون پر کہ
بیٹھ گئے وہ لوگ جہاد سے از روے درجہ کے اور ہر ایک کے لیے اللہ تعالے نے
بہتری کا وعدہ فرمایا ہے اور فضیلت دی اللہ نے مجاہدین کو اُن لوگون پر کہ وہ لوگ
جہاد سے بیٹھ گئے اور یہ فضیلت از روے اجر عظیم کے ہے اور یہ درجات ہین اللہ تعالے
کی طرف سے اور مغفرت اور رحمت ہے اور اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے یہ ترجمہ آیت
مذکورہ کا ہے اور تفضیلیہ کہتے ہین کہ حضرت مرتضی علی رضی اللہ عنہ جہاد مین حضرت ابو بکر صدیق اور
حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے افضل تھے تو اسکے جواب مین کہتا ہون کہ جہاد کی تین قسمین ہین
اول جہاد زبانی کہ اُس سے مراد یہ ہے کہ اسلام کی دعوت کیجاوے اور احکام شرعیہ
سمجھائے جاوین اور وعظ و نصیحت اور ترغیب و ترہیب کیجاوے اور دلیل قائم کیجاوے اور
مخالفین کے شبہات دفع کیے جاوین اور اس ذریعہ سے اسلام شائع کیا جاوے اور دوسری قسم
وہ جہاد کی یہ ہے کہ لڑائی کا سامان کیا جاوے جیسے یہ امور مین تدبیر اور رائے دربارہ
جنگ کے مخالفین کے دل مین رعب جمانا اور لڑائی کے لیے لوگونکو جمع کرنا اور مجاہدین
کا دل لڑائی کیطرف مائل کرنا اور اسلام کی جماعت زیادہ کرنا اور دشمن کی جماعت
مین تفرقہ ڈالنا اور جہاد کا اسباب مثلاً گھوڑا اونٹ اور آلات جنگ وغیرہ مہیا کرنے مین
مال خرچ کرنا اور تیسری قسم جہاد کی یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے نیزے سے دشمنون کو مارے اور تلوار چلاوے
اور پہلوانونکے ساتھ کشتی کرے اور مخالفین کے ساتھ مقابلہ کرے اور بلاشبہ آنحضرت

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم صرف پہلی دو قسم کے جہاد مین مشغول تھے اور تیسری قسم کے جہاد مین مصروف نہ تھے اور تیسری قسم کا جہاد یقیناً کمتر درجہ کا جہاد ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جہاد کے لیے مامور تھے چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ یعنی ای نبی جہاد کیجیے کفار اور منافقین سے اور سختی کیجیے اُنپر اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَکَ یعنی بس قتال کیجیے اللہ کی راہ مین نہین تکلیف دیجاتی ہی آپ کو مگر اپنی جان کے بارے مین اور اسطرح کی اور بھی آیات ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پہلی دو قسم کا جہاد اختیار فرمایا تو ضرور ہے کہ وہ دو قسم کے جہاد اعلےٰ اور افضل ہون دوسری طرح کے جہاد سی اور اس دو قسم کے جہاد مین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی عنہما باقی سب صحابہ پر مقدم تھے اور زیادہ مستعد تھے اسواسطے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت اسلام سے شروع اسلام مین وہ صحابہ مسلمان ہوئے کہ بہترین صحابہ سی شمار کیے جاتی ہین اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اسلام کی دعوت کرتے مین مشغول ہی اور جسدن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول فرمایا اُسدن سے اسلام کی عزت زیادہ ہوئی اور اسلام کا غلبہ زیادہ ہوا اور آپنے اسلام کی عبادتون کو علانیہ طور پر مکہ معظمہ مین رواج دیا اور رائے اور مشورہ مین یہ دونون حضرات مشیر اور وزیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے رہے ہین اور کوئی غزوہ اور کوئی مہم بلا مشورہ ان دونون حضرات کے وقوع مین نہ آیا اور لوگونکو جمع کرنے مین اور دشمنونکی جماعت مین تفرقہ ڈالنے مین ان دونون حضرات نے ہمیشہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے حضور مین زیادہ سعی بہ نسبت دوسرے لوگون کے کی حتے کہ کفار ان دونون حضرات سی خائف تھے اور ان دونون حضرات کی وفات سے خوش ہوی چنانچہ ابوسفیان نے لڑائی مین ان دونون حضرات کا حال دریافت کیا تو جب معلوم ہوا کہ زندہ ہین تو ابوسفیان کو نہایت ندامت ہوئی

سورۂ تحریم

سورۂ النساء

Marfat.com

اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم دلیر ترین مردم تھے اور اسی دو قسم کے جہاد کو اختیار فرمایا تو ثابت ہوا کہ یہ دو قسم کے جہاد افضل ہیں تیسری قسم کے جہاد کی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی ان دو قسم کے جہاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مفارقت نہ کی اسواسطے ان دونون حضرات کا جہاد افضل ہے دوسرے صحابہ کے جہاد سے کہ جیسے اُن صحابہ سے یہ حضرات ہیں یعنی حضرات مرتضی علی اور زبیر اور حمزہ اور مصعب اور ابو طلحہ اور ابو قتادہ اور سعد بن معاذ اور سماک بن حرب رضی اللہ عنہم اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اکثر فوج کا سرانجام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سرداری سے ہوا اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تیسری قسم کے جہاد میں بھی شریک ہوے چنانچہ یہ امر تواریخ سے ثابت ہے اور اہل علم کا کلام ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ علم میں دوسرے صحابہ سے افضل تھے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ یعنی کہدیجیے ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ کیا برابر ہیں وہ لوگ کہ انکو علم ہے اور وہ لوگ کہ انکو علم نہیں تو اسکے جواب میں کہتا ہون کہ علم کی زیادتی دو طریقہ سے دریافت ہو سکتی ہے اول روایات کی کثرت اور فتاوی کے زیادہ ہونے سے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کسی کو اُس منصب پر مقرر فرمایا ہو کہ اسمین علم کی ضرورت ہو اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کسی منصب پر خاص اسی شخص کو مقرر فرماتے تھے کہ وہ شخص اُس امر میں بہ نسبت دوسرے لوگون کے زیادہ کامل ہوتا تھا اور یقیناً معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز اور حج اور جہاد کے امور میں امیر مقرر فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صدقات کے معاملہ میں عامل مقرر فرمایا اور محدثین کو اکثر روایات صدقہ کے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے پہونچی ہیں اور آپ نے زکوۃ کے مسائل کی تشریح فرمائی ہے اور زکوۃ کی حدیث کہ

Marfat.com

حضرت مرتضےٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی گئی ہے اُسکی روایت آپ سے صحیح طور پر
ثابت نہین ہوتی ہے اور اسمین ایک وہم واقع ہوا ہے کہ اسکی وجہ سے کسی نے علماء
اہل اسلام سے اسپر عمل نہ کیا اور وہ روایت یہ ہے فِی خَمسٍ وَّعِشرِینَ مِنَ الاِبِلِ خَمسُ شِیَاہٍ
یعنی زکوٰۃ پچیس اونٹ مین پانچ بکری ہین اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ
عنہما ہمیشہ مصاحب اور مشیر اور وزیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے رہے ہے
اور ظاہر ہے کہ جسکو جسقدر زیادہ صحبت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی میسر ہوئی
ہوگی اسکی اسیقدر زیادہ واقفیت احکام اور فتاویٰ مین رہی ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بلا کامل علم کے کسی کو اپنا مشیر اور وزیر نہ بناتے تھے اب روایت
اور فتاویٰ کی حالت بیان کرتا ہون کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم کے بہت کم زمانہ تک حین حیات تھے اور ابھی عنقریب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم کا زمانہ گذرا تھا اسوجہ سے لوگون کو روایت کی ضرورت زیادہ نہ تھی
کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے اور حج اور عمرہ کے سوا اور کبھی حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ سے باہر تشریف لیجانیکا اتفاق بھی نہوا تا دور کے لوگ آپ سے
روایت کرتے اور باوجود اسکے آپ کی روایت سے ایک سو بیتالیس صحیح حدیث ثابت
ہین کہ صحابہ کبار نے آپ سے روایت کی ہے اور ان صحابہ کبار سے حضرات علی بن ابی طالب
اور عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان بھی ہین اور حضرت مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ
کی عمر مبارک زیادہ ہوئی کہ قریب تیس سال کے بعد پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ
وسلم کے آپ حین حیات تھے اور دور دور آپ کے تشریف لیجانے کا اتفاق ہوا اور
لوگونکو زیادہ ضرورت پڑی کہ آپ سے روایت کرین اور اسوقت لوگون کی رائے
مین باہم زیادہ اختلاف بھی ہوا اور باہمی نزاع بھی زیادہ ہوئی اور اسوجہ سے بھی زیادہ
ضرورت پڑی کہ آپ سے حدیث روایت کیجاوے تاہم آپ کی روایت سے صرف

پانچسو چھیاسی حدیث ثابت ہے تو جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدت حیات اور کثرت
کے مواقع روایات کا موازنہ دوسرے صحابہ کے زمانہ حیات اور مواقع روایات کے ساتھ
کرتا ہون تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا علم دوسرے صحابہ کے علم سے
کہین زیادہ تھا اور اسی پر فتاوے کو بھی قیاس کرنا چاہیے اور ایسا ہی حال حضرت عمر
بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بھی ہے اسواسطے کہ آپ کے مسندات سے پانچسو تینتیس حدیث ہین
اور فتاوے اس سے بھی زیادہ بیشمار ہین بلکہ فقہ کے ہر مسئلہ مین آپ نے تحقیق فرمائی
ہے اور امر حق کی تحقیق کی ہے اور عقائد اور سلوک اور تفسیر کے مسائل بھی کامل طور پر
بیان فرمائے ہین حتے کہ صرف آپ کے احکام اور روایات جمع کرنے سے ایک مستقل شافی
کتاب ضخیم علم مین ہو سکتی ہے چنانچہ صاحب ازالۃ الخفاء رحمہ اللہ نے اس بارہ مین کامل
سعی فرمائی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سب روایات اور فتاوے کہ مسائل فقہیہ مین
ہین جمع کر کے ایک مستقل رسالہ مرتب کیا ہے اور عقائد اور سلوک مین بھی بقدر کافی تالیف
کی ہے اور معلوم ہے کہ حیات حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی بعد وفات آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے قریب سترہ برس کے زیادہ بہ نسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حیات سے
باقی رہی اور اس مدت دراز مین مسانید حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بہ نسبت مسانید
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صرف بمقدار انچاس حدیث کے زائد ہے اور اگر حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کی متانت تقریر اور قوت تفہیم اور حسن تعلیم کی طرف نظر کرتا ہون تو صراحۃ تفاوت
معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ حضرت علی مرتضی کے وقت مین کوئی مسئلہ اختلافیہ منقح نہوا بخلاف
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہ اور علم قرآن اور اسکی قراءۃ مین مشغول ہونا حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کی شان مین ثابت ہے اور یقیناً معلوم ہے کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ علم قرآن مین
حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے زائد نہ تھے اور یہ امر بالاتفاق مورخین اور
اہل سیر کے نزدیک ثابت ہے بلکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم

Marfat.com

قرات مین ایک درجہ مین تھے اور ظاہر طور پر یقیناً ثابت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس امر مین زیادہ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر نماز مین مقدم فرمایا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرات مین بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ بہ نسبت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زیادہ نہ تھے اور ایسا ہی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ اور نہ زیادہ عالم نہ تھے البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قرات کے بارہ مین ترجیح ہے اسواسطے کہ لوگونکو ایک قرات پر متفق کیا اور قرآن شریف لکھکر مرتب کیا اور لفظ اور رسم کی محافظت کی اور چونکہ قرآن شریف صحیفون مین اول حضرات شیخین نے جمع کیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُس سے نقل کیا اور رواج دیا اور اُن حضرات کی سعی سے استمداد کیا تو اسوجہ سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس امر اہم مین بھی حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ترجیح ہے اور منجملہ وجوہ ترجیح کے تقوی اور اتباع شریعت ہے اور یقیناً معلوم ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کبھی کوئی کلمہ خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے نہ کہا ہے چنانچہ یہ امر صلح حدیبیہ اور جنگ بدر مین فدیہ لینے کے بارے مین جو معاملہ ہوا اُس سے ظاہر ہے اور آپکا ارادہ کبھی خلاف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ارادے کے نہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا حکم بجالانے مین کبھی سستی نہ کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حال مین وارد ہے کہ ابوجہل کی لڑکی سے نسبت کرنے کے بارہ مین اور تہجد کی قید کے بارہ مین مورد عتاب ہوے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چند امور کہ بخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی صلاح اور مشورہ کے وقوع مین آئے تو اُسکی وجہ صرف یہ ہوئی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ دین کے بارے مین تشدد زیادہ فرماتے تھے اور آپ مین اللہ تعالی کی حکم کے بارہ مین حمیت اور نہایت غیرت تھی اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وحی آپکی راے کے موافق

Marfat.com

نازل ہوتی تھی تو اسطرح کی مخالفت گویا عین اتباع اور موافقت ہو بلکہ اس سے بہتر ہو اور اسی وجہ سے آپکی راے کے موافق وحی کا نازل ہونا آپکے مناقب سے شمار کیا گیا ہے اور منجملہ وجوہ ترجیح کے زہد ہے اور تفضیلیہ کہتے ہین کہ سب لوگون مین زیادہ زاہد حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے تو اسکے جواب مین مین کہتا ہون کہ زہد سے مراد یہ ہے کہ بے رغبتی ہووے دنیا کی لذتون سے اور ایسا ہی بے رغبتی ہو اولاد اور اتباع اور ازواج اور حشم اور خادم کے بارے مین اور یقینًا معلوم ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو اسوقت آپ کے پاس مال بہت تھا اور وہ سب مال اللہ اور اسکے رسول کی رضامندی حاصل ہونے کے لیے خرچ کر ڈالا اور ضعفا مسلمین سے ایک جماعت کے لوگونکو خرید کر آزاد فرما دیا حتے کہ کچھ درم آپکے مال سے باقی نہ رہا اور آپ نے اس جہان سے انتقال فرمایا اور نہ کچھ مزروعہ اور نہ ملکیت اپنے لیے اپنے حین حیات مین خرید فرمائی اور نہ اپنی اولاد کے لیے چھوڑا اور بیت المال سے صرف بقدر خوراک کے لیتے تھے زیادہ کبھی کچھ نہ لیا اور مال غنیمت سے جو اپنا حصہ ہوتا تھا وہ بیت المال مین صرف کرتے تھے بخلاف حضرت مرتضے علی رضی اللہ عنہ کے کہ زمین اور ملکیت بہت حاصل کی اور مزروعہ حاصل کیا اور باغ نصب کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حال کے موافق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی حال ہے چنانچہ اسوقت کے سب صحابہ نے آپ کے زاہد ہونے کی شہادت دی ہے اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا تو چار زوجہ چھوڑین اور انیس کنیزک اور خادم اور غلام بہت چھوڑے اور قریب تیس کے اولاد سے چھوڑے اور انکے لیے مزروعہ اور ملکیت اسقدر چھوڑی کہ وہ حضرات اسکے سبب سے غنی تھے اور قبضۂ بلیغ کہ ہزار وسق پھل اس سے ملتا تھا سوا غلہ اور زراعت کے آپ نے متروکہ چھوڑا بخلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہ آپ نے اسقدر مال اور اسباب نہ چھوڑا اور یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ زہد حقیقی یہ ہے کہ نہ خود دنیا کی لذت مین مشغول

Marfat.com

ہووے اور نہ اپنے اقارب اور اولاد کو اسمین مصروف کرے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہی حال ہوا کہ مثلاً طلحہ بن عبید اللہ آپ کے بھتیجے تھے اور عبد الرحمن بن ابوبکر آپ کے صاحبزادے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپکی صاحبزادی تھین مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھین سے کسی کو عامل مقرر نفرمایا اور ایسا ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور کسی کو بنی عدنان سے عامل مقرر نفرمایا صرف نعمان بن عدی کو میتنان پر عامل مقرر فرمایا تھا پھر جلد معزول کر دیا حالانکہ بنی عدنان سے سعد بن زید اور ابوجہم بن خدیفہ او خارجہ بن خذاعہ اور عمر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن عمر اس امر کے لیے نہایت قابل تھے اور حضرت مرتضی علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا عامل مقرر فرمایا اور عبید اللہ بن عباس کو یمن کا عامل مقرر فرمایا اور قثم بن عباس کو مکہ معظمہ کا عامل مقرر فرمایا اور سعد بن عباس کو مدینہ منورہ پر اور جعدہ ہبیرہ کو کہ آپ کے ہمشیرزادہ تھے کوفہ پر عامل مقرر فرمایا اور محمد بن ابی بکر کو کہ آپ کے ربیب تھے مصر پر عامل مقرر فرمایا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد کے لیے خلیفہ مقرر فرمایا اور اسمین شک نہین کہ یہ حضرات ان اعمال اور اشغال کے مستحق تھے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اقارب و رخویش بہی ان منصبون کے مستحق تھے چنانچہ انکا ذکر اوپر ہمنے کیا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ ان دونون حضرات کا زہد زیادہ کامل تھا بہ نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زہد کے کہ آپکا زہد صرف اپنی جان کے بارے مین تھا اور اپنے اقارب کے بارے مین نہ تھا اور وہ بھی کھانے پینے مین زہد کا خیال تھا اور زمین اور ملکیت ازواج اور کنیز اور غلام کے بارے مین نہ تھا اور منجملہ وجوہ ترجیح کے صدقہ دینا اللہ کی راہ مین خرچ کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ اس وصف مین بھی حضرت مرتضی علی رضی اللہ عنہ کی مشارکت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نہین البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسمین سبقت لیگئے ہین چنانچہ مسجد نبوی کی عمارت مین مبلغ کثیر صرف

Marfat.com

کیا اور بیر رومہ خرید کر اسکو فی سبیل اللہ وقف قرار دیا اور جیش العسرۃ کا سامان مہیا کیا
اور اعلے درجہ کا جہاد مال کے ذریعہ سے کیا لیکن آپ سے بھی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر
رضی اللہ عنہما جہاد اور علم اور زہد مین افضل تھے اور یہ جو کہتے ہین کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
کبھی بت کی پرستش نہ کی بخلاف حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے تو اسکے جواب
مین مین کہتا ہون کہ بت نہ پوجنا کا بسبب صغر سنی کے ہووے اسمین کچھ فضیلت نہین اور اجماع
سے ثابت ہے کہ عمر حضرت مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ کی ترسٹھ برس کی ہوئی اور سنہ چالیس ہجری
مین آپ کی شہادت ہوئی اور ہجرت سے تیرہ برس پہلے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی
تو عمر حضرت مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ کی بعثت کے وقت دس برس کی رہی ہوگی اور اس عمر
تک برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے مکان مبارک مین پرورش پائی اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو ہمیشہ سے بت پرستی سے نفرت رہی اور لڑکونکا
قاعدہ ہے کہ جو فعل بزرگون کا دیکھتے ہین اسی کے مطابق وہ بھی عمل کرتے ہین اور اگر صرف
بت نہ پوجنا افضل ہونے کا باعث کہا جاوے تو لازم آویگا کہ جو لڑکا اہل اسلام کا پیدا
ہووے وہ حضرات حمزہ اور جعفر اور سلمان اور مقداد اور عمار سے افضل ہووے اور حالانکہ
یہ ثابت نہین اور منجملہ وجوہ ترجیح کے خلافت اور حسن سیاست اور انجام کرنا مہمات کا ہو کہ
فی الواقع مرجع جمیع اعمال خیر کا ہے اور اسمین بھی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا
افضل ہونا ظاہر ہے اسواسطے کہ اول بعد وفات پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے
فتنہ مرتدین کا ہوا اور اس مشکل واقعہ مین کوئی زیادہ ثابت قدم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے
نہ تھا آپ کی خوبی تدبیر اور حسن سیاست سے وہ فتنہ دفع ہوا پھر کسرے اور قیصر کے ساتھ نزاع واقع
ہوئی اور غلبہ اسلام کا روز بروز ترقی پر ہواتھے کہ فارس اور عراق اور شام دار الاسلام ہو گیا
اور فقرا اور مساکین غنی ہوئے اور اہل اسلام کو عزت حاصل ہوئی اور کچھ کبھی اہل اسلام
مین اختلاف واقع نہوا اور سب لوگ قرآن شریف کی قرات اور دین کے مسائل حاصل

کرنے مین مصروف ہوے اور عبادات اور ریاضات مین مشغول ہوے اور حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کے زمانے مین یہ امور اپنے کمال کو پہونچے بخلاف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کہ آپ کے
وقت مین زیادہ فتح نہوئی صرف باہم اہل اسلام مین جنگ وجدال رہا اور قرآن شریف کی
قرارت اور عبادات مین کمی ہوئی اور کبرائے اہل اسلام کی شان مین طعن کرنا اور تجسس عیوب
اور بعضے کا بعضے کو برا کہنا اہل اسلام نے باہم اختیار کیا تو آفتاب کی طرح روشن اور ظاہر ہوا
کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا جہاد اور علم اور قرارت اور زہد اور تقوی اور خوف
خدا اور صدقہ اور حسن سیاست اور لیاقت خلافت اور طاعت خدا ورسول اور اشاعت دین
اور ترویج احکام شریعت مین ایسا مرتبہ ہے کہ وہ دوسرے کو ہرگز حاصل نہین اور شارع نے
ان ہی امور کو فضل اور بزرگی کے لیے باعث قرار دیا ہے اور سابق مین بیان کیا گیا
کہ سیادت اور قرابت قریبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ ہونا اور
بلاغت وفصاحت اور جلاوت اور شمشیر بازی اور نیزہ بازی ان امور کو فضل متنازع فیہ سے
کچھ تعلق نہین گیارھوان مقدمہ یہ ہے کہ ختنین یعنی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ
عنہما کے بارے مین علما کا باہم اختلاف ہے کہ ان دونون حضرات مین کون صاحب افضل ہین
اور اس بارے مین ہم لوگون کے لیے ممکن نہین کہ کسی ایک امر پر یقین کرین اسواسطے کہ
ان دونون حضرات کے فضائل برابر ہین چنانچہ اجماع سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ
عنہ قرآن شریف کے ترتیب دینے مین اور کثرت قراءت مین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل
ہین اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فتوی اور اجتہاد اور احادیث کی روایت مین حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ سے افضل ہین اور ایسا ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ بذات خاص جہاد کرنے مین
اور نیزہ اور تلوار چلانے مین افضل ہین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جہاد مین مال خرچ کرنے کے
اعتبار سے افضل ہین اور قرآن شریف مین جہاد بالنفس اور جہاد بالمال دونون کی فضیلت
برابر ہے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ

Marfat.com

اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجَاھِدِیْنَ
بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ دَرَجَۃً یعنی برابر نہین وہ لوگ کہ جہاد سے بیٹھ گئے
کہ وہ لوگ مومنین سے ہین اور معذور نہین اور وہ لوگ کہ جہاد کرتے ہین اللہ تعالی کی راہ مین
اپنے جان ومال سے فضیلت دی اللہ نے انکو کہ وہ جہاد کرتے ہین اپنے جان ومال سے
اونپر کہ وہ بیٹھ گئے جہاد سے اور یہ فضیلت باعتبار درجہ کے ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
مین نہایت احتیاط تھی اور غایت درجہ کا تورع تھا کہ کوئی مسلمان قتل نہ کیا جاوے
اور خود قتل ہوجانے مین اور حصار کی مشقت برداشت کرنے مین آپ نے نہایت درجہ کا صبر
کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس امر مین نہایت فضیلت ثابت ہے کہ دشمنون کو بھی
برا نہ فرماتے تھے اور اُنکے بارہ مین ناحق کلام کبھی ارشاد نہ فرماتے تھے حاصل کلام یہ کہ
ختنین کے فضائل باہم متعارض ہین اور فضل اختصاصی مین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ مصاہرت کی قرابت ہونے مین دونون حضرات شریک ہین واللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ
الْحَالِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآلُ اور جب یہ گیارہ مقدمے تمام ہوے تو اُسی وقت
خاتمہ تحفہ اثنا عشریہ کا بھی تمام ہوا والحمد للہ **جواب** جو مسئلہ کا استفسار کیا گیا ہی نہایت
ادق اور معرکۃ الآرا ہے فقیر کے نزدیک جو امر منقح ہی وہ لکھتا ہے لیکن ضرور ہے کہ جواب
کے قبل دو مقدمے بطور تمہید کے بیان کیے جاوین **پہلا مقدمہ** یہ ہی کہ مسائل قطعیہ خواہ
اعتقادیہ ہون خواہ عملیہ ہون اُنکی دو قسم ہے اول قسم یہ ہے کہ اُن مسائل مین ادلہ مین
تعارض نہوا اور علما مین باہم اختلاف واقع نہوا ہوا اور جن دلائل سے وہ مسائل ثابت
کیے گئے ہون اُن دلائل مین تاویل کا بھی احتمال نہو جیسے اللہ تعالے کی توحید کا مسئلہ
ہوا اور ایسا ہی صفات سبعہ کے ثبوت کا مسئلہ ہے اور ایسکے مانند جو مسائل ہین اور بداہۃً
ظاہر ہے کہ تفضیل کا مسئلہ اس جنس سے نہین اور اس قسم مین داخل نہین اور دوسری
قسم یہ ہے کہ اُن مسائل کے ادلہ مین تعارض واقع ہوا اور علما مین باہم اختلاف ہوا ہوا اور

Marfat.com

اُن مسائل کے دلائل مین تاویل کا احتمال بھی رہا ہو لیکن مجتہدین نے ایک جانب کو ترجیح
دی ہو اور اسوجہ سے نزاع مرتفع ہوئی ہو اور دونون جانب سے ایک جانب منقح اور
ثابت قرار پائی ہو تو اس قسم کے مسائل اگرچہ ابتداءً قطعی نہ تھے لیکن آخر مین قطعی ہو گئے
جیسے رویت اُخرویہ اور عدم خلق قرآن کا مسئلہ ہے یا اور جو اسطرح کے مسائل ہین اور
تفضیل کا مسئلہ اُسی قسم سے ہے اسواسطے کہ اس مسئلہ مین صدر اول مین اختلاف تھا
صحابہ کی ایک قلیل جماعت کا میلان اسطرف تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اور سب
صحابہ پر فضیلت ہی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعضے ادلّہ ہین کہ اُس سے اُس جماعت کے
مذہب کی تائید ہوتی ہے اور جن دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو
حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر فضیلت ہی اُن دلائل مین تاویل اور تخصیص کا احتمال تھا لیکن
آخر مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ خلافت مین یہ مسئلہ اہل اسلام مین نہایت مشتہر
ہوا اور لوگون نے اسمین تحقیق فرمائی حتّٰی کہ وہ سب تعارض درہم برہم ہو گیا اور قطعی طور پر
یہ امر منقح قرار پایا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو اور سب صحابہ پر فضیلت ہی اور اُن
سب روایات کی تفصیل کے لیے ایک طول وطویل دفتر چاہیے خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ اجلّۂ
صحابہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے احباب سے اسّی حضرات نے تفضیل شیخین کا مسئلہ
روایت کیا ہی اور اُن حضرات نے مختلف مواقع مین یہ مسئلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
سُنا ہے اور دار قطنی اور دوسرے بعضے محدّثین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح روایات
بیان کی ہین کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی لَا یُفَضِّلُنِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ
اِلَّا جَلَدْتُّهٗ حَدَّ الْمُفْتَرِیْ یعنی جو شخص مجکو فضیلت دیگا حضرت ابوبکر اور حضرت
عمر رضی اللہ عنہما پر تو مین اُسکو اُسقدر درہ مارونگا کہ جسقدر درہ اُس شخص کو مارنا چاہیے
کہ وہ افترا کا مرتکب ہووے اور ان الفاظ سے صراحۃً معلوم ہوتا ہی کہ یہ مسئلہ قطعی ہی
اسواسطے کہ اجماع سے ثابت ہی کہ امور ظنیہ مین سزا نہین دوسرا مقدمہ یہ ہی کہ

Marfat.com

ھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ اصل مسئلہ قطعی ہوتا ہی لیکن اسکی کیفیت کی تعیین ظنی ہوتی ہی
سلاً صفات سبعہ کا ثبوت بلا شبہہ قطعی ہی لیکن یہ امر ظنی ہی کہ آیا وہ صفات ذات باری تعالی
ائد ہین یا عین ذات ہین یا لا عین اور لا غیر ہین اور ایسا ہی یہ مسئلہ قطعی ہی کہ قرآن شریف
خلوق نہین لیکن اسکی کیفیت کی تعیین ظنی ہی کہ قدیم کلام نفسی ہی یا الفاظ کلمات مین ملا مخصوص صیاغت
ں کے اور یہ دونون مثال اعتقادیات کی ہین اور عملیات کی اکثر مثالین ہین مثلاً اسکی ایک
ثال حجۃ الوداع کا مسئلہ ہے کہ اصل حج کا ثبوت قطعی ہے کہ اسمین شک کو دخل
ہین لیکن اسکی کیفیت کی تعیین ظنی ہی کہ قران تھا یا تمتع تھا یا افراد تھا اور اسی وجہ سے
س امر مین علما مین اختلاف واقع ہوا باوجودیکہ اصل مسئلہ مین اتفاق ہے اور تفضیل کا
سئلہ بھی اسی قبیل سے ہی اسواسطے کہ اصل تفضیل قطعی ہی البتہ یہ مسئلہ نزاع اور تعارض
ے بعد قطعی ہوا ہی لیکن اس تفضیل کی کیفیت کی تعیین ظنی ہی کہ کس چیز مین تفضیل ہی یعنی
فضیل باعتبار کثرت ثواب کے ہی یا باعتبار اس امر کے ہی کہ اسلام مین نفع کس کی وجہ
ے زیادہ ہوا یا باعتبار کسی دوسرے امر کے ہی تو اس بارہ مین کسی ایک امر پر یقین
اصل ہونے کی کوئی صورت نہین اسواسطے کہ چند امور کا گمان ہوتا ہی اور ان امور مین تعارض
ہے اور منشا اسکا یہ ہے کہ تفضیل کے اقسام اور اسکے وجوہ بہت زیادہ ہین جو شخص وہ
ب وجوہ مفصل طور پر معلوم کرنا چاہے تو چاہیے کہ کتاب سر الجلیل فی مباحث التفضیل
مطالعہ کرے اور اسکا کچھ خلاصہ یہان لکھا جاتا ہے جاننا چاہیے کہ تفضیل کبھی اصطفائی
وتی ہی کہ بلا عمل کے حق تعالے بعض مخلوقات کو دوسرے بعض مخلوقات پر ترجیح
یتا ہی جیسے فضیلت کعبہ شریف کی جگہ کی ہی باقی سب جگہون پر اور فضیلت حجر اسود کی ہی
باقی سب پتھرونپر اور فضیلت شب قدر کی ہی باقی سب راتون پر اور فضیلت روز جمعہ کی
ہی باقی سب ایام پر اور فضیلت ماہ رمضان کی ہی باقی سب مہینون پر اور فضیلت انبیاء کی
و امت کے لوگون پر اور بعض فضیلت ایسی ہوتی ہی کہ وہ تبعاً ہوتی ہی ذاتی نہین ہوتی ہی

Marfat.com

جیسے فضیلت حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ہے باقی سب اطفال پر اور فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ کی صاحبزادیون اور ازواج مطہرات کی ہے باقی سب عورتون پر اور فضیلت بنی ہاشم کی ہے باقی سب قبائل پر اور اس قسم کی تفضیل مین کسی طرح کی نزاع نہین اور کبھی فضیلت جزائی ہوتی ہے کہ عمل کے عوض ہوتی ہے اور یہی متنازع فیہ ہے اور فضیلت کی وجوہ نہایت مختلف ہین منجملہ اُنکے بعضے وجوہ کا شرع کی اصطلاح مین کچھ بھی اعتبار نہین فمثلاً قوت بدن کی اور فراست اور بلاغت اور خوبی سیاست ملک کی اور حسن تدبیر دنیاوی امور مین اور منجملہ اُنکے بعضے وجوہ کا شرع مین اعتبار ہے اور وہ بہت ہین منجملہ اُسکے تقوے ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ یعنی زیادہ بزرگ تم لوگون مین اللہ تعالے کے نزدیک وہ ہے کہ تم لوگون مین سے زیادہ پرہیزگار ہووے اور منجملہ اُسکے علم ہے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنی کہدیجیے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ کیا برابر ہین وہ لوگ کہ جانتے ہین اور وہ لوگ کہ نہین جانتے ہین اور منجملہ اُسکے جہاد ہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالے نے وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا یعنی اور فضیلت دی ہے اللہ تعالے نے مجاہدون کو اُن لوگون پر کہ وہ لوگ جہاد سے بیٹھے اور یہ فضیلت باعتبار اجر عظیم کے ہے اور منجملہ اُسکے حسن خلق ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ یعنی بہترین شخص تم لوگون مین وہ ہے کہ بہتر ہے تم لوگون مین اپنے اہل کے حق مین اور منجملہ اُسکے زیادہ محبت رکھنا ہے اللہ تعالے کے ساتھ اور اللہ تعالے کی زیادہ طاعت کرنا ہے اور علی ہذا القیاس کتاب و سنت کے دلائل کا تتبع کرنے سے فضیلت کی اکثر وجوہ ظاہر ہوتی ہین کہ کہین کسی محل اور کسی مقام مین کوئی وجہ اعتبار کی گئی ہے اور کہین کسی دوسری محل اور دوسرے مقام مین کوئی دوسری وجہ اعتبار کی گئی ہے اور

Marfat.com

ب دونون مقدمون کی تمہید سے فراغت ہوئی تو اب اصل مدعا کی تحقیق کرتا ہون کہ اصل فضیلت
ضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ پر قطعی طور پر ثابت ہے اور قطعی
سائل کے قسم ثانی سے ہے اور تعیین فضیلت کی وجہ ظن کے ذریعہ سے ہوتی ہے تو مومن
ساط کو چاہیے کہ اصل فضیلت کا اعتقاد رکھے اور فضیلت کی وجہ کا متعین ہونا اللہ تعالےٰ
کے علم پر تفویض کرے اور اگر دلائل کے تتبع سے منجملہ وجوہ کے کسی وجہ کو اُسکے نزدیک ترجیح
ابت ہووے تو بہتر ورنہ اصل اس عقیدہ سے کہ قطعی ہے باہر ہووے فقط خلاصہ مین لکھا ہے
رَّافِضِیُّ اِنْ فَضَّلَ عَلِیًّا عَلٰی غَیْرِہٖ فَھُوَ مُبْتَدِعٌ وَلَوْ اَنْکَرَ خِلَافَةَ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ
فَھُوَ کَافِرٌ یعنے رافضی اگر فضیلت دیوے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے پر یعنی حضرت ابو بکر
رضی اللہ عنہ پر تو وہ بدعتی ہے اور اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے انکار کرے
تو وہ کافر ہے اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق مین یہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے وَاَلْحَقَ
فِیْ فَتْحِ الْقَدِیْرِ عُمَرَ بِالصِّدِّیْقِ فِیْ ھٰذَا الْحُکْمِ وَلَعَلَّ مُرَادَھُمْ بِاِنْکَارِ الْخِلَافَةِ
اِنْکَارُ اِسْتِحْقَاقِھِمَا لَھَا فَھُوَ مُخَالِفٌ لِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ یعنی لاحق کیا ہے فتح القدیر
مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس حکم مین اور شاید
علما کی مراد خلافت کے انکار سے یہ ہے کہ ان دونون حضرات کے استحقاق خلافت سے انکار ہووے
اور یہ خلاف صحابہ کے اجماع کے ہے وَفِیْ شَرْحِ مَوَاھِبِ الرَّحْمٰنِ وَلَا خَلْفَ اَیْ لَا یَجُوْزُ
الصَّلٰوةُ خَلْفَ مُنْکِرِ خِلَافَةِ اَبِیْ بَکْرٍ اَوْ عُمَرَ اَوْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَتَصِحُّ اَیْ مَعَ الْکَرَاھَةِ
خَلْفَ مَنْ یُّفَضِّلُ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لِاَنَّہٗ مُبْتَدِعٌ یعنی شرح مواہب الرحمن مین لکھا
ہے اور جائز نہین نماز پیچھے اُس شخص کے یعنے اور جائز نہین نماز پیچھے اُس شخص کے کہ
اسکو انکار ہووے حضرت ابو بکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت
سے اور صحیح ہے نماز یعنی ساتھ کراہت کے پیچھے اُس شخص کے کہ فضیلت دیتا ہو حضرت
علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر اسواسطے کہ وہ بدعتی ہے

Marfat.com

وفی المحیط عن محمد رحمه الله لا یجوز الصلوة خلف الروافض ثم قال
لانهم انکروا خلافة ابی بکر وقد اجمعت الصحابة علی خلافته یعنی اور محیط مین
لکھا ہی کہ روایت ہی امام محمد علیہ الرحمہ سی کہ جائز نہین نماز پیچھے روافض کے پھر کہا اسواسطے
کہ اُن لوگون کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے انکار ہے اور حالانکہ آپ کی خلافت
پر صحابہ کا اجماع ہی وفی تتمة الفتاوی والرافضی الغالی الذی ینکر خلافة ابی بکر
لا یجوز الصلوة خلفه یعنی اور تتمة الفتاوی مین لکھا ہی کہ اور رافضی کہ اُسکو اپنے
مذہب مین غلو ہو اور انکار کرتا ہو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت سی جائز نہین نماز
پیچھے اُسکے وفی المرغینانی ویکره الصلوة خلف صاحب هوی او بدعة ولا یجوز
خلف الرافضی ثم قال وحاصله ان کان هوی یکفر به لا یجوز والا یجوز
ویکره یعنی اور مرغینانی مین لکھا ہی اور مکروہ ہی نماز پیچھے اُس شخص کے کہ اپنی خواہش
نفسانی کی پیروی کرتا ہو یا بدعتی ہو اور جائز نہین نماز پیچھے رافضی کے پھر کہا کہ حاصل اُسکا
یہ ہی کہ اگر وہ خواہش نفسانی ایسی ہو کہ اُس سے کفر لازم آتا ہو تو اُسکے پیچھے نماز جائز
نہین ورنہ جائز ہی مگر مکروہ ہی وفی الفتاوی البدیعیة من انکر امامة ابی بکر
رضی الله عنه فهو کافر وقال بعضهم هو مبتدع والصحیح انه کافر وکذلک من
انکر خلافة عمر رضی الله عنه اما الشافعیة فقد قال القاضی حسین فی تعلیقه من سب
النبی یکفر بذلک ومن سب اصحابه فسق اما من سب الشیخین والختنین فوجهان
احدهما یکفر لان الامة اجمعت علی امامتهم والثانی یفسق ولا یکفر واما المالکیة
فالاصح عندهم ترک التکفیر وقال محمد بن یوسف الفریابی وسئل عمن شتم
ابا بکر فقال یقال کافر قیل نصلی علیه قال لا وممن کفر الرافضی احمد بن
یونس وابو بکر بن هانی وقال لا تؤکل ذبائحهم لانهم مرتدون وقال عبد
الله بن ادریس احد ائمة الکوفة لیس للرافضی شفعة وانما الشفعة للمسلم

Marfat.com

یعنی اور فتاوی بدیعیہ مین لکھا ہی کہ جسنے انکار کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کا تو وہ کافر ہو اور کہا بعض علمار نے کہ وہ بدعتی ہو اور صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہو اور ایسا ہی حکم اُس شخص کے بارے مین بھی ہی کہ اُسکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار ہووے اور لیکن شافعیہ کے نزدیک تو کہا قاضی حسین نے اپنی تعلیق مین کہ جو شخص پیغمبر کو برا کہے تو اُسکے بارے مین کفر کا حکم دیا جاویگا اور جو شخص اصحاب کو برا کہے تو اُسکے بارے مین فاسق ہونے کا حکم دیا جاویگا اور لیکن جو برا کہے شیخین رض اور ختنین رض کو تو اُسکے بارے مین دو قول ہین ایک یہ ہی کہ اُسکے بارے مین کفر کا حکم دیا جاویگا اسواسطے کہ ان حضرات کے امام ہونے پر امت کا اجماع ہو اور دوسرا قول یہ ہی کہ اُسکے بارے مین فاسق ہونے کا حکم دیا جاویگا اور کفر کا حکم نہوگا اور لیکن مالکیہ کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہی کہ انکے بارے مین کفر کا حکم نہ دیا جاویگا اور محمد بن یوسف غربانی سے پوچھا گیا اُس شخص کا حال کہ وہ حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا کہے کیا ہی انھون نے کہا کہ اُسکے بارے مین کفر کا حکم دیا جاویگا تو پوچھا گیا کہ کیا جب وہ مرجاوے تو ہم لوگ اُسکے جنازے کی نماز پڑھیں تو کہا کہ نہیں اور منجملہ اُن علمار کے کہ اُن لوگون نے رافضی کو کافر کہا ہے احمد بن یونس اور ابوبکر بن ہانی ہین اور کہا اُنھون نے کہ چاہیے کہ نہ کھایا جاوے ذبیحہ اُنکے ہاتھ کا اسواسطے کہ وہ لوگ مرتد ہین اور کہا عبداللہ بن ادریس نے اور وہ ایک امام ایمہ کوفہ سے ہین کہ نہین ہی رافضی کے لیے حق شفعہ کا اور حق شفعہ صرف مسلمان کے لیے ثابت ہی یہ ترجمہ اوپر کی عربی عبارت کا ہے اور حاصل کلام یہ کہ حنفیہ کی اکثر روایات سے تکفیر ثابت ہوتی ہے اور حنفیہ کا اسپر اتفاق ہی کہ کافر واجب القتل ہو اور اکثر شافعیہ اور مالکیہ اور حنابلہ نے بھی فتوی دیا ہے کہ جو شخص خلفا اربعہ مین سے کسی خلیفہ کو برا کہے وہ مستوجب قتل کیے جانے کا ہی اور بعضی کتابون مین دیکھا گیا ہی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو برا کہے اُسکے بارے مین حنفیہ کے دو قول ہین ایک قول یہ ہے کہ وہ کافر ہو اور شافعیہ کے نزدیک بھی وہ کافر ہے اور احمد

Marfat.com

کے نزدیک وہ زندیق ہی چاہیے کہ وہ شخص قتل کیا جاوے اور مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے
کہ وہ شخص درہ مارا جاویگا تو یہ فعل اُنکے نزدیک کفر نہوا اور اس مقام مین دو مقدمے
ہین اسپر لحاظ کرنا چاہیے تو انشاء اللہ تعالےٰ اشتباہ حل ہو جاویگا اول مقدمہ یہ ہی
کہ حضرات شیخین کو بُرا کہنا کفر نہین اور یہی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے البتہ جیسا شیعہ کا
عقیدہ ہی کہ حضرات شیخین کو بُرا کہنا جائز ہی یہ کفر ہے اسواسطے کہ یہ انکار ہی اُس چیز کا
کہ بداہتہً معلوم ہے کہ یہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے دین سے ہی تو اب
یہ اشکال وارد نہین ہوتی ہین کہ بعض صحابہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پیغمبر صلے اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے حضور مین بُرا کہا لیکن پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے
اُنکے کفر کا حکم نہ فرمایا اور ایسا ہی بعض صحابہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بُرا کہا
اور یہ کہا کہ آپ قتل کرتے ہین یا یہ کہا کہ آپ فجور کرتے اور ایسا ہی صحیحین مین وارد ہے
اِنَّ عَبَّاسًا جَاءَ اِلٰی عُمَرَ وَمَعَہٗ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا وَھُوَ یَقُوْلُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَرِحْنِیْ
مِنْ ھٰذَا الْغَادِرِ الْاٰثِمِ الظَّالِمِ یعنی تحقیق کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کے پاس اور حضرت عباسؓ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت
عباسؓ یہ کہتے ہوے آئے کہ یا امیر المؤمنین راحت دیجیے مجکو اس بیوفا گنہگار ظالم سے
اور اس طرح کی اور بھی بعض روایات آئی ہین اور ایسے ہی وہ روایت بھی ہی کہ حضرت
علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آپ نے اپنے بُرا کہنے والے کو کافر نہ فرمایا اور اُسکے قتل کا
حکم نہ دیا بلکہ فرمایا کہ بُرا کہنے کے بدلے مین بُرا کہنا چاہیے یا معاف کردینا چاہیے اور ان
سب روایات کے موافق اُس شخص کے بارے مین حکم ہو سکتا ہی کہ اُسکا یہ اعتقاد نہ ہو
کہ بُرا کہنا اور گالی دینا جائز ہے بلکہ شدت تعصب اور دنیاوی محبت والفت کی وجہ سے
اُس شخص سے افراط و تفریط وقوع مین آوے تو اس سے استدلال اس امر پر نہ کیا جاوے
کہ اُسکا عقیدہ یہ ہی کہ بُرا کہنا اور گالی دینا جائز ہے جیسا لڑکا اپنے باپ کے ساتھ بے ادبی

Marfat.com

کرتا ہی باوجودیکہ مقتضا انسان کی طبیعت کا ہی کہ یہ عقیدہ ہر انسان کا ہوتا ہی کہ باپ کی تعظیم کرنی چاہیے اور اس توجیہ سے روایات کا ظاہر التعارض دفع ہوجاتا ہی اور دوسرا مقدمہ یہ ہی کہ لزوم کفر اور الزام کفر دونوں دو چیزیں ہیں اور اس صورت مین لزوم کفر متحقق ہوتا ہی اور الزام کفر متحقق نہین ہوتا ہی اور امام احمد رحمہ اللہ نے اصطلاح قرار دی ہی کہ جو شخص کوئی ایسا عقیدہ رکھو کہ اُس سے اُسکے حق مین کفر کا حکم لازم آتا ہو تو اُسکو زندیق کہا جاویگا اگرچہ وہ ظاہر اسلام کا اقرار کرتا ہو اور اسی کو زندقہ کہتے مین کہ اُس سے مراد یہ ہی کہ کسی کا عقیدہ ایسا ہووے کہ اُس سے کفر لازم آتا ہو اور ظاہر اسلام ظاہر کرتا ہو اور یہ امر اسوجہ سے ثابت ہی کہ جو شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتا ہی تو اُسکا خاصکر مطلب یہ ہوتا ہی کہ وہ شخص ان حضرات کو معاذ اللہ اسلام سے خارج سمجھتا ہی اسواسطے کہ وہ شخص ادعا کرتا ہے کہ ان دونون حضرات نے معاذ اللہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے خلاف عمل کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے اہل بیت کا حق غصب کرلیا تو وہ شخص اپنے عقیدے مین معاذ اللہ ان دونون حضرات کو فرعون اور ہامان کے مانند جانتا ہی لیکن وہ جائز نہین جانتا ہے کہ ان حضرات کو بُرا کہنا چاہیے اسواسطے کہ اُسکا یہ خیال ہوتا ہی کہ یہ دونون حضرات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے یار اور وزیر اور محبوب ہین ورنہ اگر اُسکا یہ عقیدہ ہووے تو یہ الزام کفر کا ہوگا لیکن اُسکا یہ ادعا قابل سماعت نہین اسواسطے کہ ان حضرات کی شان مین ثابت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ان حضرات کو جنتی ہونے کی شہادت دی اور ان حضرات کی نجات ہونا یقیناً ثابت ہی اور یہ امر بدیہیات دین سے ہی تو جس شخص کو ان دونون حضرات کی خلافت کا انکار ہووے وہ کافر ہی اور یہ جاننا کہ ان دونون حضرات کو بُرا کہنا جائز ہی کفر اور زندقہ اور الحاد ہے کفر جحود و عناد نہین اور یہ مقدمہ روایات متخالفہ کے حل کرنے کے لیے مفید ہے واللہ الہادی الی سبیل الرشاد

Marfat.com

فائدہ جب کوئی شخص کسی ایسی مجلس مین موجود ہو کہ وہان لوگ صحابہ کبار کو برا کہتے ہون تو اُسپر واجب ہی کہ اگر قادر ہو یعنی اختیار مین ہو تو اپنے قول اور فعل کے ذریعہ سے انکار کرے یعنی اُن لوگون کو اس قبیح فعل سے اپنے قول اور فعل کے ذریعہ سے باز رکھے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ مَنْ رَّاٰی مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ الحدیث یعنی جو شخص کوئی امر خلاف شرع دیکھے تو چاہیے کہ وہ اپنے ہاتھ سے مٹادیوے آخر حدیث تک اور اگر باز رکھنے پر قادر نہووے تو چاہیے کہ وہان سے اُٹھکر چلا جاوے اسواسطے کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہی وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ یعنی جب آپ دیکھین اُن لوگونکو کہ فکر و خوض کرتے ہین یعنی اشتباہ کی گفتگو کرتے ہین ہماری آیات مین تو چاہیے کہ آپ اُنسے اعراض کرین اُسوقت تک کہ وہ لوگ کسی دوسری بات مین خوض و فکر کرین اور اگر شیطان آپ کو بھلا دیوے تو پھر یاد ہونے پر اُس ظالم قوم کے ساتھ آپ نہ بیٹھین یہ ترجمہ آیت مذکورہ کا ہی اور اگر وہ شخص اس پر بھی قادر نہو کہ اُس مجلس سے اُٹھکر چلا جاوے اور اُسکو خوف ہو کہ یہ لوگ ہمکو ضرر پہونچاوینگے تو چاہیے کہ صبر کرے اور دل سے بُرا جانے اور اسپر اکتفا کرے کہ صحیح حدیث مین وارد ہی کہ اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ وَھٰذَا شَانُ سَائِرِ الْمُنْکَرَاتِ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دیکھو اُن لوگون کو کہ بُرا کہتے ہون ہمارے اصحاب کو تو کہو کہ اللہ کی لعنت ہی تمھارے شر پر اور یہی حال باقی سب منکرات کا یعنی امور خلاف شرع کا ہی واللہ اعلم فقط اب یہ امر بیان کرتا ہون کہ شیعہ کے پیچھے نماز مین اقتدا کرنا جائز ہی یا نہین تو اس بارہ مین یہ حکم ہی کہ اگر اسکا عقیدہ اس درجہ تک پہونچا ہو کہ صحابہ کبار اور امہات المومنین کو کافر جانتا ہو بلکہ صرف ظلم اور غصب اور جور کے ذکر پر اکتفا کرتا ہو تو ضرورت کی حالت مین اُسکے پیچھے نماز مین اقتدا کرنے مین قباحت نہین اور اسکی دلیل

Marfat.com

وہ روایت ہی کہ بخاری اور مسلم مین وارد ہی اور مشکوٰۃ شریف مین بھی موجود ہی اور وہ روایت یہ ہی اَنَّ عَدِیَّ بْنَ خِیَارٍ دَخَلَ عَلٰی عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَھُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ اِنَّکَ اِمَامُ عَامَّۃٍ وَنَزَلَ بِکَ مَا تَرٰی وَیُصَلِّیْ لَنَا اِمَامُ فِتْنَۃٍ وَنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلٰوۃُ اَحْسَنُ مَا یَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَعَھُمْ وَاِذَا اَسَاءُوْا فَاجْتَنِبْ اِسَاءَتَھُمْ یعنی عدی بن خیار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوے اور آپ محصور تھے یعنی باغیون نے آپ کا حصار کیا تھا تو عدی بن خیار نے کہا کہ آپ عام طور پر سب لوگون کے امام ہین اور آپ پر جو تردد آیا ہی وہ آپ پر ظاہر ہی اور ہم لوگون کے آگے فتنہ کا امام یعنی مفسد امام نماز پڑھاتا ہے اور ہم لوگون کو اسمین حرج معلوم ہوتا ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز نہایت بہتر عمل لوگون کے اعمال مین سے ہی تو جب لوگ نیک عمل کرین تو تم بھی اُنکے ساتھ نیک عمل کرو اور جب لوگ برا عمل کرین تو اُنکی برائی سے پرہیز کرو یہ ترجمہ روایت مذکورہ کا ہے لیکن شیعہ کے پیچھے نماز مین اقتدا کرنا بحالت ضرورت بھی اس شرط کے ساتھ جائز ہی کہ ارکان نماز اور واجبات وضو مین ہمارے مذہب کے موافق عمل کرے اور اسمین کچھ خلل نہووے مثلاً وضو مین ہمارے مذہب کے موافق پاؤن دھووے ایسا نہو کہ اپنے مذہب کے موافق پاؤن پر مسح کرے ورنہ اُسکے پیچھے نماز مین اقتدا کرنا ہرگز جائز نہین البتہ مسائل اجتہادیہ کہ منصوصات قطعیہ سے نہین اور علما مین اُن مسائل مین فرضیت اور وجوب کے بارے مین باہم اختلاف ہی ایسے مسائل مین اگر خلل واقع ہو تو اسمین مضائقہ نہین جیسے یہ مسئلہ ہی کہ وضو مین ترتیب اور نیت شافعی کے نزدیک واجب ہی اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک ثابت ہی کہ جب خون نکلے اور بہہ جاوے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس حال مین بھی متاخرین حنفیہ کا مذہب یہی ہی کہ شیعہ کے پیچھے نماز مین ہرگز اقتدا نہ کرنا چاہیے لیکن مذہب منصور اور اقوے یہ ہی کہ جب شرط مذکور پائی جاوے تو اقتدا جائز ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ حضرت امام

Marfat.com

ابو یوسف علیہ الرحمۃ نے ہارون رشید کے پیچھے اقتدا کی تھی یعنی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جائز ہے کہ فاضل مفضول کے پیچھے اقتدا کرے اور مذہب تحقیق یہ ہے کہ مسائل اجتہادیہ مین حق تابع اجتہاد کا ہوتا ہے بخلاف مسائل منصوصہ کے یعنی بخلاف اُن مسائل کے کہ اُسمین نص وارد ہے کہ اگر خلاف اس نص کے اجتہاد کیا جاوے تو وہ قابل سماعت نہین فقط

سوال فی الملل والنحل ومما تقیم الحکمۃ من الخوارج وعن علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ انہ قاتل الناکثین والقاسطین والمارقین فقاتل الناکثین فاغتنم اموالھم وسبی ذراریھم ونساءھم وقاتل مقاتلۃ القاسطین وما اغتنم اموالھم وما سبی ثم رضی بالتحکیم وقاتل مقاتلۃ المارقین واغتنم اموالھم وسبی ذراریھم یعنے روایت ہے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے کہ آپ نے قتال کیا ناکثین اور قاسطین اور مارقین کے ساتھ تو ناکثین کے ساتھ قتال کیا اور اُنکا مال بطور غنیمت کے لیا اور اُنکی اولاد اور عورتون کو گرفتار کیا اور قتال کیا قاسطین کے ساتھ اور نہ اُنکا مال لیا اور نہ اُنکی اولاد اور نہ اُنکی عورتونکو گرفتار کیا پھر تحکیم پر راضی ہوئے اور قتال کیا مارقین کے ساتھ یعنی گروہ خوارج کے ساتھ اور اُنکا مال بطور غنیمت کے لیا اور اُنکی اولاد کو گرفتار کیا تو ان تینون گروہ کے حق مین حکم مین فرق ہونے کا سبب کیا ہے۔

جواب ناکثین اور قاسطین کے بارے مین ان امور مین جو فرق کیا گیا تو وہ صرف حسب اتفاق وقوع مین آیا اور اس امر کا بیان یہ ہے کہ قاسطین پر ایسا کامل غلبہ نہوا کہ ممکن ہووے کہ اُنکا مال بطور غنیمت کے لیا جاوے اور اُنکی اولاد اور عورتین گرفتار کی جاوین اور لفظ اغتنم کا کہ ناکثین کے حال مین وارد ہے اُس سے بھی مراد صرف غنیمت صوری ہے یعنی مراد یہ ہے کہ صرف تنبیہاً اُنکا مال اپنے قبضے مین رکھا گیا اور اُنکی عورتین اور اولاد حراست مین رکھی گئین چنانچہ حضرت طلحہ کا مال اُنکے لڑکون کو واپس دیدیا گیا اور بغاوت کے بارے مین حکم یہ ہے کہ جس مقتول نے وارث نہ چھوڑا ہو تو اُسکا مال بیت المال مین بطور

وقف کے رکھا جاویگا اور جو شخص زندہ ہووے اور بغاوت سے باز آوے تو اُسکا مال
اُسکو واپس کر دیا جاویگا اور اگر اُسکو بغاوت پر اصرار ہووے تو اُسکا مال ضبط رہے گا
اہل اسلام مین تقسیم نہ کیا جاویگا اور یہ جو روایت ہی کہ مارقین کا مال بطور غنیمت کے
لے لیا گیا اور اُنکی اولاد گرفتار کی گئی تو یہ روایت اہل حدیث اور اہل سیر کے نزدیک
مسلم نہین بلکہ صحیح کتابون مین اسی قدر مذکور ہی کہ یہ لوگ طعن کرتے تھے کہ کیا باعث ہے
کہ اُن لوگون کا خون کرنا مباح ہی اور اُنکا مال حرام ہی اور اسکے خلاف روایات مارقین
کے حق مین موجود ہین کہ عندالافاقہ نقل کرکے انشاء اللہ العزیز بھیجد یجاوینگی اور یہی حق بھی
ہی اسواسطے کہ محکمہ پر طعن نہروان کے قتل کے قبل کرتے تھے اور نہروان کا قتل مارقین
کے ساتھ اسکے بعد وقوع مین آیا تو اسکے کچھ معنی نہین کہ جو امر ہنوز وقوع مین نہ آیا تھا
اسکے بارے مین طعنہ کیا گیا ہو اور باوجود اسکے اُنکی اولاد اُنکے ہمراہ نہ تھی حاصل کلام
سیر اور حدیث کے اعتبار سے یہ عبارت مختل اور موہوم معلوم ہوتی ہی فقط

سوال وجوب وصایت کہ مختلف فیہ ہی اُس صورت مین کہ وصایت
سے مراد خلافت ہووے اسواسطے کہ بصورت وقوع اس امر کے تفسیق اور تخطیہ تمام
مہاجرین اور انصار کی لازم آتی ہی۔

سوال و جواب در بارہ فدک کے اہل سنت کی کتابون سے وراثت کے
دعوی کے سوا اور کچھ صحیح طور پر ثابت نہین اور صاحب ملل و نحل نے شیعہ کی روایات کے
موافق دونون شق وراثت اور ہبہ کی بیان کی ہین اور جو اہل سنت کی بعضی روایات مین کہ
نہایت ضعیف ہین لفظ ہبہ کا دعوی مین واقع ہوا ہے تو وہ بھی شیعہ کے اختلاط اور تلبیس
کے قبیل سے ہی معارج النبوہ مین بھی اسی طرح کی روایات اخذ کرکے اُسکا ترجمہ کیا ہوگا فقط

کلینی کی کافی مین مذکور ہی لَمَّا وَرَدَ اَبُو الْحَسَنِ مُوسیٰ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلَی الْمَهْدِیِّ رَ
اٰہُ یَرُدُّ الْمَظَالِمَ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ مَا بَالُ مَظْلِمَتِنَا لَا تُرَدُّ فَقَالَ لَهٗ وَمَا

ذلك يا ابا الحسن قال ان الله تبارك وتعالى لما فتح على نبيه صلى الله عليه
وآله وسلم فدك وما والاها لم يوجف عليها بخيل ولا ركاب فانزل
الله على نبيه صلى الله عليه وآله وسلم وآت ذا القربى حقه فلم يدر
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من هم فراجع في ذلك جبرئيل عليه السلام
وراجع ربه فاوحى الله ان ادفع فدك الى فاطمة فدعاها رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم فقال يا فاطمة ان الله امرني ان ادفع اليك فدك
فقالت قبلت يا رسول الله من الله ومنك فلم يزل وكلاؤها فيها حيوة
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فلما ولي ابو بكر اخرج عنها وكلاءها فاتته
فسألته ان يردها عليها فقال لها ائتيني باسود او احمر يشهد لك فجاءت
بامير المؤمنين عليه السلام وام ايمن فشهدا لها فكتب لها بترك التعرض
فخرجت والكتاب معها فلقيها عمر فقال ما هذا معك يا بنت محمد قالت
كتاب كتبه لي ابن ابي قحافة قال اريني فابت فانتزعه من يدها
ونظر فيه ثم تفل فيه ومحاه وخرقه وقال لها هذا لم يوجف عليه
ابوك بخيل ولا ركاب فضعي الحبال في رقابنا فقال له المهدي حدها لي
فقال حد منها جبل احد وحد منها سيف البحر وحد منها دومة الجندل
هي حصن على خمسة عشر ليلة من المدينة وحد منها عريش مصر فقال له
كل هذا قال نعم يا امير المؤمنين هذا كله هذا كله مما لم يوجف اهله
على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بخيل ولا ركاب فقال كثير وانظر
فيه يعني جب ابو الحسن موسی علیہ السلام مہدی کے پاس وارد ہوئے اور اُنکو دیکھا کہ لوگونکا
مظالم واپس کرتے ہین یعنی جسکا مال ظلم سے کسی نے لے لیا ہی وہ اُسکو واپس لوٹاتے ہین
تو ابو الحسن نے کہا کہ ای امیر المؤمنین ہم لوگون کی چیز جو ظلم سے لیگئی ہی اُسکا حال کیا ہے

کہ وہ ہم تو گونکو واپس نہین دلواتا تو مہدی نے کہا کہ ای ابوالحسن وہ کیا چیز ہی تو ابوالحسن
نے کہا کہ تحقیق کہ اللہ تعالی نے جب اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فدک پر اور اسکے
متصل کی زمین پر فتح دی کہ اسپر گھوڑے اور اونٹ پر سوار ہو کر حملہ نکیا گیا تھا تو اللہ تعالی
نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل فرمائی کہ صاحب قرابت کو اسکا حق دیجیے
تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم نہوا کہ وہ لوگ کون ہین تو یہ امر حضرت جبرئیل
علیہ السلام سے پوچھا اور انہون نے اپنے پروردگار سے پوچھا تو اللہ تعالی نے وحی نازل
فرمائی کہ فدک حضرت فاطمہ رض کو دیجیے تو حضرت فاطمہ رض کو پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلایا اور
کہا کہ ای فاطمہ اللہ تعالی نے مجھکو حکم فرمایا ہے کہ مین تمکو فدک دون تو حضرت فاطمہ رضی اللہ
عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ مین نے قبول کیا جو مجھکو اللہ کی طرف سے اور آپکی طرف سے
ملا پھر برابر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وکلا یعنی کارپرداز اسمین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی حیات تک رہے پھر جب والی یعنی متصرف حضرت ابوبکر ہوئے تو اس مقام سے
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وکلا یعنی کارپردازون کو نکال دیا تو حضرت فاطمہ رض حضرت ابوبکر رض
کے پاس تشریف لائین اور کہا کہ آپ فدک ہمکو واپس دیدوین تو حضرت ابوبکر رض نے حضرت
فاطمہ رض سے کہا کہ ہمارے پاس سود اور احمر کو لے آؤ کہ وہ تمہارے موافق شہادت دیوین
تو حضرت فاطمہ رض حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور ام ایمن کو لے آئین تو ان دونون حضرات
نے حضرت فاطمہ رض کے موافق شہادت دی تو حضرت ابوبکر رض نے حضرت فاطمہ رض کے لیے لکھدیا کہ
فدک کے بارے مین تعرض نہ کیا جاویگا تو حضرت فاطمہ رض باہر تشریف لائین اور وہ نوشتہ
آپکے پاس تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رض نے کہا کہ اے
صاحبزادی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیا چیز تمہارے پاس ہے تو کہا کہ ایک نوشتہ
ہے یہ میرے واسطے ابن ابی قحافہ نے لکھدیا ہے تو حضرت عمر رض نے کہا کہ یہ نوشتہ مجھکو
دکھلاؤ تو حضرت فاطمہ رض نے انکار کیا تو حضرت عمر رض نے آپکے ہاتھ سے وہ نوشتہ کھینچ لیا اور اسکو دیکھا

Marfat.com

پھر اُسیر تھوک دیا اور اُسکو مٹا دیا اور اُسکو چاک کر دیا اور حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ اسپر تمھارے والد نے گھوڑا اور اونٹ ہمراہ لیکر حملہ نکیا تھا تو تم حبال ہلو گونکی گردن مین بکھتی ہو تو ابوالحسن سے مہدی نے کہا کہ اُسکی حد مجھسے بیان کرو تو ابوالحسن نے کہا کہ اسکے ایک جانب کی حد جبل اُحد ہے اور دوسرے جانب کی حد کنارہ دریاے شور کا ہے اور تیسرے جانب کی حد دومۃ الجندل ہے اور وہ ایک قلعہ ہے کہ مدینہ منورہ سے پندرہ دن کی راہ کے فصل پر ہے اور اُسکے چوتھے جانب کی حد عریش مصر ہے تو مہدی نے ابوالحسن سے کہا کہ کیا یہ سب ہے تو ابوالحسن نے کہا کہ ہان یا امیر المومنین یہ سب ہے یہ سب اُس چیز سے ہے کہ وہان کے لوگون نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گھوڑا اور اونٹ ہمراہ لیکر حملہ نکیا تو مہدی نے کہا کہ بہت ہے اور یہ قابل غور کے ہے۔

سوال یہ حدود اربعہ فدک کی کہ مذکور ہوئین ان حدود کے درمیان کی مسافت ہندوستان کے دو صوبہ کی مسافت سے زیادہ ہوتی ہے اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ وکلاء یعنی کارپرداز حضرت سیدۃ النساء علیہا السلام کے زمانہ مین جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسپر متصرف تھے اور معلوم ہے کہ ہنوز مصر کا ملک فتح نہوا تھا بلکہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے خلافت مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتح ہوا۔

جواب جو حدیث کہ کلینی سے تحریر فرما کر بھیجی ہے وہ بالکل دروغ اور افترا ہے اصل قصہ یہ ہے کہ اہل سنت کی کتابون مین مذکور ہے کہ ایک دن مہدی عباسی نے امام موسی کاظم سے بطریق مباسطت کے کہا کہ جملہ دعوی تمھارا ہمپر فدک کی بابت ہے آؤ فدک ہم تمکو واپس کر دیوین تو امام موسی کاظم نے فرمایا کہ فدک اگر اُسکی سب حدود کے ساتھ ہمکو دیدو تو قبول کرتا ہون تو مہدی نے پوچھا کہ فدک کی حدود کیا کیا ہین تو امام موسی کاظم نے کہا کہ ایک حد اُسکی سمرقند ہے اور دوسری حد افریقیہ ہے اور تیسری حد کنارہ دریای شور کا ہے

کہ عدن کی طرف سے منتہاے یمن تک ہے اور غرض انکی یہ تھی کہ ہمارا دعوی تمھارے ساتھ
خلافت کے بارے مین ہے صرف فدک کے بارے مین نہین بھی قصہ انکے روایت اس
ترتیب کے ساتھ روایت کیا ہے انکی جو نہایت صحیح کتابین ہین انکی حالت یہ ہے فقط

مسئلہ جو مسائل استفسار کیے گئے ہین منجملہ انکے پہلا مسئلہ قصہ رباعی کا ہے کہ تحفہ
اثنا عشریہ کے باب مکائد مین مرقوم ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ طعن شیعہ پر انکے اصل
مذہب کے بارے مین ہے کہ انکے نزدیک ضرور ہے کہ صرف خاک پر یا اس چیز پر کہ
جنس سے خاک کے ہووے سجدہ کرنا چاہیے اور انکے مذہب مین اس بارے مین
کسی خاص خاک کی خصوصیت نہین کہ مثلاً خاص خاک تربت مطہرہ حضرت امام شہید
رضی اللہ عنہ کی ہووے یا اور کوئی دوسری خاک ہووے البتہ انکا معمول یہ ہے کہ
اس خاک کی نسبت آنجناب کی تربت مطہرہ کے ساتھ کرتے ہین اور بہر حال تحفہ
اثنا عشریہ کے اس کلام سے یہ مفہوم نہین ہوتا ہے کہ انکے سجدہ گاہ کی خاک سنیون
کے استنجا کے قابل ہے تا اسمین سوء ادب کا گمان ہووے نعوذ باللہ من ذلک بلکہ
امر بالعکس ہے اسکا مضمون یہ ہے کہ اگر سنی کسی خاک سے استنجا کرے تو انکے نزدیک
وہ خاک سجدہ گاہ ہونے کے قابل ہو سکتی ہے اسواسطے کہ انکی فقہ کا مسئلہ ہے کہ جب
پیشاب کا مقام تین مرتبہ جھاڑ دیا جاوے تو اسکے بعد جو کچھ پیشاب و ودی نکلے پاک
ہے تو مثلاً اگر سنی پیشاب کے بعد پیشاب کا مقام تین مرتبہ جھاڑ دیوے اور اسکے بعد
کلوخ سے استنجا کرے یعنی کلوخ لیوے تو وہ کلوخ انکے نزدیک سجدہ گاہ ہو سکتا ہے اور
سوء ادب اسوقت ہوتا کہ یہ کہا گیا ہوتا کہ جس خاک پر شیعہ سجدہ کرتے ہین چاہیے کہ سنی
اوس سے استنجا کرین اور اس کلام مین کچھ بھی سوء ادب نہین اور فرق ظاہر ہے
ہمارے اس دو قول مین کہ ایک قول یہ ہے کہ جس خاک سے سنی استنجا کرتے ہین اوسپر
وہ لوگ سجدہ کرتے ہین اور دوسرا قول یہ ہے کہ جس خاک پر وہ لوگ سجدہ کرتے ہین

Marfat.com

اُسنی اُس سے استنجا کرتے ہین اور وحشت کا باعث اخیر قول ہوسکتا ہے پہلا قول نہین ہوسکتا ہے تو اس شعر کے معنی یہی ہین غور فرمانا چاہیے ہرگز کوئی دوسرا ایسے معنے مفہوم نہین ہوتے ہین کہ اسمین سوء ادب ہووے اور اسپر دلیل یہ ہے کہ اس شعر کے سیاق مین ایک دوسرا شعر لکھا ہے کہ اُس سے اصل مراد صراحۃً معلوم ہوجاتی ہے شعر روزے گفتیم بکلوخ استنجا ٭ خوش باش کہ شیعان بتو سجدہ کنند ٭ یعنی ایک دن مین نے کہا کہ اے کلوخ استنجا کا تو خوش رہ کہ شیعہ تجھپر سجدہ کرتے ہین حاصل کلام یہ کہ مشبہ سوء ادب اس شعر مین قبیل سے ایہام العکس کے ہے کہ اسمین جو مضمون مذکور ہوتا ہے اپنے عکس کے ساتھ مشتبہ ہوجاتا ہے لیکن کچھ غور کرنے سے یہ ایہام دفع ہوجاتا ہے چنانچہ یہ امر آپ ایسے لوگون پر مخفی نہین فقط

مسئلہ تیسرا مسئلہ کہ تحفۂ اثنا عشریہ مین باب امامت مین آیت تطہیر کے بیان مین مذکور ہے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے اہل بیت کی عدم عصمت پر حالانکہ نفس نفیس آنجناب کا بھی اہل بیت مین داخل ہے اور عصمت آنجناب کی یقینی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ نفس نفیس آنجناب کا اہل بیت سے اس آیت مین تخصیص عقلی کے طور پر خارج کرلیا گیا ہے اسواسطے کہ آنجناب کی عصمت عقلی اور یقینی دلائل سے ثابت ہے اور معصوم طاہر ہے اور تطہیر طاہر کی عقل کے خلاف ہے اسواسطے کہ اس سے تحصیل حاصل کی لازم آتی ہے. جیسے ذات پاک رب العزۃ کی تخصیص عموم آیۃ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سے کیجاتی ہے اسواسطے کہ قدرت صرف ممکن کے بارے مین ثابت ہوتی ہے اور واجب اور ممتنع کے بارے مین ثابت نہین ہوتی ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمنے تسلیم کیا کہ نفس نفیس آنجناب کا بھی اہل بیت مین کہ اس آیت مین مذکور ہے داخل ہے لیکن یہ ارادہ کرنا کہ اُس جماعت کی تطہیر کیجاوے کہ اُس جماعت سے بعض طاہر ہے اور بعض طاہر نہین یہ عقل کے موافق ہے خلاف نہین اسواسطے کہ تطہیر کا تعلق اُسکے ساتھ ہے جو طاہر نہین تو تحصیل حاصل کی لازم

نہین آتی ہے اور حاصل یہ ہے کہ ارادہ تطہیر کل مجموعی کا منافی اسکے نہین کہ اُس کل مجموعی
کے بعضے کی طہارت اور عصمت ثابت ہے تو اس صورت مین کوئی قباحت لازم نہین آتی
ہے اسواسطے کہ کل مجموعی جب موضوع ہوگا تو قضیہ حکم مین شخصیہ کے ہوگا اور تناقض رفع
ہو جاتا ہے جب باعتبار کل اور جزء کے اختلاف ہووے جیسا اس مشہور مثال مین
ہے اَلزَّنجِیُّ اَسْوَدُ اَیْ بَعْضُہٗ وَالزَّنجِیُّ لَیْسَ بِاَسْوَدَ اَیْ کُلُّہٗ یعنی زنگی
سیاہ ہوتا ہے یعنی بعض بدن اُسکا سیاہ ہوتا ہے اور زنگی سیاہ نہین ہوتا ہے یعنی
کل بدن اُسکا سیاہ نہین ہوتا ہے اور یہان بھی ایسا ہی ہے اسواسطے کہ عدم عصمت
کل مجموعی کی صادق ہوتی ہے اُسکے بعض اجزا کی عصمت منتفی ہونے سے اور اس سے
اُسکے سب اجزا کی عصمت کی انتفا لازم نہین آتی ہے تا محال لازم آوے اور تیسرا
جواب بھی ہے کہ اُس سے آپ متنبہ ہوئے فقط

سوال وجواب یہ جو قول ہے قَاتِلُ الزُّبَیْرِ فِی النَّارِ یعنی قاتل زبیر کا دوزخی ہے
شیعہ نے اسکی توجیہ یہ کی ہے کہ وہ قاتل اسوجہ سے دوزخی ہوا کہ اُسنے خودکشی کی اور
اسوجہ سے وہ دوزخی نہوا کہ زبیر کو اُسنے قتل کیا تو یہ توجیہ فاسد ہے اور اصول کے خلاف
ہے اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہوا ہے کہ جب کسی حکم کی تعلیق کسی وصف کے ساتھ ہو
تو اُس سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ وصف علت ہے اُس حکم کے لیے تو یہ حکم کہ وہ قاتل
دوزخی ہے اسکی علت اس قول سے یہ ثابت ہے کہ اُسنے حضرت زبیرؓ کو قتل کیا اور کوئی
دوسری علت نہین اور علاوہ اسکے استدلال کرنا اس قول سے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ
ان دونو حضرات کے حق مین برابر ہے خواہ ان دونون حضرات کی توبہ کرنا ثابت ہو یا نہ ثابت ہو
بلکہ ان دونون حضرات کی خطا اور سوا انکے ایسے اور دوسرے لوگونکی خطا اُس قبیل سے
ہے کہ جیسے بعضے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لغزش وقوع مین آئی فقط

Marfat.com

متفرقات مسائل

سوال کیا قول ہے علماء کا اس مسئلہ مین کہ ایک شخص وحدت شہود کا قایل ہے اور
کہتا ہے کہ کتابونکا نازل ہونا اور پیغمبرونکا مبعوث ہونا اسی مطلب کے لیے ہوا اور جس شخص نے
کلمہ طیبہ کے معنے بطور وحدت وجود کے یا بطور وحدت شہود کے نہ سمجھے تو اُسکا ایمان لانا
کلمہ طیبہ کے معنے پر درست نہوا اگرچہ جب وہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر ایمان
لایا تو اس سے ثابت ہوا کہ وہ اُن سب چیزون پر ایمان لایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
واصحابہ وسلم کی طرف سے ہلوگونکو پہونچی ہین اور یہ امر اُسکی نجات کے لیے باعث بھی ہوا
لیکن چونکہ توحید مذکور کے معنی کی تصدیق کرنا اُسکے حق مین ثابت نہین اسواسطے وہ مشرک
ہوا اگرچہ وہ شخص علماء محدثین اور ائمہ مجتہدین سے ہو تو جو شخص کہ ایسا عقیدہ رکھے وہ
اہل سنت کے مذہب مین داخل ہی یا نہین اور اُسکے پیچھے نماز پڑھنے کی بارے مین کیا حکم ہے
جواب اگر کوئی شخص وحدت وجود کا قایل ہوا اور اُسمین غلو اور افراط نہو یعنی واجب
اور ممکن کے مرتبہ مین فرق جانے اور ایسا ہی مسلمان اور کافر مین اور نبی اور دجال مین
اور نماز اور زنا مین اور خنزیر اور بکری مین فرق جانے اور محدثین اور فقہائے متکلمین سے
جو لوگ ایسے ہوئے ہین کہ وحدت وجود کے قایل نہتے اُنکی تکفیر اور تضلیل نہ کرے اور جانتا ہو
کہ انبیاء علیہم السلام بھی یہ مسئلہ دریافت کرنے مین معذور ہین تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا
جائز ہے اسواسطے کہ اکثر ائمہ سے مثلاً شیخ اکبر اور بعضے دوسرے صوفیہ اسیطرح کے گذرتے
ہین اور یہ کسطرح کہا جاوے کہ اُن حضرات کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہ تھا اور اگر وہ شخص کہ
وحدت وجود کا قایل ہے افراط کرتا ہے اور اُسکو غلو ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا تو بلا شک وہ
بدعتی ہے اور فقہ کی کتابون مین وارد ہے کہ لا یجوز الصلوٰۃ خلف المبتدع یعنی
بدعتی کے پیچھے نماز جائز نہین واللہ اعلم

پہلا سوال سوال کرتے ہین اور فتوی چاہتے ہین طالب العلم اور عامہ اہل اسلام

علمائے دین اور مفتیان شرع متین سے اس مسئلہ میں کہ جو شخص کشف وحدت وجود کا قائل ہو اور کشف وحدت شہود کا منکر ہو اور اسمیں الحاد اور اتحاد اور اباحت اور حلول کی طبعی کے خیال کا شائبہ نہو تو کیا وہ مسلمان ہے اور حضرت غوث الاعظم علیہ الرحمۃ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت قطب الدینؒ اور حضرت خواجہ فرید الدین قدس سرہم یہ مشرب رکھتے تھے یا نہیں۔

دوسرا سوال ایک شخص اہل قبلہ اور اہل شہادت سے ہے اور حتی المقدور اکثر احوال میں ظاہر اور باطن میں شرع شریف پر قائم ہے تو اسکو کافر کہنا اور ارتداد کا حکم اسپر جاری کرنا درست ہے یا نہیں اور جو شخص ایسا حکم جاری کرے اسکے بارے میں کیا حکم ہے۔

تیسرا سوال ایک شخص کو بزرگوں سے مرید کرنے کی اجازت حاصل ہے اور مرید کو اسکے حوصلے کے موافق شریعت اور طریقت کے احکام کی تعلیم بھی دیتا ہے تو اس شخص سے مرید ہونا درست ہے یا نہیں۔

چوتھا سوال ہم لوگ اکثر خواص و عوام بعضے قادریہ طریقہ میں اور بعضے چشتیہ طریقہ میں حضرت شیخ فرید شکر گنج کی اولاد سے مرید ہوئے ہیں اور بعضے سہروردیہ طریقہ میں شیخ بہاؤ الدینؒ ملتانی کی اولاد سے مرید ہوئے ہیں اور بعضے دوسرے طریقہ میں اُس طریقہ کے خلفاء سے مرید ہوئے ہیں اور بعضے بوساطت میاں محمد رمضانؒ شاہ کے مرید ہوئے ہیں اور میاں صاحب موصوف نے ہملوگوں سے چہ چیز سے توبہ کرائی ہے کہ مضمون سے آیۃ اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ کے ثابت ہے اور جس چیز کے کرنے کے لیے حکم شرع شریف میں ہے اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے اُن سب چیزوں سے عام طور پر توبہ کرائی ہے اور چچیرے بھائیوں اور بہنوئیں باہم رشتہ داری قرار دی ہے اور کلمہ نفی کبیر اور خلفاء سے اُن لوگوں کو پہونچایا ہے مثلاً گنگول حضرت شاہ کلیم اللہؒ جہان آبادی

کی اُسکی تعلیم ہوئی ہے اور قول الجمیل اور حضرت شیخ نظام الدین ہانسوی قدس سرہ کی ارشاد الطالبین کی بھی تعلیم ہوئی ہے تو ہم لوگونکا مرید ہونا اُن حضرات سے درست ہوا ہے یا نہین اور اس عہد سے پھر جانا واجب ہے یا نہین بینوا توجروا

جواب سوال اول - وحدت وجود کا قائل ہونا ایسے طور پر کہ احکام شرع کے خلاف نہو عین ایمان و اسلام ہے اسمین کفر کا شائبہ نہین یعنی سب موجودات کو مظاہر حق کا جانے اور یہ سمجھے کہ وجود ایک ہے لیکن وجود کے ہر مرتبہ کے لیے حکم جداگانہ ہے وجود بعضے مراتب مین عبدیت کے ساتھ موصوف ہے اور بعض مراتب مین الوہیت کے ساتھ موصوف ہے اور بعضے مراتب مین حلال کے ساتھ موصوف ہے اور بعضے مراتب مین حرام کے ساتھ موصوف ہے اور بعضے مراتب مین طاہر کے ساتھ موصوف ہے اور بعضے مراتب مین نجس کے ساتھ موصوف ہے اور چاہیے کہ وجود کے مراتب مین خلط نہ کرے اور یہ عقیدہ رکھے

ع ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد * گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی * یعنے وجود کے ہر مرتبہ کے لیے علیحدہ علیحدہ حکم ہے اگر تو حفظ مراتب نہ کرے تو زندیق ہے اور چاہیے کہ یہ بھی عقیدہ رکھے کہ عبد عبد ہے یعنی عبد ہمیشہ مرتبہ مین عبد کے رہیگا اگرچہ کسیقدر زیادہ ترقی کرے اور رب رب ہے یعنی رب ہمیشہ مرتبہ مین رب کے رہیگا اگرچہ وہ اپنی رحمت سے عباد کی شان مین محبت کا کلمہ فرماوے کہ اُس سے بلا تشبیہ اُسکا اختلاط عبد کے ساتھ ظاہراً گمان کیا جاوے اور مشائخ کبار اور علماء نامدار نے ان سب امور کی تصریح فرمائی ہے اور اپنی تصنیفات مین یہ سب امور مفصل طور پر ذکر فرمائے ہین قادریہ طریقہ کے اس دیار کے مشائخ سے شیخ عبدالرزاق کا یہی قول ہے اور چشتیہ طریقہ کے مشائخ سے حضرت سید گیسو دراز اور سید جعفر مکی اور نقشبندیہ طریقہ کے مشائخ سے حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرار اور مولانا عبدالرحمن جامی اور مولانا عبدالغفور لاری اور شیخ عبدالرزاق کاشی اور مشائخ عرب سے شیخ محی الدین عربی اور شیخ صدر الدین قونوی اور شیخ عبدالکریم

Marfat.com

علی اور شیخ عبدالوہاب اور علمائے مدینہ منورہ سے حضرت شیخ ابراہیم کردی اور مشائخ مکہ معظمہ سے
شیخ حسام الدین علی متقی نے اور دوسرے علماء نے مثلاً شیخ عبدالحق دہلوی مرج البحرین
مین یہی قول اختیار فرمایا ہے تو یہ جاننا کہ یہ قول کفر ہے گویا ان سب بزرگونکی تکفیر کرنی ہے
نعوذ باللہ من ذلک اور حضرت غوث الاعظم اور حضرت خواجہ بزرگ اور حضرت خواجہ
قطب الدین علیہم الرحمۃ کے کلام مین بھی اسیطرف اشارہ پایا جاتا ہے اور حضرت خواجہ
فرید الدین گنج شکر سے متواتر طور پر منقول ہے کہ اپنے مریدونکو پنجابی زبان مین فکر کی تلقین
فرماتے تھے کہ ہر جہت کی طرف متوجہ ہو کر یہ لفظ کہین دلیل تو اور اس سے صراحۃً وحدت
وجود کا اقرار ثابت ہوتا ہے اور ترمذی کی حدیث مین ہے لَوْ اَنَّکُمْ دَلَّیْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَی الْاَرْضِ
السُّفْلٰی لَهَبَطَ عَلَی اللّٰهِ یعنی اگر تم لوگ رسی ساتوین زمین تک لٹکاؤ تو وہان بھی اللہ کے
پاس ہوویگی اور یہ بھی صحیح حدیث مین ہے اِذَا رَفَعْتَ مِنَ الرُّکُوْعِ فَقُلْ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ
فَاِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ عَلٰی لِسَانِ عَبْدِهٖ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ یعنی جب تو اپنا سر رکوع سے اٹھاوے تو چاہیے
کہ یہ کہے رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اسواسطے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی زبان سے کہتا ہے
سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ یعنی سنا اللہ نے اس شخص کی بات کو کہ اسنے اللہ کی حمد کی بلکہ اکثر آیات
مین اس مضمون کی طرف اشارہ وارد ہوا ہے اور اس بارہ مین زیادہ صریح یہ آیات ہین
سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّهٗ
عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ اَلَآ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ اَلَآ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ یعنی
قریب ہے کہ دکھلاوینگے ہم انکو اپنی نشانی آفاق مین اور انکے نفسون مین حتے کہ انپر ظاہر
ہو جاویگا کہ تحقیق کہ یہ حق ہے کیا کافی نہین تیرے پروردگار کے لیے یہ کہ وہ ہر چیز کے پاس
حاضر ہے آگاہ رہیے اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کہ یہ لوگ شک مین ہین اللہ تعالیٰ
سے ملنے کے بارے مین آگاہ رہیے تحقیق کہ اللہ ہر چیز پر محیط ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ
یعنی پس جسطرف تم رخ کرو وہان اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی

سورہ حم السجدہ

یعنی اور تیر نہ چلایا آپنے جب آپ نے تیر چلایا لیکن اللہ نے تیر چلایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ یعنی تحقیق کہ جو لوگ آپسے بیعت کرتے ہین تو سوا اسکے دوسرا امر نہین کہ وہ اللہ سے بیعت کرتے ہین اللہ کا ہاتھ اُنکے ہاتھ پر ہے

جواب دوسرے سوال کا۔ جو شخص کہ اہل قبلہ سے ہو یعنی اہل سنت کے عقائد کا اعتقاد رکھتا ہو اُسکو کافر کہنا اور اُسپر کفر کا حکم جاری کرنا اہل اسلام کے طریقہ کے خلاف ہے اور جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو وہ قابل تعزیر کے ہے چنانچہ فتاوی عالمگیری مین لکھا ہے مَنْ قَذَفَ مُسْلِمًا بِیَا فَاسِقُ وَھُوَ لَیْسَ بِفَاسِقٍ یَا ابْنَ فَاسِقٍ یَا کَافِرُ یَا یَھُوْدِیُّ یَا نَصْرَانِیُّ اِلٰی پھر کچھ عبارت کے بعد ہے عُزِّرَ یعنی جو شخص کسی مسلمان پر یہ تہمت لگاوے کہ اُسسے کہے یا فاسق اور حالانکہ وہ فاسق نہو یا یہ کہے ای لڑکے فاسق کے یا کہے ای کافر یا یہ کہے ای یہودی یا کہے ای نصرانی تو اُسکو سزا دیجاویگی اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث مین وارد ہے کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہے اُسکی طرف کفر کی نسبت نہ کرنی چاہیے اور اُسکو اسلام سے خارج نہ سمجھنا چاہیے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ثَلٰثٌ مِّنْ اَصْلِ الْاِیْمَانِ اَلْکَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا یُکَفَّرُ وَلَا یُذْنَبُ وَلَا یُخْرَجُ مِنَ الْاِسْلَامِ بِعَمَلٍ اِلٰی اٰخِرِہٖ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ یعنی تین چیز اصل ایمان ہے باز رہنا اُسکی بدگوئی سے کہ اُسنے کہا لا الٰہ الا اللہ چاہیے کہ اُنکو کافر نہ کہا جاوے اور نہ گنہگار کہا جاوے اور نہ خارج کرتو اُسکو اسلام سے کسی عمل کیوجہ سے آخر حدیث تک۔

جواب تیسرے سوال کا۔ مرید ہونا اُس شخص سے درست ہے کہ اُسمین پانچ شرطین متحقق ہووین پہلی شرط یہ ہے کہ کتاب اور سنت کا علم رکھتا ہو خواہ خواندہ ہو خواہ کسی عالم سے دریافت کرکے علم حاصل کیا ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ اُسمین عدالت اور تقوی کی صفت پائی جاوئے اور کبیرہ گناہ سے پرہیز کرتا ہو اور صغیرہ گناہ پر اصرار نہ کرتا ہو اور تیسری شرط یہ ہے کہ اُسکو دنیا سے بے رغبتی ہو اور آخرت کے امور کی طرف راغب ہو اور طاعات

وکدہ ہمیشہ ادا کرتا ہو اور صحیح احادیث مین جو اذکار وارد ہین آنمین بھی ہمیشہ مشغول رہتا ہو اور چوتھی شرط یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہو یعنی نیک عمل کرنے کے لیے حکم کرتا ہو اور برے اعمال سے منع کرتا ہو اور پانچوین شرط یہ ہو کہ مشائخ سے یہ امور حاصل کیے ہون اور معتد بہ صحبت آن حضرات کے ساتھ رکھی ہو تو جب یہ سب شروط کسی شخص مین متحقق ہو وین تو اُس سے مرید ہونا درست ہے چنانچہ قول الجمیل فی بیان سواء السبیل مین تفصیل ان شروط کی مذکور ہے۔

جواب چوتھے سوال کا۔ ایسے لوگون سے مرید ہونا درست ہے اور جب مرید ہو جاوے تو پھر اُس سے برگشتہ ہونا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے اسواسطے کہ مرید ہونے سے مراد عہد کرنا ہے بندگان خدا سے کسی بندہ کے ہاتھ پر کہ وہ بندہ واسطہ بواسطہ نائب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نائب خدا کے ہین تو گویا اُس شخص نے خدا کے ساتھ عہد کیا تو جب اُس عہد کو توڑیگا تو لازم آویگا کہ اُسنے خدا کا عہد توڑا چنانچہ قرآن شریف مین وارد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ ۚ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

سورۂ فتح

یعنی تحقیق کہ جو لوگ بیعت کرتے ہین آپ سے سوا اسکے دوسرا امر نہین کہ وہ لوگ بیعت کرتے ہین اللہ سے اللہ کا ہاتھ اُن لوگونکے ہاتھون پر ہے پس جسنے عہد توڑا تو سوا اسکے دوسرا امر نہین کہ اُسنے عہد توڑا اپنی جان کے نقصان کو لیے اور جسنے وفا کی وہ چیز کہ عہد کیا ہے اُسکے لیے اللہ سے پس قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسکو اجر عظیم دیگا اور ایسی اکثر آیات ہین کہ اُنمین عہد شکنی کی مذمت وارد ہے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَاَیْمَانِہِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَہُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَلَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْہِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْہِمْ ۠ وَلَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

سورۂ آل عمران

یعنی تحقیق کہ جو لوگ خرید کرتے ہین یعنی لیتے ہین اللہ کے عہد کے عوض

اور اپنی قسمون کے بدلے مین کم قیمت اُنکے لیے کچھ حصہ آخرت مین نہین اور نہ کلام کریگا اُنسے اللہ اور نہ نظر کریگا اُنکی طرف قیامت کے دن اور نہ پاک کریگا اُنکو اور اُنکے لیے دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝ اور جو لوگ کہ توڑتے ہین عہد خدا کا بعد اُسکے کہ وہ عہد مضبوطی کے ساتھ کرتے ہین اور منقطع کرتے ہین اُس چیز کو کہ اللہ نے اُسکے باری مین حکم فرمایا ہے اس سے کہ ملائی جاوے وہ چیز یعنی اُس حکم کی تعمیل ملتوی کرتے ہین اور فساد کرتے ہین زمین پر اُنکے حق مین لعنت ہے اور اُنکے لیے آخرت کی بُرائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یعنی آیا جب عہد کیا اُن بدکارون نے تو اُنمین سے کسی فریق نے وہ عہد توڑا اور صحیح حدیث مین مذکور ہے اٰیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ یعنی منافق کی چیز تین ہین اگر وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور اپنے کو مسلمان سمجھے اور وہ تین نشانیان یہ ہین کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے ۔

سوال قبر کا طواف کرنا کفر ہے یا نہین اور جو شخص قبر کا طواف کرے اُسکو کافر کہنا چاہیے یا نہین ۔

جواب طواف کرنا صالحین اور اولیاء کی قبر کا بلاشبہ بدعت ہے اسواسطے کہ سابق زمانہ مین نہ تھا اور اس امر مین اختلاف ہے کہ یہ بدعت حرام ہے یا مباح ہے فقہ کی بعضی کتابون مین مباح لکھا ہے اور اصح یہ ہے کہ مباح نہین اسواسطے کہ بت پرستونکے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے کہ وہ بتونکے گرد اگرد یہ عمل کرتے تھے اور مباح نہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ شرع مین طواف کا حکم صرف کعبہ شریف کے بارے مین وارد ہے اور یہ سمجھنا خوب نہین کہ

Marfat.com

بزرگون کی قبر کعبہ شریف کے مانند ہے لیکن یہ بھی نہایت قبیح ہے کہ جو شخص یہ عمل کرے اُسکو کافر کہا جاوے اور دائرہ اسلام سے اُسکو خارج سمجھا جاوے اور یہ بھی نہایت قبیح ہے کہ جو شخص ایسے شخص کو کافر کہے اُسکو کافر کہا جاوے فقط

بزرگون کی روح سے استمداد کرنے کی دو قسمین ہین ایک قسم یہ ہے کہ اس طریقہ سے زندہ بزرگان دین سے بھی استمداد کرتے ہین اور وہ طریقہ یہ ہو کہ یہ سمجھے کہ ان بزرگون کی دعا جلد جلد قبول ہوتی ہے اور اکثر قبول ہوتی ہے اور اس خیال سے اُنکو اپنے مطالب کی درخواست کے لیے واسطہ قرار دیوے اور صرف یہ سمجھے کہ یہ بزرگان صرف واسطہ اور بمنزلہ آلہ کے ہین اور اسکے سوا اور کوئی دوسرا خیال نکرے کہ معاذ اللہ یہ بزرگان قادر مطلق ہین بلکہ اُنکو صرف بمنزلہ عینک کے سمجھے اور یہ بلا شبہ جائز ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ مستقل طور پر اپنی مراد بزرگان دین سے چاہے اور یہ سمجھے کہ مراد حاصل کرا دینے مین یا خود مراد پوری کرنے مین اُنکو بالاستقلال اختیار ہے اور یہ جانے کہ یہ بزرگان حق تعالیٰ کے قرب کا ایسا مرتبہ رکھتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر اپنی مرضی کے تابع کر سکتے ہین اور یہی طریقہ ہو کہ عوام جس طریقہ سے استمداد کرتے ہین یعنی عوام اسی طریقہ سے بزرگان دین وغیرہ سے مدد چاہتے ہین اور یہ طریقہ خالص شرک ہے اسواسطے کہ جاہلیت زمانہ کے مشرکین اس سے زیادہ اور کوئی دوسرا امر اپنے بتون کے حق مین اعتقاد نرکھتے تھے اور یہ جو مشہور ہے کہ یہ حدیث ہے اِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُوْرِ فَاسْتَعِيْنُوْا بِأَصْحَابِ الْقُبُوْرِ یعنی جب تم کسی امر مین متحیر ہو جاؤ تو چاہیے کہ اصحاب قبور سے مدد چاہو تو فی الواقع یہ حدیث نہین بلکہ یہ کسی بزرگ کا قول ہے اور اس قول کے چند معانی ہین منجملہ ان معانی کے ایک معنے یہ ہین کہ جب بعض اشیاء کی حل اور حرمت کے بارے مین دلائل متعارض ہون اور اسوجہ سے ان اشیاء کے بارے مین حکم دینے مین تمکو حیرت ہووے تو چاہیے کہ اسکے بارہ مین اپنا اجتہاد ترک کرو اور جو بزرگان دین فوت ہو گئے ہین اُنکی تقلید کرو اور یہ قول عبد اللہ بن مسعود اور سفیان

ثوری سے منقول ہے اور منجملہ اُن معانی کے ایک معنے یہ ہین کہ جب دنیاوی امور مین تم متحیر ہو جاؤ اور اُسکی وجہ سے تمہارا دل ضیق مین پڑ جاوے تو چاہیے کہ اصحاب قبور کے حال کیطرف نظر کرو کہ کسطرح اُن لوگون نے دنیا چھوڑ دی اور آخرت کی طرف متوجہ ہوے اور سمجھو کہ تمہارا بھی وہی حال ہونے والا ہے جو اُن لوگونکا حال ہوا ہے اور یہ خیال کرنے سے دنیا کی مصیبتین تمکو آسان معلوم ہونگی اور دنیا کی سختی سہل معلوم ہوگی حاصل کلام اس قول سے ثبوت استمداد کا نہین ہوتا ہے فقط

سوال علمار اور حکمار کا اسپر اتفاق ہے بلکہ کفار کا بھی اسپر اتفاق ہے کہ ارواح کے لیے موت کے بعد فنا نہین تو حیات کے بارے مین شہدار کی تخصیص کی وجہ کیا ہے کہ یہ مضمون قرآن شریف مین صراحۃً مذکور ہے اور اس بارے مین انبیا علیہم السلام کی تخصیص کی بھی وجہ کیا ہے۔

جواب ارواح کے لیے موت کے بعد فنا نہین بلکہ صرف بدن سے اُسکا تعلق منقطع ہوجاتا ہے لیکن عوام کے حق مین روح کی حیات سے مراد صرف یہ ہے کہ روح باقی رہتی ہے اور شہدار کو اس بقا کے علاوہ دو امر زائد دیے جاتے ہین کہ دنیا مین روح کا تعلق جو بدن کے ساتھ ہے اُسکا حاصل بھی وہی دو امر ہین اول یہ کہ شہدار کے اجر مین ترقی ہوتی ہے چنانچہ صحیح حدیث مین وارد ہے يُنْمٰى لَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ یعنی شہید کا عمل شہادت کے بعد بھی زیادہ کیا جاتا ہے حتے کہ قیامت تک زیادہ ہوتا جاویگا اور دوسرا امر یہ ہے کہ توسط بدن کے شہدار کو روزی دیجاتی ہے چنانچہ حدیث مین مذکور ہے کہ شہدار کی روح سبز چڑیونکے قالب مین بہشت کے پھل کے نزدیک جاتی ہے اور پھر اُن قندیلون مین آکر رہتی ہے کہ عرش کے نیچے لٹکائی ہوئی ہین اور نص قرآنی مین سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران مین صراحۃً اشارہ ان دونون وجہ کی طرف ہے اور انبیار علیہم السلام کو اس سے بھی زیادہ درجہ حاصل ہے کہ امت کے احوال انکے حضور مین پیش کیے جاتے ہین اور امت کے امور مین اصلاح کی جانب

Marfat.com

توجہ فرماتے ہیں کہ عوام کی دنیاوی حیات کے اثر سے یہ کہیں زیادہ ہی باقی صرف خبردار ہونا بعض احوال سے اور تلذذ اور تالم یہ سب بقاے روح کے لوازم سے ہے کہ لطیفہ دراکہ ہی ہر اور حیات باعتبار اس معنے کے مشترک ہے مؤمنین اور کفار مین اسواسطے کہ روح سب کی باقی رہتی ہے اور شعور اور ادراک اسکی ذاتیات سے ہے وہ منسلخ نہیں ہوتا ہی اور شیخ اکبر کو جو مکاشفہ ہوا کہ بعضے دوسرے آدمی کے ساتھ قبل ظہور حضرت آدم علیہ السلام کی ملاقات کی تو یہ اجداد بنی آدم کے بعضے کمال کی تمثل پر محمول ہے کہ نوع انسان کے ظہور شادی کے قبل یہ تمثیل وقوع مین آئی اور ظاہر ہے کہ یہ بزرگ اگر اولاد سے حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کے نہوتے تو حضرت آدم علیہ السلام اپنےکو انکے اجداد سے کیون قرار دیتے جب ان بزرگ نے اپنے معمول کے موافق تمثل اور ملاقات انکے ساتھ کی تو اپنے سابق تمثل سے بھی اطلاع دی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے مکاتیب مین یہی تحقیق لکھی ہے اور اس تقریر سے حیرت دفع ہوئی اسواسطے کہ انھون نے ظہور کی نوع سے اپنے کو پوشیدہ کرنے کی تعبیر موت کے ساتھ کی ہے اور شاید اُس مصدر فیوض اور مبدا انتظام نشاۃ مین رہے یون جب یہ منقطع ہوا تو اسکی تعبیر موت کے ساتھ کرتے ہین اور تعدد آدم یعنی شخص شخص کا چند شخص ہو جانا یہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ انکا کمال نسل بعضے اوقات مین ظہور مثالی کے ذریعہ سے مبدا ظہور برکات اور انتظام نشارات کا ہوا۔

سوال و جواب نقل اموات کے بارے مین اسطرح کی اکثر حکایات واعظون کی کتابون مین مذکور ہین کہ بعضے اموات بعضے مقام مین دفن کیے گئے اور پھر حسب اتفاق کسی وجہ سے وہ قبر کھودی گئی تو جو شخص دفن کیا گیا تھا اُسکی لاش نہ تھی کوئی دوسری لاش تھی اور اُسیدن ایسا ہی اتفاق کسی دوسرے مقام مین بھی ہوا اور وہان بھی ایسا ہی واقعہ ظہور مین آیا پھر یہ معلوم ہوا کہ ان دونون مقامات سے ہر ایک مقام کی میت دوسرے مقام مین پائی گئی یعنی منتقل کردی گئی اور اُن ہی کتابون مین یہ بھی مذکور ہے

کہ اس امر کے لیے خاص فرشتہ مقرر ہے کہ جب کوئی شخص دفن کیا جاتا ہے تو جس مقام کے قابل وہ رہتا ہے اگر اس مقام مین وہ مدفون نہین ہوتا ہے تو وہ فرشتہ اُسکی لاش اُس مقام سے کسی دوسرے مقام مین کہ اُسکے مناسب ہوتا ہے منتقل کردیتا ہے اور ایسی کتابون مین ایک حدیث بھی اس بارہ مین نقل کرتے ہین اور اس جماعت کے بعضے لوگ اس امر مین اس قول مشہور سے استدلال کرتے ہین کہ اُسکے حدیث ہونے مین خدشہ ہے اور وہ قول مشہور یہ ہے اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکًا یَحْشُرُ الْاَھْلَ اِلَی الْاَھْلِ یعنی تحقیق کہ اللہ کا ایک فرشتہ ہے کہ وہ اہل کو اہل کیطرف پہونچاتا ہے اور اس صحیح حدیث سے بھی استدلال کرتے ہین اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی انسان اُس شخص کے ساتھ رہیگا کہ اُسکی محبت رکھتا ہوگا اور اس صحیح حدیث سے بھی استدلال کرتے ہین سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ یُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا یَلْحَقْ بِھِمْ فَقَالَ ھُوَ مِنْھُمْ اَوْ مَعَھُمْ یعنی پوچھا گیا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے اُس شخص کا حال کہ کسی قوم کے ساتھ محبت رکھتا ہو مگر اُس قوم کے شامل نہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص اُن ہی لوگون مین سے ہے یا یہ فرمایا کہ وہ شخص اُن ہی لوگون کے ساتھ ہے اور اس استدلال مین جو خدشہ ہوتا ہے وہ مخفی نہین اور اسطرح کی حکایات رد ہو جاتی ہین اُس قول سے بھی کہ لوگون مین مشہور ہوگیا ہے اور وہ قول یہ ہے اِنَّ الْمَیِّتَ یُدْفَنُ فِی التُّرْبَۃِ الَّتِیْ خُلِقَ مِنْھَا یعنی میت اُس جگہ دفن کیجاتی ہے جس جگہ کی خاک سے اُسکی پیدایش ہوتی ہے اور یہ حکایات اُس سے بھی رد ہو جاتی ہین جو صحیح احادیث مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے اِدْفِنُوْا مَوْتَاکُمْ وَسْطَ قَوْمٍ صَالِحِیْنَ فَاِنَّ الْمَیِّتَ یَتَاَذّٰی مِنْ جَارِ السُّوْءِ کَمَا یَتَاَذّٰی الْحَیُّ یعنی دفن کرو اپنی اموات کو نیک لوگون کے درمیان مین اسواسطے کہ میت کو اذیت ہوتی ہے بُرے ہمسایہ سے جسطرح زندہ کو بُرے ہمسایہ

سے اذیت ہوتی ہی تو اگر ثابت ہووے کہ اموات منتقل کیے جاتے ہین تو اسکی کوئی وجہ ہوگی کہ بری لوگون کی قبر کے نزدیک دفن کرنے سے میت کو اذیت پہونچتی ہی فقط

فائدہ معلوم ہووے کہ قادریہ طریقہ کی بنا روح کے تصفیہ پر ہے اور جب یہ آئینہ کدورت سے صاف ہوجاویگا تو ضرور ہی کہ اسمین صور عالیہ ظاہر ہونگے اور نقشبندیہ طریقہ کی بنا اس تصور پر ہی کہ حضرت حق کی صورت ذہنیہ بلا کیف کو لطیفۂ قلب مین جگہ دیوین اور ہمیشہ تصور کو ملحوظ نظر رکھین اور اسپر لحاظ کرتے رہین تا علم حضوری کے قریب پہونچ جاوے اور چشتیہ طریقہ کی بنا اسپر ہی کہ اسمین کوشش کیجاوے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت غایت درجہ کی حاصل ہووے اور شوق اور وجد وغیرہ لوازم عشق حاصل ہووین تا معشوق حقیقی کا خیال غالب ہوجاوے اور سب خیالات کو مطلقاً محو کردیوے بہرحال ان تین طریقوں سے جو طریقہ مناسب مزاج ہو اُسکے بارے مین اشارہ فرمانا چاہیے اور مآل تینون طریقوں کا امر واحد ہی مصرعہ خواب یک خواب ست باشد مختلف تعبیرہا۔

فائدہ یہ جو قول ہی طعام المیت یمیت القلب یعنی میت کا کھانا دل کو مردہ کرتا ہے تو یہ قول حدیث نہین بلکہ بعضے تجربہ کارونکا قول ہی اور وہ لوگ کہتے ہین کہ میت کے کھانے سے وہ کھانا مراد ہے کہ چالیس دن تک لوگ کھلاتے ہین اور وہ کھانا دل کو مردہ کرتا ہی اسکی وجہ یہ ہی کہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ میت کی موت کے آثار ظاہر ہونے کے وقت سے اور اسکے بعد اس کھانے کے سرانجام اور تقسیم کا خیال رہا کرتا ہے کہ یہ کھانا اقربا مین یا اُن لوگون مین جو کہ مسجد دلّ مین رہا کرتے ہین تقسیم کیا جاویگا تو جن لوگون کو یہ کھانا پہونچتا ہی وہ لوگ متوقع اور منتظر اُس کھانے کے رہتے ہین اور شرع کا مقصود یہ ہے کہ میت کی موت سے لوگ عبرت پکڑین اور نصیحت سے مستفید ہووین اور آخرت کی فکر مین مشغول ہووین اور غفلت سے ہوشیار ہوجاوین اور یہ مقصود اس صورت مین بالکل مفقود ہوجاتا ہی اور جو کچھ حدیث صحیح مین وارد ہی اور صحاح ستہ مین موجود ہی وہ اسیقدر

ہی کہ نَھَی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَنْ طَعَامِ الْمَیِّتِ یعنی منع فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے میت کے طعام یعنی کھانے سے اور قبر پر چراغ جلانا تزئین اور تشہیر کی غرض سے صحیح حدیث مین منع ہی لیکن اگر اس غرض سے چراغ جلایا جاوی کہ وہان دعا پڑھنا مقصود ہو یا زائرین کے اجتماع کے وقت بقدر ضرورت دو ایک چراغ روشن کیے جاوین تو اسمین مضائقہ نہین۔

سوال قبر پر جو شیرینی لیجاتے ہین اور تعزیہ کے نزدیک جو شیرینی اور حلوا لیجاتے ہین کہ لوگ اُسکے سامنے بطریق پیشکش کے رکھتے ہین تو اس بارے مین صحیح اور مرجح قول آن جناب کے نزدیک کیا ہے۔

جواب مکروہ ہے

سوال حدیث مین آیا ہی اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ یعنی آن حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ اے پروردگار نہ بنا نا میری قبر کو بت کہ اُسکی پرستش کیجاتی ہے تو قبر کا بُت ہونا زائرین کے کس کس فعل کے باعث سے متصور ہوتا ہے

جواب وثن سے مراد یہ ہے کہ قبر کو سجدہ کیا جاوے اور شرک کے دوسرے مراسم بجالائے جاوین۔

سوال مسلمانون کی قبر پر جو سبزی یا پھول اور خوشبو رکھتے ہین تو یہ سنت ہی یا مستحب ہے یا بیفائدہ اسراف ہی یا مباح ہے کہ اسمین نہ کچھ نفع ہے اور نہ کچھ ضرر ہی جو کچھ شرعی دلیل سے ثابت ہو بیان فرماوین۔

جواب حدیث مین وارد ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ایک مرتبہ دو قبر کے پاس گذرے اور اُن دونون قبر کی میت پر عذاب کیا جاتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونون میت پر عذاب کیا جاتا ہی ایسی چیز کی وجہ سے کہ اپر شاق نہ تھی پھر خرمہ کے درخت کی ایک شاخ طلب فرمائی اور اُسکو درمیان سے شق فرمایا اور ایک

Marfat.com

ایک نصف دونون قبر پر رکھکر فرمایا یخفف عنہما العذاب ما لم ییبسا یعنی تخفیف کیا جاویگا ان دونون میت کا عذاب جب تک یہ دونون حصے شاخ کے خشک نہونگے اور اس حدیث کی مراد مین علمار مین باہم اختلاف ہے بعضے علمانے کہا ہے کہ یہ امر صرف وقت کی تعیین کے لیے وقوع مین آیا کہ اسوقت تک عذاب مین تخفیف کیجاویگی یعنی یہ حکم خاص ان ہی دونون میت کے حق مین تھا عام نہین ہے اور بعضے علمار نے کہا ہے کہ یہ حکم عام ہے جب کوئی شخص ایسا کریگا تو جب تک شاخ خشک نہوگی عذاب مین تخفیف ہوگی اسواسطے کہ سبز شاخ تسبیح کرتی ہے اور تسبیح کی مقاربت تخفیف عذاب کے لیے باعث ہوتی ہے چنانچہ کانٹا اور گھانس وغیرہ جو قبر پر جمجاوے تو اگر وہ سبز ہووے یعنی تازہ ہووے تو اُسکو وہان سے نکالنا مکروہ ہے اسواسطے کہ یہ چیزین جب تک تر رہتی ہین تسبیح کرتی ہین اور اس تسبیح سے عذاب مین تخفیف ہوتی ہے اور میت کو انس ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے خرمے کے درخت کی تازہ دو شاخین قبر پر سرہانے کی جانب رکھکر فرمایا کہ امید ہے کہ جب تک دونون شاخین خشک نہونگی انکی تسبیح کی برکت سے اس میت کے عذاب مین تخفیف رہیگی اور اسیوجہ سے بعضے علمانے بہتر جانا ہے کہ پھول قبر پر رکھا جاوے لیکن یہ بھی کہا ہے کہ اگر اُس پھول کی قیمت بطور صدقہ کے دیوین اور اُسکا ثواب اُس میت کو پہونچاوین تو یہ زیادہ بہتر ہوگا اور جو کچھ قبر پہ جمے اور پھر وہ خشک ہوجاوے تو وہ نکال دینا مکروہ نہین اور اہل قبور سے استمداد کے بارے مین فقہا مین باہم اختلاف ہے تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور باقی سب انبیا علیہم السلام کے سوا دوسرے اہل قبور سے استمداد کرنے کے بارے مین اکثر فقہا نے انکار کیا ہے اور وہ فقہا کہتے ہین کہ زیارت سے شرع مین صرف یہ مقصود ہے کہ اموات کے حق مین دعا اور استغفار کیا جاوے کہ اس ذریعہ سے اُنکو نفع پہونچے اور بعضے فقہا اس امر کے قائل ہین کہ انبیا علیہم السلام کے سوا دوسرے اہل قبور سے بھی استمداد کرنا جائز ہے اور ظاہر ہے کہ جو فقہا میت کے سمع اور ادراک کے قائل ہین وہ اس امر کے بھی قائل ہین

Marfat.com

کہ اہل قبور سے استمداد کرنا جائز ہے اور جن فقہا کو میت کے سمع اور ادراک سے انکار ہے
اُنکو استمداد کے جواز سے بھی انکار ہے اور اہل قبور سے استمداد کرنا ایک ایسا امر ہے کہ
مشائخ صوفیہ کہ اہل کشف و کمال سے ہیں اُنکے نزدیک یہ کامل طور پر ثابت ہے حتیٰ کہ
وہ حضرات کہتے ہیں کہ اکثر لوگونکو ارواح سے فیض حاصل ہوا ہے چنانچہ امام شافعیؒ
علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ قبر امام موسی کاظم علیہ السلام کی مجرب تریاق ہے دعا قبول ہونے
کے لیے اور حجۃ الاسلام نے فرمایا ہے کہ جس سے حیات کی حالت مین استمداد کیا جاتا ہے اُس سے
اُسکی موت کے بعد بھی استمداد کیا جاتا ہے اور امام رازی نے فرمایا ہے کہ جب زائر قبر کے پاس
جاتا ہے تو اُسکے نفس کو ایک خاص تعلق اُس صاحب قبر کے ساتھ حاصل ہوتا ہے جیسے
اُس صاحبِ قبر کے نفس کو ایک خاص تعلق اُس زائر کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اور ان
دونون تعلق کے سبب سے حاصل ہوتا ہے درمیان دونون نفس کی تقابل معنوی اور علاقہ
مخصوص تو اگر صاحب قبر کا نفس زیادہ قوی ہوتا ہے تو زائر کا نفس مستفیض ہوتا ہے
اور اگر اسکے بالعکس ہوتا ہے تو استفاضہ بھی برعکس ہوتا ہے اور شرح مقاصد مین مذکور ہے
کہ قبر کی زیارت مین نفع پایا جاتا ہے اور ایسا ہی صالحین اموات کے نفس سے استعانت
کرنے مین بھی نفع پایا جاتا ہے اسواسطے کہ بدن سے مفارقت کرنے کے بعد بھی نفس کا تعلق
بدن کے ساتھ باقی رہتا ہے اور میت کے نفس کا تعلق اُس تربت کے ساتھ بھی رہتا ہے
کہ جسمین وہ دفن کیا جاتا ہے تو جب زندہ اُس تربت کی زیارت کرتا ہے اور میت کی نفس
کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دونون نفس مین تلاقی حاصل ہوتی ہے اور استفاضہ ہوتا ہے اور
اس بارے مین اختلاف ہے کہ امداد زندہ کا زیادہ قوی ہے میت کی امداد سے یا اسکا برعکس
ہے تو بعضے محققین کے نزدیک دوسری شق مختار ہے اور اس بارے مین بعضے روایت
کرتے ہین کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کہ جب تم متحیر ہو جاؤ امور
مین یعنی کوئی کام انجام کرنے مین متحیر ہو جاؤ تو چاہیے کہ مدد چاہو اصحاب قبور سے اور

Marfat.com

شیخ اجل نے مشکوٰۃ کی شرح مین لکھا ہی کہ پائی نہین جاتی ہی کتاب اور سُنت اور سلف
صالح کے اقوال مین کوئی ایسی چیز کہ مخالف اور منافی اس استمداد کے ہو اور اسکو رد کرے
اور حاصل کلام یہ کہ یہ ثابت ہوا کہ روح باقی رہتی ہی اور اسکا ایک خاص تعلق بدن
کے اجزا کے ساتھ بدن سے مفارقت کرنے کے بعد اور اُس بدن کی کیفیت متغیر ہو جانے
کے بعد بھی باقی رہتا ہی کہ اُس تعلق کی وجہ سے قبر کی زیارت کے لیے جو لوگ آتے
ہین اُنکے احوال سے اُس روح کو خبر ہوتی ہے اور کاملین کی ارواح کو بحالت حیات
اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرب کا درجہ حاصل رہتا ہے اور اسوجہ سے اُنکی روح کرامات
اور تصرفات اور استمداد مین مؤثر ہوتی ہی اور بعد موت کے بھی قرب کا وہ درجہ باقی رہتا ہے
اور اسوجہ سے تصرفات کی قوت بھی باقی رہتی ہی جس طرح حیات مین یہ قوت رہتی ہی
کہ اُس وقت روح کا تعلق کلی بدن کے ساتھ رہتا ہی یا موت کے بعد تصرفات کی وہ قوت
زیادہ ہو جاتی ہی تو ایسی حالت مین استمداد سے انکار کرنے کے لیے کوئی صحیح وجہ نہین
معلوم ہوتی ہی مگر یہ کہ اول امر سے منکر ہو جاوین یعنی یہ کہین کہ بعد موت کے روح کی
مفارقت بدن سے ہو جاتی ہے اور حیات کا علاقہ زائل ہو جاتا ہی تو اس حالت مین
روح کا کچھ بھی تعلق بدن کے ساتھ باقی نہین رہتا ہے اور یہ نص کے خلاف ہی اور
اس صورت مین قبر کی زیارت کرنا اور قبر کے پاس جانا یہ سب لغو اور فضول ہو جاتا ہی
اور یہ ایک ایسا امر ہی کہ عامہ اخبار اور آثار سے اسکے خلاف ثابت ہوتا ہی اور استمداد
کی کوئی دوسری صورت نہین بلکہ صرف یہی صورت ہی کہ محتاج اپنی حاجت طلب کرے
جناب باری عز اسمہ سے اُس بندہ کے روحانی توسل کے ذریعہ سے کہ وہ بندہ اللہ تعالیٰ
کی درگاہ مین مقرب ہو اور کہے کہ اے خداوند تعالیٰ اس بندہ کی برکت سے کہ تونے رحمت
اسپر فرمائی ہی اور اسکو بزرگی مرحمت کی ہی میری حاجت پوری فرما یا اُس بندہ مقرب
و مکرم کی طرف متوجہ ہو کر کہے کہ ای خدا کے بندے اور ولی میرے حق مین سفارش کر اور میری

مراد خداوند تعالی سے طلب کرتا خداوند تعالی میری حاجت پوری فرما دیوی تو بندہ درمیان مین اور کچھ نہین سوا اسکے صرف وسیلہ ہی اور قادر اور معطی اور مسئول حق تعالے ہی اور اس صورت مین شرک کا کچھ شائبہ بھی نہین جو منکر کو وہم ہوا ہی اور ظاہر ہے کہ بالاتفاق جائز ہی کہ صالحین اور دوستان خدا سے انکی حالت حیات مین توسل طلب کیا جاوی اور اُنسے دعا کرنے کے لیے کہا جاوی تو یہ کیون جائز نہین کہ اُنکی وفات کے بعد اُنسے استمداد کیا جاوے اور کاملین کی ارواح مین حین حیات مین اور بعد ممات کے ان دونون حالت مین کچھ فرق نہین سوا اسکے کہ بعد ممات کے اُنکے کمال مین ترقی ہو جاتی ہی اور مشکوٰۃ کی شرح مین اور سیوطی کی کتاب شرح الصدور مین یہ امر مفصل مذکور ہی اور ان کتابون مین احادیث متعدد طریق سے اس بارے مین منقول ہین لیکن جو نذر عوام ملتے ہین کہ منجملہ صالحین کی قبور کے کسی قبر کے پاس جاتے ہین اور کہتے ہین کہ ای ہمارے سید اگر تم میری حاجت پوری کر دو تو تمھارے لیے اسقدر روپیہ نذر مانتا ہون یا یہ کہتے ہین کہ اگر میری حاجت پوری کر دو تو تمھارے لیے اسقدر کھانا نذر مانتا ہون تو بحر الرائق مین لکھا ہی کہ یہ نذر بالاجماع باطل ہی اسواسطے کہ یہ مخلوق کی نذر ہی اور یہ جائز نہین بلکہ چاہیے کہ کہے کہ اے خداوند تعالے مین نے تیرے لیے نذر مانی کہ اگر تو میری فلان حاجت پوری فرماوے تو مین فقرا کو کھانا اس سید مقرب مرحوم مکرم کے در پر کھلاؤنگا تو بلاشبہہ یہ نذر جائز ہے اسواسطے کہ نذر کا مال فقرا مین صرف کرنا چاہیے اور یہ امر پایا گیا اور جائز نہین کہ وہ کھانا کسی تونگر یا کسی شریف کو دیا جاوے یا اُسکو کھلایا جاوے۔

فائدہ والنذر الذی یقع من اکثر العوام بان یاتی الی قبر بعض الصلحاء ویرفع سترہ علی راسہ قائلا یا سیدی فلان ان قضیت حاجتی کرد الغائب ومعافات المریض فلک منی من الذہب او من الطعام او من الکسوۃ او من الشمع او من الذہب مثلا کذا باطل اجماعًا

نعم لو قال یا اللہ نذرت لک ان شفیت مریضی او نحوھا
ان اطعم الفقراء الذین بباب السید نفیسۃ او نحوھا او اشتری حصیرا
لمسجدھا او زیتا لوقودھا او دراھم لمن یقوم بشعائرھا مما یکون فیہ نفع
للفقراء والنذر للہ وذکر الشیخ انما ھو محل لصرف النذر لمستحقیہ
العاکفین برباطہ او مسجدہ او جامعہ بھذا الاعتبار اذ مصرف النذر
الفقراء وقد وجد المصرف لکن لا یحل صرفہ الا الی الفقراء لا الی
ذی علم لعلمہ ولا لذی نسب لنسبہ ولا لحاضری الشیخ الا ان
یکون واحدا من الفقراء واذا عرفت ھذا فما یوخذ من الدراھم
ونحوھا وینقل الی ضرائح الاولیاء تقربا الیھم فحرام بالاجماع
ما لم یقصد صرفھا الی الفقراء الاحیاء وقد ابتلی الناس بذلک
کذا فی النھر الفائق والبحر الرائق وعالمگیری لا یجوز صرف ذلک لغنی
غیر محتاج ولا صرفہ لذی منصب ولم یثبت فی الشرع جواز الصرف
للاغنیاء للاجماع علی حرمۃ النذر للمخلوق ولا ینعقد ولا تشتغل الذمۃ
بہ وانہ حرام بل سحت ولا یجوز لخادم الشیخ اخذہ ولا اکلہ ولا التصرف
فیہ بوجہ من الوجوہ الا ان یکون فقیرا او لہ عیال فقراء عاجزون
عن الکسب وھم مضطرون فیاخذونہ علی سبیل الصدقۃ المبتدأۃ
فاخذہ ایضا مکروہ ما لم یقصد بہ الناذر التقرب الی اللہ تعالی و
صرفہ الی الفقراء ویقطع النظر عن نذر الشیخ فاذا علمت ھذا فما
یوخذ من الدراھم والشمع والزیت وغیرھا وینقل الی ضرائح
الاولیاء تقربا الیھم فحرام باجماع المسلمین ما لم یقصد صرفھا فی
الفقراء الاحیاء لا القبور قولا واحدا۔ البحر الرائق۔ النذر الذی

يقع للاموات وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الى ضرائح الاولياء الكرام تقربا اليهم فهو بالاجماع باطل حرام ما لم يقصدوا صرفها للفقراء وقد ابتلى الناس بذلك ولا سيما في هذه الاعصار وقد بسطه العلامة قاسم في شرح درر البحار ولذا قال الامام محمد رحمه الله تعالى لو كان العوام عبيدي لاعتقتهم واسقطت ولائي وذلك لانهم لا يهتدون فالكل به يتغيرون كذا في الدر المختار في اخر باب الصوم

یعنی اور وہ نذر بالاجماع باطل ہی جسطرح عوام نذر مانتے ہین کہ انمین سے جب کسی کی کوئی حاجت ہوتی ہی تو وہ شخص بعض صالحین کی قبر کے پاس جاتا ہی اور اسکا پردہ اٹھاکر اپنے سر پر رکھتا ہی یہ کہتا ہوا کہ اے میری سید فلان اگر تم میری حاجت پوری کردو مثلاً یہ کہتا ہی کہ فلان شخص کہ کہین دوسری جگہ ہے وہ آجاوی یا یہ کہتا ہی کہ فلان مریض کو صحت ہو جاوے تو تمھارے لیے میری طرف سے اسقدر سونا یا طعام یعنی کھانا یا کپڑا یا شمع یا روغن زیتون یا کوئی دوسری چیز کہتا ہے کہ فلان چیز دیجاویگی تو یہ نذر جائز نہین البتہ اس صورت مین نذر جائز ہوگی کہ وہ کہے کہ اے اللہ مین نے تیرے لیے نذر مانی کہ اگر میرے مریض کو تو صحت بخشے یا اسیطرح کوئی دوسری اپنی حاجت کہے کہ اگر تو میری فلان حاجت پوری کردے تو مین ان فقرا کو کھانا کھلاؤنگا جو فلان سید کے دروازہ پر رہتے ہین یا اسکی مسجد کے لیے چٹائی خرید ونگا اور اس مسجد مین روشنی کرنے کے لیے روغن زیتون خرید ونگا یا اسقدر درہم ان لوگون کو دونگا جو اسکی خدمت مین مصروف رہتے ہین اور اسی طرح کی اور جو نذر ہو کہ اسمین فقرا کا نفع ہوا اور نذر اللہ تعالے کی رضامندی کے لیے ہوا اور شیخ کا ذکر صرف اس غرض سے ہووے کہ یہ تعین ہو جاوے کہ نذر کی چیز ان لوگون کے مصرف مین آویگی کہ وہ لوگ نذر کے مال کے مستحق ہین مثلاً یہ کہے کہ فلان بزرگ کے رباط یا انکی مسجد یا جامع مسجد مین جو لوگ رہتے ہین انکے مصرف مین اس

نذر کا مال صرف کیا جاویگا اور اس صورت مین نذر اسوجہ سے جائز ہے کہ نذر کے مال کے
مستحق فقرا ہین اور اُن ہی کے حق مین صرف کرنے کے لیے نذر مین نیت کی گئی ہے اور
ایسا مال صرف فقرا کے حق مین صرف کرنا جائز ہے اور جو غنی ہو اور ذی علم ہو تو صرف
اُسکے علم کے لحاظ سے خاص اُسکے حق مین صرف کرنا جائز نہین اور ایسا ہی جو غنی ہو
اور عالی نسب ہو تو صرف اُسکے نسب کی شرافت کے لحاظ سے اُسکے حق مین بھی صرف کرنا
جائز نہین اور ایسا ہی جو غنی ہو اور کسی بزرگ کے حضور رہا کرتا ہو تو اُسکے حق مین
بھی نذر کا مال صرف کرنا جائز نہین البتہ یہ لوگ اگر فقیر ہون تو اُنکے حق مین نذر کا مال
صرف کرنا جائز ہے اور جب یہ معلوم ہوا تو جاننا چاہیے کہ وہ درہم بالاجماع حرام ہے
کہ اولیاء کرام کے روضہ مین بھیجتے ہین اس غرض سے کہ اُنسے تقرب حاصل ہووے اور
یہ مقصود نہین ہوتا ہے کہ وہان جو زندہ فقرا رہتے ہین اُنکے مصرف مین یہ درہم آوے اور اس
ذریعہ سے اللہ تعالی کی رضامندی حاصل ہووے اور اکثر لوگ اس معصیت مین مبتلا
ہین ایسا ہی نہر الفائق اور بحر الرائق اور عالمگیری مین ہے اور جو غنی ہو محتاج نہو اُسکے لیے
نذر کا مال جائز نہین اور ایسا ہی اُسکے لیے بھی جائز نہین جو غنی ہو اور ذی منصب
ہو خلاصہ یہ ہے کہ غنی کے لیے نذر کا مال جائز نہین اسواسطے کہ اسپر اجماع ہے کہ نذر مخلوق
کے لیے حرام ہے اور ایسی نذر منعقد نہین ہوتی اور اُسکا ایفا واجب نہین بلکہ ایسی
نذر بلاشبہہ حرام ہے اور کسی بزرگ کے خادم کے لیے جائز نہین کہ ایسی نذر کی چیز
لیوے یا کھاوے یا اپنے کسی دوسرے مصرف مین لے آوے البتہ اُس صورت مین
جائز ہے کہ وہ خادم فقیر ہو یا اُسکے عیال ہووین اور وہ فقیر ہون اور کسب سے عاجز
ہون اور مضطر ہون تو اُنکے لیے جائز ہے کہ عام صدقے کے طور پر وہ نذر کا مال بھی
لیوین اور جب نذر ماننے والے کی یہ نیت نہو کہ اللہ تعالی کا تقرب حاصل ہووے تو نذر
کا مال فقرا کے حق مین صرف کیا جاویگا بلکہ خاص مستقل طور پر کسی بزرگ کی نذر کی نیت

Marfat.com

ہو تو ایسی نذر کا مال لینا فقرا کے حق مین بھی مکروہ ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ درہم اور شمع اور روغن زیتون وغیرہ جو چیز اولیاء اللہ کے روضے پر بھیجی جاتی ہے اس غرض سے کہ اُنکا تقرب حاصل ہووے تو وہ سب حرام ہے اور اسپر اہل اسلام کا اجماع ہے البتہ اُس صورت مین جائز ہے کہ یہ نیت ہووے کہ اُس روضہ پر جو نندہ فقرا رہتے ہین اُنکے حق مین یہ چیز صرف کیجاوے اور خاص قبر کی نذر کی نیت نہووے یہ بحر الرائق کی عبارت مذکورہ کا مضمون ہے اور وہ نذر کہ اموات کے لیے مانی جاتی ہے اور جو کچھ درہم اور شمع اور روغن زیتون اور اسطرح کی اور جو چیز اولیاء کرام کے روضہ پر بھیجی جاتی ہے اس غرض سے کہ اُن حضرات کا تقرب حاصل ہووے یہ سب بالاجماع باطل ہے اور حرام ہے البتہ اُس صورت مین جائز ہے کہ یہ نیت ہو کہ اللہ تعالی کا تقرب حاصل ہووے اور یہ مال فقراء کے حق مین صرف کیا جاوے اور اکثر لوگ اس معصیت مین مبتلا ہین خصوصاً اس زمانہ مین یہ امر نہایت مروج ہے اور علامہ قاسم نے یہ مسئلہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اسیوجہ سے امام محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اگر عوام میرے پاس ہوتے تو مین اُنکو اس امر سے منع کر دیتا اسواسطے کہ وہ لوگ جائز طور پر نذر نہین مانتے ہین بلکہ خلاف شرع امور کو اسمین خلط کر دیتے ہین یہ دُر مختار کے باب الصوم کے اخیر کی عبارت مذکورہ کا مضمون ہے۔

سوال مُردے پر کیا کیا گذرتا ہے اور کہان رہتا ہے۔

جواب نزع کے وقت ملائکہ حاضر ہوتے ہین کہ وہ تابعین سے حضرت عزرائیل علیہ السلام کے ہین اور روح کو بدن کے اجزا سے کھینچتے ہین اور جب روح کے لینے کا وقت ہوتا ہے تو حضرت عزرائیل علیہ السلام خود اپنے ہاتھ مین روح کو لیتے ہین اور حق تعالی نے زمین کا طبقہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کے سامنے اسطرح رکھا ہے کہ جسطرح کھانے کا طبق کھانے والے کے سامنے رکھا جاتا ہے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کا ہاتھ کہ روح

قبض کرنے کے لیے ہے اُسمین اسقدر انگلیان حق تعالی نے بنائی ہین کہ ہر انگلی اپنے کام
مین مشغول رہتی ہے ایک انگلی دوسری انگلی کے کام مین مزاحم نہین ہوتی ہے تو جب حضرت
عزرائیل علیہ السلام وہ روح اپنے ہاتھ مین لیتے ہین تو فوراً منجملہ اُنکے خدام کے ایک
جماعت فرشتونکی وہ روح لے لیتی ہے تو اگر وہ شخص نجات کے قابل ہوتا ہے تو جو ملائکہ
اُس روح کو لیتے ہین وہ نہایت خوبصورت ہوتے ہین اور اُنسے خوشبو آتی ہے اور
نہایت نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آتے ہین اور ریشمی کپڑا بہشت کی خوشبو سے معطر
کر کے لیے رہتے ہین اُن ہی کپڑون مین اُس روح کو لیتے ہین اور اگر وہ شخص دوزخی
اور شقی ہوتا ہے تو اُن ملائکہ کے خلاف دوسری طرح کے ملائکہ ٹاٹ مین کہ اُس سے
بدبو آتی ہے اُس روح کو لیتے ہین اور آسمان کیطرف لیجاتے ہین اور کافر کی روح کے
لیے آسمان کا دروازہ ملائکہ نہین کھولتے ہین اور لعنت بھیجتے ہین اور کہتے ہین کہ لیجاؤ اُسکو
اُسکی مان کیطرف کہ ہاویہ ہے تو ملائکہ اُسکو سجین پر گرا دیتے ہین اور وہان اُسکا عمل نامہ
پہونچاتے ہین اور سجین ایک پتھر کا نام ہے کہ دوزخ کے اوپر رکھا ہوا ہے وہان
کفار کے اعمال کے لکھنے والے ملائکہ جمع ہوتے ہین اور جو ملائکہ اس کام کے داروغہ
ہین اُنکے حوالے وہ عمل نامہ کر دیتے ہین اور وہان روح کی حاضری دلوا کر پھر اُس
مردے کے بدن کے پاس اُس روح کو پہونچاتے ہین اور صالحین اور مومنین کی روح
کے لیے آسمان کا دروازہ ملائکہ کھولدیتے ہین اور ملائکہ خوش ہوتے ہین اور کہتے ہین
کہ بہتر روح ہے کہ زمین کی طرف سے آئی ہے خدا کی رحمت تجھپر ہو اور اُس بدن پر ہو
جسمین تو دنیا مین تھی اور اُسکو تو نے آباد کیا تھا اور اُس روح کو ملائکہ علیین تک
لیجاتے ہین اور علیین وہ مقام ہے کہ وہان ملائکہ مقربین حاضر ہوتے ہین اور انسان مین
جو کامل ہوتے ہین وہ وہان پہونچائے جاتے ہین تو ملائکہ اُس روح کی حاضری وہان
دلواتے ہین اور اُسکا عمل نامہ حوالے کرتے ہین پھر اُسکو اُسکے بدن کے پاس لے آتے ہین

Marfat.com

اور ہنوز اُس میت کو غسل دیتے ہین اور اُسکی تجہیز و تکفین کے سامان مین لوگ
مصروف ہی رہتے ہین کہ ملائکہ وہ روح ہاتھہ مین لیے ہووے وہان حاضر ہو جاتی ہین اور جب جنازہ
لیجاتے ہین اور قبر مین رکھتے ہین یا اگر وہ کافر ہے تو جب اُسکو آگ مین رکھتے ہین تو
ملائکہ اُسکی روح اُسکے بدن کے پاس چھوڑ دیتے ہین اور خود چلے جاتے ہین اور جب
لوگ اُسکے دفن سے فارغ ہوتے ہین یا اگر وہ کافر ہوتا ہے تو جب لوگ اُسکے جلانے
سے فارغ ہوتے ہین تو وہ فرشتے کہ ایک کا نام منکر ہے اور دوسرے فرشتہ کا نام نکیر ہے
آتے ہین اور اُسکو بٹھاتے ہین تو اگر وہ ایماندار ہوتا ہی تو بلا تشویش اطمینان کے
ساتھہ بیٹھتا ہے اور بعضون کو گمان ہوتا ہے کہ آفتاب کے غروب کا وقت ہی تو
کہتا ہے کہ مجھکو جلد چھوڑ دو کہ عصر کی نماز سے فارغ ہو جاؤن آفتاب غروب کے قریب ہے
اور وقت چلا جاتا ہے بہرحال ہر میت سے پوچھتے ہین کہ تیرا پروردگار کون ہے اور تیرا
دین کیا ہی اور تو اپنے دین مین کسکا تابع ہے اور آپ کے حق مین یعنی محمد مصطفے صلی اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے حق مین کیا اعتقاد رکھتا ہے تو بندہ مومن کہتا ہے کہ میرا
معبود خدا ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے پیغمبر حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے حق تعالے کی
کتاب ہمارے پاس پہونچائی اور مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی
حقیقت دریافت کی اور مین آپ پر ایمان لایا اور مین نے آپکی متابعت کی تو وہ فرشتے
اُس میت کو اُسکے اُس عمل سے آگاہ کرتے ہین کہ وہ عمل اُسکے اُن اعمال سے
ہوتا ہے جو ایمان کے بعد وہ بجالایا اور اُس عمل کے ذریعہ سے وہ بخشا گیا اور وہ فرشتے
کہتے ہین کہ اب تو آرام سے سو رہ جسطرح اطمینان سے بلا تشویش عروس سوتی ہے اور
اُسکی قبر جہان تک اُسکی نظر جاتی ہے کشادہ کرتے ہین اور روشن کردیتے ہین اور پہلے
دوزخ کیطرف دریچہ کھولتے ہین اور کہتے ہین کہ دیکھ حق تعالی نے بڑی بلا تیری سر سے

Marfat.com

دفع کی اور پھر وہ دریچہ بند کر دیتے ہین اور اسکے بعد بہشت کیطرف دریچہ کھولدیتی ہین
اور شخص اُسکی تازگی اور خوشبو سے بہرہ مند اور خوش ہوتا ہے پھر کچھ عرصے کے بعد
ایک شخص آتا ہے اور وہ شخص نہایت خوشکیل جمیل اور خوبصورت ہوتا ہے اور نہایت
مہربانی کے ساتھ پیش آتا ہے اور کہتا ہے کہ مین قرآن ہون تم ہمیشہ میری ساتھ ہے
یا وہ شخص کہتا ہے کہ مین فلان علم ہون کہ میرے ساتھ تمکو دنیا مین نسبت تھی یا کہتا
ہے کہ مین تمھارا نیک عمل ہون کہ دنیا مین تمنے میرا لحاظ رکھا یہ سب تنق اور فرش اور
لباس تمھارے آرام کے لیے اسباب ہے تو وہ شخص خرامان خرامان آہستہ آہستہ بطور
سیر کے اس طرف اُس طرف پھرتا ہے اور اپنے عزیز و قریب اور اپنے دوستونکے ساتھ
کہ اس جہان سے فوت ہوے رہتے ہین ملاقات کرتا ہے اور وہ لوگ بطور ضیافت کے
اور کبھی بطور تفریح کے اپنے مقام مین اُسکو لیجاتے ہین اور کبھی بطور تہنیت کی خود اسکے
پاس آتے ہین اور روز بروز اسکے دل کا اطمینان زیادہ ہوتا جاتا ہے اور جن لوگون کی
نجات ہو جاتی ہے اُنکے لیے چار طرح کا مکان وہان رہتا ہے ایک مکان خلوت کا رہتا
ہے اور گویا وہ مکان ایسا ہوتا ہے جیسے رات کے وقت رہنے کے لیے مکان ہوتا ہی
اور دوسرا مکان دربار کا ہوتا ہے کہ جو لوگ اُسکے ساتھ عقیدت رکھتے تھے اُنکے ساتھ
اُس مکان مین دربار کرتا ہے اور تیسرا مکان سیر و تماشا کے لیے ہوتا ہے اور اُسکے
متعلق ایسی چیزین رہتی ہین جیسے دنیا مین چاہ زمزم اور مساجد متبرکہ اور ایسے دوسرے
مقامات ہین کہ برزخ مین ظاہر کیے جاتے ہین اور چوتھا مکان دوستون اور ہمسایہ
کے لوگون سے ملاقات کرنے کے لیے ہوتا ہی جیسے دیوان خانہ ہوتا ہی اور وہان یہ مکانات
بندہ کی اخیر عمر مین طیار کیے جاتے ہین اور جب طیار ہو جاتے ہین تو اُس بندے کو
یہان سے لیجاتے ہین اور یہ گمان نہ کیا جاوے کہ یہ سب مکانات تنگ قبر کے اندر سچ
ہوتے ہین تو ایسا نہین بلکہ یہ تنگ قبر صرف بمنزلہ دروازہ کے ہوتی ہی کہ اُس دروازے

Marfat.com

سے ہوکر اُن مکانات مین جاتے ہین اور اُن مکانات سے بعضے مکان آسمان اور زمین کے درمیان مین ہین اور بعضے مکانات دوسرے اور تیسرے آسمان پر ہین اور شہداکے لیے بطور مکانات کے پرنور قندیلین ہین کہ عرش کے نیچے آویزان کی ہوئی ہین اور لوگ وہان صرف سرور حاصل ہونے کی غرض سے ذکر اور تلاوت اور نماز اور متبرک مقامات کی زیارت مین مشغول ہوتے ہین اور قوم کے جو لوگ بزرگ ہین وہان بحونکی نسبت کہ یہان سے فوت ہوکر گئے ہین باہم مقرر کرتے ہین کہ قیامت کے دن اُن لڑکون اور لڑکیونکے درمیان مین باہم تزویج کا عقد منعقد کرینگے اور وہان یعنی برزخ مین جماع کی لذت کے سوا ہر طرح کی لذت حاصل ہوتی ہے اور عبادتون مین روزہ کے سوا اور جو عبادت کرنے کی خواہش ہووے کر سکتا ہے اور اوقات متبرکہ مین مثلاً شب قدر اور شب جمعہ مین اپنے اُن عزیزونکے پاس گذرتے ہین کہ وہ عزیز اُن اموات کو یاد کرتے ہین اور اُنکے اہل وعیال جو زندہ رہتے ہین اُنکے احوال سے اُن اموات کو اطلاع ہوا کرتی ہے کبھی اس ذریعہ سے اطلاع ہوتی ہے کہ وہ اموات خود اُنکے پاس آتے ہین اور کبھی ملائکہ اُنکا احوال پہونچاتے ہین کہ فرشتے اموات سے ملاقات کرتے ہین اور زندہ لوگون کا پیغام اور احوال پہونچاتے ہین اور اموات کے پاس جو شخص جاتا ہے اور دعا کرتا ہے اور کلام کرتا ہے تو اُن اموات کو یہ سب معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ اُنکے حواس باقی رہتی ہین کہ یہ سب اُنکو معلوم ہوتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بزرگان دین پر غیب کے امورات منکشف ہوتی ہین اور جو کچھ شدنی اور ناشدنی ہے بواسطہ ارواح طیبہ کے ملاء اعلے اور متکفلان کارخانہ قضا وقدر سے بزرگان دین کو معلوم ہوتا ہے اور کبھی میت خود خواب مین زندہ لوگون سے ملاقات کرتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو فرشتہ روح پر موکل ہے وہ اُنکی صورت کے ساتھ متشکل ہوکر نیک و بد احوال سے اطلاع دیتا ہے اور لیکن کفار اور منکرین اور منافقین کا حال یہ ہے کہ یہ سب

Marfat.com

سوال مین متحیر ہو جاتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم کچھ نہین جانتے ہین کہ یہ کون تھے اور نہ ہم یہ جانتے ہین کہ ہمارا دین فلان دین ہے اور ہمارا معبود فلان بت ہے یا فلان روح ہے تو اسپر عذاب کرتے ہین بعضون پر یہ عذاب ہوتا ہے کہ قبر دونون طرف سے ملا دیجاتی ہے اسکی ہڈیان سرمے کے مانند ہو جاتی ہین اور کبھی آگ کا عذاب کرتی ہین اور کبھی سانپ اور بچھو مسلط کرتے ہین اور کبھی آہنین اور آتشین گرز سے مارتی ہین کہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور پھر گرز اٹھانے کے ساتھہ ہی اسکا بدن طیار ہو جاتا ہے اور اسیطرح انواع اقسام کا عذاب اسپر کرتے ہین اور جو لوگ دنیا مین صبح کی نماز نہین پڑھتے ہین انکو دلغتے ہین اور جو شخص خودکشی کرتا ہے وہ جس طور سے اپنی جان مارتا ہے اسی طور سے بعد موت کے وہ خود اپنے اوپر عذاب کیا کرتا ہے اور جو شخص اپنی حلال عورت چھوڑ کر زنا کی رغبت کرتا ہے اسپر یہ عذاب ہوتا ہے کہ اسکے سامنے کھانے کے دو طبق رکھے جاتے ہین ایک طبق مین عمدہ پاکیزہ کھانا رہتا ہے اور دوسرے طبق مین نجس متعفن کھانے کی چیز رہتی ہے اور اسکو وہ ناپاک چیز کھلاتے ہین اور جو شخص نہین کھاتا ہے تو اسکو خبیث خون کی نہر مین ڈالدیتے ہین اور وہ جب نکلنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسکے منہہ پر پتھر مارتی ہین اور اسکو نکلنے نہین دیتے ہین اور بعضون پر یہ عذاب کرتے ہین کہ اسکو فقر اور گرسنگی اور برہنگی مین مبتلا کرتے ہین اور ذلت اور رسوائی کے ساتھہ در بدر پھراتی ہین اور جو شخص دنیا مین زکوۃ نہین دیتا ہے تو اسکا مال دوزخ کی آگ سے گرم کرتے ہین اور اس سے اسکی پیشانی اور پیٹھ اور اسکے دونون پہلو داغتے ہین اور یہ سب عذاب ہمیشہ سب گنہگارون پر نہین ہوتا ہے بلکہ بعضے گنہگارون پر یہ عذاب ہمیشہ ہوتا ہے اور وہ برابر اس تکلیف مین مبتلا رہینگے اور بعضے گنہگارون پر ہر روز کسی وقت عذاب ہوتا ہے اور کسی وقت انکو عذاب سے رہا کرتے ہین اور بعضے گنہگارون پر صرف شب جمعہ تک عذاب ہوتا ہے یعنے جب وہ مرتے ہین تو اسدن سے شب جمعہ کے آنے تک انپر عذاب ہوتا ہے اور جب شب جمعہ

آتی ہے تو پھر وہ عذاب سے رہا کر دیے جاتے ہین اور پھر اُنپر کبھی برزخ مین عذاب نہین
ہوتا ہے اور بعضے گنہگارون پر رمضان کے مہینے تک عذاب ہوتا ہی یعنی جب وہ مرتے
ہین اُسوقت سے رمضان شریف کا مہینہ آنے تک اُنپر عذاب ہوتا ہے پھر جب
رمضان شریف کا مہینہ آتا ہے تو وہ عذاب سے رہا کر دیے جاتے ہین اور پھر اُنپر کبھی
برزخ مین عذاب نہین ہوتا ہے اور بعضے گنہگارون پر اُسوقت تک عذاب ہوتا ہے کہ
اُنکے حق مین شفاعت ہووے اور پھر شفاعت کے بعد عذاب سے وہ لوگ رہا کر دیے
جاتے ہین فقط

سوال بعض بعض جہلا کہتے ہین کہ جب اولیاء اللہ سے کوئی انتقال کرتا ہے تو حضرت
جبرئیل علیہ السلام اُسکو غسل دینے اور دفن کرنے کے لیے آتے ہین تو جو لوگ ایسا اعتقاد
رکھین اُنکے بارے مین شرعاً کیا حکم ہے۔

جواب اُن لوگونکا یہ قول بلا دلیل ہے قبول نہ کرنا چاہیے اور اِس قول کے قائل
کو جاننا چاہیے کہ مسائل مین جاہل ہے۔

سوالات قاضی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک دن پیر و مرشد کے حضور مین چند مقامات کی تحقیق ارشاد فرمانے کے لیے مین نے
عرض کیا کہ وہ مقامات مشہور و معروف ہین لیکن اُن مقامات کی حقیقت سے جیسا چاہیے
کوئی آگاہ نہین منجملہ اُن مقامات کے ایک مقام یہ ہے کہ مین نے عرض کیا کہ گنج مخفی
کسکو کہتے ہین تو جناب والا نے انسان کے وجود کیطرف اشارہ فرمایا پھر مین نے سوال
کیا کہ بعضے لوگ کہتے ہین کہ حق تعالی کے لیے مکان نہین اور بعضے کہتے ہین کہ حق تعالی
کے لیے مکان ہے تو جناب والا نے اس بارے مین بھی انسان کی طرف اشارہ فرمایا پھر

Marfat.com

یہ حدیث فرمائی ہو کہ لا یسعنی الارض ولا السماء ولکن یسعنی قلوب المومنین یعنی اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرے لیے گنجایش نہ زمین رکھتی ہی اور نہ آسمان رکھتا ہو ولیکن میرے لیے گنجایش مومنین کے قلوب رکھتے ہین یعنی میری گنجایش نہ زمین مین ہے اور نہ آسمان مین ہی بلکہ میری گنجایش مومنین کے دلون مین ہی فقط پھر مین نے سوال کیا کہ حق تعالی قدیم ہو یا جدید ہے تو ارشاد فرمایا کہ جدید کہان سے آیا اور قدیم کہان گیا وہ نہ آیا ہے اور نہ گیا ہے الان کما کان یعنی اب اسی طرح سے ہی جیسا تھا پھر مین نے سوال کیا کہ بعضے کہتے ہین کہ حق تعالی کا دیدار نہو گا تو جناب مولانا صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی یعنی جو شخص اس دنیا مین اندھا ہے وہ آخرت مین بھی اندھا ہو گا پھر مین نے سوال کیا کہ آدمی کا یہ وجود کس حکم سے پیدا ہوا ہے کہ اسمین سب مخلوقات ظاہر ہوتی ہے تو فرمایا کہ یہ مقام مشکل ہے بلا توجہ مرشد کامل کے اس مقام تک تو نہین پہونچ سکتا ہے پھر مین نے سوال کیا کہ یہ خاکی بدن کس چیز کے ذریعہ سے ہوا ہے تو فرمایا کہ بدن کے لیے محرک روح ہے اور روح کے لیے محرک نور ہے اور نور کے لیے محرک ذات باری تعالی کی ہے عزیز میرے یہ مقام کماحقہ جاننا نہایت محال ہی سوا اسکے کہ کوئی شخص طالب صادق ہووے اور مرشد کامل کی توجہ ہو اور اسکے سوا اور کوئی دوسری صورت نہین کہ اس سے ان مقامات کی انتہا تک کوئی شخص پہونچے اگرچہ شب و روز ان مقامات کے ذکر و فکر اور سیر و طیر مین رہے پھر مین نے سوال کیا کہ عبادت کی کئی قسمین ہین تو فرمایا کہ ایک عبادت وہ ہی کہ بدن کے متعلق ہی اور دوسری عبادت وہ ہو کہ دل کے متعلق ہو اور تیسری عبادت وہ ہے کہ جان کے متعلق ہے اور ان تینون مقام کو شریعت اور طریقت اور حقیقت کہتے ہین اور یہ امر بہت مشکل ہو کہ لا ینظر الی صورکم ولا الی اموالکم واعمالکم واضالکم ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاتکم یعنی اللہ تعالے نظر نہین کرتا ہی تمھاری

Marfat.com

صورتون کیطرف اور نہ تمھارے مال کیطرف اور نہ تمھاری اعمال کیطرف اور نہ تمھاری
افعال کیطرف بلکہ نظر کرتا ہی تمھارے دلون کی طرف اور تمھاری نیتون کیطرف تو جب تک
یہ امر معلوم ہوگا کسی طرح کی لذت رحمانی اور لذت نورانی سے فائدہ حاصل نہین ہو سکتا ہی
پھر مین نے سوال کیا کہ امیر اور فقیر اور دوسرے لوگ سب کی عبادت یکسان ہی یا
اُن لوگون کی عبادتون مین باہم تفاوت ہی تو فرمایا کہ بہت تفاوت ہے اسواسطے کہ
جو عبادت فقیر کرتے ہین اگر وہ عبادت امیر کرین تو وہ عبادت اُنکے حق مین کفر اور
ضلالت کے لیے باعث ہوگی اور اس امر کی تعلیم کرنے کے لیے مرشد کامل چاہیے کہ
ان مراتب کی تلقین کرے پھر مین نے سوال کیا کہ فقر کے قسم ہی تو فرمایا کہ دو قسمین ہین
ایک قسم فقر ظاہر ہے اور دوسری قسم فقر باطن ہی یہ دونون مقام بھی بلا توجہ مرشد
کامل کے منکشف نہین ہوسکتے ہین پھر مین نے سوال کیا کہ دم کس طرح کا ہوتا ہے تو فرمایا
کہ دم کی تین روشین ہین ایک روش شہوت ہی اور دوسری روش طمع ہے اور تیسری
روش غصہ ہی پھر مین نے سوال کیا کہ تینون روشین کس طرح رفع ہوتی ہین یعنی اس سے
رہائی کسطرح ہوسکتی ہی تو فرمایا کہ خلوت کے وقت معلوم ہوگا پھر مین نے سوال کیا کہ
اپنے کو دیکھنا اس سے کیا مراد ہے تو فرمایا کہ یہ مقام بھی صدق طلب اور مشاہدہ کے
ذریعہ سے سمجھایا جاویگا پھر مین نے سوال کیا کہ قالب خاکی کس راہ سے آتا ہے اور
کس راہ سے جاتا ہی تو فرمایا کہ یہ ایک الیسا رمز ہے کہ یہ دونون مقام معلوم کرنا شریعت
اور طریقت اور حقیقت اور معرفت مین سب انسان پر فرض اور واجب ہے جو شخص
یہ مقام نہین جانتا ہی حیوان مطلق ہے بلکہ اُسکو زندہ نہ کہنا چاہیے گویا مردہ ہے پھر
مین نے سوال کیا کہ علم کے لیے یعنی جاننے کے لیے کوئی حد ہے یا نہین تو فرمایا کہ علم وہ
ہے کہ پہچانتا ہے رب کو اُسکے مربوب کے نام سے ہر چیز مین پھر مین نے سوال کیا کہ
عناصر کا مؤکل کون ہے تو فرمایا کہ خاک کے مؤکل حضرت جبرئیل علیہ السلام ہین اور

پانی کے موکل حضرت میکائیل علیہ السلام ہین اور آگ کے موکل حضرت عزرائیل علیہ السلام
ہین اور ہوا کے موکل حضرت اسرافیل علیہ السلام ہین پھر مین نے سوال کیا کہ آدم کو
حقیقت جامعہ کیون کہا ہے اور اسکا سبب کیا ہے تو فرمایا کہ ہان بتحقیق یہی کہ تین معدنیات
انسان کے جسم مین بالذات موجود ہین اور ظاہر ہین تو پھر مین نے عرض کیا کہ مجکو کسطرح
اس سے واقفیت حاصل ہو سکتی ہے اور وہ امور کہ اُنکا ذکر اسکے قبل ہوا اُن امور
سے بھی کسطرح آگہی حاصل ہو سکتی ہے تو فرمایا کہ انشاء اللہ تعالی عنقریب تمکو اُس سے
آگاہ کردونگا اور نفس کی چار قسمین ہین پہلی قسم نفس ناطقہ ہے کہ وہ گویا بیخ کے مانند ہے
اور اُسکے معنے یہ ہین کہ اُسکی وجہ سے گویائی فصیح اور پاکیزہ طرح طرح کی ہووے کہ دل سے
چسپان ہووے اور علما اور جہلا کے نزدیک دلپذیر اور دل پسند ہووے اور دوسری قسم
نفس امارہ ہے اور وہ گویا مانند شاخ کے ہے اور اُسکے معنے یہ ہین کہ گویائی بیفائدہ ہوگا اسکو
سخن لاابالی کہتے ہین اور عمدہ کہانا اور اُس چیز کی خواہش ہو کہ اُس مین آخرت کا نفع ہووے
یہ سب اُسی نفس امارہ کے ذریعے سے ہوتا ہے اور فارسی مین اُسکو ہوا اور ہوس
کہتے ہین اور تیسری قسم نفس مطمئنہ ہے اور اُسکے معنے یہ ہین کہ اُسکی وجہ سے گویائی کبھی
بہتر نہایت خوبی کے ساتھ ہووے اور اُسکے ساتھ نیک فعل بھی ہو اور کبھی نہایت
قبیح گویائی ہو کبھی اللہ تعالے کے امر ونہی کے موافق اُسکا عمل ہوتا ہے اور کبھی شرع
کے خلاف ہوتا ہے اور چوتھی قسم نفس لوامہ ہے اور اُسکے معنے یہ ہین کہ شب و روز
ہر لحظہ اور ہر ساعت شریعت اور طریقت اور حقیقت اور معرفت کے موافق اُسکا عمل ہوتا ہے
حاصل کلام ان چار طریقے کے خلاف اُسکا عمل نہین ہوتا ہے اور روح کی تین قسمین ہین پہلی
قسم وہ ہے کہ جسکے بارے مین اللہ تعالے نے فرمایا ہے قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ
یعنی کہدیجیے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے اور دوسری
قسم روح وجودی ہے کہ رگ رگ مین فرحت پیوستہ کردیتا ہے اور تیسری قسم روح نوری ہے کہ

Marfat.com

ہر عضو مین طرح طرح کی تجلی حق تعالیٰ مرحمت فرماتا ہے اور وہی تجلی روح نوری سے مراد ہے
اور توجہ کی چار قسمین ہین منجملہ اُنکے ایک قسم القا ہے اور القا کے معنے یہ ہین کہ مثلاً لنا یعنے
بنجورہ کی طرح کہ جب پانی سے خالی ہوجاتا ہے تو پھر اسکو بھردیتے ہین الغرض مراد اُس سے
یہ ہے کہ ہر روز توجہ قدرے قدرے دیا کرتے ہین اور دوسری قسم اخذ ہے اور اخذ سے
مراد یہ ہے کہ وہ پھول اور تل کے مانند ہے کہ اوپر اور نیچے پھول رکھتے ہین اور اُس کے
درمیان مین کنجد یعنی تل رکھتے ہین تو چند روز مین پھول کی خوشبو تل مین اپنا اثر پہونچاتی
ہے اور جیسے خشک کپڑے کے اوپر تر کپڑا رکھین تو ضرور ہے کہ تر کپڑے کی تری کا اثر خشک
کپڑے مین پہونچے گا اور تیسری قسم انعکاس ہے کہ چشتیہ طریق کے لوگ اس قسم کی
توجہ مین زیادہ مشغول ہوتے ہین اور وہ لوگ اسکو صحبت کہتے ہین اور معنے اسکے یہ ہین
کہ ہر روز مطلوب کا عکس ڈالتے ہین جسطرح آفتاب کا عکس پڑتا ہے الغرض یہ تینون طریقے
فی زماننا بہت زیادہ جاری ہین اور قادریہ طریقہ اور چشتیہ طریقہ اور نقشبندیہ طریقہ وغیرہ ہر طریقہ
مین توجہ کے ان تینون طریقے کا بہت زیادہ معمول ہے اور چوتھی قسم توجہ کی اتحاد ہے اور
اُسکے معنی یہ ہین کہ دو جنس بلکر ایک ہوجاوے یعنی دونون جنس ظاہر مین بھی اور باطن
مین بھی ایک ہوجاوین اور مراد اس سے یہ ہے کہ مرشد مرید کو کیا ظاہر اور کیا باطن دونون
حال مین اپنے مانند کردیوے چنانچہ مثل مشہور ہے کہ وصل وصل مین کردیا لیکن یہ توجہ شاذ
ہے یعنی ہزارون مین کوئی ایک ایسی توجہ دیتا ہے اور جب اپنے بزرگون کے مزار پر جاوے
تو پورب رخ قبلے کے جانب پیٹھ کرکے کھڑا ہووے اور فاتحہ پڑھے پھر سینے کی طرف بیٹھے اور
اکتیس مرتبہ یہ دعا پڑھے سُبُّوحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ یا اسم
ذات کا ذکر کرے اُسکے بعد خاموش مراقبہ مین بیٹھے اور جب رخصت ہو تو یہ کہے اَلسَّلَامُ
عَلَيْكَ یَا ذَا الرُّوْحِ اور جب دوسرے لوگون کی قبر پر جاوے تو چاہیے کہ فاتحہ پڑھے اور
پھر سینے کی طرف مراقبہ مین بیٹھے اور جب اُٹھے تو یہ کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اور جب منظور

Marfat.com

ہووے کہ کسی خاص شخص سے ملاقات ہووے خواہ مرشد ہو یا کوئی دوسرا شخص ہو خواہ زندہ ہو خواہ مردہ ہو تو چاہیے کہ اکتیس مرتبہ سورۂ انا انزلناہ پڑھے اور اپنے اوپر دم کرے اور اس شخص کا تصور کرے انشاء اللہ تعالےٰ ضرور اُس سے ملاقات ہوگی لیکن چاہیے کہ باوضو صدق دل سے پڑھے اور ذکر قلبی کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہو اور ذکر روحی کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو اور ذکر سری کی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو اور ذکر خفی واخفیٰ کی نسبت حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ ہو فقط

اور یہ جو قول ہے کہ لا اَعْلَمُ لِلْعَالَمِ مُدَّۃً یعنے میں عالم کی مدت نہیں جانتا ہون تو یہ باعتبار وجود علمی عالم کے ہے کہ بعضے کاملین پر منکشف ہو جاتا ہے اور یہ قول باعتبار وجود عینی کے نہیں اور اسی وجہ سے تصوف کی کتابون میں واقع ہے کہ اَلْعَالَمُ قَدِیْمٌ فِی الْعِلْمِ حَادِثٌ فِی الْعَیْنِ یعنی عالم قدیم ہے باعتبار علم کے اور حادث ہے باعتبار عین کے اور یہ امر بھی قابل لحاظ کے ہے کہ عالم کا اطلاق احیاناً بطریق مجاز کے بعضے مراتب خفیہ پر بھی ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ شعاب اور تفصیل بعضے اسمار وصفات الٰہی جل شانہ کی ہے اور اُن مراتب کے قدیم ہونے میں کچھ کلام نہیں اور یہ جو قول ہے کہ لا اَعْلَمُ لِلْعَالَمِ مُدَّۃً یعنے میں عالم کی مدت نہیں جانتا ہون تو یہ قول بصورت حادث ہونے عالم کے بھی صادق ہے اسواسطے کہ مدت معینہ ابتداے پیدائش عالم سے زمانۂ حال تک معلوم نہیں اگر کوئی مدت کی تعیین کرتا بھی ہے تو صرف حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ابتداء عالم کی تعیین کرتا ہے ایسا نہیں کہ اصول عالم کی پیدائش سے ابتداے عالم کی تعیین کرتا ہو البتہ اسقدر مجمل طور پر معلوم ہے کہ عالم حادث ہے پہلے نہ تھا پھر پیدا کیا گیا فقط

سوال کتاب مجالس الابرار لکھوانا منظور ہے اگر معتبر ہو تو لکھوائی جاوے۔

Marfat.com

جواب معتبر ہے واللہ اعلم بالصواب

سوال مسئلہ دیگر عدالت۔ زاہد خان مورث اعلیٰ کے دو لڑکے بردل خان اور روشن خان کنیزک کے بطن سے ہیں اور زاہد خان مذکور کا ایک لڑکا حسین علی خان زوجہ منکوحہ کے بطن سے ہی تو بردل خان مذکور کی اولاد کو زاہد خان مورث اعلےٰ مذکور کے ترکہ سے کچھ پہونچتا ہے یا نہیں۔

جواب شرعاً یہ حکم ہے کہ مسلمان کا فعل تا امکان زنا پر محمول نہیں کیا جا تا ہی لہذا بردل خان اور روشن خان مذکورین کی اولاد کو شرعی حصہ پہونچتا ہی واللہ اعلم بالصواب

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلے مین کہ کوئی شخص کسی تقریب مین تاریخ معینہ سے دو تین دن قبل یا اُسی دن اپنے مکان مین مجلس مزامیر اور منہیات کی مثلاً نوبت اور سرود کی مجلس منعقد کرے اور ریشمی فرش بچھاوے اور ظروف نقرہ مہیا کرے اور عام دعوت اپنے دوستون کی علیحدہ مکان مین کرے یا کسی دوسرے شخص کے مکان مین کہ وہ اُس جلسے مین شامل نہووے کھانا بھیج دیوے تو وہ کھانا کہ عام ہوتا ہے شرعاً کھانا جائز ہے یا نہیں اور ایسا ہی وہ کھانا شادی کا اگر ان لوگونکے پاس بھیجدیوے کہ شب و روز وہان رہتے ہین تو وہ کھانا اُن لوگون کے لیے جائز ہی یا نہیں اور اگر اُس شخص کے ذمے قسم کا کفارہ ہووے اور اُس کھانے مین سے ہمسایہ کے دس آدمی کو کھلا دیوے تو کفارہ ادا ہو جاویگا یا نہیں۔

جواب اگر مدعو کو جانے کے قبل معلوم ہو کہ وہان لہو و لعب اور محرمات شرعیہ ہے تو چاہیے کہ دعوت قبول نہ کرے اور اگر وہان جانے کے بعد دیکھے اور وہ شخص عوام الناس سے ہووی تو چاہیے کہ بیٹھ جاوے اور کھانا کھاوے اور اگر اُسکو منع کرنے کا اختیار ہو تو چاہیے کہ منع کرے ورنہ صبر کرے اور اگر مدعو خواص سے ہو اور اُسکو منع کرنیکا اختیار ہو تو چاہیے کہ باہر چلا آوے اور وہان نہ بیٹھے اور اگر لہو و لعب دسترخوان پر

Marfat.com

ہو تو عوام کے لیے بھی مناسب نہین کہ وہان ٹھیرین اور کھاوین اور جو کھانا لوگونکے گھر بھیجدیوے تو اگر وہ کھانا مال حلال سے ہو تو وہ کھانا جائز ہے اور یہی حکم کفارہ کے بارے مین بھی ہے اگر وہ کھانا وجہ حلال سے ہوگا تو کفارہ ادا ہوجاویگا بشرطیکہ ہمسایہ کے وہ لوگ جنکو کھانا دیا جاوے مسکین ہون ورنہ کفارہ ادا نہوگا و مَنْ دُعِیَ اِلٰی وَلِیْمَۃٍ اَوْ طَعَامٍ فَوَجَدَ ثَمَّۃَ لَعِبًا اَوْ غِنَاءً فَلَا بَأْسَ بِاَنْ یَّقْعُدَ وَیَاْکُلَ قَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ اُبْتُلِیْتُ بِھٰذَا مَرَّۃً فَصَبَرْتُ وَھٰذَا لِاَنَّ اِجَابَۃَ الدَّعْوَۃِ سُنَّۃٌ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ لَّمْ یُجِبِ الدَّعْوَۃَ فَقَدْ عَصٰی اَبَا الْقَاسِمِ فَلَا یَتْرُکُھَا لِمَا اقْتَرَنَتْ بِہٖ مِنَ الْبِدْعَۃِ مِنْ غَیْرِہٖ کَصَلٰوۃِ جَنَازَۃٍ وَاجِبَۃٍ وَاِنْ حَضَرَتْھَا نِیَاحَۃٌ فَاِنْ قَدَرَ عَلَی الْمَنْعِ مَنَعَھُمْ وَاِنْ لَّمْ یَقْدِرْ یَصْبِرْ وَھٰذَا اِذَا لَمْ یَکُنْ مُقْتَدًی بِہٖ فَاِنْ کَانَ مُقْتَدًی وَلَمْ یَقْدِرْ عَلٰی مَنْعِھِمْ یَخْرُجُ وَلَا یَقْعُدُ لِاَنَّ فِیْ ذٰلِکَ شَیْنَ الدِّیْنِ وَفَتْحَ بَابِ الْمَعْصِیَۃِ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمَحْکِیُّ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْکِتَابِ کَانَ قَبْلَ اَنْ یَّصِیْرَ مُقْتَدًی وَلَوْ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی الْمَائِدَۃِ لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَّقْعُدَ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ مُقْتَدًی لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَھٰذَا کُلُّہٗ بَعْدَ الْحُضُوْرِ وَلَوْ عَلِمَ قَبْلَ الْحُضُوْرِ لَا یَحْضُرُ لِاَنَّہٗ لَمْ یَلْزَمْہُ حَقُّ الدَّعْوَۃِ بِخِلَافِ مَا اِذَا ھَجَمَ عَلَیْہِ لِاَنَّہٗ قَدْ لَزِمَہٗ وَدَلَّتِ الْمَسْئَلَۃُ عَلٰی اَنَّ الْمَلَاھِیَ کُلَّھَا حَرَامٌ حَتَّی التَّغَنِّیْ بِضَرْبِ الْقَصَبِ وَکَذَا قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اُبْتُلِیْتُ لِاَنَّ الْاِبْتِلَاءَ بِالْمُحَرَّمِ یَکُوْنُ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ہدایہ۔ یعنی اور جو شخص طعام ولیمہ یا کسی دوسری کھانے کی مجلس مین بلایا جاوے اور وہان غنا یا اور کوئی چیز منہیات سے دیکھے تو مضائقہ نہین کہ وہان بیٹھ جاوے اور کھانا کھاوے اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ مین ایک مرتبہ اس امر مین مبتلا ہوگیا تو مین نے صبر کیا اور یہ حکم اسوجہ سے ہے کہ دعوت قبول کرنا سنت ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جسنے دعوت قبول

نہ کی تو اُسنے حضرت ابو القاسمؐ کی نافرمانی کی تو چاہیے کہ دعوت اسوجہ سے ترک کیجاوے تو اُسکے ساتھ بدعت شامل ہووے جیسے جنازے کی نماز واجب ہے اگرچہ وہان عورتین نوحہ کرنے والی موجود ہون اور اگر مدعو کو منع کرنے کا اختیار ہو تو چاہیے کہ اُن لوگون کو منع کرے جو اُس بدعت مین شامل ہون اور اگر اختیار منع کرنے کا نہو تو چاہیے کہ صبر کرے اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ مدعو مقتدی نہو اور اگر مقتدی ہو اور منع کرنے کا اُسکو اختیار نہو تو چاہیے کہ وہان سے باہر چلا آوے اور وہان نہ بیٹھے اسواسطے کہ اس سے دین کی برائی لازم آویگی اور مسلمانون کے لیے معصیت کا دروازہ کھلیگا اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ سے جو حکایت منقول ہے تو وہ واقعہ آپ کے مقتدی ہونے کے قبل کا ہے اور اگر منہیات دسترخوان پر ہون تو جو شخص مقتدی نہ بھی ہو اُسکے لیے بھی مناسب نہین کہ وہان بیٹھے اسواسطے کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے کہ جب آپ کو یاد آجاوے یعنی یہ امر یاد آجاوے کہ یہ کفار خلاف شرع امر مین خوض و فکر کر رہے ہین تو چاہیے کہ آپ اُن ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھین اور یہ سب حکم اُس صورت مین ہے کہ معلوم نہو اور دعوت کے مقام مین پہونچ جاوے لیکن اگر وہان پہونچ جانے کے قبل معلوم ہو جاوے کہ وہان منہیات ہے تو چاہیے کہ وہان نہ جاوے اسواسطے کہ ہنوز اُسپر دعوت کا حق لازم نہوا ہے بخلاف اُس صورت کے کہ وہ اس امر مین مبتلا ہو جاوے اسواسطے کہ اُس صورت مین اُسپر دعوت کا حق لازم ہو جاویگا اور اس سے ثابت ہوا کہ ملاہی یعنی لہو ولعب کی جسقدر چیزین ہین وہ سب حرام ہین حتی کہ اگر غنا کے ساتھ بالسلی بھی بجائی جاوے تو یہ بھی حرام ہے اور یہی حکم امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے اس قول سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے ابتلیتُ کا لفظ فرمایا اسواسطے کہ مبتلا ہونا اُسی صورت مین کہا جاتا ہے کہ جب کوئی محرمات مین مبتلا ہو جاوے واللہ اعلم یہ مضمون ہدایہ کی عبارت کا ہے فقط

Marfat.com

سوال یہ اعتقاد رکھنا کہ بعض چیز منحوس ہوتی ہے درست ہے یا نہین مثلاً کوئی شخص اعتقاد رکھتا ہو کہ گھوڑے کا بچہ پڑا جو ساون کے مہینے مین پیدا ہوتا ہے وہ منحوس ہوتا ہے اور ایسا ہی بھینس کا بچہ جو ماگھ کے مہینہ مین پیدا ہوتا ہے وہ بھی منحوس ہوتا ہے تو ایسا عقیدہ رکھنا درست ہے یا نہین۔

جواب حدیث شریف مین وارد ہے کہ شوم یعنی نحوست اس تین چیز مین ہوتی ہے عورت اور مکان اور چارپایہ اور بعضے روایات مین صرف چارپایہ کا ذکر ہے اور بعضے روایات مین خاص گھوڑے کا ذکر ہے اور حدیث مین وارد ہے کہ شکال کو گھوڑے مین مکروہ جانتے ہین اور شکال سے مراد یہ ہے کہ داہنا ہاتھ اور بایان پاؤن یا اسکا عکس یعنی بایان ہاتھ اور داہنا پاؤن ایک رنگ پر ہو اور وہ رنگ باقی سب بدن کے رنگ کے خلاف ہو مثلاً سب بدن کا رنگ کمیت ہو اور ان دونون عضو کا رنگ سفید ہووے اور ایسا ہی بعض روایات مین ارجل کا مکروہ ہونا بھی وارد ہے اور ارجل اُس گھوڑے کو کہتے ہین کہ اسکے تین پاؤن اور باقی سب بدن کا ایک رنگ ہو اور ایک پاؤنکا دوسرا رنگ ہو اس روایت سے اصل نحوست ان چیزون مین ثابت ہوتی ہے مگر اسکی تفصیل حدیث مین وارد نہین کہ کون چیز کس طرح کی منحوس ہے اور کون نحوست عام طور پر سب مالکونکے حق مین ہے اور کون نحوست بعضے کے حق مین ہے اور بعضے کے حق مین نہین بلکہ یہ تجربہ کے متعلق ہے کہ کسی شخص کے پاس ان چیزون مین سے کسی خاص طرح کی کوئی چیز چند مرتبہ رہی ہو اور ہر مرتبہ اُسکی نحوست ظاہر ہوئی ہو یا اس طرح کی چیز اکثر آدمیونکے پاس رہی ہو اور ہر ایک کے حق مین اُسکی نحوست کا اثر ہوا ہو تو اُس سے پرہیز کرنے اور احتیاط رکھنے مین کچھ قباحت نہین فقط

سوال اگر اُستاد بیٹھا ہو اور شاگرد آوے تو اُستاد پہلے سلام کرے یا نہ کرے۔

Marfat.com

جواب سلام کے بارے مین از روے حفظ مراتب کے سنت یہ ہے کہ چاہیے کہ جو شخص کھڑا ہو وہ اُس شخص کو سلام کرے کہ وہ بیٹھا ہو اور جو شخص چلا جاتا ہو وہ اُس شخص کو سلام کرے کہ وہ کھڑا ہو اور چاہیے کہ جو شخص صغیر ہو وہ کبیر کو سلام کرے اور جس جماعت کے لوگ کم ہون وہ اُس جماعت کے لوگونکو سلام کرین کہ وہ لوگ زیادہ ہون اور چاہیے کہ جو شخص سوار ہو وہ پیادہ کو سلام کرے لیکن جو شخص ایسا ہے کہ اُسپر لازم نہین کہ پہلے سلام کرے اگر وہ شخص بطریق تواضع کے بإ عزیمت پر عمل کرنے کے خیال سے سلام کرنے مین خود پیشدستی کرے اور پہلے سلام کرے تو یہ اعلےٰ اور افضل ہے چنانچہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جب مجلس مبارک مین بیٹھے رہتے تھے یا راہ مین صحابہؓ سے ملاقات ہوتی تھی تو خود ابتداءً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سلام فرماتے تھے فقط

فائدہ محبت دینی زیادہ ہونے کے دو معنی ہین اول یہ کہ اپنے محبوب مین امور دینیہ زیادہ پائے جانے کا معتقد ہووے اور اس صورت مین اس معنے کے اعتبار سے البتہ لازم آتا ہے کہ وہ شخص اپنے محبوب کے افضل ہونے کا معتقد ہے اور دوسرے معنی یہ ہین کہ کسی کو اپنے محبوب سے دین مین زیادہ نفع پہونچا ہو کہ اُسقدر نفع اُسکو کسی دوسرے سے نہ پہونچا ہو اور اس صورت مین اس معنی کے اعتبار سے لازم نہین آتا ہے کہ وہ شخص اپنے محبوب کے افضل ہونے کا معتقد بھی ہے اسواسطے کہ ہر مرید اپنے شیخ کے ساتھ زیادہ محبت رکھتا ہے مگر اس سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ اُس مرید کو اپنے شیخ کے افضل ہونے کا اعتقاد بھی ہے اور ایسا ہی ہر شاگرد اپنے اُستاد سے زیادہ محبت رکھتا ہی مگر اس سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ وہ شاگرد اپنے اُستاد کے افضل ہونے کا اعتقاد بھی رکھتا ہو اور اشعری شوری کو افضل کے تعیین مین دلیل قرار دیتے ہین اسواسطے کہ حضرات ختنین کی فضیلت دوسرے صحابہ پر ثابت ہونا اشعری کے نزدیک قطعی نہین

Marfat.com

بلکہ یہ مسئلہ اجتہادیہ ہے لیکن صحابہ کے اقوال کے اعتبار سے اس تاویل کو گنجایش نہین
چنانچہ یہ امر ظاہر ہے اور اسیوجہ سے اکثر اشاعرہ نے یہی اختیار کیا ہے اور مفضول کی
امامت باوجود موجود ہونے فاضل کے جائز ہے اور بعضے نے تفصیل کی ہے کہ اگر افضل
کو امام مقرر کرنے مین فتنہ زیادہ ہونے کا خوف ہووے تو جائز ہے کہ وہ افضل امام
مقرر نہ کیا جاوے بلکہ دوسرا شخص امام قرار دیا جاوے اور اگر فتنہ زیادہ ہونے
کا خوف نہو تو یہ امر جائز نہین یعنی اُس صورت مین جائز نہین کہ افضل کے ہوتے
ہوئے دوسرا شخص امام مقرر کیا جاوے کہ وہ اُس افضل سے فضیلت مین کم ہو
فتاوی عالمگیری مین لکھا ہے اور یہ عبارت اُسمین فتاوے قاضیخان سے
نقل کی گئی ہے اور وہ عبارت یہ ہے رَجُلٌ قَالَ مَالِی صَدَقَةٌ عَلٰی فُقَرَاءِ مَکَّةَ اِنْ فَعَلْتُ
کَذَا فَحَنَثَ وَتَصَدَّقَ عَلٰی فُقَرَاءِ بَلْخٍ اَوْ بَلْدَةٍ اُخْرٰی جَازَ وَیَخْرُجُ عَنِ النَّذْرِ انتہی
یعنی کسی شخص نے کہا کہ میرا مال صدقہ ہے مکہ معظمہ کے فقرا کے لیے اگر مین ایسا کرون اور
پھر وہ شخص حانث ہوا یعنی وہ کام کیا اور آپنے اپنا مال بطور صدقہ کے بلخ کے فقرا
کو یا کسی دوسرے شہر کے فقرا کو دیا تو جائز ہو جاویگا یعنی اُسکے ذمہ سے وہ نذر ساقط
ہو جاویگی یہ عالمگیری کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہے اور یہ جواب نذر کے بارے مین
ہے اور جب نذر نہووے تو اُس صورت مین بھی اسی مسئلہ کے قیاس پر بطریق اولے
یہ امر جائز ہے امام غزالی علیہ الرحمۃ کا ایک رسالہ اس بیان مین ہے کہ کس امر مین
کفر لازم آتا ہے اور کس امر سے کفر لازم نہین آتا ہے اُس رسالہ مین کلام طویل کے
بعد یہ لکھا ہے اِعْلَمْ اَنَّ شَرْحَ مَا یُکَفَّرُ بِهٖ وَمَا لَا یُکَفَّرُ بِهٖ یَسْتَدْعِیْ شَرْحًا طَوِیْلًا
یَفْتَقِرُ اِلٰی ذِکْرِ الْمَقَالَاتِ وَالْمَذَاهِبِ وَذِکْرِ شُبْهَةِ کُلِّ وَاحِدٍ وَدَلِیْلِهٖ وَوَجْهِ
بُعْدِهٖ عَنِ الظَّاهِرِ وَوَجْهِ تَاوِیْلِهٖ وَذٰلِکَ لَا یَحْتَوِیْهِ مُجَلَّدَاتٌ وَلَیْسَ یَتَّسِعُ شَرْحُ
ذٰلِکَ اَوْقَاتِیْ فَاقْتَنِعْ الْاٰنَ بِوَصِیَّةٍ وَقَانُوْنٍ اَمَّا الْوَصِیَّةُ فَاَنْ تَکُفَّ لِسَانَکَ

مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ مَا اَمْكَنَكَ مَا دَامُوْا قَائِلِيْنَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ غَيْرَ مُنَافِقِيْنَ لَهَا وَالْمُنَافِقَةُ تَجْوِيْزُهُمُ الْكِذْبَ عَلَيْهِ بِعُذْرٍ اَوْ بِغَيْرِ عُذْرٍ فَاِنَّ التَّكْفِيْرَ فِيْهِ خَطَرٌ وَالسُّكُوْتُ لَا خَطَرَ فِيْهِ اَمَّا الْقَانُوْنُ فَهُوَ اَنْ تَعْلَمَ اَنَّ اُصُوْلَ الْاِيْمَانِ ثَلٰثَةٌ اَلْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا عَدَاهُ فُرُوْعٌ فَاعْلَمْ اَنَّهُ لَا تَكْفِيْرَ فِي الْفُرُوْعِ اَصْلًا لٰكِنَّ فِيْ بَعْضِهَا تَخْطِيَةٌ كَمَا فِي الْفِقْهِيَّاتِ وَفِيْ بَعْضِهَا تَبْدِيْعٌ كَالْخَطَاءِ الْمُتَعَلِّقِ بِالْاِمَامَةِ وَاَقْوَالِ الصَّحَابَةِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْخَطَاءَ فِيْ اَصْلِ الْاِمَامَةِ وَتَعْيِيْنِهَا وَشُرُوْطِهَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا لَا يُوْجِبُ شَيْءٌ مِّنْهَا التَّكْفِيْرَ وَلَا يَلْتَفِتُ اِلٰى قَوْمٍ يُعَظِّمُوْنَ اَمْرَ الْاِمَامَةِ وَيَجْعَلُوْنَ الْاِيْمَانَ بِالْاِمَامِ مَقْرُوْنًا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهِ وَلَا اِلٰى خُصُوْمِهِمُ الْمُكَفِّرِيْنَ لَهُمْ بِمُجَرَّدِ مَذْهَبِهِمْ فِي الْاِمَامَةِ فَكُلُّ ذٰلِكَ اِسْرَافٌ اِذْ لَيْسَ فِي الْوَاحِدِ مِنَ الْقَوْلَيْنِ تَكْذِيْبُ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَمَهْمَا وُجِدَ التَّكْذِيْبُ يُوْجِبُ التَّكْفِيْرَ

یعنی جاننا چاہیے کہ تفصیل اس مسئلہ کی کہ کس امر سے کفر لازم آتا ہے اور کس امر سے کفر لازم نہین آتا ہے اسکے لیے ایک شرح طویل کی ضرورت ہے کہ اس بارہ مین لوگونکے جو اقوال اور مذاہب ہین ذکر کیے جاوین اور ہر ایک کا شبہہ ذکر کیا جاوے اور اسکی دلیل بیان کیجاوے اور یہ بیان کیا جاوے کہ کس وجہ سے وہ قول ظاہر اقیاس سے بعید معلوم ہوتا ہے اور اسکی تاویل کسطرح ہوتی ہے اور ان امور پر طول طویل کتابین حاوی نہین ہو سکتی ہین اور نہ میرے اوقات مین اسقدر گنجایش ہے کہ اسکی شرح کیجاوے لہذا فی الحال ایک وصیت اور ایک قانون کے بیان کرنے پر قناعت کرتا ہون تو وہ وصیت یہ ہے کہ اپنی زبان تا امکان اہل قبلہ کی تکفیر کرنے سے روک رکھو جب تک اہل قبلہ سے کوئی شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل رہے اور یہ کلمہ پڑھے اور نفاق سے یہ کلمہ نہ کہتا ہو اسکو کافر نہ کہنا چاہیے اور نفاق سے مراد یہ ہے کہ وہ جائز جانتا ہو کہ عذر سے یا بلا عذر یہ کلمہ دروغ کے طور پر کہا جاوے یعنی دل سے

تصدیق نہ کیجاوے صرف زبان سے ایمان ظاہر کیا جاوے اسواسطے کہ تکفیر مین خطرہ ہے
اور سکوت مین خطرہ نہین اور لیکن قانون یعنی شرعی قاعدہ یہ ہے کہ جاننا چاہیے کہ اصول
ایمان کے تین ہین یعنی ایمان لانا اللہ پر اور رسول پر اور آخرت کے دن پر اور اسکے سوا
سب فروع ہے تو جاننا چاہیے کہ فروع کے بارے مین ہرگز تکفیر ثابت نہین البتہ بعض
فروع مین تخطیہ ہے یعنی اُسکے بارے مین کسی کی طرف خطا کی نسبت کیجا سکتی ہے
جیسے مسائل فقہیہ ہین اور بعض فروع کے بارے مین بدعت کی نسبت کیجا سکتی ہے
جیسے خطا جو امامت اور صحابہ کے احوال سے متعلق ہے اور جاننا چاہیے کہ خطا اصل امامت
مین اور اُسکی تعیین اور شروط اور اُسکے متعلقات مین ان امور کو کوئی امر تکفیر کے لیے موجب
نہین اور اُن لوگونکا قول قابل لحاظ نہین کہ امامت کے مسئلہ کو حد سے بڑھا دیتے ہین
اور سمجھتے ہین کہ امام پر ایمان لانا اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانے کے برابر ہے اور
نہ اُنکے خصم یعنی مخالفین کا قول قابل لحاظ ہے کہ اُن لوگونکو امامت کے بارہ مین جو اُنکا
مذہب ہے صرف اُس مذہب کی وجہ سے کافر کہتے ہین تو اُن دونون قول مین حد سے
تجاوز کیا گیا ہے اسواسطے کہ منجملہ ان دونون قول کے کسی قول سے تکذیب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی لازم نہین آتی ہے اور جب تکذیب لازم آتی ہے تو
اُس صورت مین تکفیر کیجاتی ہے یہ مضمون امام غزالی کے رسالہ مذکورہ کی عبارت
مذکورہ کا ہے اور اس بارہ مین اُس رسالہ مین اس عبارت کے بعد کلام طویل ہے اور
امام غزالی کا یہ کلام موافق ہے اُسکے کہ جو عقائد مین مذکور ہے کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہنا چاہیے
اور امام غزالی کا یہ کلام خلاف اُسکے ہے کہ جو فتاوی مین مذکور ہے کہ جس شخص کو حضرات
شیخین کی خلافت سے انکار ہووے وہ کافر ہے فقط

سوال محدثین علم فقہ پر عمل کرتے ہین یا نہین بعض شخص کہتے ہین کہ محدثین علم فقہ پر عمل
نہین کرتے ہین۔

Marfat.com

جواب علماء محدثین کسی ایک مذہب پر مذاہب مجتہدین سے نہین رہتے ہین تو علماء محدثین کے بعضے اعمال مطابق کتب فقہ کے ہوتے ہین اور بعضے اعمال دوسری کتابونکی مطابق ہوتے ہین فقط

سوال عشرۂ مبشرہ اور انکے سواتین حضرات کے علاوہ اس زمانہ کے لوگون کو اگر کوئی شخص قطعی بہشتی یا قطعی دوزخی کہے اور اس امر کی تصدیق اسکے دل مین ہووے تو اسکے بارے مین شرعاً کیا حکم ہے۔

جواب جن حضرات کے حق مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے جنت کی بشارت فرمائی ہے مثلاً جو حضرات جنگ بدر مین حاضر تھے اور جو حضرات جنگ احد مین شہید ہوئے اور جو حضرات بیعۃ الرضوان سے مشرف ہوے اور اسطرح کے اور جو حضرات ہوے کہ ایسے حضرات ہزارہا صحابی ہین کہ ان حضرات کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے بہشت کی بشارت فرمائی تو ان حضرات کے حق مین عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ حضرات قطعی بہشتی ہین لیکن ان حضرات کے علاوہ اور جو لوگ ہین انکو علام الغیوب کے علم پر حوالہ کرنا چاہیے اُن لوگونکو نہ قطعی بہشتی جاننا چاہیے اور نہ قطعی دوزخی سمجھنا چاہیے اور علم **مشرکین** کے کھانے کا اور نصاریٰ کے ساتھ انکے دسترخوان پر اور انکے برتن مین کھانے کے بارے مین حکم یہ ہے کہ اگر وہان کوئی منہیات سے ہو مثلاً شراب ہو یا خنزیر کا گوشت ہو یا سونا چاندی کا برتن ہووے یا اس کھانے مین نجاست پڑی ہو مثلاً گوبر وغیرہ اسطرح کی کوئی چیز اسمین پڑی ہو یا وہان مجوس زمزمہ یعنی ترنم کرتے ہون تو وہ کھانا حرام ہے اگرچہ جس برتن مین مسلمان کھاتا ہو وہ نجاست سے خالی ہو اسواسطے کہ اس سے انکی مشارکت انکی خصلتون مین لازم آتی ہے اور اگر وہان اسطرح کے امور نہون تو یہ امر مباح ہے بشرطیکہ کھانا اور برتن طاہر ہووے اور امام رازی کی تفسیر کبیر مین لکھا ہے قَالَ كَثِيرٌ مِّنَ الْفُقَهَاءِ اِنَّمَا يَحِلُّ نِكَاحُ الْكِتَابِيَّةِ الَّتِي دَانَت

بالتوراۃ والانجیل قبل نزول القرآن قالوا والدلیل علیہ قولہ من قبلکم فمن دان بالکتاب بعد نزول القرآن خرج عن حکم اہل الکتاب انتہی یعنی اکثر فقہانے کہا ہے کہ جو عورت اہل کتاب سے ہو اُسکے ساتھ نکاح کرنا اس صورت مین جائز ہے کہ اُسکا مذہب توریت اور انجیل کے موافق قبل نازل ہونے قرآن شریف کے رہا ہو اور فقہانے کہا ہے کہ اُسپر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول من قبلکم ہے تو جو شخص اپنا مذہب اللہ تعالیٰ کی سابق کتاب کے موافق اختیار کرے بعد نازل ہونے قرآن شریف کے تو وہ اہل کتاب کے حکم سے خارج ہے یہ ترجمہ تفسیر کبیر کی عبارت مذکورہ کا ہے اور مشرکین کے برتن مین بلا دھوئے ہوئے کھانا پینا مکروہ ہے اسواسطے کہ گمان غالب ہے اور ظاہر ہے کہ اُنکا برتن نجس ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ لوگ شراب کو حلال جانتے ہین اور شراب پیتے ہین اور خنزیر کا گوشت کھاتے ہین تو ظاہر ہے کہ خنزیر کا گوشت اپنی دیگ مین پکاتے ہونگے اور اپنے برتن مین رکھتے ہونگے تو اسوجہ سے اُنکے برتن مین بلا دھوئے ہوئے کھانا مکروہ ہے جیسا جو پانی مرغی کا جھوٹا ہو اُس سے وضو کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ اُسمین بھی نجاست کا گمان غالب ہے اور اصل اشیا مین طہارت ہے اور ان چیزون مین نجاست کا شک ہے اور شک کی وجہ سے نجاست ثابت نہین ہوتی ہے اسوجہ سے قطعی طور پر ان چیزونکے بارہ مین نجاست کا حکم نہوا بلکہ شک کی وجہ سے کراہت کا حکم ہوا اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ اُن برتنونکا نجس ہونا یقیناً معلوم نہووے اسواسطے کہ جب یقیناً معلوم ہو کہ یہ برتن نجس ہے تو بلا دھوئے ہوئے اُسمین کھانا پینا ہرگز جائز نہین اور اگر اس صورت مین بلا دھوئے ہوئے اُن برتنون مین کسی نے کچھ کھایا پیا تو اُسکے بارے مین شرعاً یہ حکم ہے کہ اُسنے حرام کھایا پیا یہ خلاصہ اُسکا ہے جو اس بارے مین ذخیرہ مین لکھا ہے یہ بندہ کہتا ہے کہ ہملوگ اُس بلا مین مبتلا ہین کہ گھی اور دودھ اور پنیر وغیرہ تر چیزین ہنود سے خریدتے ہین اور احتمال ہے کہ اُنکا برتن

نجس ہووے اسواسطے کہ وہ لوگ گوبر سے پرہیز نہین کرتے ہین خصوصاً اُنکی عورتین
اُس سے مطلقاً احتیاط نہین کرتی ہین اور ایسا ہی وہ لوگ اُس جانور کا گوشت کھاتے
ہین جسکو وہ لوگ جان سے مارتے ہین اور وہ مردار ہوتا ہے تو پرہیزگار پر لازم ہے
کہ جب سوا اسکے چارہ نہو کہ ہنود سے یہ چیزین خریدی جاوین تو اُنسے عہد لیوی کہ وہ احتیاط
کرین کہ ان چیزون مین گوبر اور مردار کا گوشت وغیرہ نہ پڑے اور اگر یہ امر ہنود پر شاق
گذرے تو اہل اسلام کو چاہیے کہ اپنے سامنے اُنکا برتن اور اُنکا ہاتھ دُھلوا دیوی اور
اُسکے بعد وہ لوگ دودھ دوہین اور گھی وغیرہ طیار کرین اور اگر یہ بھی ممکن نہو تو اس بارے
مین حکم ہے کہ فتوے اسپر ہے کہ یہ سب چیز مباح ہے اور تقوے یہ ہے کہ ان چیزون سے
پرہیز کرنا چاہیے ایسا ہی نصاب الاحتساب مین لکھا ہے اور اس بارے مین تفصیل ہے
اور وہ معلوم کرنا ضرور ہے اور وہ تفصیل یہ ہے کہ خلاصہ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ مجوس وغیرہ مشرکین
کے ساتھ کھانا مباح ہے یا نہین تو حاکم بن عبدالرحمن کاتب کا یہ قول ہے کہ وہ کہتے تھے
کہ اگر کوئی مسلمان ایک مرتبہ یا دو مرتبہ اس امر مین مبتلا ہو جاوے تو مضائقہ نہین کہ مشرکین کے
ساتھ کھا لیوے اسواسطے کہ روایت ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کھانا تناول
فرماتے تھے اُسوقت ایک کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوا اور
اُسنے کہا کہ اے محمد کیا مین تمہارے ساتھ کھاؤن تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ہان پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کے ساتھ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کھانا تناول
فرمایا ہے اس غرض کے لیے کہ اُس کافر کا دل اسلام کی طرف مائل ہووے اور لیکن اکثر اُنکے ساتھ کھانا
تو یہ مکروہ ہے اسواسطے کہ اُنکے ساتھ اختلاط اور محبت رکھنا اور اُنکی جماعت زیادہ کرنا منع ہے
اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا ہے مِنَ الْجَفَاءِ اَنْ تَاْکُلَ
مَعَ غَیْرِ اَھْلِ دِیْنِكَ یعنی یہ شرع کی حد سے تجاوز کرنا ہے کہ تو کھاوے اُس شخص کے ساتھ جو تیرے
دین مین نہین اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کھانا دوسری ملت کے لوگون کے ساتھ

Marfat.com

کھانا چاہیے اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اس شخص کے ساتھ کھانا تناول فرمایا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے دین کا قائل نہ تھا تو ضرور ہے کہ ان دونوں امر مین تطبیق دیجاوے تو تطبیق اسطرح ہوتی ہے کہ سابق مین ذکر کیا گیا ہے کہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ تالیف قلب کے لیے کافر کے ساتھ کھانا کھایا ہے اس خیال سے کہ تاکہ اسکا دل اسلام کی طرف مائل ہووے اور اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ کھانا اکثر اُنکے ساتھ نہ کھانا چاہیے اور قاضی امام رکن الدین سندی کا یہ قول ہے کہ مجوس جب زمزمہ یعنی ترنم نکرے تو اُسکے ساتھ کھانے مین مضائقہ نہین اور اگر وہ ترنم کرتا ہو تو اُسکے ساتھ نہ کھانا چاہیے اسواسطے کہ وہ کفر اور شرک ظاہر کرتا ہے تو اس حالت مین کہ وہ اپنا کفر ظاہر کرتا ہے اُسکے ساتھ نہ کھانا چاہیے ایسا ہی سیر ذخیرہ کی دسوین فصل کے اخیر مین لکھا ہے یہ سب مطالب المؤمنین سے لکھا گیا ہے فقط

سوال یہ جو مشہور ہے کہ جو چیز غلہ کے جنس سے ہے اُسکی برکت جنات لیجاتے ہین تو فی الواقع اس امر کی کچھ حقیقت ہے یا نہین۔

جواب حق تعالی نے طیور اور بہائم اور حشرات وغیرہ سب حیوانات کا رزق زمین پر پیدا فرمایا ہے اور ایسا ہی جنات کا حصہ زراعت مین مقرر فرمایا ہے اور جن جیسا خود نظر نہین آتے اُسیطرح اُنکا اپنا حصہ لیجانا بھی نظر نہین آتا ہے اور جو کچھ انسان کا حصہ ہوتا ہے وہ باقی رہ جاتا ہے فقط۔

فائدہ جو مچھلی کہ دریا مین خود بخود مر جاوے امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمۃ کے نزدیک حلال ہے اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک حلال نہین مگر حنفیہ کے مذہب مین بھی ایک قول یہ ہے کہ سب حلال ہے اور اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگر مچھلی کو کوئی صدمہ نہ پہونچے اور خود بخود مر جاوے اور مر کر پانی کے اوپر ہو جاوے تو اُسکو طافی کہتے ہین تو امام شافعی

Marfat.com

اور امام مالک علیہما الرحمۃ کے نزدیک اسطح کی مری ہوئی مچھلی کھانا درست اور حلال ہے اور اگر مچھلی کو دریا کی موج باہر ڈالدیوے یا دریا کا پانی خشک ہووے اور خشکی کے سبب سے مچھلی مرجاوے تو یہ دونوں قسم کی مچھلی سب علمار کے نزدیک حلال ہے اور ایسا ہی جو مچھلی شکار کرنے سے مرجاوے تو وہ بھی چارون مذہب مین حلال ہے اور تیسری قسم کی وہ مچھلی ہے کہ کسی آفت کی وجہ سے مرجاوے مثلاً برف گرے یا جاڑے کے موسم مین بہت سردی پڑے اور اُس سردی کی وجہ سے مچھلی مرجاوے یا گرمی کے دن مین سخت گرمی پڑے اور گرمی کی وجہ سے مچھلی مرجاوے تو اس قسم کی مچھلی علمائے حنفیہ سے امام محمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک حلال ہے اور اسی پر فتوے ہے۔

سوال مولوی عبدالجبار کا سرقہ مین ہاتھ کاٹنے کے لیے نصاب کی شرط ہے اور جب سارق نے کسی کو جان سے مار ڈالا ہو اور مال نہ لیا ہو تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جاوے گا بلکہ وہ قتل کیا جاوے گا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت مین سارق نے مال محفوظ بقدر نصاب لیا اسوجہ سے ہاتھ کاٹنے کی حد ساقط ہوئی لیکن قتل اور سولی دینے کی حد ساقط نہو گی اور عالمگیری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل اور سولی دینے کی حد بھی ساقط ہو جاویگی تو عمل کسپر کیا جاوے اور عالمگیری کی روایت یہ ہے وَاِنْ اُخِذُوْا قَبْلَ التَّوْبَةِ وَقَدْ قَتَلُوْا اَوْ جَرَحُوْا عَمْدًا وَلٰكِنْ مَا اَخَذُوْا مِنَ الْاَمْوَالِ شَيْءٌ قَلِيْلٌ لَا يُصِيْبُ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ نِصَابٌ فَالْاَمْرُ فِي الْقِصَاصِ مِنَ النَّفْسِ وَغَيْرِهَا اِلَى الْاَوْلِيَاءِ اِنْ شَاءُوْا اسْتَوْفَوْا وَاِنْ شَاءُوْا عَفَوْا هٰكَذَا فِي النِّهَايَةِ یعنی اور اگر سارق توبہ کرنیکے قبل گرفتار ہووے اور اُن لوگون نے قصداً کسی شخص کو قتل کیا ہے یا زخمی کیا ہے لیکن مال جو کچھ لیا ہے وہ قلیل چیز ہے اور وہ قلیل چیز منجملہ اُن لوگونکے ہر سارق کے اعتبار سے بقدر نصاب نہین تو اس صورت مین قصاص کے بارے مین خواہ سارق قتل کے قابل قرار دیوین یا کسی دوسری سزا کے مستوجب ہو دین مقتول کے ولی کو اختیار ہی چاہیے

Marfat.com

بدلہ لیوے چاہے معاف کر دیوے ایسا ہی نہایہ مین لکھا ہے فقط

جواب اس روایت مین کہ عالمگیری مین ہے اور سابق کی روایت مین تناقض نہین اسواسطے کہ سابق کی روایت کا حکم اس صورت مین ہو کہ سارق نے کچھ بھی مال نہ لیا ہو اور اس روایت کا حکم اس صورت مین ہے کہ مال لیا ہو مگر وہ قلیل چیز ہو کہ بقدر نصاب نہو اور دونون صورتون مین فرق ہے اور فرق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پہلی صورت داخل ہے ان احوال مین کہ اسمین صراحۃً نص وارد ہے اور دوسری صورت ان احوال سے نہین اسواسطے کہ جب ان لوگون نے مال لیا تو پہلی صورت یعنی صرف قتل کرنے کی صورت انپر صادق نہین آتی ہے بلکہ دوسری صورت انپر صادق آتی ہے یعنی ان لوگون نے مال لیا اور قتل کیا مگر وہ مال کہ ان لوگون نے لیا بقدر نصاب نہین تو اسوجہ سے سرقہ کے بارے مین جو نص ہے اسکا حکم انپر عائد نہین ہوتا ہے تو صرف قصاص کا حکم باقی رہا اور یہ فرق کرنا مشکل ہے اسمین غور و فکر کی ضرورت ہے۔

سوال انگریز کی نوکری کرنا جائز ہے یا نہین۔

جواب اگر نوکری مین ایسے کام کے کرنے کا خدشہ ہووے کہ کبیرہ گناہ ہے مثلاً فوج کی نوکری ہو اور خدشہ ہو کہ اہل اسلام کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑیگا یا خدمتگاری کی نوکری ہووے اور خدشہ ہو کہ شراب اور مردار اور خنزیر کا گوشت لے آنا ہوگا تو اسطرح کی نوکری اور روزگار کرنا منع ہے اور جس نوکری اور روزگار مین اسطرح کی منہیات نہووین مثلاً اس نوکری مین یہ کام ہو کہ عدالت کے امور لکھے جاوین یا مثلاً منشی گری کا کام ہو یا قافلہ پہونچانے کا کام ہو یا مثلاً پولیس کی نگہبانی کرنے کا کام ہو یا اسطرح کا اور کوئی دوسرا کام ہو تو اسطرح کی نوکری اور روزگار منع نہین فقط

حکم افیون کے بارے مین یہ ہے کہ حرام ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ افیون زہر ہے ظاہر طور پر اس کے ضرر بدن کو پہونچتا ہے چنانچہ اسکی تصریح طب مین مذکور ہے اور دوسرا یہ وجہ ہے کہ

مفتر اور مخدر ہے اور روایت کی ہے احمد نے اپنے مسند مین اور ابو داؤد نے سنن ابی داؤد مین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ کہا انھون نے نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ عَنْ کُلِّ مُسْکِرٍ وَمُفَتِّرٍ یعنی منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ واصحابہ وسلم نے ہر مسکر اور مفتر سے اور قسطلانی نے مواہب مین لکھا ہے قَالَ الْعُلَمَاءُ الْمُفَتِّرُ کُلُّ مَا یُوْرِثُ الْفُتُوْرَ وَالْخَدَرَ فِی الْاَطْرَافِ یعنی علماء نے کہا ہے کہ مفتر ہر وہ چیز ہے کہ اُس سے فتور اور خدر اطراف مین پیدا ہووے اور یہ حدیث اعلیٰ درجے کی دلیل ہے حشیش یعنے تمباکو وغیرہ مخدرات کے حرام ہونے کے لیے اسواسطے کہ یہ اشیاء اگرچہ مسکر نہین لیکن مفتر اور مخدر ضرور ہین اور اسیوجہ سے جو لوگ یہ اشیاء استعمال کرتے ہین اُن لوگون کو نیند زیادہ آتی ہے اور سر مین گرانی معلوم ہوتی ہے اسواسطے کہ اسکا انجرہ دماغ پر پہونچتا ہے اور اس مسئلہ مین اختلاف ہے کہ اسقدر کم تمباکو استعمال کرنا کہ اُس سے فتور اور خدر نہووے حرام ہے یا نہین تو نووی نے شرح مہذب مین لکھا ہے کہ کم تمباکو کھانا حرام نہین بخلاف شراب کے کہ شراب کم بھی پینا حرام ہے اور فرق ان دونون چیزونکے حکم مین اسوجہ سے ہے کہ تمباکو طاہر ہے اور شراب نجس ہے تو نجاست کی وجہ سے کم شراب پینا بھی جائز نہین اور زرکشی نے اس مسئلہ کی یہ تحقیق بیان کی ہے کہ حدیث سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ مَا اَسْکَرَ کَثِیْرُہٗ فَقَلِیْلُہٗ حَرَامٌ یعنی جو چیز ایسی ہو کہ زیادہ استعمال کرنے سے نشہ لاتی ہو تو وہ چیز کم استعمال کرنا بھی حرام ہے اور نووی کا جو یہ قول ہے کہ تمباکو طاہر ہے نجس نہین تو یہ تحقیق ابن دقیق العید کی ہے اور اُنھون نے اسپر اجماع نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ افیون اور وہ خشخاش کا دودھ ہے اسکا اثر تمباکو سے زیادہ ہوتا ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ جب اُسکی حرمت کی علت تخدیر اور تفتیر ہے یا سمیت ہے تو ارجح قول یہ ہے کہ وہ اسقدر نہایت قلیل استعمال کرنا کہ اُس سے یہ آثار پیدا نہووین حرام نہین واللہ اعلم فقط

Marfat.com

فیمابین حکماء لکھنؤ کے قانون کی ایک عبارت کے معنی کے بارے مین اختلاف واقع ہوا اور حضور تک نوبت پہونچی اُسکی تصحیح کے لیے سب حکماے لکھنؤ نے جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے حضور مین رجوع کیا تو جناب مولانا صاحب ممدوح نے اُس عبارت کے جو معنے ارشاد فرمائے وہ لکھے گئے اور وہ عبارت کتاب قانونکی یہ ہے اما الھلیلج الاصفر قد یستعملہ قوم ما وجد عنہ مذھب فعل فانہ یخشن الامعاء و یقبض المسامات وان کان لا بد فبعد النضج التام انتہی یعنی لیکن ہلیلہ زرد کہ اسکو کبھی اطبار کی قوم استعمال کرتی ہے تو جب تک اس سے پرہیز کرنے مین چارہ ہو تو چاہیے کہ اُس سے پرہیز کیا جاوے اسواسطے کہ وہ امعار مین خشونت پیدا کرتا ہے اور مسامات کو قبض کرتا ہے اور اگر اُسکے استعمال کرنے سے چارہ نہووے تو چاہیے کہ بعد نضج تام کے استعمال کیا جاوے یہ مضمون قانونکی عبارت مذکورہ کا ہے اور اس عبارت کی تحقیق یہ ہے کہ ما کا لفظ اس جگہ کس معنے مین مستعمل ہے ما موصولہ ہے یا ما نافیہ ہے یا اور کوئی دوسری قسم اسکے اقسام سے ہے اور مذھب فعل ترکیب اضافی ہے یا ترکیب توصیفی ہے۔

جواب از جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اما الھلیلج الاصفر الخ حمیات قانون کے صحیح نسخہ مین حرف واو قبل کلمہ ما کے واقع ہے اور اس عبارت کی ترکیب یہ ہے کہ ما ظرفیہ ہے اور اسمین شرط کے معنی پائے جاتے ہین اور فضلا کے عرف مین اس ما کو ما دامیہ کہتے ہین اور وُجِد مجہول کا صیغہ ہے اور عَنْہُ کی ضمیر ہلیلج اصفر کی طرف راجع ہے اور مَذْھَبٌ مرفوع منون ہے اس بنا پر کہ مفعول مالم یسم فاعلہ وُجِدَ کا ہے اور فعل مجہول کا صیغہ ہے اور جزا اُس شرط کی ہے کہ کلمہ ما سے مفہوم ہوتی ہے اور معنی اس عبارت کے یہ ہین کہ جبتک پائی جاوے اُس ہلیلہ زرد سے جگہ گریز کی تو چاہیے کہ اُس سے گریز کیا جاوے حاصل اسکا یہ ہے کہ حتی المقدور ہلیلہ زرد استعمال نہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ وہ امعار مین خشونت پیدا کرتا ہے اور مسامات کو قبض کرتا ہے یہ مضمون اس عبارت

Marfat.com

کا ہے اور دوسرے اطبا نے بھی قبل دو ہفتہ کے یعنی قبل چودھوین دن کے صاحب حمی کو ہلیلجات کے استعمال سے منع کیا ہے اور شیخ کی عبارت کہ سیاق مین اس عبارت کے ہے صریح دلیل اس معنی پر ہے کہ اس شق کے عدیل یعنی مقابل مین شیخ نے کہا ہے وَاِنْ کَانَ لَابُدَّ فَبَعْدَ النُّضْجِ التَّامِّ اور حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر ہلیلہ زرد کے استعمال سے چارہ ہووے تو فبہا اور اگر اُسکے استعمال سے چارہ نہووے بلکہ وہ استعمال کرنا ضروری ہو تو اُسکا استعمال بعد نضج تام کے ہونا چاہیے تا مادہ کا قوام معتدل ہو جاوے اور اس سبب سے امعا مین خشونت پیدا کرنے مین زیادہ ضرر نہ پہونچاوے اور نضج کی وجہ سے مسامات مین انفتاح ہو جاوے اور اس سبب سے مسامات کو زیادہ قبض نہ کرے اور لفظ مذہب کا کہ عرف مین فقہا اور متکلمین کے خاص طور پر اُس طریقہ کو کہتے ہین کہ اعتقاد اور عمل کے بارے مین مختار ہووے تو یہ اسکے منافی نہین کہ یہ لفظ دوسرے مقام مین باعتبار اپنے معنی لغوی کے استعمال کیا جاوے چنانچہ صحیح حدیث مین مذہب کا لفظ جاے ضرور کے معنے مین وارد ہے اور وہ حدیث یہ ہے کَانَ اِذَا ذَهَبَ الْمَذْهَبَ اَبْعَدَ وَتَحَرّٰى یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جاے ضرور کے ارادہ سے جاتے تھے تو دور چلے جاتے تھے اور مناسب جگہ تلاش فرماتے تھے اور کسی شاعر نے کہا ہے شعر

عَسٰى وَجَفَتِ الْعِيْسُ فِيْ غَسَقِ الدُّجٰى	تُبَلِّغُنِيْ مَنْ لَيْسَ لِيْ عَنْهُ مَذْهَبُ

یعنی قریب ہے کہ جاویگی ناقہ سفید سرخی مائل شروع رات کی تاریکی مین پہونچیگی تو اسکے پاس کہ مجھکو اس سے پناہ کی جگہ نہین اور زمانہ حال کی کتب درسیہ مین لَایَذْهَبُ عَلَیْكَ کا بجاے لَایَخْفٰی عَلَیْكَ کے کثیر الوقوع ہے غرضکہ مَذْهَبٌ کا لفظ مفر اور جاے گریز کے معنی مین اکثر مقام مین استعمال کیا گیا ہے اور لیکن یہ کہنا کہ کلمہ ما کا ما نافیہ ہے تو اس صورت مین چند وجوہ سے معنی فاسد ہو جاتے ہین اسواسطے کہ اس تقدیر پر وَجَدَ معروف کا صیغہ کہا جاویگا یا مجہول کا صیغہ قرار دیا جاویگا اور جب کہا جاوے کہ وُجِدَ مجہول کا صیغہ ہے تو عَنْهُ کی ضمیر قوم

کی طرف راجع کیجاویگی یا کہا جاویگا کہ ہلیلہ کیطرف راجع ہے اور لفظ فعل کا کہ مذہب فعل مین واقع ہے مصدر ہے یا ماضی معروف ہے یا ماضی مجہول ہے اور اگر یہ لفظ فعل کا مصدر ہے تو مذہب کا مضاف الیہ ہے یا اُسکی صفت ہے اور کسی تقدیر پر معنی صحیح نہین ہوتی ہین اسواسطے کہ اگر یہ کہین کہ وجد مجہول کا صیغہ ہو تو معنی یہ ہونگے کہ پایا نہ گیا ہے اُس قوم سے مذہب کرنے کا حالانکہ اسکے قبل ذکر کیا گیا ہے کہ قد یستعملہ قوم اور اگر وجد معروف کا صیغہ ہو اور اس تقدیر پر ضرور ہے کہ عنہ کی ضمیر ہلیلہ اصفر کی طرف راجع ہوگی اور وجد کی ضمیر قوم کیطرف راجع ہوگی یعنی نہ پایا اس قوم نے ہلیلہ زرد سے مذہب اُس کام کا کہ وہ اُس مذہب سے ہوکہ کیا گیا ہے یا وہ مذہب کہ کیا ہے حاصل کلام عاقل ذکی پر مخفی نہین کہ لفظ ما کو نافیہ کہنا درست نہین ہوتا ہے اور یہ جو اُسکی علت بیان کی گئی ہے فانہ یخشن تو اس علت کو منجملہ ان احتمالات کے کسی احتمال کے ساتھ ربط نہین ہوتا ہے اور ایسا ہی مفرد کی ضمیر قوم کی طرف راجع کرنا اگرچہ باعتبار مفرد ہونے لفظ قوم کے علمار نے جائز رکھا ہے لیکن یہ مستعمل نہین اور اگر لفظ ما کو موصولہ کہین تو اسمین بھی یہی قباحتین لازم آتی ہین اسواسطے کہ اس تقدیر پر وجد مین بہت احتمالات ہوتے ہین کہ مجہول کا صیغہ ہے یا معروف کا صیغہ ہو اور عنہ کی ضمیر قوم کیطرف راجع ہو یا ہلیلہ کیطرف راجع ہے اور لفظ فعل کا ماضی معروف ہو یا ماضی مجہول ہے اور مذہب کا لفظ اُسکی طرف مضاف ہے یا اُسکا موصوف ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تقدیر قابل التفات نہین اور یہ بھی قباحت ہے کہ اگر لفظ ما کا موصولہ ہو اور وجد صیغہ مجہول کا ہو اور عنہ کی ضمیر قوم کیطرف راجع ہووے تو حرف من کا کہ بیانیہ ہے مذہب کے لفظ کے قبل ضرور چاہیے اور یہ بھی قباحت ہے کہ اس تقدیر پر کہ لفظ فعل کا مصدر ہو خواہ مضاف الیہ ہو خواہ صفت ہو اس ما موصولہ کی اس عبارت مین خبر کچھ نہین اور اگر یہ کہین کہ مذہب خبر ہے تو لفظ ما وجد عنہ کا ناتمام رہجاتا ہے اور ما استفہامیہ کو بھی اسی طور پر قیاس

کرنا چاہیے اور ہر تقدیر پر یہ جو علت ہے فَاِنَّہٗ یَخْتَصُّ الْاَسْمَاءَ اسکو ربط نہیں ہوتا ہے اور ان امور کی بنا پر انسب اور ارجح یہی ہے کہ کہا جاوے کہ کلمہ ما کا ظرفیہ شرطیہ ہے۔

سوال دیوار قہقہہ کے احوال کے بارے میں۔

جواب دکن کے ملک میں ایک پہاڑ ہے کہ اُسکا طول تیس یا چالیس کوس ہے اور شمال کی جانب سے کمان کے مانند مقوس یعنی بشکل قطعہ دائرہ کے کج ہے اور اُس پہاڑ کے متصل ایک بیابان نہایت وسیع ہے اور سابق کے لوگون سے ایک مؤرخ کا قول ہے کہ اُس بیابان کی راہ جہان سے شروع ہوئی ہے وہان سکندر ذوالقرنین نے ایک دیوار قائم کی ہے اور اسکے چند سبب ہین ایک یہ کہ اُس بیابان مین درندہ جانور اور موذی اور مہلک حشرات الارض کثرت سے ہین تو اس خوف سے وہان دیوار بنائی گئی کہ مبادا اُن جانورون وغیرہ سے انسان کو ضرر پہونچے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ اُس بیابان مین جنات اور دیو اور پری کا گذر رہتا ہے اور اُنکے طلسمات وہان کثرت سے ہین تو یہ خوف تھا کہ مبادا وہان انسان اُس بلا مین گرفتار ہو جاوے اور تیسرا سبب یہ ہے کہ وہان ایک طرح کا پتھر ہے کہ اُسکو آدم رُبا کہتے ہین جیسا مقناطیس آہن ربا ہے اور مہرہ معروف کاہ رُبا ہے تو اُس پتھر مین یہ تاثیر ہے کہ وہ پتھر دیکھنے سے انسان کو نہایت سرور حاصل ہوتا ہے اور اُسپر ہنسی غالب ہوتی ہے اور اسقدر زیادہ سرور ہوتا ہے اور اسقدر زیادہ اُس پتھر کی کشش ہوتی ہے کہ وہ انسان ہلاک ہو جاتا ہے واللہ اعلم فقط

میزان رکھے جانے کے بیان مین جاننا چاہیے کہ میزان قیامت کے دن پل صراط پر گذرنے کے قبل رکھی جاویگی اور یہ بلا شبہہ دلائل عقلی اور دلائل نقلی سے ثابت ہے اور دلائل نقلی ظاہر ہے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ میزان اسواسطے رکھی جاویگی کہ تا اعمال وزن کرنے سے معلوم ہو جاوے کہ کون شخص جنت کا مستحق ہے اور کون شخص دوزخ کو قابل ہے تو چاہیے کہ بہشت اور دوزخ مین لوگون کے داخل کیے جانے کے قبل میزان رکھی جاوے

Marfat.com

اور پل صراط پر گذرنا یہ صرف وسیلہ ہے بہشت اور دوزخ مین جانے کے لیے کہ گویا داخل ہوجانے کے حکم مین ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو یہ صحیح حدیث ہے کہ اِنْ لَمْ تَجِدْنِیْ عِنْدَ الصِّرَاطِ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْمِیْزَانِ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مجھکو پل صراط کے نزدیک نہ پاؤ تو چاہیے کہ مجھکو میزان کے نزدیک تلاش کرو تو ظاہرا اس حدیث سے اسکے خلاف معلوم ہوتا ہے لیکن یہ مسئلہ حضرت والد مرحوم قدس اللہ سرہ العزیز کے حضور مین بارہا پیش ہوا تھا تو آپ نے جواب مین فرمایا کہ اس حدیث سے یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ پل صراط میزان کے پہلے رکھی جاویگی بلکہ اس حدیث کے معنے یہ ہین کہ چاہیے کہ مجھکو اس تین جگہ تلاش کرو اسواسطے کہ کبھی اس مقام مین رہونگا اور کبھی اُس مقام مین رہونگا چنانچہ اس حدیث کے اخیر مین ہے فَاِنِّیْ لَا اُخْطِیُٔ هٰذِهِ الْمَوَاطِنَ الثَّلٰثَةَ یعنی اسواسطے کہ ایسا ہوگا کہ مین ان تینون مقامات کو کسی وقت علیحدہ رہون تو یہ عبارت اسی مضمون کیطرف اشارہ ہے کہ صورت یہ ہوگی کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میزان کے نزدیک تشریف لے جاوینگے اور پھر جب اپنی امت کی ایک جماعت کو اعمال کے وزن کرنے کے مناقشہ سے رہا فرماوینگے اور وہ لوگ بہشت کیطرف روانہ ہونگے اور پل صراط پر گذرنے کے وقت اُنکے پاؤن مین لغزش ہوگی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہان تشریف لیجاوینگے اور اُنکی مدد فرماوینگے اور اُنکو صحیح وسالم بہشت مین روانہ فرماوینگے اور جب وہان سے فارغ ہونگے تو پھر میزان کے پاس تشریف لاوینگے اور اپنی امت کے دوسرے لوگونکو اعمال کے وزن کرنے کے مناقشہ سے رہا فرماوینگے اور پھر اُنکو بھی پل صراط پر گذرنے مین دقت پیش آویگی تو پھر وہان تشریف لیجاوینگے اور اُنکی مدد فرماوینگے اور صحیح وسالم اُنکو بہشت مین روانہ فرماوینگے اور علی ہذا القیاس چند مرتبہ ایسا ہی وقوع مین آویگا تو ان دونون امر مین تعارض نہین اور حضرت والد مرحوم قدس سرہ العزیز اسکی مثال یہ فرماتے تھے کہ مثلاً جب کوئی شخص رئیس ضیافت کی مجلس منعقد کرے

Marfat.com

اور مہمانون اور براتیون کے کھلانے مین مشغول ہووے اور اُس سے کوئی شخص پوچھے کہ مین تمکو کہان تلاش کرونگا اور کہان پاؤنگا تو وہ کہسکتا ہے کہ پہلے مجھکو مجلس مین تلاش کرنا اور اگر وہان بھی نہ پاؤ تو کھانے کی دیگ کے پاس کہ وہان کھانا تقسیم کیا جاتا ہے مجھکو تلاش کرنا اور اگر وہان بھی نہ پاؤ تو پھر مجلس مین مجھکو تلاش کرنا تو وہ رئیس اسطرح کہہ سکتا ہے حالانکہ کھانا تقسیم کرنے کی جگہ مین رہنے پر مجلس مین کا بیٹھنا مقدم ہوتا ہے تو ایسا ہی یہ امر بھی ہے جو حدیث مین ارشاد ہوا ہے تو اسمین کچھ اشکال نہین اسواسطے کہ دنیاوی اضطراب مین مثلاً لڑائی اور شادی وغیرہ کے سامان مین رؤسا اور سردارون کی جو حالت ہوتی ہے جب اسپر ہم لحاظ کرتے ہین تو انکا حال بھی ایسا ہی پاتے ہین کہ اُسی طرح کا تردد آمد و رفت کا انکو بھی لاحق ہوتا ہے اور یہ سب ریاست اور سرداری کا مقتضا ہے کہ ہر مہم کا اہتمام رؤسا اور سردارون کے متعلق ہوتا ہے واللہ اعلم فقط

احکام گمراہ فرقون کے جو فرقے کہ گمراہ ہین اور بدعتی ہین اگر انکی گمراہی اور بدعت کفر کی حد تک نہ پہونچی ہو اور ضروریات دین سے انکو انکار نہ ہووے تو انکی نجات کی امید رکھنی چاہیے اور یہ جو لکھا تھا کہ بعض گمراہ فرقے ایسے ہین کہ اُس فرقے کے لوگون نے دوسرے فرقے کا نام بھی نہ سُنا ہے مہربان من یہ صرف احتمال ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی شان ایسی ہے کہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ ہر مقام مین ایسے لوگون کو ضرور پیدا کرتا ہے کہ وہ حق پر ہوتے ہین اور گمراہ لوگونکو انکی گمراہی سے آگاہ کردیتے ہین البتہ اگر اسطرح کی کوئی جماعت ہووے تو وہ ضرور معذور ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ کی عادت ہمیشہ سے جسطرح جاری ہے اسکے لحاظ سے یہ توقع نہین کہ یہ احتمال وقوع مین آوے اور اس باری مین ایک عمدہ تحقیق ہے اور وہ یہ ہے کہ علم محیط نبوی نے یہ تفریق اور تشعیب معلوم فرمائی تو یہ عذر دفع ہونے کے لیے ایک قاعدہ کا نشان دیدیا کہ ہر مسلمان عقل کی دی ہوئی توجہ سے وہ قاعدہ دریافت کرسکتا ہے اور وہ قاعدہ یہ ہو کہ دین کے مخرج اور اُسکے منشا مین غور کرین اور

جو مذہب کہ حجاز شریف مین مروج ہو اُسکو حق سمجھین بلکہ کعبہ شریف کا حج جو فرض ہو تو اسکے
فرض ہونے کا یہ بھی ایک سبب ہے کہ تمام دور کے اہل اسلام طریق حق اور جادہ مستقیم سے
غافل نرہین اور اُن احادیث مین غور کرنا چاہیے کہ جو فضائل مین مدینہ منورہ اور حرمین
شریفین اور زمین حجاز شریف کے وارد ہین کہ اُن احادیث مین غور کرنے سے یہ مضمون
آفتاب کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے اور اہل سنت کے مذاہب اربعہ باوجودیکہ اُن مین
فروع مین باہم اختلاف ہے لیکن اہل حرمین شریفین اور سکان حجاز کے نزدیک
مقبول ہین اور وہ لوگ بلا انکار اور بلا رد و قدح کے مذاہب اربعہ پر عمل کرنا جائز جانتے
ہین اور ان مذاہب اربعہ مین ایسا اختلاف نہین کہ کسی ایک مذہب کی بنا پر دوسرے
مذہب کی تضلیل اور تکفیر لازم آتی ہو اور تفسیر فتح العزیز مین آیت وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ
مَثَابَةً لِّلنَّاسِ کی تفسیر مین کامل طور پر یہ عجیب تحقیق مذکور ہے قولہ تعالے وَاِذْ
جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى
یعنی اور یاد کیجیے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ وقت کہ جب کیا ہمنے کعبہ کو جگہ رجوع
کرنے کے لیے لوگونکے واسطے اور کیا ہمنے اُسکو جگہ امن کی اور لو تم ای لوگو مقام ابراہیم
سے جگہ نماز کی یعنی اُسکے پیچھے دو رکعت نماز طواف کی پڑھو جاننا چاہیے کہ اللہ تعالی نے
اس آیت مین وہ سبب ذکر فرمایا ہے کہ اُسکی وجہ سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل
علیہما السلام نے اللہ تعالی کے حکم سے کعبہ شریف بنایا اور وہ تین سبب ہین اول سبب
یہ ہے کہ اللہ تعالی کو منظور ہوا کہ ایک مکان ہمیشہ کے لیے ایسا ہووے کہ وہان ہر مقام
کے اہل اسلام جمع ہوا کرین اور سال بسال وہان آیا کرین اور یہ اللہ تعالی کی نہایت رحمت
نوع انسان کے حق مین ہوئی ہے اسواسطے کہ نوع انسان کی طبیعت ایسی پیدا کی
گئی ہے کہ انسان کے علوم اور کمالات اُنکی باہم مخالطت سے زیادہ ہوتے ہین
اور اسی وجہ سے بدوی لوگونکی حالت دیکھی جاتی ہے کہ کمال سے معرا ہین اور یہ

مضمون اُسکے موافق ہے کہ فلاسفہ کہتے ہین کہ نوع انسان کی معاش موقوف ہے تمدن اور اجتماع اور صحبت پر اسواسطے کہ ہر شخص اپنی رائے سے کوئی چیز استنباط کرتا ہے پھر دوسرے شخص کو وہ چیز اچھی معلوم ہوتی ہے تو وہ شخص وہ چیز اخذ کرتا ہے اور نفوس انسانیہ کی مثال یہ ہے کہ مثلاً چند آئینے ہون اور ہر ایک دوسرے کے مقابل رکھے جاوین تو ہر آئینے مین دوسرے آئینے کی صورت منعکس ہوگی اور نوع انسان کی استعداد باہم مختلف اور متفاوت ہے تو ضرور ہوا کہ ایک مکان جامع ہو کہ وہان لوگ جمع ہوون اور ایک کا عکس دوسرے پر پڑے اور ایک سے دوسرے کو فائدہ حاصل ہووے تو کعبہ شریف مین لوگ ہر سال موسم حج مین جمع ہوتے ہین اور ایک کے باطنی نور کا عکس دوسرے کے باطن مین پڑتا ہے اور بعضے بعضے کے علوم اور حق اعتقادات سے استفادہ کرتے ہین اور جسکے کمال مین نقص رہتا ہے اُسکا وہ نقص دفع ہوجاتا ہے اور جسکی طبیعت مین فساد رہتا ہے اسکا وہ فساد دفع ہوجاتا ہے اور وہ کامل ہوجاتا ہے اور گنہگار تائب ہوتا ہے اور جاہل کو علم آتا ہے اور ہر شخص کے مقام سکونت اور اُسکی قوم مین جو رسوم اور عادات مروج رہتی ہین اُسکی حقیقت امتحان کے معیار سے دریافت کرتا ہے تو اُن رسوم اور عادات سے جو رسم اور عادات ایسی ہوتی ہین کہ وہ دیکھتا ہے کہ اُس مجمع کثیر مین وہ رسم اور عادات زیادہ معتبر لوگونکے نزدیک مقبول ہین تو اُن رسم اور عادات کو اخذ کرتا ہے ورنہ اُن سے پرہیز کرتا ہے اور اسیطرح وہان اعتقاد اور عمل کی بھی تصحیح ہوتی ہے اور بعینہ یہی امر ہے کہ اُسکی وجہ سے نماز مین جماعت کی تاکید اور اُسکی فضیلت شرع مین وارد ہوئی ہے تا ہر ہر محلہ کے لوگ اپنے اپنے محلہ مین ہر روز پانچ وقت جمع ہوا کرین اور انمین اتفاق رہے اور ہفتہ مین ایک دن جمعہ پڑھنے کے لیے قرار پایا تا ہر ہر شہر کے لوگ اپنے اپنے شہر مین ہر ہفتہ مین ایک مرتبہ جمع ہوا کرین اور انمین اتفاق رہے اور تمام عمر مین ایک مرتبہ حج کرنے کے لیے حکم ہوا ہے تا تمام آفاق کے لوگ ایک مقام مین ہر سال جمع ہوا کرین اور اُنکا

Marfat.com

اتفاق ایک دین اور ایک ملت پر ہوا کرے اور سب جمع ہو کر ایک بہتر رسم یعنی حج ادا کرین اور بدعت زائل ہووے اور دوسرا سبب کعبہ شریف کے بنانے کا یہ ہے کہ تا لوگون کے لیے ایک جگہ امن کی قرار پاوے کہ وہان کوئی کسی کے ساتھ برائی سے پیش نہ آوے اور اس امر کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالی کے انتظام عالم کا اصل منشا یہ ہے کہ لوگ تمام آفاق مین امن کے ساتھ رہین اور کوئی کسی پر ظلم نکرے اور کوئی کسی کو قتل نہ کرے اور نہ کوئی مال بیجا طور پر لیوے لیکن جب خلق مین فساد واقع ہوا اور ایسا نہوا کہ ہر شہر مین لوگ انصاف پر قائم رہین تو اسوجہ سے ایک جگہ قرار دی گئی کہ وہان امن رہے اور ایک خاص وقت مقرر کیا گیا کہ اُسوقت امن رہے اور اسی امر کیطرف اشارہ فرمایا ہے ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنے اس قول مبارک مین اَلَا اِنَّ دِمَاءَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِکُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ هٰذَا یعنی آگاہ رہو کہ تمھارا خون اور تمھاری عزت اور تمھارا مال حرام ہے تم پر یعنی ان چیزونکی حرمت اور عزت تم لوگون مین قرار دی گئی ہے تو چاہیے ان چیزونکے بارے مین تم لوگون مین کوئی کسی سے بیجا طور پر تعرض نہ کرے جسطرح اسدن کی یعنی روز عرفہ کی اور اس مہینہ مین اور اس شہر مین حرمت ہے اور تیسرا سبب کعبہ شریف کے بنانے کا یہ ہے کہ تا سب لوگ ظاہر مین اپنی کامل عبادت مین کہ نماز اور حج اور اعتکاف ہے ایک جہت اور ایک سمت کیطرف متوجہ ہووین اور اس سبب سے سب لوگ باطن مین بھی متفق ہو کر ایک کلمہ کی طرف متوجہ ہووین اسواسطے کہ انضباط ظاہر کا مستلزم ہے باطن کے انضباط کے لیے بسبب اُس علاقہ کے کہ ظاہر اور باطن کے درمیان مین ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے لَوْ خَشَعَ قَلْبُ هٰذَا لَخَشَعَتْ جَوَارِحُهٗ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ایک شخص کے بارے مین فرمایا کہ اگر اسکا دل خشوع کرتا تو اسکے جوارح بھی خشوع کرتے اور اسیوجہ سے شرع مین حکم ہے کہ نماز اور طواف مین قبلہ کی طرف

متوجہ ہونا چاہیے اور یہی مراد ہے اللہ تعالی کے اس کلام پاک سے وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیمَ مُصَلًّی یعنی اور اختیار کرو مقام ابراہیم سے نماز کی جگہ اور اللہ تعالی کی عنایت ازلیہ متوجہ ہے نوع انسان کی تکمیل کیطرف اور اس عنایت ازلیہ کے نزدیک ثابت ہوا کہ یہ تین سبب مقتضی ہین اس امر کے لیے کہ انسان کے واسطے ایک خاص جگہ قرار دی جاوے کہ وہان اسکو یہ منافع حاصل ہون تو اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کو مستعد کیا اور ان حضرات کو حکم فرمایا کہ کعبہ شریف بناوین الخ فقط اللہ تعالی نے فرمایا ہے وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ یعنی اور جب آتا ہے ان منافقین کے پاس کوئی حکم اللہ کے احکام سے مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ خواہ وہ امر جنس سے امن کے ہووے یعنی عام وعدہ اور عام بشارت ہو یا جنس سے خوف کے ہووے یعنی عام وعید اور عام انذار ہو جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا یہ قول مبارک ہے مَنْ مَّاتَ وَلَمْ یُشْرِكْ بِاللّٰهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ عَلٰی مَا کَانَ مِنَ الْعَمَلِ یعنی جو شخص مرا اور اسنے اللہ تعالی کا شریک نہ گردانا تو وہ جنت مین داخل ہوگا موافق اپنے عمل کے اور جیسے آنحضرت صلعم کا یہ قول مبارک ہے مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ اَوْ تَوَلّٰی غَیْرَ مَوَالِیْهِ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ یعنی جسنے اپنے کو اپنے باپ کے سوا کسی غیر کیطرف منسوب کیا یا اپنے مولا کے سوا کسی دوسرے کو مولا اختیار کیا تو اسپر لعنت ہے اللہ تعالی کی اور لعنت ہے فرشتونکی اور لعنت ہے سب لوگون کی اور مثلاً آنحضرت صلعم کا یہ قول مبارک ہے مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا لَمْ یَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِیْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَّسِیْرَةِ خَمْسِیْنَ عَامًا یعنی جسنے ظلم کیا ذمی پر وہ نہ سونگھیگا خوشبو بہشت کی حالانکہ اسکی خوشبو پچاس برس کی راہ سے معلوم ہوتی ہے اَذَاعُوْا بِهٖ تو وہ منافقین وہ حکم آپس مین افشا اور شائع کرتے ہین اور یہ اشاعت انکے حق مین فساد کے لیے باعث ہوئی کہ اس سے انکی راے مین باہم اختلاف ہوا اور انکا مختلف عقائد ہوا تو منجملہ انکے بعضے مرجیہ ہوگئے اور بعضے وعیدیہ ہوے اور اسیطرح منجملہ انکے بعضے جبریہ

Marfat.com

ہو گئے اور بعضے قدریہ ہووے اور بعضے رافضی ہوے اور بعضے نواصب ہوے وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ یعنے اگر وہ لوگ رد کرتے یعنی رجوع کرتے اُس عام حکم کو رسول کی راے کیطرف اور صحابۂ کبار کی راے کیطرف کہ وہ صحابہ مین مجتہدین تھے اور اولوا الامر تھے لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ تو البتہ جانتے تخصیص اُس عام کی اور تقیید اُس مطلق کی وہ لوگ کہ استنباط کرتے ہین یعنی استخراج کرتے ہین اُس تخصیص اور تقیید کو موارد سے کتاب اور سنت کے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ یعنی اور اگر نہوتا اللہ کا فضل تم لوگون پر کہ اُسنے رسول بھیجا اور اولوا الامر کو پیدا کیا کہ وہ استنباط کرتے ہین اُن وجوہ کو کہ اُنکے ذریعہ سے اُن آیات اور روایات مین تطبیق دی جاتی ہے کہ اُسمین ہر باطن کا باہم اختلاف معلوم ہوتا ہے اور اگر نہوتی تم لوگون پر اللہ کی رحمت یہ کہ توفیق دی اللہ تعالی نے اُن لوگون کو اس استنباط کی اور استنباط کے وجوہ اُن لوگونکو سکھا دیا فرمادیا لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ یعنی اگر اللہ تعالی ایسا فضل اور ایسی رحمت نہ فرماتا تو روایات مختلفہ سے بعض روایت پر تم لوگ اپنی غلط فہمی کے موافق عمل کرنے سے کافر ہو جاتے اور تم لوگون کو اُن اختلافات مین حیرت ہوتی اور اُس سے تم لوگ شک مین واقع ہوتے کہ یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے یا نہین اِلَّا قَلِيْلًا مگر کم لوگ بچ جاتے کہ وہ اُن مقامات مین غور و فکر کرتے ہین کہ اُنمین ظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے اور اُسمین اوہام فاسدہ کو دخل نہین دیتے ہین اور اُسکے بارے مین تفصیلی طور پر اعتقاد کرنے مین توقف کرتے ہین اور ایمان اجمالی پر اکتفا کرتے ہین کہ معجزہ کے مشاہدہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کی تصدیق سے حاصل ہوتا ہے فقط ۱۵ صفر ۱۲۱۶ھ

اور آفاق کے احوال سے یہ ہے کہ ایک رئیس رؤساء جنوب سے کہ علما کی نسل سے تھا اس غرض سے چلا کہ اہل جنوب کے خون کا انتقام اہل شرق سے لیوے تو اُسنے اہل شرق کو پہلے کوتہ کے اطراف مین شکست دی اور پھر اُنکو رام پور کے اطراف مین شکست دی اور

پھر آگرہ کے اطراف مین شکست دی جسنے کہ اہل شرق نے آگرہ کے قلعہ مین پناہ لی اور جنوب کے
لوگ آگرہ اور دہلی کے درمیان پھیل گئے اور داہنے بائین بلوہ کرنے لگے اور قدادر
اہل شرق سی سوار اور پیادہ جسکو پایا قتل کیا اور جمنا کے کنارے متھرا کے نزدیک قیام کیا
اور متھرا ہنود کے نزدیک پرستش کرنے کے لیے ایک خاص بہتر جگہ ہے کہ وہان وہ غسل کرتے
ہین اور سر منڈاتے ہین پھر جنوب کے رئیس نے اپنی فوج کو دو گروہ کیا ایک گروہ کے
ساتھ ضروریات اور تجارت کی چیز تھی اور دوسرے گروہ کا نام فوج رکھا اور اُنکے
ساتھ صرف گھوڑے تھے اور نیزہ اور تلوار وغیرہ لڑائی کا سامان تھا اور وہ لوگ ہوا اور
دریا کے پانی کی طرح تیزی کے ساتھ جاتے تھے اُنکے پاس کوئی چیز سایہ کرنے کے لیے نہ تھی
اور نہ خیمہ تھا اور بیابان مین جاڑے کے موسم مین رات گذرانتے تھے نہ اُن لوگون مین
کسی چیز کی خرید و فروخت ہوتی تھی اور نہ اُنکے ساتھ ایسے لوگ تھے کہ ضروریات کی چیز
فروخت کے لیے رکھتے ہون اور نہ اُنکے پاس آرام کا اسباب تھا اور جنگلی پھل اُنکی خوراک
تھی اُسی کو پکا کر یا خام کھایا کرتے تھے اور اُسکا عرق نکالکر پیتے تھے اور اُنکے چارپایہ
جنگل کی چیز کھاتے تھے اور وہ لوگ درختونکی شاخ وافر طور پر جلاتے تھے پھر اُنمین
سے پہلے گروہ شاہ جہان آباد کی طرف چلے اور وہان پہونچکر اُسکا محاصرہ کیا اور شہر
کے لوگون پر بندوق چلائی اور چند مرتبہ شہر پناہ پر حملہ کیا اور سات رات اور آٹھ دن برابر
محاصرہ کیے رہے پھر وہان سے ناکامیاب ہوکر پھرے اور اُنپر زوال آیا اور اُنکا اقبال
ادبار کے ساتھ مبدل ہوا اور اہل شرق کا رئیس کہ اُسکے نام کے معنے ہندی مین چھوٹی
جوئین ہے وہ اپنے لوگون کے ساتھ آگرہ پہونچا اور آگرہ سے متھرا گیا اور متھرا سے
شاہ جہان آباد گیا تو وہ محاصرین صرف اُسکے جوتہ اور پانون زمین پر مارنے سی بھاگ گئے
یعنی اُسکے آتے ہی اُسکے خوف سی بھاگے اور اہل جنوب کے دوسرے گروہ کہ اُسکا نام فوج مجتمع تھا
اُسنے اہل شرق کا محاصرہ آگرہ سے شاہ جہان آباد تک کیا اور اُسکے گرد پھرتے تھے اور جب

Marfat.com

کوئی شاذ و نادر اُنکے لشکر سے نکل آتا تھا تو اُسکو اہل جنوب نقصان پہونچاتے تھے حتے کہ اہل
شرق شاہجہان آباد کے پاس پہونچے اور فوج مجرد نے اُنکے گرد محاصرہ کیا اور فساد کی
آگ مشتعل ہوئی اور محاصرین میوات کی طرف چلے اور اُنکے رئیس نے حکم دیا کہ وہان کی زراعت
کاٹ لیوین اور مواضعات کو لوٹین اور وہ رئیس اپنی فوج مجرد کے ساتھ وہان چند دن رہا
پھر شمال کی جانب چلا حتے کہ پانی پت کے قریب پہونچا اور اپنی فوج مجرد کے ساتھ جمنا
عبور کیا اور وہ سب بیس ہزار سے کم نہ تھے اور تیس ہزار سے زیادہ نہ تھے یعنی اسی کے
درمیان مین تھے اور دونون نہر کے درمیان مین ٹھہرے اور یہ لشکر شمال کے
کفار برہم ہوے کہ سہارنپور کے اطراف مین تھے اور فساد کی آگ مشتعل کی تو جب یہ بات
اہل شرق کے رئیس کو معلوم ہوئی تو اُسنے شاہجہان آباد سے نہایت تیزی کے ساتھ کوچ
کیا اور اپنے بعضے لوگونکو پیچھے چھوڑا حتے کہ رئیس جنوبی قریب رئیس شمالی کے پہونچا پھر رئیس
جنوبی نے کھاتولی کیطرف کوچ کیا پھر وہان سے میرٹھ اور ہاپوڑ اور خورجہ اور کول کیطرف
چلا اور رئیس شرقی نے اُسکا تعاقب کیا کہ یوماً فیوماً اُسکے پیچھے تعاقب کرتا ہوا یہ بھی
چلا جاتا تھا حتے کہ رئیس جنوبی کی ایسی طاقت نہین رہی کہ کسی ایک شہر یا ایک قصبہ مین دو
دن قیام کر سکے اسواسطے کہ فوراً رئیس شرقی اُسکے پیچھے پہونچ جاتا ہے یہان تک کہ
یہ واقعہ ابتک وقوع مین آیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمکو اور تم لوگون کو ہر طرح کے شر اور فساد
سے بچاوے اور حاصل کلام یہ کہ رئیس جنوبی کی جرأت نہین پڑتی ہے کہ اہل شرق سے
جنگ کرے اور اُنکی صف مین داخل ہووے اسواسطے کہ اُنکی صف بندوق وغیرہ آلات
حرب سے مستحکم ہے اور وہ لوگ جنگ آزمودہ ہین اور اہل شرق سے بھی اسپر قادر نہین کہ
رئیس جنوبی کو گرفتار کرین اور اس بلاد کے سکان مصیبت مین گرفتار ہین اسواسطے
کہ اس بلاد مین فصل خریف نہوئی اور فصل ربیع کی بھی امید نہین غلہ کا نرخ گران ہے اور علاوہ
اسکے دونون گروہ نے لوٹ اور غارت کا ہاتھ پھیلایا ہے حتے کہ اہل شرق اپنی عادت

Marfat.com

کے خلاف اس قبیح عمل مین مشغول ہوئے ہین اور اپنی خصلت امن وآمان کی ترک کی
وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ - فقط

سوال آسمان کی حقیقت کیا ہے۔

جواب آسمان کے سات طبقے جدا جدا ہین ایک آسمان مین ماہتاب ہے اور دوسرے مین عطارد ہے اور تیسرے مین زہرہ ہے اور چوتھے مین آفتاب ہے اور پانچوین مین مریخ ہے اور چھٹے مین مشتری ہے اور ساتوین مین زحل ہے اور لیکن زمین کا حال یہ ہے کہ ظاہر قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ایک ہے اسکے سات حصے ہین اور ہر حصہ مین بہ نسبت دوسرے حصے کے دین اور سلطنت اور رسم اور عادات اور نباتات اور حیوانات مین فرق ہے گویا ہر حصہ ایک علیحدہ جہان ہے ایک ملک سیاہ کا ہے جیسے بربر اور زنگ اور حبش اور ایک ملک ہند ہے اور ایک ملک چین ہے اور ایک ملک ترک کا ہے اور ایک ملک فرنگیون کا ہے اور ایک ملک عرب ہے اور ایک ملک فارس ہے لیکن بعضی روایات اور حدیث مین اور بنی اسرائیل کی خبرون مین ایسا وارد ہے کہ زمین کے بھی سات طبقے ہین ہر طبقہ علیحدہ علیحدہ ہے اور درمیان مین فصل ہے اور ایک دوسرے کے نیچے ہے اور ہر ایک زمین کے نیچے پانی ہے اور ساتوین زمین کی انتہا مین ایک پتھر ہے کہ وہان کفار کے اعمال جمع ہوتے ہین اور اسکو سجین کہتے ہین اور اسکے نیچے دوزخ ہے اور ہر آسمان دوسرے آسمان کے گرداگرد ہے اور ساتون آسمان زمین کے گرداگرد ہین اور زمین موتی کی مانند مدوّر ہے اور آسمان ہر طرف سے اسیقدر فاصلہ زمین سے رکھتا ہے کہ جسقدر فاصلہ اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے اور جو لوگ زمین پر پاؤن رکھتے ہین تو وہ لوگ زمین کے جسطرف ہون انکا پاؤن زمین پر رہتا ہے اور انکا سر آسمان کیطرف رہتا ہے اور ستارہ اور آفتاب اور ماہتاب آسمان مین گردش کرتے ہین مشرق کیطرف سے نکلتے ہین اور مغرب کیطرف جاتے ہین اور پھر مغرب سے یہان کے اعتبار سے نیچے کی طرف کے آسمان مین گردش

[ک]رتے ہوے پھر افق کے پاس پہونچتے ہین اور وہان سے نکلتے ہین اور ہر ایک کی ایک عام حرکت ہے کہ بیان کی گئی اور ایک خاص حرکت ہے کہ ماہتاب کا دورہ ایک مہینہ مین تمام ہوتا ہے اور آفتاب کا دورہ ایک سال مین تمام ہوتا ہے اور ایسا ہی جو باقی سیارہ ستارے ہین از انجملہ زمین ہے بھی ہر ستارے کا دورہ ایک سال مین تمام ہوتا ہے اور ان سات سیارہ ستارون کے سوا اور جو ستارے ہین کہ اُنکو ثوابت کہتے ہین اُنکا ایک دورہ پچیس ہزار برس مین تمام ہوتا ہے فقط

سوال زلزلہ کی حقیقت کیا ہے۔

جواب حق تعالیٰ غافل بندون کو آگاہ کرنے کے لیے اور زمین کو بندون کے گناہون سے سبک کرنے کے لیے ملائکہ کو حکم فرماتا ہے کہ کسی قطعۂ زمین کو حرکت دیوین تو ملائکہ تند ہوا زمین مین داخل کرتے ہین تو اُس ہوا کی حرکت کی قوت سے زمین جنبش مین آتی ہے فقط

سوال ابر اور برق کی حقیقت کیا ہے۔

جواب زمین اور دریا سے ابخرہ اٹھتا ہے اور آسمان کی طرف جاتا ہے اور حق تعالیٰ اُس فرشتے کو کہ اُسکا نام رعد ہے حکم فرماتا ہے کہ اُس ابخرہ کو جمع کرکے کثیف بناوے تو وہی ابخرہ جب کثیف ہو جاتا ہے تو اُسکو ابر کہتے ہین پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ فرشتہ اُسمین آسمان کا اثر پہونچاتا ہے تو اُسکی قوت سے ابخرہ کا زیادہ حصہ پانی ہو جاتا ہے پھر اُس ابر کو نچوڑنے سے پانی اُس سے ٹپکتا ہے اور زمین پر گرتا ہے اور اُسکو جلانے کے لیے آتشین چابک رہتا ہے کہ اُسکو برق کہتے ہین اور جو آواز کہ آسمان کی طرف سے سنائی دیتی ہے کبھی اُس فرشتہ کی تسبیح کی آواز ہوتی ہے اور کبھی وہ فرشتہ امر و نہی اپنے تابعین کو ابر کے بارے مین کرتا ہے اور وہی آواز سنائی دیتی ہے اور کبھی اللہ کے حکم سے زمین پر پاؤن مارتا ہے اور اُسکو صاعقہ کہتے ہین فقط

سوال عقد نکاح کے دن کلمہ اور ایمان مجمل اور ایمان مفصل کی صفت سے زوجین کو آگاہ

کرتے ہین تو کس غرض سے کیا جاتا ہے آیا بنظر تلقین آگاہ کیا جاتا ہے یا یہ غرض ہوتی ہے کہ عقد مستحکم ہووے۔

جواب از روے شریعت کے نکاح درمیان مؤمن اور کافر کے منعقد نہین ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ انسان سے لاعلمی کی وجہ سے یا سہواً اکثر کفر کا کلمہ صادر ہوجاتا ہے اور اسکو اس امر کی خبر نہین ہوتی ہے اور جب مرد سے یا عورت سے یا دونون سے کفر کا کلمہ صادر ہوا ہوگا تو اُن دونون کے درمیان نکاح منعقد نہوگا لہذا علماے محتاطین سے متاخرین احتیاطاً ایمان مجمل اور ایمان مفصل کی صفت تنا کحین کے سامنے کہتے ہین اور اُنسے کہلاتے ہین تا نکاح اسلام کی حالت مین منعقد ہووے اور فی الواقع علماء متاخرین نے جو احتیاطاً اس امر کو عقد نکاح مین زیادہ کیا ہے تو یہ اسلامی فائدہ سے خالی نہین اور جن لوگون کو اسلام سے بہرہ نہین وہ اسکا فائدہ کیا جانین اور کیا معلوم نہین کہ اموات کی تلقین اکثر فرقۂ خلافیہ مین جاری ہے تو اُنکے نزدیک اسکی وجہ کیا ہے اسواسطے کہ سب فرقۂ اسلامیہ کا اتفاق ہے اسپر کہ ایمان بعد البعث درست نہین اور بعث سے مراد انتقال روحانی ہے فقط

فائدہ حصول مطالب اور دفع بلا کے لیے اجمالاً دعا کیجاتی ہے اور جمعیت خاطر سے مراد یہ ہے کہ یہ جانے کہ جس سے دعا کیجاتی یعنی اللہ تعالی وہ عالم الغیب ہے ظاہر اور باطن اُسکے نزدیک دونون برابر ہین اجمال اور تفصیل اور ایجاز اور تطویل یہ سب اُسکے علم کے نزدیک برابر ہے بلکہ سکوت اور کلام یہ دونون اُسکے علم کے نزدیک یکسان ہے اور کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے ؎

فی النفس حاجات وفیکم فطانۃ	سکوتی بیان عندکم وخطاب

یعنی اور دل مین حاجتین ہین اور تم مین دانائی ہے میرا سکوت اور خطاب یہ دونون تمھارے نزدیک بیان ہے اور یہ جو لکھا تھا کسی نے بیان کیا ہے کہ اس فقیر نے کہا ہے کہ سات

Marfat.com

برس کی قید کی سزا ہاتھ کاٹنے کے عوض مین سارق کے حق مین شریعت محمدیہ کے موافق ہو سکتی ہے تو یہ خبر محض غلط ہے لوگ جو کسی قول کی نسبت اس فقیر کی طرف کرین تو صرف اسکے کہنے پر اعتقاد نہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ فقیر اس بلا مین سخت گرفتار ہے اس شہر کے لوگ اور اس شہر کے اطراف کے اشخاص کم فہمی سے باتین خلاف واقع نقل کرتے ہین ان لوگون کے حق مین عرب کی مشہور مثل کہ منشی کی ہجو مین کسی نے کہا ہے صادق آتی ہے اور وہ مثل یہ ہے فُلَانٌ یَسْمَعُ غَیْرَ مَا یُقَالُ لَہٗ وَیَحْفَظُ غَیْرَ مَا یَسْمَعُ وَیَکْتُبُ غَیْرَ مَا یَحْفَظُ وَیَقْرَأُ غَیْرَ مَا یَکْتُبُ یعنی فلان شخص ایسا ہے کہ اُس سے جو بات کہی جاتی ہے وہ بات نہین سُنتا ہے بلکہ دوسری بات سُنتا ہو اور جو بات سُنتا ہے وہ بات یاد نہین رکھتا ہے بلکہ اُسکے سوا دوسری بات یاد رکھتا ہے اور جو بات یاد رکھتا ہے وہ نہین لکھتا ہے بلکہ اُسکے سوا دوسری بات لکھتا ہے اور جو بات لکھتا ہے وہ نہین پڑھتا ہے بلکہ اُسکے سوا دوسری بات پڑھتا ہے اور اسی وجہ سے ان لوگون کی صحبت اگرچہ امراض کے لاحق ہونے کی وجہ سے ترک ہوئی ہے مگر اسکو بھی غنیمت جانتا ہون اور جو کچھ بدیع ہمدانی نے اپنے وطن کے بارے مین کہا ہے وہ مین اپنے وطن کے بارے مین پاتا ہون اور بدیع ہمدانی کا وہ کلام یہ ہی شعر ہَمَدَانُ لِیْ بَلَدٌ وَلِدْتُ بِأَرْضِہٖ ٭ لٰکِنَّہٗ مِنْ اَقْبَحِ الْبُلْدَانِ صِبْیَانُہٗ فِی الْقُبْحِ مِثْلُ شُیُوْخِہٖ ٭ وَشُیُوْخُہٗ فِی الْعَقْلِ کَالصِّبْیَانِ یعنی ہمدان میرا شہر ہے اُسکی زمین پر مین پیدا ہوا لیکن وہ بدترین شہرون سے ہے وہان کے لڑکے قبح مین وہان کے شیوخ کے مانند ہین اور وہان کے شیوخ عقل مین لڑکون کے مانند ہین بہر حال غیبت کا دروازہ کھلا اور جس سے مین بھاگتا تھا اُسی گرداب مین پڑا اور اللہ تعالیٰ سے استعانت کے لیے التجا ہے اور اصل امر یہ ہے کہ فقیر نے بعضے اشخاص سے سُنا کہ اُن لوگون نے سات برس کی قید کی سزا سارق کے لیے مقرر کی ہے تو یہ سُنکر فقیر نے کہا تھا کہ اسکی اصلیت حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت کے موافق ہے اسواسطے

کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے قَالُوا مَنْ وُّجِدَ فِي رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَاۤؤُهٗ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ
اور مفسرین نے اس آیت کی تفسیر مین یہی معنے لکھے ہین اور فرق یہ ہے کہ اُس شریعت
مین سات برس تک سارق کو اُس شخص کا غلام قرار دیتے تھے جسکا مال چُراتا تھا
اور مال کا وہ مالک اس امر کا مستحق ہوتا تھا کہ اُس سارق کی خدمت سے منتفع ہووے
یہی بات لوگون نے سُنی ہوگی اور اسکو خلاف طور پر وہان نقل کیا ہوگا تمام شد۔
سوال کیا فرماتے ہین علمار دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ بعض امور
ہندوستان مین اس دیار کے شرفا اہل اسلام مین ابتدا سے آج تک برابر مروج ہین اور
ظاہرا شرع کے خلاف ہین مگر رسم و رواج کے موافق کہ ہر شہر کے لوگون مین وہ امور
بطور رسم و رواج کے قرار پا گئے ہین لوگ اُسی کے مطابق عمل کرتے ہین اور رسم و رواج کو
شرع پر مقدم جانتے ہین چنانچہ منجملہ اُن امور کے ایک امر یہ ہے کہ بیوہ عورت کا نکاح
ثانی کرنا قبیح جانتے ہین اور اُسکا نکاح ثانی کرنے سے پرہیز رکھتے ہین حتے کہ اگر بیوہ
عورت نکاح ثانی پر راضی ہووے تو اُسکے ولی شرافت کی غیرت سے ہرگز اس امر کو
جائز نہ رکھین گے اور دوسرا امر یہ ہے کہ ایسے لفظ کے تکلم سے احتیاط کرتے ہین کہ باعتبار
محاورے کے اُسمین شائبہ طلاق کا پایا جاتا ہو اور اگر بالفرض کوئی شخص جہالت
اور بیغیرتی سے اسطرح کی بات کہے تو ہر شخص کے نزدیک قابل ملامت کے متصور
ہوگا بلکہ باہمی قرابت سے خارج سمجھا جاویگا اور تیسرا امر یہ ہے کہ اپنا حصہ جو بطور وراثت
کے کسی عورت کے واسطہ سے اُسکے باپ کے مال متروکہ مین ہوتا ہے وہ اُس عورت
کے عینی اور علاتی بھائی سے طلب نہین کرتے ہین اور ایسا ہی اپنا حصہ جو چچازاد بہن کے
عصبات کے واسطہ سے بصورت نہونے چچازاد بھائی کے مورث کے ترکہ مین ہوتا ہے
طلب نہین کرتے ہین اور وہ چیز متروکہ زمین مملوکہ مورث کی رہتی ہے ایسا نہین کہ وہ
اراضی معاشیہ ہو کہ اُسکی تقسیم والی ملک کے حکام کی رائے کے موافق ہوتی ہے اور

Marfat.com

چوتھا امر یہ ہے کہ میت کا لڑکا موجود رہتا ہے اور باوجود اسکے اُس میت کے پوتے کو کہ اُسکا باپ اُس میت کے حین حیات مین مرگیا ہوتا ہے محجوب اور محروم نہین جانتے ہین تو ایسے امور ہندوستان کے اکثر مقامات کے شرفا مین مروج ہین حالانکہ انہین علما بھی ہوے ہین اور فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ نص کے مقابلے مین عرف کا اعتبار نہین چنانچہ ظہیریہ مین لکھا ہے کہ محمد بن فضل کا قول ہے کہ ناف اُس مقام تک کہ زیر ناف کا بال جمتا ہے ستر عورت نہین اسواسطے کہ باعتبار عمال کے معمول کے اُسکو شرعاً ستر عورت قرار دینے مین حرج ہے تو یہ قول ضعیف ہے اسواسطے کہ نص کے مقابلہ مین کسی امر کے معمول ہوجانے کا اعتبار نہین یہ مضمون ظہیریہ کی عبارت کا ہے تو امور مذکورہ کا اجرا اس دیار کے شرفا اور علما مین بلاوجہ شرعی کے نہایت موجب قباحت ہے کہ ایسے امور پر علما کا عمل ہے اجیبوا رحمکم اللہ تعالی فقط

جواب اشباہ والنظائر مین لکھا ہے کہ چھٹا قاعدہ یہ ہے کہ عادت حکم ہے یعنی اُسکے اعتبار پر شرعاً حکم کیا جاتا ہے یعنی عادت کا اعتبار کرنا احکام شرعیہ مین شرعاً ثابت ہے اور یہ قاعدہ اس اصل سے ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن یعنی جس امر کو اہل اسلام بہتر جانین اللہ تعالے کے نزدیک بھی وہ امر بہتر ہوگا پھر اشباہ والنظائر مین لکھا ہے کہ جاننا چاہیے کہ عادت اور عرف کا اعتبار فقہ کے اکثر مسائل مین کیا جاتا ہے حتے کہ علما نے اسکو ایک اصل قرار دیا ہے چنانچہ علما نے اصول مین اس امر کے بیان مین کہ حقیقت بلحاظ استعمال اور عادت کے ترک کیجاتی ہے لکھا ہے کہ اس امر مین علما مین باہم اختلاف ہے کہ اسکی وجہ کیا ہے کہ عادت کا عطف استعمال پر ہوا ہے تو بعضے علما نے کہا ہے کہ یہ دونون لفظ مترادف ہین اور ہندی نے شرح مغنی مین لکھا ہے کہ عادت سے مراد وہ امر ہے کہ اُسکا استقرار نفوس مین ہوجاوے اور وہ اُن امور سے ہو کہ اُنکا اعتبار چند مرتبہ سلیم طبائع کے نزدیک کیا گیا ہو

پھر اشباہ والنظائر مین لکھا ہے کہ منجملہ اُن مسائل کے کہ اس قاعدے کی بنا پر استخراج کی گئی ہین ایک یہ مسئلہ ہے کہ جاری پانی کی حد کیا ہے یعنی پانی کسقدر جاری ہووے تو شرعًا اُسکو جاری پانی کہین گے تو اصح یہ ہے کہ جسکو لوگ جاری پانی سمجھتے ہون وہی شرعًا جاری پانی قرار دیا جاویگا اور منجملہ اُن مسائل کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ کسقدر مینگنی بکری وغیرہ کی کنوین مین پڑ جاوے تو شرعًا زیادہ سمجھی جاویگی تو اس بارے مین بھی اصح یہ ہے کہ جب بکری وغیرہ کی مینگنی اسقدر زیادہ کنوین مین پڑی ہو کہ دیکھنے والا اُسکو زیادہ سمجھے تو شرعًا اُسی کو کثیر قرار دینگے اور منجملہ اُن مسائل کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ کسقدر زیادہ پانی ہووے تو شرعًا اُسکو کثیر پانی کہین گے اور وہ جاری پانی کے حکم مین ہوگا تو اس بارے مین بھی اصح یہ ہے کہ جس شخص کو اُسکے استعمال کرنے کی ضرورت ہووے اُسی کی راے پر یہ امر حوالہ کیا جاویگا تو اگر وہ اُسکو کثیر پانی سمجھیگا تو اُسکے حق مین وہ پانی شرعًا کثیر قرار پاویگا اور اگر اُسکو کثیر نہ سمجھیگا تو شرعًا اُسکے حق مین وہ پانی کثیر قرار نہ پاویگا اور دہ در دہ وغیرہ ہونے کا اعتبار نہ کیا جاویگا اور منجملہ اُن مسائل کے حیض اور نفاس کا مسئلہ ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ اگر حیض اور نفاس کی اکثر مدت کے بعد بھی خون آوے تو اُسکی اکثر مدت اُسی عورت حیض اور نفاس والی کی عادت کے موافق قرار دیجاویگی اور منجملہ اُن مسائل کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ نماز کے اندر نماز کے عمل کے سوا کسقدر زیادہ دوسرا عمل کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو اس امر مین بھی عرف کے اعتبار پر حکم ہوگا کہ جب نماز کے اندر اسقدر کوئی دوسرا کام کرے کہ اگر اُس حالت مین کوئی شخص اُسکو دیکھے تو گمان کرے کہ وہ شخص نماز نہین پڑھتا ہے تو اُسکی نماز فاسد ہو جاویگی اور منجملہ اُن مسائل کے ایک یہ مسئلہ ہے کہ گرا ہوا پھل کسقدر کھانے سے اُس پھل کے مالک کی مرضی کے خلاف سمجھا جاویگا تو اس بارے مین بھی باعتبار عرف کے حکم ہوگا اور منجملہ اُن مسائل کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ سود کے بارے مین جس مال کی تصریح نہین اُسکے بارے مین

Marfat.com

عرف کے اعتبار پر حکم ہوگا یعنی اگر عرف مین وہ مال ایسا سمجھا جاتا ہو کہ ناپ کر اُسکو لیتے ہون اور دیتے ہون تو شرعاً بھی وہ مال اسی قبیل سے قرار دیا جاویگا اور اگر عرف مین وہ مال ایسا سمجھا جاتا ہو کہ وزن کرکے اُسکو لیتے ہون اور دیتے ہون تو شرعاً بھی وہ مال اسی قبیل سے قرار دیا جاویگا اور لیکن وہ مال کہ اُسکے کیل یا وزن کے بارے مین نص مین تصریح ہو تو اسمین امام ابو حنیفہ اور امام محمد علیہما الرحمۃ کے نزدیک عرف کا اعتبار نہین بخلاف امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے کہ اُنکے نزدیک اُسمین بھی عرف کا اعتبار ہے اور پھر اشباہ والنظائر مین لکھا ہے کہ مبحث ثانی یہ ہے کہ کسی چیز کی عادت ہونے کا صرف اُس صورت مین اعتبار کیا جاویگا کہ غالب اور اکثر اوقات مین لوگون مین اسکا معمول ہووے اور اسی وجہ سے علما نے بیع کے معاملہ مین کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کے ہاتھ کوئی مال فروخت کیا اور اُسکی قیمت کے بارے مین مطلقاً درہم یا دینار کے تعیین ہوئی اور وہ دونون شخص ایسے شہر مین ہین کہ وہان مختلف مالیت کا چند طرح کا درہم اور دینار رائج ہے اور بعض کا رواج زیادہ ہے اور بعض کا کم ہے تو جس طرح کے درہم اور دینار کا رواج زیادہ ہوگا وہی شرعاً اُس معاملہ مین قرار دیا جاویگا چنانچہ ہدایہ مین لکھا ہے کہ جو ہی متعارف ہے تو درہم یا دینار مطلقاً ذکر کرنے سے وہی درہم یا دینار قرار دیا جاویگا جو متعارف ہے پھر اشباہ والنظائر مین عرف اور شرع مین باہم تعارض ہونے کے بارے مین لکھا ہے کہ جب عرف اور شرع مین باہم تعارض ہووے تو استعمال کے بارے مین جو عرف ہوگا وہی مقدم سمجھا جاویگا خصوصاً قسم کے مسائل مین تو مثلاً جب کسی شخص نے قسم کھاکر کہا کہ فرش پر نہ بیٹھونگا یا یہ کہا کہ بساط پر نہ بیٹھونگا یا یہ کہا کہ سراج کی روشنی سے فائدہ نہ اُٹھاونگا تو وہ شخص اُس صورت مین حانث نہوگا کہ زمین پر بیٹھے اور نہ اُس صورت مین حانث ہوگا کہ آفتاب کی روشنی سے فائدہ اُٹھاوے اگرچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف مین زمین کو فراش اور بساط فرمایا ہے اور سراج کا لفظ شمس کے معنے مین ارشاد فرمایا ہے اور اگر کسی شخص نے

Marfat.com

قسم کھا کر کہا کہ گوشت نہ کھاونگا تو مچھلی کا گوشت کھانے سے حانث نہوگا اگرچہ اللہ تعالی
نے قرآن شریف مین لحم کا لفظ مچھلی کے گوشت کے معنی مین ارشاد فرمایا ہے اور اگر کسی شخص
نے قسم کھا کر کہا کہ دابہ پر سوار نہونگا تو وہ اُس صورت مین حانث نہوگا کہ مثلاً پالکی پر
سوار ہووے اور وہ پالکی کفار لیجاوین اگرچہ اللہ تعالی نے کفار کو دابہ ارشاد فرمایا ہے
اور اگر قسم کھا کر کہا کہ سقف کے نیچے نہ بیٹھونگا اور اُسکے بعد آسمان کے نیچے بیٹھا تو حانث
نہوگا اگرچہ اللہ تعالی نے آسمان کو سقف ارشاد فرمایا ہے پھر اشباہ والنظائر مین لکھا ہے
کہ عادت مستمرہ کیا بمنزلہ شرط کے قرار پاویگی تو ظہیریہ مین لکھا ہے کہ معروف باعتبار عرف کے
مانند مشروط کے ہے باعتبار شرط کے یہ مضمون ظہیریہ کی عبارت کا ہے اور علما نے اجارہ
کے بیان مین کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے کپڑا درزی کو سینے کے لیے دیا یا رنگریز کو
رنگنے کے لیے دیا اور اُسکی اجرت مقرر نہ کی پھر اُن دونون مین اختلاف واقع ہوا کہ اس
کام کی اجرت واجب ہوئی یا نہین اور وہان عادت ہے یعنی معمول ہے کہ یہ کام اجرت پر
کیا جاتا ہے تو یہ عادت بمنزلہ اجرت کی شرط کے قرار دیجاویگی یا نہین تو اس مسئلہ مین اختلاف
ہے امام اعظم علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اس معاملہ مین اجرت نہین اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ
نے فرمایا ہے کہ اگر رنگریز صاحب پیشہ ہووے یا صاحب پیشہ نہو مگر یہ کام اجرت پر کرتا ہو
تو واجب ہوگا کہ اُسکو اجرت دیجاوے اور اگر وہ صاحب پیشہ نہو اور نہ یہ کام اجرت پر
کرتا ہو تو اُسکے لیے اجرت ثابت نہوگی اور امام محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ بات
مشہور ہووے کہ وہ رنگریز رنگنے کا کام اُجرت پر کرتا ہے اور اُسکے حال سے معلوم
ہووے کہ یہ کام کرتا ہے تو اُسی کے قول کے موافق شرعاً حکم دیا جاویگا ورنہ صرف ظاہر
عادت کا اعتبار نہین اور زیلعی نے کہا ہے کہ فتوے امام محمد علیہ الرحمۃ کے قول پر ہے اور
اس بارے مین رنگریز کی کچھ خصوصیت نہین بلکہ عام طور پر جو کاریگر ایسا ہو کہ اجرت پر
کوئی کام کرتا ہو اُسکے بارے مین یہی حکم ہوگا اسواسطے کہ ایسے مقام مین سکوت بمنزلہ شرط

Marfat.com

کے قرار دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہون اور اُسکی توفیق سے کہتا ہون کہ جب اس
مقدمہ کی تمہید بیان کی گئی اور عرف اور عادت کے معنی ظاہر ہوے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ
اکثر مسائل اس بنا پر استخراج کیے گئے ہین اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عرف شرع پر مقدم ہے
بشرطیکہ عرف نص کی تصریح کے خلاف نہو تو اب جاننا چاہیے کہ پہلی صورت کے بارے
مین جواب یہ ہے کہ بیوہ عورتین کہ ایمان کی قوت سے اسقدر صابر اور اپنے
نفس پر جابر ہووین کہ غیرت کی وجہ سے نکاح ثانی سے پرہیز کرین اور اپنے لیے
نکاح ثانی کو روا نہ رکھین اسواسطے کہ کفار اس بارے مین طعن کرتے ہین کہ دوسرے
شوہر کے ساتھ نکاح کیا جاوے اور اس امر کو رذیل اور خسیس قوم کی خصوصیت سے
جانتے ہین اور شرافت کے خلاف سمجھتے ہین تو ایسی حالت مین اُن بیوہ عورتونکا اللہ تعالیٰ
کے نزدیک اعلیٰ درجہ اور بلند مرتبہ ہوگا اور فی الجملہ ایسی بیوہ عورتون کو مشابہت حضرت
سرور کائنات کی ازواج مطہرات رضی کے حال کے ساتھ ہوگی اور اُنکی پیروی حاصل ہوسکتی ہے
البتہ امتناع کی علت مین فرق ہے اور بالفرض اگر وہ نکاح ثانی پر راضی بھی ہووین اور
اُنکے ولی کی جانب سے ممانعت ظہور مین آوے تو اسمین بھی شرع کی مخالفت لازم نہیں آتی
ہے اسواسطے کہ بعضے مقام اور بعضے امور مین اس لحاظ سے کہ اسمین کسی امر کے کرنے یا
نہ کرنے مین غیرت ہوتی ہو اور شرافت مین خلل آتا ہو اور ایسی صفت کی نسبت اپنی طرف
ہونے کا خوف ہووے کہ باعتبار عرف کے نہایت مذموم ہو تو ایسی صورت مین شرع سے
تجاوز کرنے کو علماء نے مستحسن جانا ہے چنانچہ یہ امر اس صحیح حدیث سے کہ مسلم مین ہے مستنبط
اور مستفاد ہوتا ہے اور وہ حدیث یہ ہے عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ وَجَدْتُ مَعَ
اَهْلِیْ رَجُلًا لَمْ اَمَسَّهُ حَتّٰی اٰتِیَ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم نَعَمْ قَالَ كَلَّا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ
بِالْحَقِّ اِنْ كُنْتُ لَاُعَاجِلُهٗ بِالسَّیْفِ قَبْلَ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
وَسَلَّمَ اِسْمَعُوْا اِلٰی مَا یَقُوْلُ سَیِّدُكُمْ اِنَّهٗ لَغَیُوْرٌ وَاَنَا اَغْیَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَغْیَرُ مِنِّیْ

Marfat.com

یعنی روایت ہے ابوہریرہؓ سے کہ کہا سعد بن عبادہؓ نے کہ اگر مین اپنے اہل کے ساتھ کسی مرد کو پاؤن تو کیا اُس مرد کے ساتھ تعرض نہ کرونگا جبتک کہ چار گواہ لے آؤنگا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ ہان تو سعد بن عبادہ نے کہا کہ ہرگز نہین قسم ہے اُس ذات کی کہ اُسنے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے کہ مین اسکے قبل اُسکا علاج تلوار سے کرونگا یعنی اُسکو قتل کر ڈالونگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سنو وہ بات کہ تمھارے سردار کہتے ہین یہ نہایت صاحب غیرت ہین اور مین انسے بھی زیادہ صاحب غیرت ہون اور اللہ تعالیٰ مجھسے بھی زیادہ صاحب غیرت ہے اور صحیح بخاری مین بھی یہ حدیث کچھ کم تفاوت کے ساتھ وارد ہے تو اس مقام مین سعد بن عبادہ نے نہایت زیادتی غیرت کی وجہ سے قتل کرنے کو اختیار کیا اور اس مقام مین قتل کرنے کو اختیار کرنا شرع کی حد سے تجاوز کرنا ہے مگر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اُنکی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ سعد ایک شخص نہایت صاحب غیرت ہین اور مین سعد سے بھی زیادہ صاحب غیرت ہون اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ صاحب غیرت ہے اور دوسری حدیث مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وَمِنْ غَيْرَتِهٖ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ یعنی اور اللہ تعالیٰ کی غیرت سے ہے کہ اُسنے ظاہر اور باطن ہر طرح کے فحش امور کو حرام فرمایا تو جس صورت مین کہ بیوہ عورت کا نکاح صرف مباح ہو وے کرنا اور نکرنا دونون برابر ہوا ایسا نہو کہ بلحاظ اُسکی خواہش کے یا باعتبار زمانہ کی حالت کے ضروری ہووے تو ایسی صورت مین اگر ولی کیطرف سے ممانعت وقوع مین آوے تو حد شرعی سے تجاوز کرنے مین یہ اُس قتل کرنے سے زیادہ نہو گا کہ سعد بن عبادہ نے اختیار کیا تھا اور دوسری صورت کے بارے مین جواب یہ ہے کہ جس لفظ کے معنے مین طلاق کے مفہوم کا شائبہ پایا جاتا ہے اُسکے استعمال کرنے سے لوگ اسوجہ سے احتیاط کرتے ہین کہ دوسرے

Marfat.com

شوہر کے ساتھ نکاح کرنا اس دیار مین فیما بین شرفا کے نہایت مستکرہ سمجھا جاتا ہے
اور قطعاً متروک ہے تو ایسی حالت مین عورتونکو طلاق دینا گویا فی الواقع انکو ہلاک کرنا ہے
اور طلاق اگرچہ مباح ہے لیکن ابغض مباحات ہے تو طلاق سے احتیاط کرنا احسن اخلاق
مین داخل ہے چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے روایت
کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ
یعنی حلال چیزون مین بہت زیادہ ناپسند اللہ تعالی کے نزدیک طلاق ہے یہ حدیث ابو داؤد
نے روایت کی ہے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھون نے کہا
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کہ یَا مُعَاذُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ شَیْئًا عَلٰی وَجْہِ
الْاَرْضِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْعَتَاقِ وَلَا خَلَقَ اللّٰہُ شَیْئًا عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ اَبْغَضَ اِلَیْہِ مِنَ الطَّلَاقِ
یعنی اے معاذ نہ پیدا کی اللہ تعالی نے کوئی چیز ایسی زمین پر کہ زیادہ پسند ہو اللہ تعالی کو
غلام کے آزاد کرنے سے اور نہ پیدا کی اللہ نے کوئی ایسی چیز زمین پر کہ زیادہ ناپسند ہو اللہ کو
طلاق سے روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے اور تیسری صورت کے بارے مین جواب
یہ ہے کہ لڑکی کہ اپنا حصہ باپ کے ترکہ مین کہ اراضی مملوکہ ہووے بصورت موجود ہونے
لڑکے کے نہین پاتی ہے تو اسکی وجہ یہ نہین کہ کفار ہند کی پیروی کے لحاظ سے لڑکی کو
حصہ نہین دیتے ہین اور اس خیال سے اہل اسلام نے میراث کی آیت کے خلاف معاذ اللہ
کفار ہند کا یہ مذہب اختیار کیا ہے اور ایسا خیال کسطرح ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اگر یہ امر ہوتا
تو عصبات کے موجود رہتے ہوئے لڑکی کو کیون حصہ دیتے کیونکہ کفار ہند لڑکی کو کسی صورت
مین حصہ نہین دیتے ہین اگر لڑکا نہ ہو تو دوسرے عصبات کو دیتے ہین بلکہ اسکی وجہ یہ ہے
کہ جب اہل اسلام کی اخوات نے رسم و رواج ہنود کا دیکھا اور سنا تو فرط محبت سے
کہ ہمشیرہ کو بھائی کے ساتھ ہوتی ہے اپنے حصے سے دست بردار ہوئین اور اپنی رضامندی
سے اپنا حصہ نہ لیا اور اس دعوے سے دست بردار ہونے کے کلمات سے آج تک انکا

وردِ زبان ہے اور بالاتفاق کہتی ہین کہ اُس ہمشیر کی زبان کٹی ہوئی بہتر ہے کہ وہ اپنے حصہ کا دعوے زبان پر لاوے اور یہ بات ہندی زبان مین اس دیار کے شرفا کی ہمشیرونمین مشہور اور معروف ہے اور یہ بات تواتر کی حد کو پہونچی ہے تو یہ امر کہ متعارف ہوگیا ہے اور اسکی عادت مستمرہ قرار پائی ہے نص کے خلاف نہین چنانچہ اشباہ والنظائر مین لکھا ہے ذَکَرَ الْاِمَامُ الْمَعْرُوْفُ بِخَوَاهَرْزَادَهْ اَلْحَقُّ الْمُوْصٰى لَهٗ وَحَقُّ الْوَارِثِ قَبْلَ الْقِسْمَةِ غَيْرُ مُتَاَكِّدٍ يَحْتَمِلُ السُّقُوْطَ بِالْاِسْقَاطِ یعنی جس شخص کے حق مین وصیت کی گئی ہو اُسکا حق اور وارث کا حق قبل تقسیم ہونے ترکہ کے مؤکد نہین بلکہ حقدار کے ساقط کر دینے سے ساقط ہوجاتا ہے اور یہ احسان کہ اخوات کی طرف سے بھائیونکے حق مین وقوع مین آتا ہے اُسکے صلہ مین بھائیونکی طرف سے اخوات کے حق مین خصوصاً لڑکون کی پیدایش اور شادی مین احسان کرنے کے لیے اکثر رسم و رواج قرار پایا ہے اور وہ حقوق بحسب مقدور ادا کرنے مین بھائیونکے لیے عذر اور انکار کی کوئی جگہ باقی نہین بلکہ ایسے مقامات مین اخوات کا جسقدر تقاضا اپنے حقوق مروجہ کے لیے زیادہ ہوتا ہے وہ بھائیونکے حق مین سرور اور انبساط کے لیے زیادہ باعث ہوتا ہے تو اگر کوئی شخص غور کرے اور اخوات کی رضامندی جو موروثی حصہ نہ لینے کے بارے مین ہوتا ہے اُسکو اس حقوق مروجہ کے عوض سمجھے تو ممکن ہے کہ فقہ کی کتابون سے ایسی دوسری صورت بھی استخراج کرسکے اور منجملہ اخوات کوئی نے کبھی اپنے حصہ کا دعوے کیا ہے تو اُسکے بھائیون نے اُسکے ساتھ مصالحہ کر کے اُسکو راضی کیا ہے لیکن ایسا شاذ و نادر کبھی وقوع مین آیا ہے اور نادر کی بنا پر حکم نہین کرسکتے ہین اسواسطے کہ عادت کا اعتبار صرف اُسی صورت مین کیا جاتا ہے کہ وہ عادت غالب ہووے اور عام طور پر شائع ہو چنانچہ اوپر اُسکا ذکر کیا گیا ہے اور مواہب الرحمٰن کی کتاب السرقہ مین لکھا ہے کہ جواب مین امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے اس قول کے کہ اُس شخص پر حد جاری کیجاویگی کہ اسلحہ کے ساتھ قطع طریق کے لیے شہر مین یا قریہ مین یا درمیان دو قریہ کے باہر نکلے بعض متاخرین

Marfat.com

نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے اسکا جواب دیا اپنے اہل زمانہ کی عادت کی بنا پر اسواسطے کہ لوگ شہر مین اور قریہ مین دیہہ کے اپنے ساتھ اسلحہ لیکر نہین نکلا کرتے تھے تو چاہیے کہ قطاع طریق کا بھی یہ فعل اسی پر حمل کیا جاوے اور اگر اسکے خلاف کبھی نادر طور پر متحقق ہووے تو اسکی بنا پر حکم نہ دیا جاویگا اور ایسا ہی عصبات نے بھی کہ اکثر چچازاد بھائی ہین اپنی چچازاد اخوات سے بصورت نہ ہونے چچازاد بھائی کے اپنا حصہ چچازاد اخوات سے نہ لیا ہے اور اپنے حق سے دست بردار ہوتے ہین بلکہ اسکو قبیح جانتا ہے اور یہ خیال کیا ہے کہ جب ہمنے اپنے باپ کا حصہ لیا ہے تو اب اپنے چچا کے حصہ سے اپنے چچا کی لڑکی سے حصہ نہ لیوینگے اور یہ تغافل بھی اس دیار مین رسم و رواج ہوگیا ہے یہی رواج ہر شہر مین ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مقتضے شرع کے خلاف نہین ورنہ اگر دعوے کرین تو کسی کو منع کرنے کا حق نہین پہنچتا ہے بلکہ وہ خود دعوے نہین کرتے ہین باقی اب ایک دوسری صورت رہی اور وہ صورت یہ ہے کہ اگر ہمشیرہ نے عادت کے موافق سکوت اختیار کیا اور دعوے کرنیکا یا دست بردار ہونے کا کلمہ کسی نے اسکی زبان سے نہ سنا اور انکے باپ کا ترکہ تمام انکے بھائی کے قبضے اور تصرف مین رہا اور پھر ہمشیر اور بھائی دونون فوت ہووے اور ہمشیر علاتی کی اولاد سے جو لوگ ہین وہ بھائی کی اولاد سے اپنی مان کے حصہ کا یا اپنی جدہ کے حصہ کا دعوے کرتے ہین تو بھائی کی اولاد سے جو لوگ ہین وہ جواب دیتے ہین کہ اخوات نے اس دیار کے رسم و رواج کے موافق اپنا حصہ نہ لیا اور اپنے حق سے دست بردار ہوئین اسی خیال سے ہمشیر کی اولاد کو حصہ دینا منظور نہین کرتے ہین تو عرف مذکور کا اس صورت مین اعتبار ہے تو کہتا ہون کہ اس مسئلہ کا جواب چوتھی صورت کے جواب کے ضمن مین ہو جاتا ہے اور اسی کے جواب سے اسکا جواب بھی معلوم ہو جاتا ہے تو اس صورت مین غور کرنا چاہیے اور چوتھی صورت کا جواب یہی ہے کہ رسم و رواج اس دیار کے شرفا مین یہ ہے کہ اولاد محجوب المیراث کو مورث محجوب نہین کرتے ہین مثلاً کسی شخص کے دو لڑکے ہین اور منجملہ ان دونون لڑکون

کے ایک لڑکا زوجہ اور اولاد کو چھوڑ کر اپنے باپ کے سامنے فوت ہوا تو ایسی صورت مین رسم و رواج یہ ہے کہ اپنے حین حیات مین اپنا مال اور اپنی ملکیت تقسیم کرتے ہین اور بمقتضائے غیرت اور بلحاظ شرافت کے پسر متوفی کی زوجہ اور اولاد کو محروم اور محجوب نہین کرتے ہین اور چونکہ باپ اپنی ملکیت کا مالک رہتا ہے اسواسطے اپنی تجویز سے تقسیم کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ رسم و رواج شریعت کے خلاف نہین اور یہ رسم اس دیار کے شرفا مین کیون جاری نہووے اسواسطے کہ بیوہ عورتین غیرت اور شرافت کی وجہ سے نکاح ثانی سے پرہیز رکھتی ہین اور اس بارے مین صبر کرنا شرافت کے لوازم سے جانتی ہین تو اگر مورث اُنکو اور اُنکی اولاد کو محروم کر دے تو اُنکی کفالت کون شخص کریگا اور اُنکی عفت اور عصمت کسطرح محفوظ رہیگی اور بیوہ عورتون اور یتیمونکی کفالت اور غمخواری کرنی اہل اسلام کے بہترین خصائل سے ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ اَلسَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمَلَۃِ وَالْمِسْکِیْنِ کَالْمُجَاھِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ یعنی خبرگیری کرنے والا بیوہ عورتون اور مسکین کا اُس شخص کے مانند ہے کہ اللہ کی راہ مین جہاد کرتا ہے بلکہ یہ رسم کہ اس دیار کے شرفا نے اسکو رواج دیا ہے نوع انسان کے بہترین خصائل سے ہے شعر اور قصیدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چچا ابوطالب نے آنحضرت صلعم کی بعثت کے قبل آنحضرت صلعم کی مدح مین کہا تھا صحیح بخاری مین مذکور ہے کہ اس صفت کے ساتھ توصیف کی ہے کہا ہے

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ	ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِّلْاَرَامِلِ

یعنی آپ کا رنگ ایسا خوشنما ہے کہ آپ کے چہرۂ مبارک کی دیدار سے ابر سیراب ہوتا ہے آپ کوشش فرماتے ہین یتیمون کی پرورش مین اور بیوہ عورتونکی عصمت محفوظ رہنے مین اور اگر احیاناً کسی مورث نے اپنے سامنے اپنی ملکیت تقسیم نہ کی اور اپنے پسر متوفے کی زوجہ اور اولاد کو زبانی یا تحریر کے ذریعہ سے محروم بھی نہ کیا تو اس صورت مین بھی جب وہ فوت ہوتا ہے تو اُسکے پسر متوفے کی اولاد سے جو لوگ رہتے ہین باوجودیکہ شرعاً محجوب ہوتے

ہین لیکن وہ بھی حصہ لیتے ہین اور اگر دوسرا لڑکا یا دوسرے لڑکے کی اولاد سے جو لوگ رہتے ہاین انکار کرتے ہاین اور منازعت کے ساتھ پیش آتے ہاین تو اُس شہر کے رؤسا اتفاق کرکے اسی عرف کے موافق کہ متعارف ہے پسر متوفی کی اولاد کو بھی حصہ دلواتے ہاین اور اس دیار کے سب شرفا مین کہ منجملہ اُنکے اکثر علما دیندار گذرے ہاین سب کے یہان ہمیشہ سے یہی رسم ورواج جاری ہے اور مورث کے سکوت کو رسم ورواج کے موافق بمنزلہ تقسیم کرنے اور دینے مورث کے جانتے ہین اسواسطے کہ بعضے مقام مین ایسا دیکھا گیا ہے کہ بعض مورث کہ بلا تقسیم اپنے مال کے فوت ہوا ہے خود اپنے مورث محجوب المیراث کے حصہ پر متصرف رہا ہے تو ایسے مقام مین سکوت بمنزلہ شرط کرنے کے مال دینے کے واسطے اور بمنزلہ تقسیم کرنے کے قرار دیا جاویگا چنانچہ اشباہ والنظائر مین لکھا ہے کہ منجملہ اُن مسائل کے کہ اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ معروف مانند مشروط ہے ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر باپ نے اپنی لڑکی کو جہیز دیا اور اُس جہیز کا مال اُس لڑکی کو حوالے کردیا پھر اُسنے دعوے کیا کہ یہ مال بطور عاریت کے دیا گیا تھا لیکن اس امر کے لیے گواہ نہین ہین تو اس بارے مین علما مین اختلاف ہے اور فتوے اسپر ہے کہ اگر عرف مین عام طور پر مفہوم ہوتا ہو کہ باپ جہیز کا مال لڑکی کو بطور ملکیت کے حوالے کرتا ہے نہ بطور عاریت کے تو باپ کا قول قبول نہ کیا جاویگا اور اگر عرف مشترک ہو تو باپ کا قول قبول کیا جاویگا ایسا ہی ابن دہبان کی شرح منظومہ مین لکھا ہے اور قاضی خان نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک حکم یہ ہے کہ باپ اگر شرفا سے ہو تو اُسکا قول قبول نہ کیا جاویگا اور اگر اوسط درجہ کے لوگون سے ہو تو اُسکے قول کے موافق حکم دیا جاویگا اور قاضی نے کبرے مین لکھا ہے کہ لڑکی کی موت کے بعد اُسکے شوہر کے قول کے موافق حکم دیا جاویگا اور اگر لڑکی کا باپ وہ قول تسلیم نہ کرے تو اُسپر لازم ہوگا کہ گواہ دیوے اسواسطے کہ ظاہر حال زوج کے لیے شاہد ہے جیسے کسی شخص نے کپڑا دھوبی کو دھونے کے لیے دیا اور اجرت کا ذکر نہ کیا تو یہ امر اجارہ پر حمل کیا جاوے گا اسواسطے کہ

ظاہر حال کی شہادت سے یہی ثابت ہوتا ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اُس شہر کے رؤسا کے باہمی معاملہ کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ صورت مذکورہ مین مورث کا سکوت بمنزلہ تقسیم کرنے اور دینے مال کے قرار دینا چاہیے واللہ اعلم بالصواب اور اگر کوئی کہے کہ لڑکیون کے سکوت کو باعتبار عرف کے اپنے حق سے دست بردار ہوجانے کی رضامندی پر حمل کیا جاوے اور نص کے خلاف اُسکا اعتبار کیا جاوے تو اسکے لیے کوئی وجہ ثابت ہے مگر محجوب المیراث کی اولاد کے دعوے کرنے کی صورت مین سکوت کا حمل اس معنی پر کرنا مشکل ہے اسواسطے کہ اُنکا دعوے اگر وراثت کی بنا پر ہے تو وراثت کہان ہے یعنی وہ وارث نہین ہین اور اگر اُنکا دعوے ہبہ کی بنا پر ہے تو ہبہ کی شروط مفقود ہین تو اس عرف کا اجرا محجوب کی اولاد کے حق مین اُس صورت مین کہ مورث نے سکوت کیا ہے شریعت کے موافق قرار دینا دشوار ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اصل حال اس عرف کے اجرا مین یہ ہے کہ محجوب المیراث کی اولاد سے جو لوگ ہین وہ جواب دیتے ہین کہ جب ہمارے مورث اور اس شہر کے سب رؤسا ہمیشہ کے رسم و رواج کے موافق محجوب المیراث کے حصہ پر متصرف رہتے ہین تو اُسکے سکوت کو اُسکی اس رضامندی پر کہ ہمارا حصہ اُسکی ملکیت سے ہمکو دیا جاوے اگر حمل نہ کرین تو قطع نظر اسکے کہ یہ امر مورث پر طعن ہونے کے لیے باعث ہوتا ہے کہ اُسنے ہمیشہ کے معمول اور برادری کے رسم و رواج کے خلاف کیا ہے اشخاص موجودہ پر لازم ہے کہ جو لوگ محجوب المیراث کے حصے پر متصرف ہوئے ہین وہ دست بردار ہوجاوین اور سب لوگ اس رسم و رواج کو قطعاً موقوف کردین اور اُس شہر کے رؤسا اس امر کو جائز نہین رکھتے ہین اور کہتے ہین کہ اس سے حرج عظیم لازم آویگا اور اُن امور کے انتظام مین کہ ابتدا سے آج تک سب مین جاری ہین خلل واقع ہوگا اور وہ امور متعارف ہین کہ مورث اپنے سامنے خواہ تحریر کے ذریعہ سے یا زبانی لوگون کے مقابلے مین اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جسطرح یہ لڑکا میرے بعد میرے مال متروکہ کا مالک ہوگا اسیطرح میرے پسر

Marfat.com

متوفی کی اولاد سے جو ہونگے وہ بھی اُس مال مین اپنے حصہ کے مالک ہونگے چاہیے کہ میرے بعد اپنا اپنا حصہ اپنے تصرف مین لے آوین اور محجوب ہونے کی حجت اپنے سامنے تقریر یا تحریر کے ذریعہ سے برطرف کر دیتا ہے اور منجملہ اُن لوگون کے کسی کا سکوت کرنا نہایت کم اور نادر ہے تو سکوت کی حالت مین بھی عرف کے موافق عمل کیا جاوے گا اور اگر کوئی شخص کہے کہ جب مورث فوت ہوتا ہے تو اُسکے ورثہ اُسکے مال متروکہ کے مالک ہو جاتے ہین تو مورث کی وفات کے بعد اُسکی تقریر اور تحریر مذکور سے نہ ہبہ ثابت ہوگا اور نہ حجت رفع ہوگی تو اسکا جواب یہ ہے کہ مورث کی تقریر اور تحریر مذکور سے اُسکے پسر متوفی کی اولاد کے حق مین ہبہ ثابت ہو جاویگا اور یہ امر فقہا کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے اِذَا وَهَبَ الْاَبُ لِلطِّفْلِ تَتِمُّ بِالْعَقْدِ یعنی جب ہبہ کرے باپ اپنے طفل کے حق مین تو وہ ہبہ صرف عقد کے ذریعہ سے کامل ہو جاتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ مورث کی صرف تقریر اور تحریر سے ہبہ مذکورہ کامل ہو جاویگا خصوصاً اراضی مملوکہ خراجیہ مین کہ جسکا قبضہ دلانا حکام کے اختیار مین ہے تو مورث کی تحریر اُسکے ہبہ کے بارے مین اُسکی اولاد کے حق مین کافی ہوگی اور ان وجوہ سے ہندوستان مین جو عرف ہے اور رسم و رواج ہے کہ اُسکا ذکر اوپر ہوا ہے شرع کے موافق ثابت ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

رد جواب از جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ اشباہ والنظائر مین لکھا ہے کہ عادت حکم ہے اس قول کے آخر تک تو اسکے جواب مین مین کہتا ہون کہ عادت اور عرف کا ہونا فقہا کے نزدیک ایک امر مسلم ہے لیکن کلام اسمین ہے کہ وہ کس محل مین حکم ہے اور ظاہر ہے کہ شرع کے خلاف جو عادت ہو یا عرف ہو اُسکا اعتبار نہین اسواسطے کہ مثلاً جس شخص کو شراب کی عادت ہو اُسکے لیے شراب ہرگز حلال نہین اور ایسا ہی اگر اہل شہر کی عادت شرع کے خلاف ہو مثلاً اُنکی عادت ہو کہ نماز ترک کرتے ہون اور ستر عورت نہ چھپاتے ہون تو ایسا نہین کہ اُنسے تعرض

نہ کیا جاوے بلکہ اُنکو حکم کیا جاویگا کہ یہ عادت چھوڑ دین اور اسکی دلیل یہ ہے کہ علماء صحابہ رض کے زمانے سے ابتک اُن لوگون کو برابر منع کرتے رہے جنکو عادت ایسے امور کی رہی تو معلوم ہوا کہ عادت اور عرف کے مطابق اُسوقت حکم دیا جاویگا کہ جب کسی امر مین اشتباہ واقع ہووے کہ شرعاً اسمین کیا حکم ہونا چاہیے خصوصاً اُسوقت عادت اور عرف پر زیادہ لحاظ کرنا چاہیے کہ جب الفاظ استعمال کیے جاوین اور اس امر مین اشتباہ واقع ہووے کہ اُس سے مراد اُسکے شرعی معنے ہین یا عرفی معنی ہین کہ وہ الفاظ اُس معنی مین عرف اور عادت کے موافق استعمال کیئے جاتے ہین جیسے قسم اور اجارہ اور بیع کے معاملات ہین اسواسطے کہ اسطرح کے امور مین ایسی صریح نص نہین کہ اُس سے ثابت ہوتا ہو کہ اُن الفاظ کو صرف شرعی معنی مراد ہین جو اسطرح کے امور مین استعمال کیے جاتے ہین بخلاف اُن امور کے جو طلاق اور عتاق اور نکاح کے مانند ہین اسواسطے کہ نص سے ثابت ہے کہ ایسے امور مین جو صریح الفاظ ہین اُنکا حمل اُنکے صرف شرعی معنی پر کیا جاویگا حتے کہ اگر اُن الفاظ سے کسی شخص کا مقصود کوئی دوسری معنی ہون تو اُسکا اعتبار نہ کیا جاویگا نہ دیانۃً اور نہ قضاءً بلکہ اُن الفاظ کے شرعی معنے کے مطابق اُس شخص کے بارے مین شرعی حکم قرار پاویگا اور جب اس تمہید سے فراغت ہوئی تو اب ہم کہتے ہین کہ صاحب اشباہ نے جو جاری پانی کی حد کے بارے مین لکھا ہے کہ اصح یہ ہے کہ جاری پانی شرعاً وہی قرار دیا جاویگا جسکو لوگ سمجھتے ہون کہ یہ پانی جاری ہے تو یہ محل نزاع سے نہین اسواسطے کہ جاری کی تصریح کسی نص مین مذکور نہین تو ضرور ہوا کہ اُسکا حمل اُسکے عرفی معنے پر کیا جاوے اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ منجملہ اُن مسائل کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ کسقدر مینگنی بکری وغیرہ کی کنوین مین پڑجاوے تو شرعاً زیادہ سمجھی جاویگی تو اسکا جواب یہ ہے کہ کثرت امور اضافیہ ہے چنانچہ اکثر چیز ہے کہ کبھی وہ کم بھی ہوتی ہے تو زیادہ سمجھی جاتی ہے بہ نسبت اُسکے کہ اُس سے بھی کم ہو اور کبھی زیادہ بھی ہوتی ہے تو کم سمجھی جاتی ہے

بنسبت اسکے کہ اس سے بھی زیادہ ہو اور شرع مین نص مین کثرت کی حد اس مسئلہ مین وارد نہین تو ضرور ہوا کہ اسکا حمل اسکے عرفی معنے پر کیا جاوے اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ اصح یہ ہے کہ جس شخص کو اسکے استعمال کی ضرورت ہووے اُسی کی راے پر یہ امر حوالہ کیا جاویگا تو اس سے یہ ثابت نہین ہوتا ہے کہ عادت کے موافق حکم دیا جاوے گا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسکی راے پر حوالے کیا جاویگا اور یہ مراد نہین کہ اسکی عادت کے موافق حکم دیا جاویگا اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ حیض اور نفاس کی اکثر مدت عورت کی عادت کے موافق قرار دیجاویگی تو یہ بھی محل نزاع سے نہین اسواسطے کہ تو شارع نے ایسے امور مین عادت پر دار مدار حکم کا رکھا ہے اور ایسا ہی مجیب کا یہ قول بھی ہے کہ منجملہ اُن مسائل کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ نماز کے اندر نماز کے عمل کے سوا کسقدر زیادہ دوسرا عمل کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو اس امر مین بھی عرف کے اعتبار پر حکم ہوگا کہ جب نماز کے اندر اسقدر کوئی دوسرا کام کرے کہ اگر اُس حالت مین کوئی شخص اُسکو دیکھے تو گمان کرے کہ وہ شخص نماز نہین پڑھتا ہے تو اسکی نماز فاسد ہو جاوے گی یعنی یہ بھی محل نزاع سے نہین اسواسطے کہ عمل کثیر کی حد شارع نے بیان نہ کی اور یہ امور اضافیہ سے ہے تو ضرور ہوا کہ اس بارے مین عرف کے موافق حکم دیا جاوے اور اسمین یہ بھی تامل ہے کہ اس صورت مین نماز کے فاسد ہونے کا حکم عرف کی بنا پر نہین بلکہ دیکھنے والے کے گمان کے اعتبار پر ہے کہ وہ گمان کرے کہ یہ شخص نماز نہین پڑھتا ہے اور ان دونون امر مین یون بعد ہے تو چاہیے کہ اس امر مین غور کیا جاوے اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ منجملہ اُن مسائل کے ایک یہ مسئلہ ہے کہ گرا ہوا پھل کسقدر رکھانا سے اُس پھل کے مالک کی مرضی کے خلاف سمجھا جاویگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ امر اعمالی کے قبیل سے ہے کہ اسپر بنا اس حکم کی ہے کہ غیر کے مال مین تصرف جائز ہووے اور اس بارے مین صحیحین مین نص وارد ہے اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک مین

بھی ارشاد ہوا ہے لَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ اَنْ تَاْکُلُوْا مِنْ بُیُوْتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآئِکُمْ
کہ اس قول تک ہے اَوْ صَدِیْقِکُمْ یعنی گناہ نہین تمہارے حق مین یہ کہ کھاؤ اپنے گھر کی چیز مین
سے یا اپنے آباء کے گھر کی چیز مین سے اور پھر ارشاد ہوا کہ اور اسمین بھی گناہ نہین کہ کھاؤ
اپنے دوست کے گھر کی چیز مین سے تو گویا خود شارع نے اُس امر مین اجمالی اذن قرار دیا ہے
کہ لوگونکی عادت یہ ہو کہ اُس امر مین تعرض نہ کرتے ہون اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ سود
کے بارے مین جس مال کی تصریح نص مین نہین اُسکے بارے مین عرف کے اعتبار پر حکم
ہوگا تو خود اس قول سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کے کیل یا وزن ہونے کے بارے
مین نص وارد نہین اُسکے بارے مین عرف کا اعتبار کیا جاویگا اور جسمین نص وارد ہے
اُسمین عرف کا اعتبار نہین اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ اشباہ والنظائر مین لکھا ہے کہ
مبحث ثانی یہ ہے اس قول کے آخر تک تو اسکا جواب یہ ہے کہ بیع اور اجارہ وغیرہ جو ایسے
امور ہین اُسمین عادت کا اعتبار اُسوقت کیا جاتا ہے کہ عام طور پر اکثر وہ عادت جاری ہووے
اسواسطے کہ شرع مین درہم اور دینار کی تصریح اور تعیین وارد نہین اور مجیب کا جو یہ قول ہے
کہ اشباہ والنظائر مین لکھا ہے کہ جب عرف اور شرع مین باہم تعارض واقع ہووے
تو استعمال کے بارے مین جو عرف ہوگا وہی مقدم سمجھا جاویگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حکم
ایمان اور وصیت اور تعلیقات مین اور اسطرح کے اور جو امور ہین اُسکے بارے مین مسلم ہے
اسواسطے کہ ایسے امور مین جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہین تو اُس سے اُسکے شرعی
معنے متبادر طور پر مفہوم نہین ہوتے ہین بلکہ متبادر طور پر اُسکے عرفی معنی سمجھے جاتے ہین
اور حاصل کلام یہ ہے کہ یہ حکم درباره استعمال کرنے اُن الفاظ کے ہے کہ اُسمین چند معنے کا
احتمال ہووے ایسا نہین کہ یہ حکم حلال اور حرام کے بارے مین ہے اور علاوہ اسکے یہ جو
قول ہے کہ مثلاً کسی شخص نے قسم کھا کر کہا کہ فراش پر نہ بیٹھونگا یا یہ کہا بساط پر نہ بیٹھونگا
یا یہ کہا کہ سراج کی روشنی سے فائدہ نہ اٹھاؤنگا تو یہ مثال اُس چیز کے مطابق نہین

Marfat.com

کہ اسکی یہ مثال دی گئی ہے اسواسطے کہ کلام اس امر مین ہے کہ جب حقائق شرعیہ اور معانی عرفیہ مین تعارض واقع ہووے تو کسکو ترجیح دیجاویگی اور ان الفاظ کے بارے مین کلام نہین کہ شرع مین باعتبار معنے مجازی کے استعمال کیے گئے ہین اور یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے کلام مین مجازاً یا استعارۃً مستعمل ہین اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاؤنگا اس قول کے آخر تک تو اسمین یہ خدشہ ہوتا ہے کہ یہ امر کہ اس قسم مین مچھلی کا گوشت داخل نہوگا بلکہ خارج سمجھا جاویگا عادت اور عرف کی بنا پر مفہوم نہین ہوتا ہے بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ گوشت کی ماہیت مچھلی کے گوشت مین متحقق نہین ہوتی ہے اسواسطے کہ گوشت صرف خون سے پیدا ہوتا ہے اور کوئی جانور یعنی جسمین خون ہوتا ہی پانی مین نہین رہتا ہے تو یہ صورت اس قبیل سے ہے کہ یمین کا حمل حقیقت پر کیا گیا ہے چنانچہ علماء نے کہا ہے کہ جو چیز مچھلی مین خون کیطرح معلوم ہوتی ہے وہ درحقیقت خون نہین اسواسطے کہ وہ چیز خشک ہونے پر سفید ہو جاتی ہے اور خون خشک ہونے پر سیاہ ہو جاتا ہے اور ایسا ہی یہ وجہ بھی اسکے خون نہونے کی ہے کہ وہ چیز زمین کے اندر سرایت کر جاتی ہے اور خون سرایت نہین کرتا ہے اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ کسی شخص نے قسم کھا کر کہا کہ واللہ پر سوار نہونگا تو یہ قول اس قبیل سے نہین کہ عرف اور شرع مین تعارض واقع ہووے بلکہ اس قبیل سے ہے کہ حقیقت اور منقول عرفی مین تعارض واقع ہووے چنانچہ اسکی تصریح منطق کی کتابون مین ہے اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ اشباہ والنظائر مین لکھا ہے کہ عادت مستمرہ کیا بمنزلہ شرط کے قرار پاویگی اس قول کے آخر تک تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس صورت مین ہے کہ بدل متعین ہووے لیکن صاحب عقد نے اسکی تعیین نکی ہو اور ظاہر ہے کہ ایسے امور مین سکوت بمنزلہ صریح قول کے متصور ہوتا ہے اور جب یہ مقدمہ معلوم ہوا اور حقیقت مسائل کثیرہ کی تشریح کی دریافت ہوئی اور معلوم ہوا کہ کس صورت مین عرف شرع پر مقدم متصور ہوگا یعنی معلوم ہوا کہ ان امور سے مراد کیا ہے اور کس

Marfat.com

مقام مین ان امور کا اعتبار ہو تو اب مجیب کے جواب مین مفصل طور پر نظر کرنی چاہیے کہ اس امر مین شبہہ نہین کہ بیوہ عورتین بشرطیکہ اُنکے پاس چھوٹے بچے ہو وین اور اُنکی خدمت اور تیمار داری کے خیال سے سابق شوہر کی نکاح کی پابندی مین رہین تو البتہ وہ اعلے مرتبہ بہشت مین پاوینگی چنانچہ صحیح حدیث مین اُن لوگونکی تعداد مین وارد ہے کہ جن لوگون کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اپنے ہمراہ بہشت مین لیجاوینگے کہ منجملہ اُن لوگون کے ایک وہ عورت ہے کہ اپنے شوہر کے فوت ہو جانے سے بیوہ ہو گئی اور اُسنے اپنی جان قید مین رکھی اپنی لڑکیون کی خدمت کے لیے لیکن سائل نے ایسی بیوہ عورتون کی بارے مین مسئلہ نہ پوچھا ہے بلکہ سائل کی مراد یہ ہو کہ اُن بیوہ عورتون کے ولی کے بارے مین شرعاً کیا حکم ہے کہ وہ بیوہ عورتین نکاح پر راضی ہووین اور اُنکے ولی جبراً منع کرین اور یہ امر صراحۃً خلاف نص کے ہے جو اُن عورتون کے حق مین وارد ہوا ہے کہ اُنکو طلاق دی گئی ہو اور وہ نص یہ ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ يعنی اور جب طلاق دو تم عورتون کو پس گذر جاوے عدت اُنکی تو اُنکے ولی کو حکم ہوا کہ نہ منع کرو اُن عورتون کو اس سے کہ نکاح کرین اپنے شوہرون سے جب وہ باہم راضی ہو جاوین بہتر طور پر اس سے نصیحت ہوتی ہے اُسکو کہ ایمان لایا ہے تمسے اللہ پر اور آخرت کے دن پر یہ بہتر ہے اور خوب ہے تمہارے حق مین اور اللہ جانتا ہے اور تم نہین جانتے ہو اور ولی کا یہ منع کرنا اس صریح نص کے بھی خلاف ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ یعنی اور نکاح کردو بیوہ عورتون کا کہ تم مین ہون اور نکاح کردو نیک لوگونکا کہ تمہارے غلام اور

Marfat.com

تمھاری لونڈیون سے ہون اور یہ مخالفت اس بنا پر ثابت ہوتی ہے کہ اصول کا مسئلہ ہے کہ
الامر بشیئ نھی عن ضدہ یعنی جب کسی چیز کے کرنے کا حکم ہووے تو اس سے ثابت
ہوتا ہے کہ اسکے خلاف کرنے سے منع کیا گیا ہے تو یہ حکم کرنا کہ نکاح کر دینا چاہیے گویا اس امر
سے نہی کرنا ہے یعنی منع کرنا ہے کہ ان عورتون کے نکاح کرنے مین دیر کیجاوے یا انکو نکاح سے
باز رکھا جاوے خواہ یہ نہی تحریمی ہو یا تنزیہی ہو اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ فی الجملہ ایسی
بیوہ عورتون کو مشابہت حضرت سرور کائنات کی ازواج مطہرات کے حال کے ساتھ
اور انکی پیروی حاصل ہو سکتی ہے البتہ امتناع کی علت مین فرق ہے تو اسکا جواب یہ ہے
کہ تشبیہ اور پیروی خصائص مین نہین کیجاتی ہے اور اگر ایسا ہوتا تو یہ بات جائز ہوتی کہ
مشابہت اور پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اس امر مین بھی امت
کے لوگ کرین کہ چار عورتون سے زیادہ نکاح مین جمع کرین یا اسطرح کے اور امور مین ایسا
عمل کرین حالانکہ یہ صحیح نہین تو علی ہذا القیاس یہ بھی جائز نہین کہ بیوہ عورتین نکاح ثانی
سے باز رکھی جاوین اور بالفرض اگر یہ بات تسلیم بھی کیجاوے تو اس سے صرف یہ
ثابت ہوگا کہ اگر بیوہ عورتین اپنی خوشی اور رضامندی سے نکاح ثانی نہ کرین اس خیال
سے کہ اس بارے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حال
کی مشابہت اور پیروی حاصل ہووے تو وہ بیوہ عورتین اجر کی مستحق ہونگی لیکن بیوہ
عورتون کے ولی کے حق مین ہرگز جائز نہین کہ انپر جبر کرے کہ اس امر مین ازواج مطہرات
کے حال کے ساتھ مشابہت حاصل کرین اور ازواج مطہرات کی پیروی کرین اور
کلام اسی صورت مین ہے اور بہر حال اگر مشابہت ثابت بھی ہووے تو اس سے
یہ لازم نہین آتا ہے کہ نکاح ثانی کرنے مین عار ہے اور جو عورتین نکاح ثانی کرین وہ
قابل طعن کے ہین اسواسطے کہ اکثر ازواج مطہرات نے مثلاً حضرات خدیجۃ الکبریٰ اور ام سلمہ
اور ام حبیبہ اور زینب بنت جحش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح ثانی کیا ہے

Marfat.com

اور اُن حضرات کی شان مین ہرگز گمان نہین ہوسکتا ہی کہ ایسا فعل کیا ہو کہ اُسکے کرنے مین فی الواقع عار ہو اور ایسا ہی حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اور بعضے دوسرے صحابہ کی بنات نے بھی نکاح ثانی کیا ہے اور اسوجہ سے معاذ اللہ اُن حضرات کے حق مین عار لازم نہین آتی ہے اور جس امر کا منشا یہ ہو کہ اُسکی وجہ سے معاذ اللہ اُن حضرات کے حق مین عار کا گمان ہوتا ہو تو وہ امر ہرگز مباح نہین ہوسکتا ہے اور استحباب اور استحسان کا ذکر کیا ہے اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ بالفرض اگر وہ نکاح ثانی پر راضی بھی ہو وین مجیب کے اس قول تک تو شرع کی مخالفت لازم نہین آتی ہے تو یہ قول بھی صراحۃً مخدوش ہی اسواسطے کہ نص قرآنی سے ثابت ہی کہ جب جانبین راضی ہو وین تو نکاح کر دینا چاہیے اور مجیب کا جو یہ قول ہی کہ اسواسطے کہ بعضے مقام اور بعضے امور مین اس لحاظ سی کہ اسمین کسی امر کے کرنے یا نہ کرنے مین غیرت ہوتی ہو اور شرافت مین خلل آتا ہو اور ایسی صفت کی نسبت اپنی طرف ہونے کا خیال ہو وے کہ باعتبار عرف کے نہایت مذموم ہو تو ایسی صورت مین شرع سے تجاوز کرنے کو علما نے مستحسن جانا ہے چنانچہ یہ امر اس حدیث سے کہ مسلم مین ہے مستنبط اور مستفاد ہوتا ہے اور وہ حدیث یہ ہے الخ تو اس کلام مین دو وجہ سے خلل ہے اول وجہ یہ ہی کہ اس مقام مین یہ اندیشہ نہین کہ ایسی صفت کی نسبت اپنی طرف ثابت ہو گی کہ باعتبار عرف کی نہایت مذموم ہے بلکہ اسکے خلاف یہ اندیشہ ہی کہ مبادا نکاح ثانی نہ کرنے سے زنا صادر ہو جاوے کہ شرک اور قتل کے بعد سب کبیرہ گناہ مین زیادہ قبیح ہے اور ایسے کبیرہ گناہ کے لیے باعث ہونے سے مذمت اپنے اوپر عائد ہووے تو یہ قیاس مع الفارق ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حد شرعی سی تجاوز کرنا بھی لازم نہ آیا چنانچہ یہ امر انشاء اللہ العزیز عنقریب بیان کیا جاویگا اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ اس مقام مین قتل کو اختیار کرنا شرع کی حد سے تجاوز کرنا ہے تو اسکا جواب یہ ہی کہ سعد بن عبادہ نے جس حالت مین قتل کرنے کو اختیار کیا اُس حالت مین قتل کرنے سے حد شرعی سے تجاوز کرنا لازم نہین آتا ہے اسواسطے کہ اگر کوئی شخص اسطرح کا معاملہ اپنی دختر یا ہمشیر

Marfat.com

یا اپنی مان کے ساتھ بلکہ اپنی کنیزک کے ساتھ دیکھے اور اُسکو گمان غالب ہووے کہ بلا قتل کے یہ شخص دفع نہوگا تو جائز ہے کہ اُسکو قتل کر ڈالے اور عند اللہ قاتل ہرگز ماخوذ نہوگا البتہ اگر اُسپر اُس قتل کے بارے مین دعوے قصاص کا کیا جاویگا اور اُسکے پاس گواہ نہون گے تو قصاص کے ذریعہ سے وہ جان سے مارا جاویگا اور اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا کہ ہان یعنی اگر تو چار گواہ نہ دیگا تو قصاص مین جان سے مارا جائیگا تو اپنی جان بچانے کے لیے چاہیے کہ اُس حال مین تم تعرض کرنا جب تک گواہ حاضر نہ کر لینا کہ اُسوقت قصاص سے محفوظ رہو گے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ حُرْمَتِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ یعنی جو شخص اپنی زوجہ کی عصمت بچانے مین قتل کیا جاویگا تو وہ شہید ہوگا تو اس حالت مین جب مقتول شہید ہوگا تو ضرور ہے کہ قاتل ماخوذ ہوگا اسواسطے کہ ظاہر ہے کہ ان دونون امر مین تلازم ہے اور یہی حاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے کلام مبارک کا ہے کہ سعد کے حق مین فرمایا کہ اِنَّهٗ لَغَيُوْرٌ یعنی سعد نہایت صاحب غیرت ہین تو اس سے مراد یہ ہے کہ غیرت کے خیال سے اُنکو کچھ پروا نہین کہ قصاص مین جان سے مارے جاوین اور یہ کمال غیرت ہے اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ ایسی صورت مین اگر ولی کی طرف سے ممانعت وقوع مین آوے تو حد شرعی سے تجاوز کرنے مین یہ اُس قتل سے زیادہ نہوگا کہ سعد بن عبادہ نے اختیار کیا تھا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ سراسر قیاس مع الفارق ہے اور اسکی چند وجہین ہین اول وجہ یہ ہے کہ اُس مقام مین ممانعت کبیرہ سے تھی یعنی زنا سے باز رکھنا منظور تھا اور اس مقام مین امر مباح سے باز رکھنا منظور ہے یعنے نکاح ثانی سے باز رکھنا مقصود ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اُس مقام مین یعنی حضرت سعد بن عبادہ نے جس بارے مین کہا تھا اُسمین حد شرعی سے تجاوز کرنا لازم نہین آتا تھا اور اس مقام مین اُسکے خلاف حد شرعی سے تجاوز کرنا لازم آتا ہے اسواسطے کہ اپنا ناموس بچانا قتل کرنے کے ذریعہ سے شرعاً بلاشبہ جائز ہے اگرچہ اُسکی وجہ سے وہ خود

Marfat.com

جان سے مارا جاوے اور اسکی دلیل یہ حدیث ہے مَنْ قُتِلَ دُوْنَ عِرْضِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ اور قاتل اور مقتول ہونا یعنی قتل کرنا اور قتل ہو جانا فرط حمیت اور زیادتی تعصب کی بنا پر حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اُس مقام مین جس امر کے بارے مین حکم شرعی دریافت کیا گیا تھا اور وہ غیرت کے لیے باعث تھا وہ متحقق ہونے کے خدشے کی حالت مین قتل کرنے کا ارادہ ہوا تھا اور وہ امر ارتکاب زنا کا تھا خصوصاً اپنی اہل سے اور اس مقام مین ایسا امر متحقق ہونے کا خدشہ نہین بلکہ اس مقام مین ایسا کرنے مین یعنی نکاح ثانی سے روکنے مین خدشہ ہے کہ یہ قبیح فعل یعنی زنا صادر ہو جاوے اور ایسے مقام مین غیرت کرنا شرعاً مبغوض اور مردود ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے اِنَّ مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّهَا اللّٰهُ وَاِنَّ مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُبْغِضُهَا اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ الَّتِيْ يُحِبُّهَا اللّٰهُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رِيْبَةٍ وَالْغَيْرَةُ الَّتِيْ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ مَا يَكُوْنُ فِيْ غَيْرِ رِيْبَةٍ یعنی تحقیق کہ بعض غیرت وہ ہے کہ اللہ تعالی اُسکو پسند کرتا ہے اور بعض غیرت وہ ہے کہ اسکو بُرا جانتا ہے تو وہ غیرت کہ اللہ تعالی اُسکو پسند کرتا ہے وہ غیرت ہے کہ اپنے محل اور موقع مین ہو اور وہ غیرت کہ اللہ تعالی اُسکو بُرا جانتا ہے وہ غیرت ہے کہ بموقع اور بے محل ہو اور خلاصہ یہ ہے کہ کلام اسمین ہے کہ یہ غیرت غیرت محمودہ ہے یا غیرت مذمومہ ہے تو ظاہر ہے کہ جو چیز اللہ تعالی نے مباح فرمائی ہے اور عفت اور عصمت کا وسیلہ ہے اُسکے بارے مین غیرت کرنا کیا مناسب ہے اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ دوسری صورت کے بارے مین جواب یہ ہے کہ جس لفظ کے معنے مین طلاق کے مفہوم کا شائبہ پایا جاتا ہے اُسکے استعمال کرنے سے لوگ اسیوجہ سے احتیاط کرتے ہین کہ دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کرنا اس دیار مین فیمابین شرفاء کے نہایت مستکرہ سمجھا جاتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ قبیل سے بنا رفاسد بر فاسد کے ہے چاہیے کہ پہلے عرش یعنی تخت ثابت کیا جاوے تو اُسکے بعد فرش ثابت کیا جاوے نکاح ثانی معیوب کیون قرار دیا جاوے تا طلاق مین وقت لازم آوے تو یہ قول اُس قول کیطرح ہوا کہ کہین کہ اس

دیار مین بلا سود کے کوئی شخص قرض نہین دیتا ہو تو منع کرنا سود لینے اور دینے سے گویا
جان و مال تلف کرنا ہے تو چاہیے کہ سود جائز ہو جاوے اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ
طلاق اگرچہ مباح ہے لیکن ابغض مباحات ہے تو طلاق سے احتیاط کرنا حسن اخلاق
مین داخل ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ مسلّم ہے لیکن کلام اسمین ہے کہ اگر کسی شخص سے
یہ فعل صادر ہو جاوے تو اُسکو باہمی قرابت سے علیحدہ کیون کر دینا چاہیے اسواسطے کہ
مسلمان سے نفرت کرنا اور قطع رحم کرنا بلا وجہ شرعی کے اسکے لازم آتا ہے اور ارتکاب سے
ابغض مباحات کے مسلمان کو اسقدر اہانت کے قابل کیون قرار دینا چاہیے اسواسطے
کہ صحیح حدیث مین وارد ہے کہ اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ مَسَاجِدُھَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا
یعنی زیادہ پسند منجملہ شہرون کے مقامات کے اللہ تعالی کو شہرون کی مسجدین ہین
اور زیادہ ناپسند منجملہ شہرون کے مقامات کے اللہ تعالی کو شہرون کی بازارین ہین
یہ ترجمہ حدیث مذکور کا ہے تو اس سے بازار کی مذمت ثابت ہوتی ہے حالانکہ بازار جانا اور
وہان ٹھہرنا تجارت وغیرہ ضروریات کے لیے ہرگز اہانت کے لیے باعث نہین اور مجیب کا
جو یہ قول ہے کہ تیسری صورت کے بارے مین جواب یہ ہے الخ تو یہ جواب جو کچھ لکھا
ہے درست اور صحیح ہے اسواسطے کہ حصہ نہ لینا بنات کی طرف سے یا مطالبہ نہ کرنا عصبات
کا اپنے حصہ کے بارے مین چچازاد ہمشیرون سے اُنکے حق مین تبرع اور احسان ہے اُن
لوگونکی طرف سے جو اپنا حصہ نہین لیتے ہین اور بھائیونکا دینا ہمشیرون کو موافق رسم و رواج
کے اُنکے حق مین تبرع اور احسان ہے بھائیونکی طرف سے اور مکافات تبرعات مین اوصاف
حمیدہ سے ہے لیکن اگر کوئی شخص ان لوگون سے اپنے حصے کا دعوے کرے تو اسکا
حق پہونچتا ہے کہ اپنا حصہ لیوے اور اسپر طعن کرنا اور اُسکو ملامت کرنا ناجائز ہے
اسواسطے کہ تبرعات مین جبر نہین اور یہ جو اس جواب مین لکھا گیا ہے کہ جب اہل اسلام
کی اخوات نے رسم و رواج ہنود کا دیکھا اور سنا الخ تو یہ کلام نقص سے خالی نہین اسواسطے

Marfat.com

کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اسلام کی اخوات جو اپنا حصہ نہین لیتی ہین تو اُنکے اس بہترین اخلاق کے باعث ہنود کی عورتونکی پیروی کرنا ہے تو ایسا کلام موقوف رکھنا چاہیے فقط۔

رسالہ مولوی عبدالرحمن صاحب لکھنوی اور اسکے بعد وہ رسالہ ہو کہ اس رسالہ کی رد مین جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرتا ہون نام سے اللہ کے درانحالیکہ حمد کرتا ہون اللہ تعالی کی اور درود بھیجتا ہون جاننا چاہیے کہ اکابر علمانے لا الٰہ الا اللہ کے معنی اور اسکی تحقیق بیان کرنے مین دو امر مین غلطی کی ہے اوّل امر یہ ہے کہ الٰہ کا لفظ کہ نکرہ ہے اُسکی تحقیق مین کہا ہے کہ مشترک معنوی ہے اور اُس سے مراد مستحق ہے یا معبود برحق ہے یا واجب ہے اور حالانکہ فی الواقع ایسا نہین بلکہ الٰہ کا لفظ کہ نکرہ ہے مشترک لفظی ہے کبھی اُسکا اطلاق اللہ تعالی پر ہوتا ہے جب اس امر کے لیے کوئی قرینہ ہووے اور کبھی اُسکا اطلاق معبود ممکن پر ہوتا ہے جب اس امر کے لیے کوئی قرینہ ہووے اور ان دونون معنے مین کبھی بلا قرینہ کے استعمال نہین کیا جاتا ہے تو جو شخص دعوے کرے کہ الٰہ کا لفظ ان دونون معنے مین کبھی بلا قرینہ کے بھی استعمال کیا جاتا ہے تو اسپر لازم ہے کہ یہ ثابت کرے اور بصورت پائے جانے قرینہ کے استعمال کیا جانا اس لفظ کا اُن دونون معنی مین دلیل اشتراک لفظی کی ہے تو اطلاق کیا جانا لفظ الٰہ کا کہ نکرہ ہے اللہ جل شانہ پر اللہ تعالی کے قول سے ثابت ہے چنانچہ یہی امر اللہ تعالی کے اس کلام پاک مین ہے نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اور اس آیت مین قرینہ یہ ہے کہ لفظ الٰہ کا مضاف ہے طرف مخاطب نبی کے اور یہ بھی قرینہ ہے کہ لفظ الٰہ کا موصوف ہے ساتھ وحدت کے اور ایسا ہی اللہ تعالی کا یہ کلام پاک ہے وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ یعنی اور وہی اللہ آسمان مین بھی معبود برحق ہے اور زمین پر

یعنی معبود برحق ہے اور یہی امر اللہ تعالی کے اس کلام پاک مین بھی ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ یعنی کہیے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ پناہ مانگتا ہون اُسکی درگاہ مین جو پروردگار لوگون کا ہے اور بادشاہ یعنی مالک لوگونکا ہے اور معبود لوگونکا ہے اور اللہ تعالی کا اسطرح کا اور بھی قول ہے اُسکو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے اور لفظ آلہ کا کہ نکرہ ہے معبود ممکن پر بھی اُسکا اطلاق کیا گیا ہے چنانچہ اس معنی مین اللہ تعالی کے کلام پاک مین اُسکا اطلاق کیا گیا ہے منجملہ اُسکے یہ قول اللہ تعالی کا ہے یَا مُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ یعنی بنی اسرائیل نے کہا کہ اے موسے قرار دیجیے ہمارے واسطے معبود جسطرح اُن لوگون کے لیے معبود ہین اور ایسا ہی اللہ تعالے کا یہ کلام پاک ہے لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے وقت کے کفار نے اپنی قوم کے جاہلون سے کہا کہ نچھوڑو اپنے معبودون کو اور نچھوڑو وَدّ کو اور نچھوڑو سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو اور یہ سب اُنکے بتون کے نام تھے تو مراد لفظ آلہ سے کہ نکرہ مفرد ہے صنم ہے اور مراد لفظ آلہہ سے کہ نکرہ جمع ہے اصنام ہین اور قرینہ اسکے لیے پہلی آیت مین تشبیہ اور جمعیت ہے اسواسطے کہ کثرت صرف معبود ممکن مین پائی جاتی ہے اور یہ اللہ تعالی کے اس کلام پاک سے معلوم ہوتا ہے فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا يَا مُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ یعنی پس آئے بنی اسرائیل کے لوگ ایک قوم کے پاس کہ وہ اپنے بتونکی عبادت مین مصروف تھے اور اُسپر قائم تھے تو اُن لوگون نے کہا کہ اے موسے بنا دیجیے ہمارے لیے بھی معبود جیسے اُنکے لیے یعنی کفار کے لیے معبود ہین اور قرینہ اسکے لیے دوسری آیت مین یہ ہے کہ جب جمع مضاف ہوتا ہے تو دلالت کرتا ہے کثرت اور عموم پر اور عموم صرف ممکن معبود مین پایا جاتا ہے اور ایسا ہی اللہ تعالی کا یہ کلام پاک ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا یعنی کفار کہتے تھے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب معبودون کو ایک معبود بنا دیا تو اس آیت مین لفظ آلہہ کا کہ جمع ہے اُس سے مراد اصنام

Marfat.com

ہین اور قرینہ اسکے لیے جمع ہونا ہے اور لفظ الٰہ کہ نکرہ واحد ہے مراد اس سے اللہ تعالیٰ ہے اور قرینہ اسکے لیے یہ ہے کہ لفظ الٰہ کا موصوف ہے ساتھ وحدت کے جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کے لڑکون کے قول مین ہے کہ قرآن شریف مین مذکور ہے نَعْبُدُ اِلٰھَکَ وَاِلٰہَ اٰبَآئِکَ اِلٰھًا وَّاحِدًا یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کے لڑکون نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ ہم عبادت کرتے رہینگے آپ کے معبود کی اور آپ کے آبا کے معبود کی کہ سب کا ایک ہی معبود ہے اور دوسری فاش غلطی علمار اکابر سے یہ ہوئی ہے کہ کہا ہے کہ لا کی خبر مقدر ہے اور لفظ موجود کا یا لفظ ممکن کا مقدر رہا ہے اور اصل عبارت یہ ہی لَا اِلٰہَ مَوْجُوْدٌ اَوْ مُمْکِنٌ اِلَّا اللّٰہُ اور اسکے غلط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مقدر کرنا افعال عامہ کا کہ وجود اور امکان اور ثبوت اور کون ہے مختص ہے ساتھ ظرف کے اور ساتھ اسکے کہ مشابہ ظرف کے ہو اور اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ظرف مین وسعت ہوتی ہے تو بہتر ہے کہ اسمین بھی وسعت ہو جو اسکے ساتھ متعلق ہووے اور وسعت صرف افعال عامہ مین ہے اور یہ جو وہم کیا جاتا ہے کہ لفظ موجود کا مقدر ہے اس قول مین کہ لَوْلَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ تو یہ وہم صحیح نہین اسواسطے کہ ہم تسلیم نہین کرتے ہین کہ اس عبارت کی تقدیر یہ ہو لَوْلَا عَلِیٌّ مَوْجُوْدٌ لَھَلَکَ عُمَرُ بلکہ اس عبارت کی تقدیر یہ ہے لَوْلَا عَلِیٌّ حَاضِرٌ فِی الْوَقْتِ لَھَلَکَ عُمَرُ یا اس عبارت کی تقدیر یہ ہے لَوْلَا عَلِیٌّ مَوْجُوْدٌ عِنْدِیْ اَوْ عِنْدَ عُمَرَ لَھَلَکَ عُمَرُ اسواسطے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود رہتے اپنے گھر مین یا کسی دوسری جگہ موجود رہتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود نہ رہتے تو اس صورت مین بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلاف شرع حکم دینے کی وجہ سے ہلاک ہوتے اور یہ ظاہر ہے تو جس شخص نے لفظ موجود کا یا لفظ ممکن کا ان عبارتون مین اور اسطرح کی دوسری عبارتون مین مقدر کیا ہے ان الفاظ کے بعد کہ نہ وہ ظرف ہین اور نہ مشابہ ظرف کے ہین تو وہ شخص بلید حمیر ہے یعنی ناقص العقل ہے بلیغ خبیر نہین یعنی عاقل اور واقف

Marfat.com

معلوم ہو نہین اور سوء عبارت مین یہ ہین لا خیر الا خیرک اور لا طیر الا طیرک اور لا فتی الا علی
اور لا سیف الا ذو الفقار اور لا الٰہ الا اللہ اور لا الٰہ الا ہو اور لا الٰہ الا انت
اور لا الٰہ الا انا اسواسطے کہ بلیغ خبر حذف کے بارے مین قرینہ کی طرف نظر کرتا ہے
اور معنی کے فی الواقع صحیح ہونے کا خیال کرتا ہو اور کوئی قرینہ نہین کہ اس سے معلوم ہو کہ لفظ
موجود کا یا لفظ ممکن کا ان مثالون مین مقدر ہے اور ملا جامی علیہ الرحمۃ نے جو کافیہ کی شرح
مین لکھا ہے ویحذف حذفا کثیرا اذا کان الخبر عاما کالموجود والحاصل لدلالۃ النفی علیہ
نحو لا الٰہ الا اللہ ای لا الٰہ موجود الا اللہ یعنی لا کی خبر اکثر حذف کر دیجاتی ہے جب خبر عام ہو
جیسے لفظ موجود اور حاصل کا اسواسطے کہ خود نفی اُس خبر پر دلالت کرتی ہے جیسے لا الٰہ الا اللہ
یعنی نہین ہے کوئی معبود موجود سوا اللہ کے یہ مضمون شرح جامی کی عبارت مذکورہ کا ہے
تو یہ باطل ہے اور اسکے بطلان کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ لا کا موضوع ہے اسلیے کہ اسکی خبر کی نفی
ہو اُسکے اسم سے جیسے باقی سب کلمات نفی کے ہین کہ لیس اور ما و لا مشبہ بلیس اور ان
وغیرہ ہے تو یہ کلمات سب اسلیے وضع کیے گئے ہین کہ انکے بعد دو لفظ ہون اور لفظ ثانی
کی نفی لفظ اول سے ہو خواہ خبر عام ہو یا خاص ہو اور خواہ خبر مذکور رہو یا محذوف ہو اور
اسکے علاوہ اور کوئی امر زائد لفظ لا کے مفہوم نہین ہوتا ہے کہ اسکی خبر عام ہو یا خاص ہو تو
عام ہونا یا خاص ہونا خبر منفی کا نہ مدلول مطابقی ہے لفظ لا کا اور نہ جزء معنی ہے اُسکا
اور نہ لازم ہے اُسکے لیے اور نہ اُسکا مدلول عقلی ہے اور نہ مدلول طبعی ہے تو اسکا کچھ
مطلب نہین کہ کلمہ لا کا دلالت کرتا ہے عموم منفی پر یا خصوص منفی پر البتہ اگر کلمہ لا کا وضع
کیا گیا ہوتا واسطے نفی وجود کے تو بلا قرینہ عموم منفی پر دلالت کرتا اور حالانکہ فی الواقع
یہ صحیح نہین اس مقام مین یہ بھی خدشہ ہوتا ہے کہ اگر بالفرض ملا جامی کا یہ قول صحیح بھی ہے
کہ نفی دلالت کرتی ہے خبر عام پر تو مناسب تھا کہ اسطرح کہا جاتا ویحذف دائما یا اسطرح کہا جاتا
ویحذف ابدا اسواسطے کہ اگر یہ صحیح کیا جاوے کہ کلمہ لا کا دلالت کرتا ہے منفی پر جیسا گمان آنکا

Marfat.com

ہے تو ذکر کرنا خبر کا اُسکے بعد لغو ہوگا تو چاہیے کہ واجب ہو کہ لا کی خبر حذف کیجاوے تو بلیغ
کے نزدیک ان امثلہ کی تقدیر اسطرح ہے کہ تقدیر لَاخَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ کی یہ ہے لَا خَیْرَ
خَیْرَانِ خَیْرُکَ وَخَیْرُ غَیْرِکَ اِلَّا خَیْرُکَ اور تقدیر لَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ کی یہ ہے لَا طَیْرَ طَیْرَانِ
طَیْرُکَ وَطَیْرُ غَیْرِکَ اِلَّا طَیْرُکَ اور تقدیر لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ کی یہ ہے لَا فَتٰی رَجُلَانِ
عَلِیٌّ وَغَیْرُہٗ اِلَّا عَلِیٌّ اور تقدیر لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ کی یہ ہے لَا سَیْفَ سَیْفَانِ ذُوالْفِقَارِ وَغَیْرُہٗ
اِلَّا ذُوالْفِقَارِ اور تقدیر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی یہ ہے لَا اِلٰہَ غَیْرُ اللّٰہِ اِلَّا اللّٰہُ اور تقدیر لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ
کی یہ ہے لَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ اِلَّا ھُوَ اور تقدیر لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ کی یہ ہے لَا اِلٰہَ غَیْرُکَ اِلَّا اَنْتَ اور تقدیر
لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا کی یہ ہے لَا اِلٰہَ غَیْرِیْ اِلَّا اَنَا اور اسکے لیے قرینہ مخاطب کا سابق گمان
ہے اسواسطے کہ یہ سب امثلہ مذکورہ قصر کے قبیل سے ہے اور قصر کے جسقدر اقسام ہین وہ سب
مخاطب کے سابق گمان کو اُس سے دفع کرتے ہین تو امثلہ مذکورہ سے پہلی مثال اُس
مخاطب سے کہی جاویگی کہ اُسکو گمان ہو کہ خیر دو طرح کا ہے منجملہ اُسکے ایک طرح کا خیر مخاطب
مین پایا جاتا ہے اور دوسری طرح کا خیر کسی غیر مین پایا جاتا ہے اور ایسا ہی دوسری
مثال اُس مخاطب سے کہی جاویگی کہ اُسکو گمان ہو کہ طیر دو طیر ہین ایک طیر مخاطب کا ہے
اور دوسرا طیر غیر کا ہے اور ایسا ہی تیسری مثال اُس مخاطب سے کہی جاویگی کہ اُسکو گمان ہو
کہ فتی دو ہین ایک حضرت علیؓ ہین اور دوسرا غیر ہے اور ایسا ہی چوتھی مثال اُس مخاطب
سے کہی جاویگی کہ اُسکو گمان ہو کہ سیف دو ہین ایک ذوالفقار ہے اور دوسری سیف
اُسکے علاوہ ہے اور ایسی ہی باقی چار مثالین اُس مخاطب سے کہی جاوینگی کہ اُسکو
گمان ہو کہ اللہ کے سوا اور بھی معبود ہین تو اُسکا گمان اسطرح رد کیا جاویگا کہ اُس سے
کہا جاویگا کہ خیر وغیرہ امثلہ مذکورہ مین جو دو امر مین گمان کیا گیا ہے وہ صحیح نہین بلکہ صرف
ایک امر مین مقصور ہے یعنی منحصر ہے اور اُسکا یہ گمان اسطرح دفع کیا جاویگا کہ سابق کی
چار مثالون مین اُس سے کہا جاوے کہ خیر اور طیر اور فتے اور سیف صرف اول مین مقصور

Marfat.com

ہے یعنی منحصر ہے اور اس معنی کی تعبیر جن عبارتون سے کیجاویگی وہ عبارتین یہ ہین لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ اور لَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ اور لَا فَتَى إِلَّا عَلِي اور باقی چار مثالونمین کہا جاویگا کہ معبود کی صفت صرف ذات باری مین یعنی اللہ مین مقصور ہے یعنی منحصر ہے اور اس معنی کی تعبیر جن عبارتون سے کیجاویگی وہ عبارتین یہ ہین لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ اور لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ اور لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ اور لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا اور بلیغ خبر کے نزدیک باطل ہے کہ موجود یا ممکن کا لفظ ان سب مثالونمین مقرر کیا جاوے اسواسطے کہ اسکے لیے کوئی قرینہ نہین بلکہ اس صورت مین معنی فاسد ہوجاتے ہین اگرچہ بعض امثلہ مین بلبید حمیر کی ظاہر راے مین صحیح معلوم ہوتا ہے کہ موجود یا اسکے مثل کوئی دوسرا لفظ مقرر ہے اور بعض امثلہ یہ ہین لَا فَتَى مَوْجُوْدٌ إِلَّا عَلِيٌّ اور لَا سَيْفَ مَوْجُوْدٌ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ اور یہ بطور مبالغہ کے کہا جاتا ہے اور لَا خَيْرَ مَوْجُوْدٌ إِلَّا خَيْرُكَ اور لَا طَيْرَ مَوْجُوْدٌ إِلَّا طَيْرُكَ تو بلبید حمیر کی راے قابل اعتبار نہین اسواسطے کہ کوئی قرینہ نہین کہ اس سے ثابت ہووے کہ موجود یا ممکن کا لفظ مقدر ہے اور کافیہ کی جو یہ عبارت ہے يُحْذَفُ مُحْتَذِفًا كَثِيْرًا تو لا کی خبر جو اکثر محذوف ہوتی ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اکثر قرینہ ہوتا ہے کہ اسکی خبر اس قرینہ سے معلوم ہوجاتی ہے اور یہ بھی وجہ ہے کہ اکثر دوسرا لفظ اسکی جگہ مین ذکر کیا جاتا ہے اور اس بارے مین تحقیق یہ ہے کہ لفظ لا کا جو نفی جنس کے لیے ہوتا ہے وہ زیادہ استعمال صرف دو مقام مین کیا جاتا ہے منجملہ اسکے ایک مقام یہ ہے کہ ظرف ہو یا مشابہ ظرف کا ہو تو ظرف کی مثال یہ ہے جیسے لَا رَيْبَ فِيْهِ اور لَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ یعنی نہ فحش کہنا چاہیے اور نہ فسق و فجور کرنا چاہیے اور نہ جدال کرنا چاہیے حج مین اور لَا خَيْرَ فِي كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ یعنی نہین بہتری ہے منافقین کے اکثر مشورہ مین اور اسطرح کا اور بھی قول ہے اسکو بھی ان ہی مثالون پر قیاس کرنا چاہیے اور مشابہ ظرف کی یہ مثالین ہین جیسے لَا عِلْمَ لَنَا اور نہین ہے علم ہمکو اور لَا طَاقَةَ لَنَا یعنی نہین ہے ہماری طاقت اور لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ یعنی نہین ہے خرابی تم لوگونکے لیے آج کے

دن اور دوسرا مقام یہ ہے کہ مستثنے مفرغ ہو مانند امثلہ مذکورہ کے کہ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا تک ہے تو مقدر ظرف اور شبہ ظرف مین موجود ہو یا ممکن کا لفظ ہوگا کہ اموال عامہ سے ہے اسواسطے کہ ظرف دلالت کرتا ہے موجود اور ممکن پر اور ظرف قائم مقام موجود اور ممکن کے ہے اور مقدر مستثنے مفرغ مین وہ چیز ہوگی کہ مخاطب کے گمان مین ہو اور یہ مقصود ہوگا کہ منجملہ دوام یا دو وصف کے کوئی چیز کسی ایک امر مین مقصور یعنی منحصر کیجاوی خواہ قصر افراد و تعیین ہو یا قصر قلب ہو تو یہ جو قول ہے لَا خَیْرَ آخر تک اور لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ تو اسمین قصر افراد ہے اسواسطے کہ مخاطب کو شرکت کا گمان ہے اور یہ جو قول لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور اسطرح کا اور جو قول اسمین قصر قلب ہے کہ ایسی صورتون مین مخاطب کو گمان رہتا ہے کہ اللہ کہ ممکن ہین اور معبود ہین اللہ کے سوا بھی ثابت ہین اور یہ جو قول ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یعنی نہین ہے حیلہ پھرنے کی بری چیزون سے اور نہ قوت ہے بہتر امور کے حاصل کرنے کی مگر توفیق سے اللہ تعالی کے تو اسمین دوام مقدر ہین اول لَا کا اسم کا لفظ مقدر ہے تا شبہ ظرف اسکے ساتھ متعلق ہووے اور دوسرا امر وہ ہے کہ لفظاً متعدد ہے جیسے بِاللّٰہِ وَبِغَیْرِہٖ ہے اسواسطے کہ اسکے لیے قرینہ مخاطب کا گمان کرنا ہے جیسا باقی سب مستثنے مفرغ مین ہے اور لیکن لا کی خبر ذکر کرنا بدون مستثنے مفرغ اور ظرف اور شبہ ظرف کے تو یہ قلیل ہے جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے لَا اِلٰہَ غَیْرُکَ یعنی نہین ہے کوئی معبود سوا تیرے اور جیسے دعاے سریانی مین اللہ تعالی کا یہ قول منقول ہے لَا شَیْءَ کَمِثْلِہٖ یعنی کوئی چیز میرے مانند نہین اور جیسے مداح کا قول قصیدہ مین ہے لَا حَبِیْبَ یَعْدِلُ تُرْبًا ضَمَّہٗ اَعْظُمًا تو جائز نہین کہ موجود یا اسطرح کا کوئی دوسرا لفظ مقدر کیا جاوے کسی کلام مین سوا ظرف اور شبہ ظرف کے اور جسکو جواز کا دعوے ہو تو چاہیے کہ فصحاء کے اقوال سے کوئی قول دکھلاوے کہ نہ ظرف ہو اور نہ شبہ ظرف ہو اور اسمین موجود یا ممکن لفظ مقدر ہووے تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سو مین مراد اِلٰہ سے کہ نکرہ ہے سب آلہہ ہین کہ انکا وجود ممکن ہو اور انکی پرستش کیجاوے اصنام سے ہون یا

غیر اصنام سے ہون اور اسکے لیے قرینہ یہ ہے کہ نکرہ سیاق مین نفی کے ہے اور جب نکرہ سیاق مین نفی کے ہو تو اُس سے مفہوم ہوتا ہے کہ عموم اور کثرت مراد ہے اور عموم اس مقام مین صرف ممکن معبودون مین ہوسکتا ہے اور اگر یہ کہا جاوے کہ الٰہ کہ نکرہ ہے اُس سے مراد مستحق ہے یا مؤثر ہے یا معبود برحق ہے یا اسی طرح کا اور کوئی امر مراد ہے بطریق عموم مجاز کے جیسا اکابر علمار نے گمان کیا ہے تو یہ مجاز ہوگا اور اُسکے لیے قرینہ کی ضرورت ہے اور ایسا ہی اگر یہ کہا جاوے کہ الٰہ سے مراد مستحق ہے یا اسکے مانند کوئی دوسرا امر ہے تو اسکی تردید اس قول سے ہوتی ہے لَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ اور ایسی ہی اگر اللہ تعالیٰ کی مراد ہوتی کہ الٰہ نکرہ ہے اُسکے معنی مستحق ہین تو لآ الٰہ الا اللہ کے مقام مین لا غیر یا کہ ہوتا یعنی نہین ہے کوئی دوسرا کہ مستحق ہو معبود ہونے کا یا اس طرح کی کسی دوسری صفت کے قابل ہو اور ایسا ہی وارد ہوتا مَا لَکُمْ مِنْ غَیْرِہٖ اِلٰہٌ بدلے مین مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ کے کہ چند مقام مین قرآن شریف مین وارد ہے اور حدیث شریف مین وارد ہے لَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ یعنی نہین ہے کوئی معبود برحق سوا تیرے اور اسمین نفی غیریت کی ہے آلہۃ کثیرہ سے اسواسطے کہ نکرہ سیاق مین نفی کے واقع ہے اور ایسا نہین کہ اسمین نفی الوہیت کی ہو غیر سے جیسا اکابر علمار نے اس سے گمان کیا ہے اور ایسا ہی یہ امر کہ مراد اللہ سے کہ لآ الٰہ الا اللہ مین ہے مستحق ہے یا اسی طرح کے کوئی دوسرے معنی مراد ہین اسکی تردید اس کلام پاک سے ہوتی ہے لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا یعنی اگر ہوتے آسمان اور زمین مین معبود سوا اللہ کے البتہ یہ دونون فاسد ہوجاتے اور وجہ تردید کی یہ ہے کہ یہ آیت دلیل ہے لآ الٰہ الا اللہ کی اور مقصود اُس سے نفی مغایرت آلہہ ممکنہ موجودہ کی ہے اور لزوم فساد کا اوپر تقدیر وجود مغایرت کے ہے تو واجب ہوا کہ مراد ہو جمع منکور غیر محصور سے کہ اس آیت مین مذکور ہے اصنام ممکن معبود جیسا مدلول مین مراد ہے اور اسمین قرینہ کثرت ہے تا دلیل مدلول کے مطابق ہووے اسواسطے کہ اگر مراد مدلول مین مستحق ہو یا معبود برحق ہو منکور سے کہ مدلول اور دلیل دونون مین ہے تو لازم ہوگا داخل

Marfat.com

ہونا مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ مین تو صحیح ہوگا استثنا دلیل ہین بھی اور یہ سب اکابر علمار کے مذہب کے خلاف ہے اسواسطے کہ اِلَّا اللہُ کہ دلیل مین ہے بالاتفاق اُن سب اکابر علمار کے نزدیک معنی مین غَیرُ اللہِ کے ہے اور اگر الٰہ سے مراد دلیل مین مستحق ہو اور مدلول مین نہو یا بالعکس ہو تو تقریب صحیح نہو گی اسواسطے کہ دلیل مطابق مدلول کے نہو گی تو لازم آویگا کذب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا بصورت مقدر کرنے موجود کے اور یہ ظاہر ہے اور خلاصہ ہمارے کلام کا یہ ہے کہ اگر کہا جاوے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مین موجود کا لفظ مقدر ہے اور تقدیر عبارت کی یہ ہے لَا اِلٰہَ مَوجُودٌ اِلَّا اللہُ تو دو محذور لازم آوینگے یا کذب کلام مین اللہ تعالیٰ کے یا لغو ہونا اُس کلام کا نعوذ باللہ من ذلک اسواسطے کہ الٰہ سے کہ نکرہ ہے اگر اُسمین تاویل نکرین یعنی مراد اُس سے مستحق یا معبود برحق یا واجب مطلوب مین نہو کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہے اور اُسکی دلیل مین بھی نہو کہ لَوْ کَانَ فِیْہِمَا اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللہُ لَفَسَدَتَا ہے تو لازم آویگا کذب مطلوب اور اُسکی دلیل مین یعنی دونون مین کذب لازم آویگا بسبب پائے جانے لات اور منات اور عزیٰ وغیرہ آلہہ کے کہ ممکن ہین اور اُنکی پرستش کیجاتی ہے اور ایسا ہی لازم آویگا بطلان عِلِّیت فساد کا اسواسطے کہ ممکن اور واجب تعالے مین تمانع نہین اور اگر اللہ کے لفظ مین تاویل کرین یعنی یہ کہین کہ اُس سے مراد مستحق یا معبود برحق یا واجب ہے تو لازم آویگا لغو ہونا قیود کا لَوْ کَانَ فِیْہِمَا اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللہُ لَفَسَدَتَا مین اور وہ قیود فِیْہِمَا اور جمع منکور غیر محصور اور اِلَّا اللہُ ہے اسواسطے کہ بصورت تاویل مذکور کے صرف اسقدر کافی ہے لَوْ کَانَ مَعَہٗ اِلٰہٌ لَفَسَدَتَا تو چاہیے کہ اسمین تامل کیا جاوے اور انصاف کیا جاوے اور تعصب اور تعسف کا خیال ترک کیا جاوے اور جس شخص کو منظور ہووے کہ اس اجمالی بیان کی تفصیل دریافت کرے اور یہ معلوم کرے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی کامل تحقیق کیا ہے اور اُسکی دلیل کیا ہے تو چاہیے کہ ہمارا رسالہ کلمۃ الحق مطالعہ کرے فقط

Marfat.com

رسالہ تالیف جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رد مین مولوی عبد الرحمن صاحب لکھنوی کے رسالہ کے کہ اسکے قبل اس کتاب مین مرقوم ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قولہ بَلِ المُنکَّرُ مُشتَرَکٌ لَفظِیٌّ الخ یعنی بلکہ الٰہ کا لفظ کہ نکرہ ہے مشترک لفظی ہے الخ جاننا چاہیے کہ یہان اس لفظ مین یعنی الٰہ کے لفظ مین تین احتمال ہین اول احتمال یہ ہے کہ مشترک معنوی ہے یعنی لفظ الٰہ کا موضوع ہے واسطے ہر معبود کے خواہ واجب ہو خواہ ممکن برحق ہو خواہ باطل ہو اور یہی مختار ہے اکابر علماء کے نزدیک اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ لفظ الٰہ کا موضوع ہے واسطے ذات واجب تعالیٰ شانہ کے اور علم شخصی ہے پھر نقل کیا گیا ہے تعمیم کے ذریعہ سے طرف ہر معبود کے مانند حاتم اور رستم کے اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ لفظ الٰہ کا موضوع ہے واسطے ہر معبود کے پھر نقل کیا گیا ہے تخصیص کے ذریعہ سے طرف معبود حق جل شانہ کے مانند دابّہ کے کہ نقل کیا گیا ہے معنی مین چار پایہ کے اور ان دونون احتمال مین بھی لفظ الٰہ کا باعتبار اپنے مدلول کے مشترک معنوی ہے تو اگر اعتبار کیا جاوے نقل کا از روے وضع کے تو وضع ابتدائی نہین بلکہ وضع ثانی ہے اور اسی وجہ سے منطق کی کتابون مین ابتدا کی قید اشتراک لفظی مین مذکور ہے چنانچہ تہذیب مین لکھا ہے کہ اگر لفظ ہر معنے کے لیے ابتداءً وضع کیا گیا ہو تو وہ مشترک ہے تو جو شخص دعوے کرتا ہے کہ لفظ الٰہ کا مشترک لفظی ہے تو اسپر لازم ہے کہ ارباب لغت کے قول سے ثابت کرے کہ یہ لفظ اپنے معنے کے لیے ابتداءً موضوع ہے اور حالانکہ ارباب لغت کا قول ہے کہ اشتراک لفظی خلاف اصل کے ہے اور علاوہ اسکے کہ اسمین یہ بھی نقص لازم آتا ہے کہ لفظ الٰہ کا نکرہ ہے اس صورت مین علم شخصی ہوگا اور علم پر الف اور لام داخل نہین ہوتا ہے مگر اس حال مین کہ وہ علم الف اور لام کے ساتھ وضع کیا گیا ہو جیسے

Marfat.com

الحسن اور العباس کا لفظ ہے اور حاصل کلام جسنے دعوے کیا ہے کہ یہ لفظ مشترک لفظی ہے تو اُسپر لازم ہے کہ اس بارے مین نص صریح ارباب لغت کا ثابت کرے قولہ یُطلَقُ مَرَّةً عَلَے اللہِ سُبحَانَہٗ بِقَرِینَۃِ الخ یعنی لفظ الٰہ کا کبھی اطلاق کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ پر جب اُسکے لیے کوئی قرینہ ہووے الخ اس سے اشتراک لفظی ثابت نہین ہوتا ہے بلکہ منقولات عرفیہ بھی ایسے ہی ہین قولہ وَلَا یُستَعمَلُ فِی کِلَا مَعنِیَیہِ اَصلًا بِلَا قَرِینَۃِ یعنی لفظ الٰہ کا ان دونون معنی مین کبھی بلا قرینہ کے استعمال نہین کیا جاتا ہے اگر اس سے مراد عموم مشترک ہے لفظ الٰہ کے دونون معنی مین تو اسمین علمار اصول مین باہم اختلاف ہے شافعیہ وغیرہ کے نزدیک یہ جائز ہے اور وہ لوگ عموم مشترک کے قائل ہین اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ لفظ الٰہ کا اپنے دونون معنے مین بلا قرینہ کے استعمال نہین کیا جاتا ہے تو باوجود اسکے کہ یہ اُس رسالہ کی عبارت کے خلاف ہے اشتراک لفظی پر نہین دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ یہ منقولات عرفیہ عامہ مین بھی جائز ہے قولہ فَمَن یَدَّعِی فَعَلَیہِ البَیَانُ یعنی پس جو شخص دعوے کرے کہ الٰہ کا لفظ ان دونون معنے مین کبھی بلا قرینہ کے بھی استعمال کیا جاتا ہے تو اُسپر لازم ہے کہ ثابت کرے اگر اُس دعویٰ سے مراد اشتراک معنوی کا دعوئے ہے تو یہ لغت کی سب کتابون مین مذکور ہے چاہیے کہ لغت کی کتابون کا مطالعہ کیا جاوے اور عیان راچہ بیان اور یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ بیان کرنا اُسپر واجب ہوتا ہے جو اصل کے خلاف دعوے کرے تو جو شخص اشتراک لفظی کا دعوئے کرتا ہے اُسکا دعوئے خلاف اصل ہے اُسپر لازم ہے کہ یہ دعوئے ثابت کرے اور ایسا نہین کہ جو شخص اشتراک معنوی کا دعوئے کرے کہ وہی اصل ہے اُسپر لازم ہووے کہ یہ دعوئے ثابت کرے قولہ وَلَا استِعمَالُ بِالقَرِینَۃِ فِی کُلِّ دَلِیلٍ لِلاِشتِرَاکِ اللَّفظِیِّ یعنی اور استعمال کیا جانا بصورت پائے جانے قرینہ کے ان دونون معنے مین دلیل اشتراک لفظی کی ہے اور پر بیان کیا گیا کہ منقولات عرفیہ بھی ایسے ہی ہین بلکہ اصطلاحیات بھی اسیطرح کے

ہین قولہ فالاطلاق المنکور علی اللّٰہ سبحانہ الخ یعنی اطلاق ہونا لفظ الہ کا کہ نکرہ ہے
اللہ جل شانہ پر اللہ تعالیٰ کے قول سے ثابت ہے الخ جاننا چاہیے کہ اضافت اسم جنس کی
طرف کسی قسم کے دلالت کرتی ہے اُس جنس کی تخصیص پر تو خصوص اضافت سے
مستفاد ہوتا ہے اور مضاف اپنے اصلی معنے پر باقی رہتا ہے جیسا غلام زید مین ہے
تو چونکہ مضاف ہوا ہے لفظ الہ کا اُس مقام مین مخاطب کیطرف اسوجہ سے اُس سے مفہوم
ہوتا ہے کہ لفظ الہ سے اس مقام مین مراد خاص ذات باری تعالیٰ کی ہے اور ایسا نہین
کہ لفظ الہ کا ابتداءً موضوع ہوا ہے واسطے باری تعالیٰ کے ورنہ لازم آویگا کہ رب اور
خالق اور معبود اور مقصود اور اسطرح کے اور جو الفاظ ہین کہ مضاف ہوتے ہین طرف
ضمیر متکلم اور مخاطب وغیرہ کے مشترکات لفظیہ سے ہین جیسے یہ قول ہے ربی و ربک اللہ
اور واللہ خالق کل شیء اور اسطرح کا اور بھی قول ہے اور لیکن یہ جو قول ہے الٰھًا
واحِدًا تو اسمین لفظ الہ کی نکارت باقی ہے یعنی نکرہ ہے اور حال واقع ہے اس قول سے
الٰھک وَاِلٰہ اٰبائک اور الہ کا وصف کہ واحد ہے اس مقام مین صرف اسواسطے ذکر
کیا گیا ہے کہ تا مضاف الیہ کے متعدد ہونے سے یہ وہم نہو کہ مضاف بھی متعدد ہے تو
اس سے کسطرح ثابت ہوتا ہے کہ لفظ الہ کا مستعمل ہے ذات مین حق تعالےٰ کے بطریق
اشتراک لفظی کے قولہ وکذا فی قولہ سبحانہ وھو الذی فی السماء الہ وفی الارض الٰہ
یعنی اور ایسا ہی اللہ تعالےٰ کا یہ کلام پاک ہے وھو الذی فی السماء الہ وفی الارض الٰہ
یعنی اور وہی اللہ وہ ہے کہ وہی آسمان مین بھی معبود ہے اور وہی زمین پر بھی معبود ہے
ظاہر ہے کہ لفظ الہ کا اس مقام مین مستعمل ہے معنے عام مین یعنی اُس سے مراد معبود ہے
اور الہ کا حمل جو معرف موصول پر ہے کہ اس قول مین ہے وھو الذی فی السماء الہ
یعنی اللہ تعالےٰ کی ذات وہ ہے کہ وہی آسمان مین بھی معبود ہے اور وہی زمین پر بھی
معبود ہے تو اس مقام مین لفظ الہ کا حمل معرف موصول پر صرف اسوجہ سے ہوا ہے کہ تا معلوم

Marfat.com

ہووے کہ اگرچہ اللہ کے سوا دوسری چیزین بھی ہین کہ اُنکی عبادت یعنی اُنکی پرستش کیجاتی ہے لیکن اُنکی پرستش صرف زمین پر کیجاتی ہے آسمان مین نہین تو تخصیص اس مقام مین مستفاد ہوتی ہے صرف ضمیر سے کہ راجع ہے حق تعالی کی طرف اور وہ ضمیر ہوگی ہے اور موصول اور اُسکے صلہ سے اور ایسا نہین کہ تخصیص مستفاد ہوتی ہو لفظ الہ سے ورنہ حمل لغو ہوجاویگا اور یہ کلام گویا بمنزلہ اس کلام کے ہوجاویگا وفی السماء ھو وفی الارض ھو قولہ وکذا فی قولہ قل اعوذ برب الناس ملک الناس الہ الناس یعنی اور یہی امر اللہ تعالی کے اس کلام پاک مین بھی ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِکِ النَّاسِ اِلٰہِ النَّاسِ یعنی کہیے ای محمد صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کہ پناہ مانگتا ہون اسکی درگاہ مین کہ لوگونکا پروردگار ہے اور لوگون کا بادشاہ یعنی مالک ہے اور لوگونکا معبود ہے تقریر مندرجہ بالا سے واضح ہوا کہ تخصیص اسطرح کے اطلاق مین صرف اضافت سے مستفاد ہوتی ہے نہ وضع خاص سے اور اگر الہ الناس سے ثابت ہووے کہ لفظ الہ کا موضوع ہے واسطے ذات حق تعالی کے تو یہ ثابت ہوگا کہ لفظ رب کا بھی ایسا ہی ہے اور لفظ ملک کا بھی ایسا ہی ہے تو چاہیے کہ معترض اسکا قائل ہووے کہ ان سب اسماء مین اشتراک لفظی ہے قولہ والاطلاق المنکور علی المعبود الممکن الخ یعنی اور لفظ الہ کا نکرہ ہے معبود ممکن پر بھی اُسکا اطلاق کیا گیا ہے تقید معبود کی ساتھ ممکن کے مفہوم مین الہ کے کہ نکرہ ہے غیر مسلم ہے اگرچہ وہ فی الواقع ممکن ہووے اسواسطے کہ کبھی کوئی شے فی الواقع موصوف ہوتی ہے کسی صفت کے ساتھ لیکن اُسکا لفظ اُس صفت پر نہین دلالت کرتا ہے اگرچہ بلحاظ اُس مقام کی خصوصیت کے اور باعتبار دلیل کے وہ لفظ اُس صفت پر دلالت کرتا ہو جیسے یہ قول ہے جاءنی رجل یعنی آیا میرے پاس مرد تو اس کلام کا جو مقام ہے اُسکے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رجل سے اس مقام مین خاص وہ شخص مراد ہے کہ اُسمین آنے کی قدرت ہو یعنی وہ شخص مثلاً نہایت صغیر صبی نہین اور وہ شخص

ایسا نہو کہ اسکے ہاتھ پانون شل ہو گئے ہون اور حرکت کرنے کے قابل نہو اور ایسا ہی اس
کلام کا قائل جب ہندمین ہو گا تو اس کلام کے مقام کے قرینہ سے مفہوم ہو گا کہ جو شخص بابی
وہ رومی نہین اور نہ زنگی ہے تو یہ قائل یعنی معترض سمجھتا ہے کہ یہ دونون امر ایک ہین
یعنی قید کہ کسی کلام مین بنظر کسی دلیل کے معلوم ہوتا ہو یا اُس مقام کے قرینہ سے مفہوم
ہوتا ہو اور قید کہ لفظ کے مفہوم مین ہو یہ دونون ایک ہی امر ہین اور حالانکہ ایسا نہین تو اب
معلوم ہوا کہ اُسکا استشہاد کرنا امثلہ مذکورہ سے صحیح نہین قولہ فالمُرادُ مِنَ المَنکُورِ الخ
یعنی مراد لفظ الٰہ سے کہ نکرہ مفرد ہے صنم ہے اور مراد لفظ الہہ سے کہ نکرہ جمع ہے اصنام ہین یہ
مسلم ہے لیکن کلام اسمین ہے کہ لفظ الٰہ کا کہ نکرہ ہے مفرد ہو خواہ جمع ہو اُس لفظ کا مدلول
کیا ہے اور اسمین کلام نہین کہ مراد الٰہ کے لفظ سے بلحاظ اُسکے مقام کے قرینہ کے یا باعتبار
دلیل کے کیا ہے اور بہرحال یہ جو کلام پاک ہے ءَ لا تَدَّخِرُنَّ اٰلِھَتَکُم اور اُس قائل نے
یعنی معترض نے اس کلام کو اُن امثلہ مین ذکر کیا ہے جو اُسکے نزدیک اس امر کی مثالین
ہین کہ لفظ الٰہ کا کہ نکرہ ہے اُسمین واقع ہے تو یہ اُس قائل سے فاش غلطی ہوئی ہے اسواسطے
کہ اٰلِھَتَکُم مین الہہ مضاف ہے ضمیر مخاطب کی طرف اور اضافت معرفہ کی طرف اقوی ہے
منجملہ اسباب تعریف کے تو کسطرح لفظ الھۃ کا اٰلِھَتَکُم مین نکرہ ہو سکتا ہے قولہ فالمنکورُ الجمعُ
نحو الاھۃ شتّٰی یعنی لفظ الہہ کا کہ جمع ہے اُس سے مراد اصنام ہین اسکی غلطی بھی ظاہر ہے
اسواسطے کہ لفظ الھۃ کا کہ اس قول مین ہے اَجَعَلَ الاٰلِھَۃَ معرف ہے یعنی معرفہ ہے اسواسطے
کہ اُسپر لام عہد خارجی کا ہے تو وہ نکرہ کسطرح ہو سکتا ہے قولہ یختص بالظرف و شبھہ
یعنی مقدر کرنا افعال عامہ کا کہ وجود اور امکان اور ثبوت اور کون ہے مختص ہے ساتھ ظرف
کے اور ساتھ اسکے کہ مشابہ ظرف کے ہو یہ امر خبر مین لا کے کہ واسطے نفی جنس کے ہو غیر
مسلم ہے بلکہ لاے نفی جنس کی خبر اکثر عام طور پر حذف کیجاتی ہے خواہ ظرف ہو خواہ مشابہ ظرف
کا ہو خواہ نہ ظرف ہو اور نہ مشابہ ظرف کا ہو چنانچہ صحیح حدیث مین وارد ہے اللّٰھُمَّ لا خیر

لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَۃِ یعنی نہین خیر ہے سوا اسکے کہ خیر البتہ آخرت کا خیر ہے اور بعضی روایات مین وارد ہے لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ یعنی نہین زندگی ہے سوا اسکے کہ زندگی البتہ آخرت کی زندگی ہے اور ملا جامی علیہ الرحمۃ نے کافیہ کی شرح مین لکھا ہے وَیُحْذَفُ خَبَرُ لَا ھٰذِہٖ حَذْفًا کَثِیْرًا اِذَا کَانَ الْخَبَرُ عَامًّا کَالْمَوْجُوْدِ وَالْحَاصِلِ لِدَلَالَۃِ النَّفْیِ عَلَیْہِ نَحْوُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَیْ لَا اِلٰہَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا اللّٰہُ انتہی یعنی اور اکثر اس لا کی خبر حذف کیجاتی ہی جب خبر عام ہو جیسے لفظ وجود اور حاصل کا ہے اسواسطے کہ خود نفی اُس خبر عام پر دلالت کرتی ہے جیسے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے یعنی نہین ہے کوئی معبود موجود سوا اللہ کے یعنی اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہین پایا جاتا ہے یہ مضمون شرح جامی کی عبارت مذکورہ کا ہے اور اس امر کی وجہ کہ یہ خبر کیون اکثر حذف کیجاتی ہے جب عام ہوتی ہے تو اسوجہ کی طرف ملا جامی علیہ الرحمۃ نے اپنے اس قول مین اشارہ فرمایا ہے کہ وہ قول یہ ہی لِدَلَالَۃِ النَّفْیِ عَلَیْہِ اسواسطے کہ جب یہ لا نفی جنس پر دلالت کرتا ہے اور نفی ماہیت کے ساتھ اس حیثیت سے کہ وہ ماہیت ماہیت ہے متعلق نہین ہوتی ہے خصوصاً اُن لوگون کے نزدیک کہ جعل مؤلف کے قائل ہین کہ یہی مذہب جمہور کا ہے بلکہ نفی صرف وجود کے ساتھ متعلق ہوتی ہے یا اُس چیز کے ساتھ متعلق ہوتی ہے کہ اُسکے ساتھ وجود کی تعبیر کیجاتی ہے جیسے کون اور حصول کا لفظ ہے قولہ وَمَا یَتَوَھَّمُ الخ یعنی اور یہ جو وہم کیا جاتا ہے کہ لفظ موجود کا مقدر ہے اس قول مین کہ لَوْلَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ ہے تو یہ وہم صحیح نہین ظاہر ہے کہ فعل عام خارج نہین ہوجاتا ہے فعل عام ہونے سے کہ ظرف زمان یا ظرف مکان وغیرہ کے ساتھ مقید ہووے بلکہ نہایت امر یہ ہے کہ وہ فعل عام مطلق نہین رہتا ہے بلکہ مقید ہوجاتا ہے اور فعل خاص وہ ہے کہ اُسکا مدلول نوع خاص ہو انواع فعل سے جیسے قیام اور قعود اور اکل اور شرب اور نوم اور صلوۃ اور صوم ہے خواہ مطلق ہو خواہ مقید ہو ساتھ زمان یا مکان کے اور اس قائل نے یعنے معترض نے فرق نہ سمجھا ہے درمیان

Marfat.com

عام اور مطلق کے اور درمیان خاص اور مقید کے تو اُسکا یہ جو قول ہے بَل لَوْلَا عَلِیٌّ حَاضِرٌ مَوْجُوْدٌ یہ دلیل ہے اس امر کے لیے کہ اُسنے قرار دیا اُس مقام مین کہ جہان سے کہا جاتا ہے اسواسطے کہ حضور بھی فعل عام ہے اُسی طرح کہ جیسے حصول اور کون فعل عام ہے اگرچہ مقید ہو وقت معہود مین یا مکان معہود مین ساتھ عندی یا عند عمر کے قولہ اَیْ لَوْ کَانَ عَلِیٌّ مَوْجُوْدًا فِیْ بَیْتِہٖ الخ اسواسطے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اگر موجود رہتے اپنے مکان مین الخ اس قول سے صرف یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ لفظ حضور کا مقید ہو جاتا ہے ساتھ زمان اور مکان کے اور یہ فائدہ حاصل نہین ہوتا ہے کہ حضور فعل خاص ہو جاتا ہے اور حاصل کلام یہ کہ فعل عام کہ مثلاً وجود اور حضور اور حصول اور کون اور وقوع اور تحقیق ہے بسبب تقیید کے فعل خاص نہین ہو جاتا ہے بلکہ فعل خاص اُسکو کہتے ہین کہ دلالت کرے کسی خاص نوع کے فعل پر جیسے قیام اور قعود ہے البتہ اگر کہا جاوے کہ تقدیر اس عبارت کی یہ ہے لَوْلَا عَلِیٌّ قَائِمٌ اَوْ قَاعِدٌ اَوْ نَائِمٌ اَوْ اٰکِلٌ اَوْ مُسَاوِبٌ تو اس صورت مین مقدر فعل خاص ہوگا قولہ یَنْظُرُ فِی الْحَذْفِ اِلَی الْقَرِیْنَۃِ وَصِحَّۃِ الْمَعْنٰی فِی الْوَاقِعِ یعنی اسواسطے کہ بلیغ خبیر حذف کے بارے مین قرینہ کی طرف نظر کرتا ہے اور معنے کے فی الواقع صحیح ہونے کا خیال کرتا ہے ضرورت قرینہ کی صرف اُس صورت مین ہوتی کہ افعال خاصہ مقدر کیے جاتے اور جس صورت مین کہ افعال عامہ مقدر کیے جاوین تو ضرورت قرینہ کی نہین اسواسطے کہ احتیاج کلمہ لا کی واسطے خبر کے کافی ہے اس امر کے باعث ہونے کے لیے کہ خبر مقدر کیجاوے اور فعل عام کافی ہے کہ لا کی خبر ہووے تو اگر فعل خاص مقدر کیا جاوے تو البتہ اُسوقت ضرورت قرینہ کی ہوگی قولہ لَا مَزَادَ عَلَیْہِ یعنی اور اسکے علاوہ اور کوئی امر زائد لفظ سے لا کے مفہوم نہین ہوتا ہے تقریر مندرجہ بالا سے معلوم ہوا کہ خبر عام کا مقدر کرنا کافی ہے اس امر کے لیے کہ نفی صحیح ہو جاوے تو یہ ضرورت کہ نفی کے لیے خبر ہونی چاہیے اس سے رفع ہو جاتی ہے کہ خبر عام مقدر کیجاوے اور ضرورت دوسرے

قرینہ کی کہ نفی کے علاوہ ہو صرف اُس صورت مین ہوتی ہے کہ فعل خاص مقدر کیا جا
نہ اُس صورت مین کہ فعل عام مقدر کیا جاوے اسواسطے کہ نفی کا مفہوم صادق ہو
ہے فعل عام کے مقدر کرنے سے قولہ لَیسَ مَدلُولُ لَا مُطَابِقِیًّا الخ یعنی عام
یا خاص ہونا خبر منفی کا نہ مدلول مطابقی ہے لفظ لا کا اور نہ جزو معنے ہے اُسکا تقر
مندرجۂ بالا سے معلوم ہوا کہ نفی دلالت کرتی ہے منفی پر بطور دلالت التزامی کی جیسے
ضرب دلالت کرتا ہے اسپر کہ کوئی مضروب ہوگا اور جیسے فقہا نے کہا ہے کہ اگر کسی نے کہ
اَعتِق عَنِّی عَبدَکَ یعنی آزاد کردو تو میری طرف سے اپنا غلام تو یہ قول التزاماً اسپر دلالت
کریگا کہ اس قول کے قائل نے مالک کردیا اس قول کے مخاطب کو اُس غلام کا البتہ
چونکہ نفی متعلق نہین ہوتی ہے مگر وجود کے ساتھ یا شبہ وجود کے ساتھ اور ایسا نہین
کہ نفی ذات کے ساتھ متعلق ہوتی ہو تو اسوجہ سے یہ امر قرار پایا کہ وجود یا شبہ وجود کا مقدر
کیا جاوے تا کلام صحیح ہووے تو مقدر کرنا وجود یا شبہ وجود کا کہ افعال عام سے ہین
صراحۃً بیان ہے اُس مدلول التزامی کا قولہ نَعَم لَو وُضِعَت کَلِمَۃُ لَا الخ یعنی البتہ
اگر کلمہ لا کا وضع کیا گیا ہوتا واسطے نفی وجود کے تو بلا قرینہ عموم منفی پر دلالت کرتا ظاہر ہے
کہ کلمہ لا کا موضوع ہے واسطے نفی کے تو نفی مّا لازم ہے اُسکے لیے یعنی اُسکے لیے لازم
ہے کہ جب وہ مذکور ہو تو کسی چیز کی نفی اُسکے ذریعہ سے کیجاوے اور مقدر کرنے سے وہ
چیز منفی متعین ہوجاتی ہے جیسے کلمہ ضَرَبتُ کا دلالت کرتا ہے التزاماً مضروبٌ مّا پر
یعنے کلمہ ضربت کا جب استعمال کیا جاتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مضروب ہے اور
مثلاً جب زید ذکر کیا جاوے اور کہا جاوے ضَرَبتُ زَیدًا تو وہ مدلول التزامی متعین ہوجاویگا
اور اگر مطلقاً اُس مدلول التزامی کو ذکر کرین تو صرف اُسکا بیان ہوگا وہ متعین نہوگا
جیسے کہین ضَرَبتُ مَضرُوبًا اور اَکَلتُ مَاکُولًا اور شَرِبتُ مَشرُوبًا البتہ اگر مقدر خاص
ہو تو اُس صورت مین مدلول التزامی متعین ہوجاویگا تو اُسوقت قرینہ کی ضرورت ہوگی

Marfat.com

قولہ اذ لو کان فی کلمۃ لا دلالۃ علی النفی الخ یعنی اسواسطے کہ اگر یہ صحیح کہا جاوے
کہ کلمہ لا کا دلالت کرتا ہے منفی پر الخ تقریر متذکرہ بالا سے معلوم ہوا کہ مدلول التزامی اکثر صراحتہ
عرب کے کلام مین مذکور ہوتا ہے اور صرف دلالت التزامی پر اکتفا نہین کیا جاتا ہے
تو اسکا ذکر لغو نہو گا بلکہ اسکے ذکر سے تصریح ہو گی اس امر کی کہ التزاماً معلوم ہوا خصوصاً جب
اسکے ذکر سے مقصود ہو کہ نفی مین جو احتمالات ہین انمین سے کوئی ایک احتمال متعین ہو جاوے
اور اس مقام مین ایسا ہی ہے اسواسطے کہ نفی متعلق ہوتی ہے ذات کی ساتھ ان لوگونکے
نزدیک کہ قائل ہین جعل بسیط کے تو کلمہ لا کا کہ نفی جنس کے لیے ہے مبہم ہوا اسواسطے
کہ اسمین احتمال ہے کہ نفی ذات کے لیے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اسکے ذریعہ سے نفی وجود
کا کیا گیا ہو ذات سے تو جب فعل عام مقدر کیا جاویگا تو یہ متعین ہو جاویگا کہ اسکے
ذریعہ سے نفی وجود کا یا نفی شبہ وجود کا کیا گیا ہے ذات سے اور کبھی اس غرض سے فعل عام
ذکر کیا جاتا ہے کہ تاعام فعل معلوم ہووے جیسے یہی غرض الکمت مالوم کے کہنے سے
بھی معلوم ہوتی ہے یا یہ غرض ہوتی ہے کہ خاص فعل مخاطب پر مخفی ہو اور حاصل کلام یہ کہ
یہ دلیل اگر کافی ہو یہ ثابت کرنے کے لیے کہ فعل عام کا مقدر کرنا لغو ہے تو اس سے لازم آویگا
کہ مفعول مطلق کا ذکر کرنا بعد ذکر کرنے فعل کے محض لغو ہے جیسے ضربتہ ضرباً اور اسطرح کا اور
کلام ہے اور حالانکہ ایسا کلام فصحا کے کلام مین واقع ہے بلکہ ایسا کلام فصحا کا خالق
کے کلام مین بھی واقع ہے قول لاخیر خیر ان خیرک و خیر غیرک الاخیرک یعنی
نہین خیر ہے دو خیر خیر تیرا اور خیر غیر کا مگر خیر تیرا ظاہر ہے کہ یہ قول لاخیرک اسوقت
مجموعہ جملہ کا ہو گا یعنی مجموعہ اسم اور خبر کا ہو گا تو اسکے معنی یہ ہوئی کہ نہین ہے خیر کہ دو خیر ہے خیر تیرا
اور خیر غیر کا مگر خیر تیرا یعنی تیرا خیر دو خیر ہے تیرا خیر اور غیر کا خیر اسواسطے کہ ظاہر ہے کہ حرف
استثنا کے قبل حکم یہ ہے کہ تعدد خیر کی نفی ہے تو مستثنیٰ مین اسکے خلاف حکم ہو گا یعنی یہی
یہ حکم ہو گا کہ تعدد خیر کا ثابت ہے اور یہ معنی خبط ہین اسکا فاسد ہونا ظاہر ہے اور اس صورت

مین معنی اِلّا طَیرُکَ کے یہ ہونگے کہ تیرا طیر دو طیر ہین تیرا طیر ہے اور غیر کا طیر ہے اور ایسا ہی یہ جو قول ہے لَا فَتیٰ رَجُلَانِ عَلِیٌّ وَغَیرُہٗ اِلَّا عَلِیٌّ اُسکے معنے یہ ہونگے کہ حضرت علیؓ دو رجل ہین حضرت علیؓ اور ایک دوسرا شخص کہ آپ کے سوا ہے اور ایسا ہی اُس مثال کے معنے بھی کیے جاوینگے جو اس مثال کے بعد ہے ذو الفقار دو سیف ہین ایک ذو الفقار ہے اور یہ دوسری سیف اُسکے سوا ہے اور یہ معنی اُسکے نزدیک ہونگے جو اس امر کا قائل ہے کہ جو حکم مستثنےٰ منہ مین ہوتا ہے اُسکے خلاف حکم مستثنےٰ مین ہوتا ہے اور یہی مذہب راجح ہے لیکن جو اس امر کا قائل ہے کہ مستثنےٰ مین کچھ حکم نہین ہوتا ہے تو اُسکے نزدیک معنی اِلّا خَیرُکَ کے یہ ہونگے کہ مین ساکت ہون حکم کرنے سے تیرے خیر کے بارے مین تعدد یا وحدت کا اور ایسے ہی معنے اسکے بعد کی مثالون مین بھی ہونگے اور یہ معنے بھی فاسد ہین قولہ وَلَا اِلٰہَ غَیرُ اللّٰہِ اِلَّا اللّٰہُ یعنی اور نہین ہے کوئی معبود سوا اللہ کے مگر اللہ تو اِلَّا اللّٰہ استثنا ہوگا حکم سابق سے یعنی نفی غیریت سے تو اِلَّا اللّٰہُ کے معنے یہ ہونگے کہ اللہ سوا اللہ کے ہے اور یہی معنے اُسکے بھی ہونگے جو اسکے بعد ہے اور اس معنے کا بطلان اور فساد ظاہر ہے اسواسطے کہ کسی چیز کا سوا اپنی ذات کے ہونا بداہۃً باطل ہے اسکا بطلان طفل صغیر پر بھی ظاہر ہے قولہ سُبحَانَہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی نہین ہے کوئی معبود سوا اللہ کے کیا وجہ ہے کہ معترض نے اس مقام مین اُسطرح لفظ مقدر نہ کیا کہ جیسے لَا خَیرَ اِلَّا خَیرُکَ مین مقدر کیا ہے باوجودیکہ دونون جملہ کی ایک ہی ترکیب ہے تو صحیح یہ ہے کہ یہ قصر افراد ہے اسواسطے کہ مشرکین اللہ کے معبود ہونے کی نفی نہین کرتے تھے بلکہ اُنکا دعوےٰ یہ تھا کہ وہ شرکت کے قائل تھے قولہ ھو التعدد اللفظی الخ یعنی وہ تعدد لفظی ہے الخ اس قول مین خلل یہ ہے کہ مقدر کرنے سے بِاللّٰہِ وَبِغَیرِہٖ کے معنے فاسد ہوجاتے ہین اسواسطے کہ حکم مستثنےٰ کا خلاف ہوتا ہے اُس حکم کے کہ مستثنےٰ منہ مین ہوتا ہے تو اس صورت مین معنے یہ ہونگے لَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَبِغَیرِہٖ اِلَّا بِاللّٰہِ تو اس نفی کے اعتبار سے لازم آتا ہے کہ اللہ نہ الٰہ ہوا اور نہ غیر الٰہ کا ہو جیسے یہ قول ہے لَا رَجُلَ اِلَّا الرَّجُلَ

Marfat.com

وغیرہ اور ظاہر ہے کہ یہ معنی فاسد ہین قولہ فقلیل یعنی لا کے خبر ذکر کرنا بدون مستثنیٰ مفرغ او ظرف اور شبہ ظرف کے قلیل ہے تو جب ذکر کرنا خبر کا قلیل ہوا تو اس سے ثابت ہوا کہ اکثر خبر حذف کیجاتی ہے تو اس سے ہمپر کوئی اعتراض وارد نہین ہوتا ہے کہ ہم اسمین کلام کرین قولہ وَمَن يَدَّعِي الْجَوَازَ الخ یعنی اور جسکو جواز کا دعوے ہو تو چاہیے کہ فصحا کے اقوال سے کوئی قول دکھلاوے کہ نہ ظرف ہو اور نہ شبہ ظرف ہو اور اسمین موجود یا ممکن کا لفظ مقدر ہووے عرب مین مشہور مثل ہی لَا هَمَّ إِلَّا هَمُّ الدَّيْنِ وَلَا وَجَعَ إِلَّا وَجَعُ الْعَيْنِ یعنی نہین ہے کوئی رنج سوا رنج دین کے اور نہین ہے کوئی درد سوا درد آنکھ کے تو مقدر اس مثل مین لفظ موجود کا ہے اور وجود کی نفی سے مراد کمال کی نفی ہے تو عرب وغیرہ کے کلام مین یہ امر متعارف طور پر پایا گیا تو اگر یہ قائل یعنی معترض کہے کہ ہم موجود کا لفظ مقدر نہین کرتے ہین بلکہ کہتے ہین کہ کامل کا لفظ یا اس معنے کا کوئی دوسرا لفظ مقدر ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ جائز نہین کہ فعل خاص بلا قرینہ کے مقدر کیا جاوے اور باوجود اسکے یہ نقص لازم آویگا کہ مبالغہ کہ ایسے کلام مین مقصود ہوتا ہے حاصل نہو گا سوا اسکے کہ موجود یا اس معنی کا کوئی دوسرا لفظ مقدر کیا جاوے اور افعال خاصہ کے مقدر کرنے سے مبالغہ حاصل نہو گا قولہ فَهُوَ مَجَازٌ لَا بُدَّ مِنَ الْقَرِينَةِ عَلَيْهِ یعنی تو یہ مجاز ہے اسکے لیے قرینہ کی ضرورت ہے قرینہ اس مقام مین یہ ہے کہ اس سے یعنی لا الہ الا اللہ سے مقصود یہ ہے کہ معبود برحق کی توحید کا اعتقاد ثابت ہووے اور کسی دوسرے امر کا اعتقاد ثابت ہونا اس سے مقصود نہین اور اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم معبود برحق کی توحید ثابت ہونے کے بارے مین صرف اسپر اکتفا فرماتے تھے کہ اس کلمہ کا کوئی شخص اقرار کرے اور کسی دوسرے امر کے بارے مین توحید ثابت ہونے کی غرض سے اُسکا اعتقاد دریافت نہ فرماتے تھے اور الہ کے معنے مستحق اور موثر اور معبود برحق اگرچہ باعتبار لغت کے معنے مجازی ہین لیکن یہ معنی شرع مین اس کلمہ کی حقیقت اصطلاحیہ ہے جیسے صلوۃ اور صوم اور زکوۃ اور نکاح اور طلاق وغیرہ کا لفظ ہے

Marfat.com

قولہ یکذبہ صراحۃ لا الٰہ غیرک یعنی ایسا ہی اگر یہ کہا جاوے کہ الٰہ سے مراد مستحق ہے یا اسکے مانند کوئی دوسرا امر ہے تو اسکی تردید اس قول ہی ہوتی ہے لا الٰہ غیرک اس تردید کا وہم اسوقت ہوتا ہے جب لفظ الٰہ کا لا الٰہ غیرک مین ہی مطلق ہووے لیکن جب وہ مقید ہو کسی وصف یا کسی حال کے ساتھ جیسا اس قول مین ہے لا الٰہ حقاً غیرک تو ہرگز اس تردید کا وہم نہوگا اور وصف کے مقدر ہونے کے لیے قرینہ اکثر آیات ہین مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک ہے یعبدون من دون اللہ یعنی کفار پرستش کرتے ہین دوسرے کی کہ وہ اللہ نہین ہے اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک ہے لا تسجدوا للشمس ولا للقمر یعنی سجدہ نہ کرو آفتاب اور ماہتاب کو اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک ہے ان الذین اتخذوا العجل یعنی تحقیق کہ جن لوگون نے گوسالہ کو اختیار کیا اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک ہے اجعل لنا الٰہا کما لہم اٰلہۃ یعنی بنی اسرائیل نے کہا کہ اے موسیٰ قرار دیجیے ہمارے لیے معبود جیسے اُنکے لیے یعنی کفار کے لیے معبود ہین اور اسیطرح کا اور بھی قول ہے قولہ نو درید ل لا الٰہ الا اللہ بغیر یا الٰہ یعنی اور ایسا ہی اگر اللہ تعالیٰ کی یہ مراد ہوتی کہ الٰہ کہ نکرہ ہے اُسکے معنی مستحق ہین تو لا الٰہ الا اللہ کے مقام مین لا غیر یا الٰہ ہوتا یعنی نہین ہے کوئی دوسرا کہ مستحق ہو معبود ہونے کا یا اسیطرح کی کسی دوسری صفت کے قابل ہو لا الٰہ الا اللہ کے بدلے مین لا غیر یا الٰہ اُس صورت مین ہو سکتا تھا کہ جب لا غیر یا الٰہ سے ثابت ہوتا کہ معبود برحق اللہ ہے جیسے یہ امر لا الٰہ الا اللہ سے ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ لا الٰہ الا اللہ سے ثابت ہوتا ہے کہ معبود برحق اللہ ہے اور اُسکے سوا کوئی دوسرا معبود برحق نہین بخلاف اس قول کے کہ لا غیر یا الٰہ ہے اسواسطے کہ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا جو چیزین ہین منجملہ اُنکے کوئی معبود برحق نہین لیکن اس سے یہ ثابت نہین ہوتا ہے کہ اللہ معبود برحق ہے اور حالانکہ مقصود اصلی یہی ہے تو لا الٰہ الا اللہ کے بدلے مین لا غیر یا الٰہ کسطرح ہو سکتا ہے قولہ وو دد ما لکم من غیر الٰہ الٰہ یعنی

Marfat.com

اور ایسا ہی وارد ہوتا مَا لَکُمْ مِنْ غَیْرِہٖ اِلٰہٌ بدلے مین مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ کے
قائل تھے اس کلام مین خلل ہے اور اسکی دو وجہین ہین اول وجہ یہ ہے کہ کلمہ مِن استغراقیہ
کا صرف نکرہ پر نفی مین زیادہ کیا جاتا ہے تا اُس استغراق کی تاکید ہو نکرہ سے مفہوم ہوتا ہے
اور غَیْرُہٗ مین غیر کا لفظ معرفہ ہے اسواسطے کہ ضمیر کی طرف مضاف ہے تو جائز نہین کہ اسپر
مِن کا کلمہ زیادہ کیا جاوے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مقصود اس کلام سے یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ
کی عبادت مین تاکید ہو جاوے جب کوئی پیغمبر کہے یَا قَوْمِ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ یعنی
اے میری قوم کوئی معبود برحق نہین سوا اللہ کے تو ایسے مقام مین مناسب ہے کہ پہلے
غیر کے معبود برحق ہونے کی نفی کیجاوے اور پھر ثابت کیا جاوے کہ معبود برحق ہونا منحصر ہے
ذات مین حق تعالیٰ کے یعنی صرف اُسی کی ذات معبود برحق ہے اور اگر یہ کہا جاتا مَا لَکُمْ مِنْ
غَیْرِ اللہِ تو یہ معلوم ہوتا کہ اس کلام سے مقصود بالذات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی دوسرا
معبود برحق ہونے کے قابل نہین یعنی کوئی دوسرا مستحق نہین کہ اُسکی عبادت کیجاوے
اور یہ نہین معلوم ہوتا کہ مقصود بالذات یہ ہے کہ صرف حق تعالیٰ اس امر کے لیے مستحق ہے
کہ اُسکی عبادت کیجاوے اور اگرچہ مآل دونون صورتون کا ایک ہی ہے لیکن رعایت
سیاق کلام کی بلغا کے نزدیک لازم ہے قولہ ضمیر نفی الغیریۃ عن الآلھۃ الکثیرۃ
یعنی اور اسمین نفی غیریت کی ہے آلہہ کثیرہ سے لفظ غیر کا حدیث مین واقع ہے بعد لَا اِلٰہَ
اور غیرہ کی خبر مقدر ہے اور وہ خبر یہ ہے مُسْتَحِقٌّ لِلْعِبَادَۃِ تو تقدیر عبارت کی یہ ہوئی
لَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ مُسْتَحِقٌّ لِلْعِبَادَۃِ اور غرض اس کلام سے یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا
مستحق نہین کہ اُسکی عبادت کیجاوے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ مستحق ہے کہ اُسکی عبادت
کیجاوے اور اگر کہا جاوے کہ لفظ غیر کا استثنا کے لیے ہے تو یہ ترکیب مثل اس ترکیب کے
ہوگی کہ وہ عرب کے قول مین ہے کہ وہ اوپر مذکور ہوا ہے اور وہ قول یہ ہے لَا ھَمَّ اِلَّا الدَّیْنُ
یعنی کوئی رنج نہین سوا رنج دین کے اور اس سے مراد کمال کی نفی ہے یعنی جسقدر دین کا رنج

کامل ہوتا ہے یعنی اُس سے نہایت رنج ہوتا ہے ایسا کوئی دوسرا رنج نہیں قولہ وجہ التکذیب
اَنَّ الآیۃ المذکورۃ الخ یعنی اور وجہ تکذیب کی یعنی وجہ تردید کی یہ ہے کہ آیت مذکورہ دلیل
ہے لا اِلٰہ الا اللہ کی الخ آیت مذکورہ یعنی لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا دلیل ہے
اُس آیت کی کہ آیت مذکورہ کے قبل بلا فصل واقع ہے اَمِ اتَّخَذُوْا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ یُنْشِرُوْنَ
یعنی کیا مقرر کیے ہین اُنھون نے یعنی کفار نے معبود زمین سے کہ وہ مُردونکو زندہ کرتی ہون
اور کلمہ لا اِلٰہ الا اللہ کا نہ اُسکے قبل مذکور ہے اور نہ اُسکے بعد اس کلمہ کا ذکر ہے تو قائل نے
یعنی معترض نے جو آیت مذکورہ کو دلیل اس کلمہ کی قرار دی ہے تو اسکی وجہ یہ ہوئی ہے
کہ اُسنے سیاق اور سباق کلام مین غور نہ کیا تو مقصود اس استدلال سے یہ ہے کہ اُن لوگونکا
گمان باطل ہو جاوے کہ وہ قائل ہین اس امر کے کہ آسمان اور زمین مین چند مدبر یعنی تدبیر
کرنیوالے ہین اسواسطے کہ جب ایک شہر مین چند رئیس ہوتے ہین تو معمول ہے کہ ضرور وہان
فساد ہوتا ہے البتہ اُس صورت مین فساد نہین ہوتا ہے کہ ہر ایک دوسرے کا تابع ہووے
اور اس صورت مین وہ لوگ مستقل طور پر رئیس نہونگے اور اس بنا پر اُسکا باقی کلام بھی
مخدوش قرار پایا اسواسطے کہ قائل کے باقی کلام کی بھی بنا اسی پر ہے کہ یہ آیت کلمہ لا اِلٰہ الا اللہ
پر دلالت کرتی ہے اور حالانکہ فی الواقع یہ صحیح نہین اور معنی تدبر اور تصرف کے مستفاد ہوتے ہین
فی کے لفظ سے کہ آیت مذکورہ مین ہے اسواسطے کہ لغت کی اصطلاح سے ثابت ہوتا ہے
کہ مثلاً جب کہتے ہین لَیْسَ فِی الْبَلَدِ اَمِیْرٌ یعنی شہر مین امیر نہین یا کہتے ہین کہ فُلَانٌ حَاکِمٌ فِیْ بَلَدِ
کَذَا یعنی فلان شخص حاکم ہے فلان شہر مین تو ایسے مقام مین فی کے لفظ سے معنی تدبر اور
تصرف کے مفہوم ہوتے ہین قولہ فالمقصود منہ نفی مغایرۃ الآلھۃ الممکنۃ الموجودۃ الخ
یعنی اور مقصود اُس سے نفی مغایرت آلہہ ممکنہ موجودہ کی ہے اس قول مین یہ خدشہ
ہوتا ہے کہ اگر یہ مقصود ہووے تو اس دلیل پر نقض وارد ہوگا اسواسطے کہ فساد عین ہونے
کی صورت مین بھی واقع ہوتا ہے جیسا تقابل سے اُمرا اور ملوک کے مشاہدہ ہوتا ہے باوجود

سورۃ الانبیا

Marfat.com

اسکے کہ قائل کے گمان مین یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے مغایر نہین بلکہ قائل کے نزدیک یہ لوگ عین اللہ تعالیٰ ہین نعوذ باللہ من ذلک تو پھر فساد کی وجہ کیا ہے اور اگر عین ہونا مخصوص ہو صرف اصنام کے بارے مین اور اصنام کے سوا کسی دوسرے مین مثلاً جن اور انس وغیرہ کے بارے مین یہ حکم نہو تو ظاہر ہے کہ اس تخصیص کی کوئی وجہ نہین قولہ لوجود الالٰھۃ الممکنۃ المعبودۃ یعنی بسبب پائے جانے آلہہ کے کہ ممکن ہین اور انکی پرستش کیجاتی ہے اس قول سے نہ دلیل مین کچھ نقص لازم آتا ہے اور نہ مدلول مین کچھ خدشہ ہوتا ہے جب الٰہ سے کہ نکرہ ہے مراد وہ ہو کہ مستحق عبادت کا ہو یا اس سے مراد معبود برحق ہو یا واجب ہو اسواسطے کہ یہ آلہہ متعددہ کہ ممکن ہین فی الواقع یہ نہ واجب ہین اور نہ مستحق عبادت کے ہین اور نہ معبود برحق ہین تو اس صورت مین مطلوب اور اسکی دلیل مین کذب کسطرح لازم آویگا قولہ لعدم التمانع بین الممکن والواجب یعنی اسواسطے کہ ممکن اور واجب تعالیٰ مین تمانع نہین اس قول مین یہ خدشہ ہوتا ہے کہ انتفاء تمانع کا اُن لوگونکے نزدیک ثابت ہے جو اسکے قائل ہین کہ مؤثر ہونا اور مدبر ہونا منحصر ہے ذات مین باری تعالیٰ کے لیکن جو لوگ اس امر کے قائل ہین کہ چند مدبر اور مؤثر ہین خواہ واجب ہووین خواہ ممکن ہون تو انکے نزدیک تمانع کا انتفا ثابت نہوگا اور مقصود اُن لوگون کو الزام دینا ہے جو انحصار کی نفی کرتے ہین اور اُن لوگونکو الزام دینا مقصود نہین جو انحصار کے معتقد ہین تو ان قیود کا لغو ہونا لازم نہین آتا ہے قولہ یکفی علی التاویل المذکور یعنی بصورت تاویل مذکور کے صرف اسقدر کافی ہے لو کان معہ الٰہ لفسدتا یہ تاویل اسکے لیے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی مین قیود مذکورہ کے ہونے کا قائل نہین بلکہ اور سب سے قیود مذکورہ کی نفی کرتا ہے لیکن مشرکین اس امر کے قائل نہین کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور سب سے قیود مذکورہ کی نفی ثابت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی تاثیر اور تدبیر کے قائل ہین خصوصاً جو کفار یزدان اور اہرمن کے قائل ہین

Marfat.com

وہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کے خلق اور تقدیر کے بھی قائل ہین قولہ لو کان معہ الہ
لفسدتا یعنی اگر ہوتا ساتھ اللہ کے دوسرا خدا تو آسمان اور زمین مین فساد لازم آتا
ہم تسلیم کرتے ہین کہ اس سے شرک کی نفی ہوجاتی ہی لیکن اُسکے نزدیک شرک کی نفی ہوتی
ہے کہ وہ قائل ہو اسکا کہ اللہ کے ساتھ ایک دوسرا خدا ہی جیسے وہ لوگ ہین کہ یزدان اور
اہرمن کے قائل ہین اور لیکن تحقیق یہ ہی کہ مفرد اور جمع اس مقام مین دونون برابر
ہین اسواسطے کہ آلہ کا لفظ نکرہ ہے اور نکرہ عام ہوتا ہے تو اُسکی نفی سے مفرد اور جمع
دونونکی نفی ہوجاتی ہی لیکن اکثر اہل شرک اس امر کے قائل ہین کہ آلہہ متعدد ہین اور
وہ سب مدبر اور موثر ہین آسمان اور عناصر مین تو اسوجہ سے اللہ تعالیٰ نے جمع کا لفظ
ارشاد فرمایا تا اُنکا مذہب صراحۃً باطل ہوجاوے اور جب جمع کی بطلان کی دلیل قائم ہوئی
تو اونے تأمل اس امر کے لیے کافی ہے کہ وہی دلیل مفرد مین بھی جاری کیجاوے تمت الکتاب
واللہ اعلم بالصواب الحمد للہ کہ یہ کتاب یعنی سرور عزیزی ترجمہ فتاوی عزیزی غرہ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ
کو حق تعالیٰ کی توفیق سے انجام کو پہونچی اور یہ ترجمہ فقیر محمد عبد الواحد مولوی غازیپوری
مؤلف تحفۃ الاتقیاء فی فضائل سید الانبیاء نے لکھا ہی اور یہ ترجمہ حسب ارشاد ہمہ فیض
سراپا کرم جناب فیضمآب مولوی حاجی محمد سعید صاحب کانپوری عم فیضہ کے لکھا گیا ہے اور
اسکا حق تالیف بھی بحق حاجی صاحب موصوف بذریعۂ رجسٹری محفوظ ہے امید کہ جو صاحب
یہ کتاب ملاحظہ فرماوین مترجم اور جناب ممدوح کو دعاے خیر سے یاد فرماوین۔ اللہ جلشانہ یہ
کتاب قبول فرماوے۔ وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل صلی اللہ
تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ
اجمعین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تمام شد

Marfat.com

خاتمۃ الطبع

لائق حمد و ستایش وہی مخترع اکوان ہے جسنے ایک لفظ کن سے تمام کائنات کو کتم عدم سے عرصۂ وجود مین ہویدا کیا اور جملہ مخلوقات مین سے انسان ضعیف البنیان کو خلعت خاص و لقد کرمنا بنی آدم سے مخلع فرمایا اور قلوب مومنین و موقنین کو انوار عرفان سے منور و روشن کیا۔ اور سزاوار صفت و ثنا اسکا برحق رسول ہے جسنے اپنے کلام معجز نظام سے تمامی موجودات کو مسخر فرمایا اور حلال کو حرام سے تمیز کر دکھایا۔ اور قابل منقبت و محامد اس مقدس رسول کے اصحاب کبار و آل اطہار و مجتہدین ابرار ہین جنھون نے ظلمات کفر و نفاق کا نام دنیا سے مٹایا رحمت خدا نازل ہو اُس پاک رسول اور اسکے اصحاب اخیار و اہلبیت اطہار پر۔ امابعد زمان میمنت اقتران مین دُر شاہوار گنجینۂ معانی ظاہری و باطنی گوہر تابدار کنز مضامین صوری و معنوی یعنی کتاب لاجواب سرور عزیزی ترجمہ اردو فتاوے عزیزی مولفہ عالم نبیل فاضل جلیل جناب مولانا مولوی محمد عبد الواجد صاحب مولوی غازیپوری حسب ارشاد فیض بنیاد جناب حاجی محمد سعید صاحب تاجر کتب کلکتہ خلاصی ٹولہ نمبر ۵ باہتمام راجی رحمت رب رشید محمد عبد المجید غفرلہ اللہ الحمید باہ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۱۴ء مطبع مجیدی واقع کانپور محلہ ٹپکاپور مین طبع ہو کر ہدیۂ شائقین باتمکین ہوا ناظرین رسالۂ ہذا سے استدعا ہے کہ اسکے مترجم اور محرک اور مہتمم و مصحح کو دعائے خیر سے یاد فرمائین۔

ضروری التماس

معزز ناظرین مطبع مجیدی نے اپنی دیانت داری اور راستبازی کیوجہ سے اپنے خریدار ونکو اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے تاجران باوقار اور عام خریداران دیار وامصار جیسی کچھ اسکی عزت افزائی فرما رہے ہین وہ اُس کی خوش معاملگی کے نتائج سے ایک نتیجہ ہے۔ مطبع مجیدی اپنی مجموعی حیثیت اور ساکھ کے لحاظ سے بطور مشہور ہے بیوپاریونکو جسقدر خاص کفایت اور متفرق خریدار ونکو جسقدر رعایت سے مال دیا جاتا ہے اُسکا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہین جنکو ایکبار بھی مطبع سے مال منگانیکا موقع ملا ہے مندرجہ ذیل امور کی اہتمام کے ساتھ پابندی اور لحاظ کی وجہ سے جیسی کچھ روز افزون ترقی اس کارخانے کو ہورہی ہے معزز ناظرین پر مخفی نہین۔

(۱) اس مطبع مین تقریباً تمام ہندوستان کی مطبوعہ ہر علم وفن کی عربی فارسی اُردو کتابونکا ذخیرہ اور میل موجود رہتا ہے۔

(۲) حتی الامکان کتابین عمدہ چھاپے اور اچھے کاغذ کی چھپی ہوئی فراہم کیجاتی ہین۔

(۳) جو کتاب عمدہ طبع ہی نہین ہوئی یا چھپکر کمیاب ہوگئی ہے وہ بدرجہ مجبوری خراب چھاپہ اور خراب کاغذ کی روانہ کیجاتی ہے اور جو صاحب لکھدیتے ہین اُنکو خراب کتاب نہین روانہ کیجاتی ہے۔

(۴) تاجران کتب (بیوپاریون) کے ساتھ جو رعایات کیجاتی ہین اور جس نرخ سے انکو مال روانہ کیا جاتا ہے اُس سے کم سے کم نرخ پر غالباً اور تاجر سے کبھی نہ مل سکیگا۔

(۵) مدارس اسلامیہ وطالبان علم کے ساتھ جیسی رعایتین کیجاتی ہین اُسکا اندازہ مال منگا کر ہو سکتا ہے

(۶) متفرق خریداران کو خاص نرخ سے مال روانہ کیا جاتا ہے۔

(۷) تاجر (بیوپاریون) مدارس اسلامی طالبان علم اور متفرق خریدار غرضکہ سب صاحبون کے کچھ نہ کچھ ایسی رعایتین ہین کہ بہیئت مجموعی ہمارا دعویٰ ہے کہ انشاء اللہ ہر جگہ سے کفایت پڑیگی اور اسپر عمدگی مال کا نفع تو علاوہ ہین

(۸) ہمکو امید ہے کہ اگر آپ کو کسی کتاب کی ضرورت ہو تو سب سے پہلے اپنے اس قدیم کتب خانہ تجارتی مطبع مجیدی کو یاد فرمائیے اور ایک مرتبہ معمولی سی فرمایش بھیجکر کارخانے کی دیانت راستبازی۔ کفایت۔ رعایت۔ عمدگی مال وغیرہ وغیرہ کا اندازہ ضرور فرمائیے۔

الملتمس محمد سعید تاجر کتب مطبع مجیدی کانپور

Marfat.com

Marfat.com